فتاویٰ علماء ہند

جلد- ۲۹

تیار کردہ

منتخب علماء ہند

زیر سرپرستی

حضرت مولانا مفتی انیس الرحمٰن قاسمی

زیر نگرانی

حضرت مولانا محمد اسامہ شمیم الندوی

باھتمام

منظمۃ السلام العالمیۃ

ممبائی۔ الہند

فتاویٰ

علماءِ ہند

جلد-۲۷

تیار کردہ

منتخب علماءِ ہند

زیر سرپرستی

حضرت مولانا مفتی انیس الرحمن قاسمی

زیرِ نگرانی

حضرت مولانا محمد اسامہ شمیم الندوی

باہتمام

منظمۃ السلام العالمیۃ

ممبائی۔الہند

نام کتاب	:	فتاویٰ علماء ہند (جلد-۲۷)
زیر سرپرستی	:	حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب
زیر نگرانی	:	حضرت مولانا محمد اُسامہ شمیم الندوی صاحب
سن اشاعت	:	نومبر ۲۰۲۰ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
کمپوزنگ وڈیزائننگ	:	محمد رضاء اللہ قاسمی
ناشر	:	منظمۃ السلام العالمیۃ، ممبائی، الهند

یہ کتاب ''منظمة السلام العالمية'' کی

طرف سے ہدیہ ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے

وقف ہے، اس کو بیچنا جائز نہیں ہے۔

منظمۃالسلام العالمیۃ

Global Peace Organisation (GPO)

Email: gpo.org@yahoo.com Mob. : +91-7303 7076 05

کتاب النکاح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ عز وجل:

{وَابْتَلُوا الْيَتَامَى حَتَّى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَنْ يَكْبَرُوا وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا}

(سورۃالنساء:٦)

{وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ذَلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكُمْ أَزْكَى لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ}

(سورۃالبقرۃ:٢٣٢)

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، حَدَّثَهُمْ:

”أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لاَ تُنْكَحُ الأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَلاَ تُنْكَحُ البِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَكَيْفَ إِذْنُهَا؟ قَالَ: أَنْ تَسْكُتَ“۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ٥١٣٦)

عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

”لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ وَشَاهِدَيْ عَدْلٍ، وَمَا كَانَ مِنْ نِكَاحٍ عَلَى غَيْرِ ذَلِكَ، فَهُوَ بَاطِلٌ، فَإِنْ تَشَاجَرُوا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ“۔

(صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۴۰۷۵)

فہرست عناوین

نمبر شمار	عناوین	صفحات

نمبرشمار	عناوین	صفحات

ولایت کے مسائل (۱۳۱-)

ولایت ابعد کے مسائل (۳۳۱ـ)

نکاح کی وکالت (۳۶۹ـ)

☆ ☆ ☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمۃ الشکر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

یہ فتاویٰ علماء ہند کی ستائیسویں جلد ہے، اس جلد میں خصوصیت سے ذرائع ابلاغ کے ذریعے نکاح کے سلسلے میں مفتیان کرام کے فتاویٰ درج ہیں، برِّ صغیر ہند و پاک کے علما نے عموماً آن لائن نکاح کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اس کی دلیل انھوں نے یہ دی ہے کہ جدید مواصلاتی ذرائع میں تلبیس اور اشتباہ کے کافی امکانات رہتے ہیں اور مختلف مناظر کو مصنوعی طریقے سے خلط ملط کرنے کی گنجائش رہتی ہے۔ دوسرے، اتحادِ مجلس بھی مفقود رہتا ہے، جو صحتِ نکاح کے لیے شرط ہے۔ ہندوستان میں دارالعلوم دیوبند اور پاکستان میں جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن کراچی اور دیگر دارالافتاء کے اس موضوع پر متعدد فتاویٰ موجود ہیں۔ ان تمام فتاویٰ میں ایک بات یہ کہی گئی ہے کہ اگر فریقینِ نکاح (مرد اور عورت) میں سے کوئی کسی آدمی کو اپنا وکیل بنا دے، جو گواہوں کی موجودگی میں اپنے مؤکل کی طرف سے ایجاب کرلے اور دوسرا فریق اسی مجلس میں قبول کرلے تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔

یہ عاجز بندہ اس عظیم مجموعہ کی طباعت ونشر واشاعت کی توفیق پر اپنے کریم مولا کا شکر گزار ہے۔ یہ سنت الٰہی ہیکہ اگلے کام کی توفیق پچھلے کام کی قبولیت سے ملتی ہے۔ الحمدللہ سابقہ جلدیں ملک و بیرون ملک کے علمی حلقوں میں خوب مقبول ہورہی ہیں، اور ہر طرف سے اسکی افادیت کے پیش نظر ہمت افزائی کے دعائیہ کلمات اور مفید مشورے موصول ہورہے ہیں۔ مجھے بیحد مسرت ہورہی ہے کہ موسوعہ فتاویٰ علماء ہند کی یہ عظیم علمی وفقہی خدمت عزیزم مفتی محمد اسامہ ندوی سلمہ کی نگرانی اور محب ومحترم مولانا انیس الرحمن قاسمی صاحب کی سرپرستی میں علماء کرام ومفتیان عظام کی ایک عظیم جماعت سرانجام دے رہی ہے جس میں بفضلہ تعالیٰ منظمۃ السلام العالمیہ مالی تعاون فراہم کررہا ہے جس کے نتیجے میں یہ عظیم الشان علمی وفقہی سرمایہ پایۂ تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔

درحقیقت اس علمی کتاب کے منصۂ شہود پر آنے میں بندہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے بلکہ مالک حقیقی جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اپنے کسی بندے پر اپنے ارادے کا اظہار کر دیتا ہے اس لیے کہ مخلوق سے جو کچھ بھی صادر ہوتا ہے وہ خالق کائنات کے ارادے کا ظہور ہے۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے لطف وکرم سے اسے شرف قبولیت بخشے اور خصوصا علماء کرام ومفتیان عظام کے لئے اسے نافع بنائے اور بندہ ناچیز کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔

بندہ شمیم احمد (انجینئر) نقشبندی مجددی
ناشر فتاویٰ علماء ہند، خادم منظمۃ السلام العالمیہ
ممبئی الھند
۱۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۲ھ

تاثرات

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

دین کی اصل بنیاد قرآن ہے، حدیث اسی اصل کی تشریح ہے اور فقہ ان دونوں کی ترتیب وتبویب کا نام ہے۔ فقہ حنفی میں مسائل فقہیہ تین طبقات پر مشتمل ہیں: ظواہر، نوادر، فتاویٰ۔

پیش آمدہ واقعات کے بارے میں دریافت کرنے والے کو دلیل شرعی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بارے میں خبر دینے کو فتویٰ کہتے ہیں، اسی کی جمع فتاویٰ ہے۔

مسلم معاشرے میں فتاویٰ کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے، چوں کہ ایک مسلمان کو دینی اور دنیوی معاملات میں جدید مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے؛ اس لیے مسلم معاشرے میں اس کی موجودگی ضروری ہو جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے لے کر اب تک علماء کرام نے اس اہم ذمہ داری کو نبھایا۔ ہندوستان میں بھی فتویٰ نویسی کی تاریخ بہت پرانی ہے، سینکڑوں کی تعداد میں فتاویٰ کی کتابیں موجود ہیں۔ تاریخ میں پہلی بار یہ اہم کام ہو رہا ہے کہ اسلاف کے فتاویٰ کا ایک ایسا مجموعہ تیار ہو رہا ہے کہ جس میں زیادہ سے زیادہ مسائل کے تحقیقی جوابات بلا تکرار شامل ہوں؛ تاکہ یہ موسوعہ اسلاف کے علوم کا جامع بھی ہو اور آسانی سے میسر بھی ہو جائے اور اس سے استفادہ بھی آسان ہو۔

حضرت مولانا محمد اسامہ شمیم صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ ان کے ذریعہ یہ اہم کام انجام پا رہا ہے اور جب یہ کام مکمل ہوگا تو یہ عربی، اردو اور انگریزی زبانوں میں فتاویٰ کی انسائیکلوپیڈیا ہوگی اور اہل علم کی آنکھوں کا سرمہ بنے گا۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ اس عظیم دینی خدمت مدد فرمائے اور اس جموعہ کو چار دانگ عالم میں قبولیت عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

ایوب احمد بوبات
رکن شوریٰ واستاذ
الجامعۃ السلامیہ لوساکا زامبیا

۹ ربیع الاول ۱۴۴۲ھ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

محترم ومکرم حضرت مولانا سامہ صاحب مدظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج عالی بخیر ہوں گے۔

آں محترم کی جانب سے فتاویٰ علماء ہند کی چوتھی، پانچویں، چھٹی جلدیں موصول ہوئیں، یادفرمائی وعنایت فرمائی کا شکریہ۔(فجزاکم اللہ)

پچھلے دوسوسال میں ہندوستان بشمول پاکستان وبنگلہ دیش میں بے شمار گرانقدر علماء ومفتیان عظام اپنے علوم وفتاویٰ سے امت مسلمہ کو فیضیاب کرتے رہے ہیں اوران کے یہ فتاویٰ مختلف کتابوں میں بکھرے پڑے ہیں۔ یہ معلوم کرکے بڑی مسرت ہوئی کہ آپ نے چالیس سے زیادہ کتب فتاویٰ کوایک مجموعہ کی شکل میں شائع کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے، جودوسوجلدوں پر مشتمل ہوگا۔ واقعی یہ ایک عظیم الشان اور قابل قدر مستحسن اقدام ہے اور کافی محنت طلب ہے،اس طرح کی خدمت اب تک منظر عام پر نہیں آئی ہے۔

یہ جدوجہد علمی وفقہی ذوق کی غماز ہے،حق تعالیٰ شانہ اس علمی کاوش کوقبول فرمائے۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت مولانا خالدسیف اللہ صاحب زیدمجدہم کے ایماپرآپ نے احقر کو یہ علمی تحفہ بھیجا ہے، بے شک وہ احقر سے محبت رکھتے ہیں اورکرم فرماہیں۔ اللہ جل شانہ ان کی علمی خدمات کوقبول فرمائے۔

امید ہے کہ ان تین جلدوں کے علاوہ بقیہ جتنی مجلدات ہیں، وہ بھی ارسال فرمائیں گے،عنایت فرمائی کا احقر صمیم قلب سے شکرگزار ہے۔(جزاکم اللہ احسن الجزاء) والسلام

سید قمرالدین محمود قاسمی
ناظم اعلیٰ اصلاح المسلمین
وخادم حدیث دارالعلوم تاندلجہ، بڑودہ، گجرات

۲۰۱۹/۱۲/۱۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ جل وعلاء وصلی اللہ وسلم علی رسوله المصطفی ونبیه المجتبی وامینه علی وحی السماء وعلی آله النجبیٰ واصحابه الاتقیاء افضل الخلائق بعد الانبیاء ومن بهدیهم اقتدیٰ وبآثارهم اقتفی من المفسرین والمحدثین والفقهاء الی یوم الجزاء، أما بعد

اپنے دامن میں جگہ دے کے بڑھا دی عزت
ورنہ انصاف سے پوچھو تو کفِ خاک ہوں میں

فتاویٰ علماءِ ہند ہندوستان کی سرزمین کے ان عظیم الشان مفتیانِ کرام کے فتاوی کا مجموعہ ہے جنہوں نے اپنی تمام عمر دین اسلام کی اشاعت اور عوام الناس کے پیچیدہ مسائل کو حل کرنے کے لئے وقف کی۔ فتاوی علماءِ ہند میں ایک مستند اور جامع فتاویٰ کی جو جو خوبیاں ہونی چاہئے وہ سب بدرجۂ اتم موجود ہیں۔

ابدنشان فتاویٰ، جامع ومانع تحریرات، ٹھوس حنفی دلائل سے لیس یہ فتاویٰ دورِ حاضر کی علمی تشنگی کو سیراب کرنے کے لئے کافی ہے۔

یہ تقریظ اصولاً میرے شیخ ومحسن میری تمام تر صلاحیتوں کا مرجع ومنبع شیخ المشائخ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ فی اعلیٰ علیین کو ہی لکھنی تھی لیکن حضرت صاحب کی زندگی نے وفا نہیں کی۔ حضرت الشیخ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ”کوئی ایسا موسوعہ اردو زبان میں بھی نکلنا چاہئے جیسا کہ کوئیت سے چھپا ہے ۴۸ جلدوں میں ’الموسوعۃ الفقہیۃ للفتاویٰ جس میں علماءِ دیوبند کے فتاویٰ یکجا کیئے جائیں تاکہ مسائل کی تشریح وترویج بہتر طریقہ سے سامنے آجائے۔“

حضرت الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب اس فتاویٰ کی جلدیں دیکھی تھیں تو بہت زیادہ خوشی کا اظہار فرمایا تھا اور بہت دعائیں کی تھیں۔

حضرت الشیخ رحمہ اللہ نے داعئ اجل کو لبیک کہا اس لئے مجھ جیسے سیاہ کار کو یہ عظیم کام انجام دینا پڑ رہا ہے، مشہور مقولہ ہے کہ ”کبرنی موت الکبریٰ“ اس لئے یہ چند سطور بحکم منتظمینِ فتاویٰ علماءِ ہند پیشِ خدمت ہیں۔

میری قسمت سے الٰہی پائے یہ رنگ قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کے لئے

کتاب کی دو تین جلدوں کو تفصیل سے دیکھا اور مطالعہ سے بھی خوب محظوظ ہوا۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں ہے کہ فتاویٰ کا یہ مجموعہ ترتیب وتدوین میں اپنی مثال آپ ہے۔ اللہ رب العزت شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔

وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیزٍ

عاجز وفقیر محمد ہمایوں مغل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ

متعدد احادیث میں بڑی اہمیت کے ساتھ ولی کی ضرورت واہمیت کو واضح فرمایا گیا ہے، حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نکاح بغیر ولی کے نہیں کیا جائے، ''لا نكاح إلا بولي'' (ترمذی، حدیث نمبر:۱۱۰۱) جمہور کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہیکہ بغیر ولی کے نکاح درست ہی نہیں ہوگا، اور حنفیہ کے نزدیک اس کی مراد یہ ہے کہ ولی کے بغیر نکاح کرنا بہتر نہیں ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس عورت نے اس کے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرلیا، اس کا نکاح باطل ہے، (ترمذی، حدیث نمبر:۱۱۰۲) جمہور کے نزدیک اس حدیث کی مراد یہ ہے کہ اس کا نکاح ہی درست نہیں ہوگا، حنفیہ اس سے مراد لیتے ہیں کہ اس کا نکاح نفع بخش نہیں ہوتا ہے، حنفیہ کے پیش نظر قرآن مجید کی وہ آیات جن میں خود عورتوں کی طرف نکاح کرنے کی نسبت کی گئی ہے، (بقرہ:۲۳۲، ۲۳۰) نیز یہ بات بھی پیش نظر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو ان کے کسی ولی کے بغیر، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بھتیجی کا نکاح فرمایا بھائی سے اجازت لیے بغیر، اس لیے حنفیہ نے بالغ ہونے کے بعد لڑکیوں کو خود اپنے نفس پر مختار قرار دیا ہے۔

میرے مولا کریم کے لاکھوں انعامات واحسانات ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں محض اپنے لطف وکرم سے اس نااہل سراپا جہل ونابلد کو فتاویٰ علمائے ہند کی ستائیسویں جلد کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی۔ فتاویٰ علماء ہند کی اس جلد میں مندرجہ ذیل مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔ بالغ اور بالغہ کا نکاح ولایت کے مسائل ولایت اقرب کے مسائل ولایت ابعد کے مسائل نکاح کی وکالت فضولی کا نکاح کرانا ذرائع ابلاغ کے ذریعے نکاح۔ سابقہ جلدوں کی طرح اس جلد میں بھی اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ بیان کردہ تمام احکامات ومسائل دلائل وشواہد کی روشنی میں ناظرین کی خدمت میں پیش ہوسکے۔ چنانچہ فتاویٰ کے سوال وجواب کو بعینہ ذکر کیا گیا ہے، ساتھ ہی تمام فتاویٰ میں اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کیا گیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتی بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی، احادیث نبوی، صحابہ و تابعین کے اقوال وآثار کو اہتمام کے ساتھ ذکر کرنے کی کوشش کی گئ ہے۔ اس کے بعد اس علمی وفقہی مجموعے کو مزید توثیق وتائید کے لئے ملک وبیرون ملک کے مشاہیر مفتیان عظام کی نگاہوں سے گزارنے کا اہتمام کیا جاتا ہے تا کہ یہ مجموعہ موثق ہوکر مؤید من اللہ ہوجائے۔

الحمد اللہ، اللہ تعالی کا احسان ہے کہ فتاوی علمائے ہند کا یہ سلسلہ اہل علم کے یہاں خوب مقبول ہورہا ہے لیکن بہرصورت یہ ایک بشری کاوش ہے جس میں خطاوثواب کا امکان ہے چنانچہ اہل علم سے گزارش ہے کہ متنبہ فرماتے رہیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں ازالہ ممکن ہوسکے۔ میں شکرگزار ہوں اپنے علماء ومفتیان کرام کا جنہوں نے بڑے ہی عرق ریزی کے ساتھ اس جلد کی تکمیل میں میرا ساتھ دیا اسی طرح میں شکرگزار ہوں اپنے دوستوں اور بزرگوں کا جنہوں نے میری گزارش پر اپنے تاثرات ودعائیہ کلمات تحریر فرمائے ہمت افزائی فرمائی اور دعائیں دیں، دعا گوہوں میرے مولیٰ اس خدمت کو قبول فرما کر ہم سب کے لئے نجات کا ذریعہ بنادے۔ آمین۔

بندہ مفتی محمد اسامہ شمیم الندوی
مشرف فتاویٰ علمائے ہند، رئیس المجلس العالمی للفقہ الاسلامی
۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیة

الحمدُ للّٰہ ربِّ العالمینَ حمدَ الشاکرینَ، وصلَواتُه علی النبی محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم وآله أجمعین

انسان اُنس سے بنا ہے، جس کے معنی ہیں کسی سے انسیت اور محبت کے، ہر شخص اپنا ایک ہم سفر اور ہم راز تلاشتہ ہے، جس کے سائے محبت میں اسے سکون دل حاصل ہو، اس فطری جذبے کی تسکین اور تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے نکاح کا پاکیزہ رشتہ قائم کیا ہے، جس کے ذریعہ ہر انسان جنس مخالف کی صحبت سے فیض یاب ہوکر دل ودماغ کی تسکین کا سامان فراہم کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمِنْ آیَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِنْ أَنْفُسِکُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْکُنُوا إِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِی ذَٰلِکَ لَآیَاتٍ لِقَوْمٍ یَتَفَکَّرُونَ﴾ (سورۃ الروم: ۲۱) (اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہی سے بیویاں پیدا کیں، تا کہ تم ان کی طرف (جاکر) آرام پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان دوستی اور مہربانی رکھ دی، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور کرتے ہیں۔)

نکاح شریعت کی نگاہ میں وہ پاکیزہ اور مبارک معاہدہ ہے، جو ایک مرد اور ایک عورت مہر کے عوض کرتے ہیں۔ اس جلد میں شادی بیاہ اور نکاح سے متعلق فتاووں اور مباحث کو جمع کیا گیا ہے کہ ایک بالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح آپس میں کس طرح انجام پاسکتا ہے، فریقین کے لیے کیا شرائط ہیں، عقد نکاح میں گواہوں کی کیا حیثیت ہے، اگر لڑکے یا لڑکی نکاح کے وقت نابالغ ہوں تو اس کی سرپرستی یا ولایت کا حق کس کو حاصل ہے، کس رشتہ دار کو اپنی بچی کا نکاح کردینے کا حق کن صورتوں میں حاصل ہے، ولایت اجبار سے کیا مراد ہے؟ نکاح کا وکیل کن اوصاف کا حامل ہونا چاہیے، کن شرطوں کے ساتھ وکیل کے ذریعہ کئے جانے والے نکاح درست ہوں گے۔ رشتہ دار کے علاوہ اگر کوئی دوسرا شخص کسی کا نکاح اپنی مرضی سے کردے تو اس نکاح کی حیثیت شریعت کی نظر میں کیا ہوگی، کیا وہ نکاح ثابت ہوگا؟ یا کالعدم قرار دیا جائے گا، اس طرح کے نکاح کو فقہا فضولی کے ذریعہ نکاح سے تعبیر کرتے ہیں۔ فتاویٰ علماء ہند یہ ۲۷/ویں جلد جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، ان میں ایسے ہی نکاح سے متعلق مسائل پر علماء ہند کے فتووں کو جمع کردیا گیا ہے۔ نیز اس جلد میں وہ فتاوے بھی شامل کرلیے گئے ہیں، جو جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعہ کئے جانے والے نکاح سے متعلق ہیں، مثلا: ٹیلیفون، موبائل، انٹرنیٹ کے ذریعہ طے کئے جانے والے نکاح، اسی طرح اسکائپ، ویڈیو کانفرنسنگ یا جو جدید ایپس ہیں، ان پر اگر نکاح کیا جائے تو یہ نکاح منعقد ہوگا، یا نہیں؟ اور شریعت کی نظر میں اسے اعتبار حاصل ہوگا؟ ایسے ہی جدید مسائل سے متعلق علماء کے فتاوے بھی ہیں۔

فتاویٰ علماء ہند کے اس حصہ (۲۷/ویں) میں فتاویٰ کے سوال وجواب کو من وعن نقل کرنے کے ساتھ ہر فتویٰ کے ساتھ اصل کتاب کے حوالہ کو بھی درج کردیا ہے اور حاشیہ میں دیگر مفتیٰ بہ مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے۔ امید ہے کہ علما، ائمہ، اہل مدارس اور اصحاب افتا خاص طور پر اس سے فائدہ اٹھائیں گے، احقر نے حواشی میں فقہی عبارتوں کے علاوہ آیات قرآنی، احادیث نبوی، صحابہ وتابعین کے آثار واقوال کا اہتمام کیا ہے، جس کی وجہ سے یہ فتاویٰ مدلل بھی ہوگئے ہیں۔

میں اس موقع سے ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن کے ارکان ومعاونین کا شکرگزار ہوں، جن کی توجہ سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہونچ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ ان تمام معاونین ومخلصین کی اس سعی جمیل کو قبول فرمائے اور میرے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ (آمین)

(انیس الرحمٰن قاسمی)

۴/رجمادی الاولیٰ ۱۴۴۲ھ چیرمین ابوالکلام ریسرچ فاؤنڈیشن، پھلواری شریف، پٹنہ

بالغ اور بالغہ کا نکاح

سن بلوغ:

سوال: اگر بلوغ کے آثار مثلاً احتلام، یا حیض، یا حمل ظاہر نہ ہو تو کتنی عمر میں بلوغ کا حکم لگایا جائے گا؟

الجواب

پندرہ سال پورا ہونے کے بعد بلوغ کا حکم لگایا جائے گا۔

درمختار میں ہے: **(فإن لم يوجد فيهما) شيء (فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة، به يفتى) لقصر أعمار أهل زماننا، انتهىٰ.** (۱)

اورشرح غرر میں ہے: **(وقالا: فيهما بتمام خمس عشرة سنة) و هو رواية عن الامام (وبه يفتى)، انتهىٰ.** (۲) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۸۰)

لڑکی کی حد بلوغت:

سوال: ایک شخص نے باوجود بیوی منکوحہ کے ایک اور عورت مطلقہ سے نکاح کرلیا تھا، اس شخص سے اس مطلقہ عورت کے ایک لڑکی ہوئی، اس کے بعد شخص مذکور مر گیا، بعد مرنے شخص مذکور نے خاوند مذکور کو کہ گھر سے ایک گونہ تعلق سا کرلیا؛ مگر کبھی کبھی خاوند کے گھر بھی رہ جاتی۔ لڑکی مذکور کبھی اپنی ماں کے پاس اور بیشتر اپنے دادا، دادی اور چچا حقیقی کے پاس رہتی رہی۔ اب لڑکی کی عمر ۱۳/سال ۸/ماہ کی ہے، جو دادی کے پاس ہے۔ اب لڑکی کو اس خیال سے کہ لڑکی قابل نکاح ہے، ماں اس کا کسی غیر کفو وغیرہ میں نکاح نہ کردے، روک لیا ہے۔ اس پر لڑکی کی ماں نے دالا پانے لڑکی کا دعویٰ کیا۔ واقعات بالا کی صورت میں حسب ذیل قابل تحقیق ہے:

(۱) لڑکی سال قمری کے موافق کس مدت میں بالغ ہوتی ہے؟

(۲) دادا، دادی، چچا اور ماں میں ولایت کس کو ہے؟ دادا، دادی، چچا حقیقی اور ماں حقیقی میں سے لڑکی کے نکاح کی ولایت کا کون مستحق ہے؟

(المستفتی: ۲۵۳۸، شجاعت حسین صاحب، آگرہ، ۹/رجب ۱۳۵۸ھ، مطابق ۲۶/اگست ۱۹۳۹ء)

---

(۱) ردالمحتار، فصل بلوغ الغلام بالإحتلام: ۱۵۳/۶، دارالفكر بيروت، انيس

(۲) درر الحكام شرح غرر الأحكام، فصل علامات البلوغ: ۲۷۵/۲، دار إحياء الكتب العربية، انيس

الجواب

(۱) پندرہ سال کی عمر پوری ہو جائے، یا اس سے پہلے اسے حیض آنے لگے تو لڑکی بالغہ قرار دی جاتی ہے۔(۱)

(۲) ولایت نکاح صرف دادا کو حاصل ہے، اس کے ہوتے ہوئے دادی، چچا اور ماں کو ولایت حاصل نہیں ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۹۱/۵)

عورت کے بالغ ہونے کی علامات اور اس کے احکام میں تفصیل:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ اللہ بندی ایک لڑکی بعمر نو سال ہے، والدین مسماۃ مذکور کے فوت ہو گئے ہیں، باپ کو مرے ہوئے تین برس اور والدہ کو مرے ہوئے آٹھ مہینے ہوئے، مسماۃ مذکور کے دو پھوپھی کے بیٹے غلام محمد و الٰہی بخش صحیح وسالم اور نانا کے تایا زاد بھائی کے چار بیٹے رحیم بخش، کلو، قدرا، رولھا اور تین بیٹیاں عیدو، سوندھی، شبو اور ماں کی ایک خالہ زاد بہن اللہ دی اور ایک خالہ زاد بھائی نانو موجود ہیں، اس وقت مسماۃ اللہ بندی زیر حفاظت و پرورش رشتہ داران مادری؛ یعنی نانا کے تایا زاد بھائی کے اولاد کے ہے، ب مسماۃ مذکورہ کا حق ولایت نکاح کس فریق کو حاصل ہے اور اگر ولایۃً نکاح کیا جاوے تو حق رخصت کرانے کا شوہر کو فوراً حاصل ہو جائے گا، یا منکوحہ کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جاوے گا؟ اور اگر من جانب شوہر مہر ادا کیا جاوے تو وہ مہر کسے دیا جاوے گا اور لڑکی کس کی حفاظت میں رہے گی اور حد بلوغ عورت کیا ہے؟ اور باپ یا ماں نابالغہ کے واسطے نکاح اپنے دختر کے کسی کو وصیۃً ولی کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ اور وہ وصیت کہاں تک نافذ ہوگی؟ اور میعاد حضانت کیا اور کس کو حق حضانت حاصل ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مذکورہ میں حق ولایت نکاح دونوں رشتہ داروں پھوپھی کی اولاد غلام محمد و الٰہی بخش کو ہے۔

(ثم لذوی الأرحام) العمات، ثم الأخوال، ثم الخالات، ثم بنات الأعمام وبهذا االترتيب أولادهم، شمنی. (الدرالمختار)

(قوله: وبهذاالترتيب أولادهم) فيقدم أولاد العمات، ثم أولاد الأخوال، ثم أولاد الخالات، ثم أولاد بنات الأعمام. (حاشية الطحطاوی علی الدرالمختار: ۳۹/۱)(۳)

---

(۱) **والجارية بالإحتلام والحيض والحبل فإن لم يوجد فيهما شئ فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة، به يفتى.** (الدرالمختار، كتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام: ۱۵۳/۶، سعيد)

(۲) **وولی المرأة فی تزويجها أبوها وهو أولی الأولياء، ثم الجد أبو الأب.** (خلاصة الفتاوی، كتاب النكاح: ۱۸/۲، بيروت)

(۳) ردالمحتار، باب الولی: ۷۹/۳، دارالفكر بيروت، انيس

اورحق حضانت اس لڑکی کی ماں کی خالہ زاد بہن اللہ دی کو ہے؛ کیوں کہ یہ ماں کے طرف رشتہ دار قریب ہے۔

والأصل فی ذلک أن هذه الولایة تستفاد من قبل الأمهات،فکانت جهة الأم مقدمة علی جهة الأب،کذافی الاختیار شرح المختار. (الفتاویٰ الهندیة:۵۷۷/۲)(۱)

اور مسمیٰ نانو اور نانا کے تایازاد بھائی کی اولاد رحیم بخش،کلو،قدرو،رولھا،عیدو،سوندھی،شبو کو نہ حق ولایت نکاح، نہ حق حضانت ہے اور اس صورت میں میعاد حضانت دختر کی اس کے قابل شہوت (یعنی ایسی عمر تک کہ اس کو دیکھ کر مرد کو اس کی طرف میلان قلب ہونے لگے) ہونے تک ہے۔

ومن سوی الأم والجدة أحق بالجارة حتی تبلغ حدا تشتهی. (الهدایة:۴۱۵/۱)

پھر جو اس کا ولی نکاح ہو،اس کی حفاظت میں رہے۔

وإن کانت البالغة بکراً فلأولیاء حق الضم وإن کان لایخاف علیها الفساد إذا کانت حدیثة السن. (الفتاویٰ الهندیة:۵۸۸/۲)(۲)

اور اگر اس کا نکاح کیا جاوے تو وہ لڑکی اگر بسبب قوت وجسامت کے قابل شوہر کے پاس رہنے کو ہو،شوہر کو فوراً رخصت کرا لینے کا اختیار ہوگا اور اگر اس قابل نہیں تو انتظار بلوغ کا کیا جاوے گا۔

المرأة إن کانت صغیرة مثلها لاتوطأ ولا تصلح للجماع فلا نفقة لها عندنا،حتی تصیر إلی الحالة التی تطیق الجماع، سواء کانت فی بیت الأب،هکذا فی المحیط. (الفتاویٰ الهندیة:۵۶۰/۲)(۳)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب صغر میں باوجود شوہر کے گھر میں آجانے کے اس پر نفقہ واجب نہیں ہوتا تو شوہر کو اس کے جس کا اختیار بھی نہ ہوگا اور اگر منجانب شوہر مہر ادا کیا جاوے تو اگر لڑکی اس وقت بالغہ ہو تو خود قبضہ کرے اور جانا بالغ ہو تو جو ولی نکاح کا ہے،وہی اس کا قبضہ کرے۔

امرأة زوجت بنتها وهی صغیرة وقبضت صداقها، ثم ادرکت،فإن کانت الأم وصیتها،فلها أن تطالب أمّها بالصداق دون زوجها،وإن لم تکن الأم وصیتها لها أن تطالب زوجها والزوج یرجع إلی الأم وکذا فی غیر الأب والجد من الاولیاء ... والوصی یملک ذلک علی الصغیرة وفی البنت البالغة حق القبض لها دون غیرها. (عالمگیری:۳۳۱/۲)(۴)

پھر جب وہ بالغ ہو جاوے،ولی اس کا مہر اس کے حوالے کرے اور بلوغ دختر کی کوئی مدت معین نہیں؛مگر نو برس سے پہلے بالغ نہیں ہوسکتی اور پندرہ برس سے پیچھے نابالغ نہیں رہ سکتی اور علامت اس کے بلوغ کی حیض وغیرہ ہے،اگر

(۱) الباب السادس عشر فی الحضانة: ۵۴۱/۱،دارالفکر بیروت،انیس

(۲) الفتاویٰ الهندیة،الباب السادس عشر فی الحضانة: ۵۴۲/۱،دارالفکر بیروت،انیس

(۳) الفصل الأول فی نفقة الزوجة: ۵۴۵/۱،دارالفکر بیروت،انیس

(۴) الفتاویٰ الهندیة،الفصل الثانی فی إختلاف الزوجین،الخ: ۳۱۹/۱،دارالفکر بیروت،انیس

کچھ علامت ظاہر نہ ہو تو بعد سترہ برس کے وہ اپنے کاروبار میں ہوشیار ہو جائے، حکم بلوغ کا دیا جائے گا اور اس کا مہر اس کے حوالہ کیا جاوے گا۔

وإن حاضت الجارية أو احتلم الغلام أو تأخر ذلک فاستكمل الغلام تسع عشر سنة والجارية سبع عشر سنة وأونس منهما الرشد واختبرا بالحفظ لأموالهما والصلاح فی دينهما دفعت إليهما أموالهما. (عالمگیری: ۳۱۳/۲)(۱)

اور باپ یا ماں نابالغہ کے واسطے نکاح اپنی دختر کے کسی کو وصی نہیں کر سکتے۔

الوصی لا ولاية له فی إنكاح الصغيرة والصغيرة سواء أوصی إليه الأب أو لم يوص، إلا إذا كان الوصی وليهما، فحينئذٍ يملک الإنكاح بحكم الولاية، لا بحكم الوصاية، كذا فی المحيط. (عالمگیری: ۲۹۲/۲)(۲) **والله أعلم وعلمه أتم وأحكم**

۸/ذی قعدہ ۱۳۰۰ھ (امداد: ۲/۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱۹۸/۲)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ حد لڑکی کے بالغ ہونے کی کم سے کم کیا ہے اور زیادہ سے زیادہ کیا ہے اور حنفیوں کا معمول بہ اور مفتیٰ بہ قول کیا ہے اور حساب عمر کس سَن سے لگایا جاوے، آیا شمسی سے، یا قمری سے؟

الجواب

فی الدر المختار: (فإن لم يوجد فيهما) شیء (فحتی يتم لكل منهما خمس عشرة، به يفتی) لقصر أعمار أهل زماننا (وأدنی مدته له اثنتا عشرة سنة ولها تسع سنين) هو المختار.

فی رد المختار: (قوله: لقصر اعمار أهل زماننا) ولأن ابن عمر رضی الله عنهما عرض علی النبی صلی الله عليه وسلم يوم أحد وسنه أربعة عشر فرده، ثم يوم الخندق وسنه خمسة عشر فقبله، الخ. (۱٤٨/٥)(۳)

وفی رد المختار، باب العنين: (قوله: بالأهلة علی المذهب): وجهه أن الثابت عن الصحابة كعمر وغيره اسم السنة وأهل الشرع إنما يتعارفون الأشهر والسنين بالأهلة فإذا اطلقوا السنة (۴) انصرفوا إلٰی ذلک ما لم يصرحوا بخلافه، فتح. (۹۷۹/۲)(۵)

ان روایات سے امور ذیل مستفاد ہوئے:

(۱) ادنیٰ مدت بلوغ دختر کی ۹/سال ہے؛ یعنی جب کہ علامات بلوغ کی پائی جاویں۔

---

(۱) الفتاویٰ الهندية، الفصل الثالث فی الحجر بسبب الدين: ٦١/٥، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) الفتاویٰ الهندية، الباب الرابع فی الأولياء فی النكاح: ٢٨٤/١، دار الفكر بيروت، انيس

(۳) ردالمحتار، فصل بلوغ الغلام بالإحتلام: ١٥٣/٦-١٥٤، دار الفكر بيروت، انيس

(۴) مثلا فی الحديث السابق وسنه خمس عشرة، فقبله لكاتبه

(۵) ردالمحتار، باب العنين: ٤٩٧/٣، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) زیادہ سے زیادہ مدت بلوغ کی پندرہ سال ہے؛ یعنی جب علامات بلوغ کی پائی جاویں۔

(۳) فتویٰ اسی پندرہ سالہ کے قول پر ہے۔

(۴) اس میں سنہ قمری معتبر ہے۔

۱۹/رمضان ۱۳۱۳ھ (تتمہ ثانیہ، ص:۱۶۶)

سوال: خروج وصعود ثدیین علامت بلوغ ہے، یانہیں؛ یعنی اگر خروج ثدیین قبل حیض ہوجاوے اور غالب یوں ہی ہوتا ہے تو وہ بالغہ قرار دی جاوے گی، یانہیں؟ اگر بالغہ نہ ہوگی تو بعد جماع اس پر غسل واجب ہوگا، یانہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ علامت بلوغ کی نہیں، ہاں مراہقہ کی دلیل ہے، جماع سے اس پر غسل فرض نہیں، البتہ تعلیماً واعتیاداً وتادیباً اس پر تاکید غسل کی کی جاوے گی۔

فی الدرالمختار: (والجارية بالإحتلام والحيض والحبل) ... (فإن لم يوجد فيهما) شئ (فحتى يتم لكل منهما خمسة عشر سنة، به يفتى). (۱)

وأيضاً فيه: (لو) كان (مكلفين) ولو أحدهما مكلفا فعليه فقط دون المراهق لكن يمنع عن الصلاة حتىٰ يغتسل ويؤمر به ابن عشر تاديباً. (۲) **فقط**

۳/ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ (امداد ۲/۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱۹۹/۲)

بلوغ دختر کی کوئی مدت معین نہیں؛ مگر نو برس سے پہلے بالغ نہیں ہوسکتی اور علامات اس کے بلوغ کی حیض وغیرہ ہے، اگر کچھ علامت ظاہر نہ ہو تو بعد سترہ (یہ امام صاحب کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک ۱۵/سال اور اس پر بھی فتویٰ دیا گیا ہے۔) برس کے کہ وہ اپنے کاروبار میں ہوشیار ہوجاوے، حکم بلوغ کا دیا جائے گا اور اس کا مہر حوالہ کیا جاوے گا۔

وإن حاضت الجارية أواحتلم الغلام أوتأخر ذلك فاستكمل الغلام تسع عشر سنة والجارية سبع عشر سنة وأونس منهما الرشد واختبرا بالحفظ لأموالهما والصلاح فى دينهما دفعت إليهما أموالهما. (عالمگیری: ۳۱۳/۲) (۳)

(امداد: ۱۴۷/۳) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲۰۰/۲)

سوال: درمختار، باب الرجعۃ میں ہے:

"ولو خافت أن لا يطلقها، تقول: زوجتک نفسى علىٰ أن أمرى بيدى، زيلعى. (۴)

---

(۱) الدرالمختار، فصل بلوغ الغلام بالإحتلام: ۱۵۳/۶، دارالفكر بيروت، انيس

(۲) الدرالمختار، سنن الغسل: ۱۶۲/۱، دارالفكر بيروت، انيس

(۳) الفتاوىٰ الهندية، الفصل الثالث فى الحجر بسبب الدين: ۶۱/۵، دارالفكر بيروت، انيس

(۴) الدرالمختار، مطلب فى حيلة إسقاط عدة المحلل: ۴۱۵/۳، دارالفكر بيروت، انيس

اب اگر کوئی شخص اپنی لڑکی بکر بالغہ کا نکاح اس طور سے کرنا چاہے تو کس طور سے کرے، آیا باپ لڑکی سے یوں اجازت لے کہ میں تیرا نکاح اس شرط پر کرتا ہوں کہ امر طلاق میرے ہاتھ میں رہی اور وہ لڑکی کو اختیار رہے گا، یا نہیں؟ یا باپ کو اختیار رہے گا؟ یا لڑکی باپ سے اپنی زبان سے کہے کہ میرا نکاح اس شرط سے کردو اور پھر باپ اس شرط سے کردے، یا کوئی اور صورت اس امر کے واسطے تحریر فرمائیں، غرض جہاں تک ہو سکے لڑکی کے کلام کی کم ضرورت ہو؟

الجواب

فی الدرالمختار، باب تفویض الطلاق: مشافهةً أو إخباراً.

فی ردالمحتار (قوله: مشافهةً) أی فی الحاضرة أو إخباراً فی الغائبة، آه.(۱)

قلت: دل علیٰ أن التفویض یجوز للحاضرة والغائبة.

وفی رد المحتار، باب الامر بالید، تحت (قوله و ینبغی، الخ): لأنه یصح أن یجعل الأمر بید أجنبی وإن كانت بالغة (إلی قوله) قلت: علی أنه إذا جعل أمرها بیدها یكون فی معنی التعلیق علی اختیارها نفسها، فلا یصح من أبیها ولو كانت صغیرة وكذا لو جعله بید أبیها، لا یصح منها ولو كانت كبیرة لعدم وجود المعلق علیه، آه.(۲)

قلت: دل علی أمرین: أحدهما أن التفویض یجوز لغیر الزوجة والثانی أن من فوض إلیه یكون الأمر بید غیره ودل أیضاً علی أن صحة التفویض لا یتوقف علی إذن المرأة.

وفی الدرالمختار، باب تفویض الطلاق: (لا) تطلق (بعده) أی المجلس (إلا إذا زاد) ... متی شئت، الخ.(۳)

قلت: دل علی أن بقاء الاختیار بعد المجلس لا یكون إلا بدلیل العموم.

وفی الدرالمختار، قبیل فصل المشیئة: نكحها علیٰ أن أمرها بیدها صح.

فی ردالمحتار (قوله: صح): مقید بما إذا ابتدأت المرأة فقالت: زوّجت نفسی منک علی أن أمری بیدی أطلق نفسی كلما أرید أوعلی أنی طالق، فقال الزوج: قبلت، أما لو بدأ الزوج لا تطلق ولا یصح الأمر بیدها، كما فی البحر عن الخلاصة والبزازیة.(۴)

وفی رد المحتار تحت قول الدر المختار المذكور فی السوال (قوله: وتمامه فی العمادیة) حیث قال: ولو قال لها تزوجتک علی أن أمرک بیدک فقبلت جاز النكاح، ولغا الشرط، لأن

---

(۱) ردالمحتار: ۳۱۵/۳، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) ردالمحتار، باب الأمر بالید: ۳۲۵/۳، دارالفکر بیروت، انیس

(۳) الدرالمختار: ۳۱۶/۳، دارالفکر بیروت، انیس

(۴) الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الأمر بالید: ۳۲۹/۳، دارالفکر بیروت، انیس

الأمر إنما يصح في الملك أو مضافا إليه ولم يوجد واحد منها، بخلاف ما مر ،فإن الأمر صار بيدها مقارنة لصيرورتها منكوحة،آه،نهر، و قد مناه قبل فصل المشيئة، والحاصل أن الشرط صحيح إذا ابتدأت المرأة لا إذا ابتدأ الرجل ولكن الفرق خفي، نعم يظهر على القول بأن الزوج هو الموجب تقدم أو تاخر والمرأة هي القابلة كذٰلك،تأمل.(۱)

قلت:دل صريحا على أن صحة اشتراط التفويض في النكاح مقيد بما اذا ابتدئ من الزوجة.

ان سب روایات کے مقتضا سے ثابت ہوا کہ صورت مسئولہ میں اگر لڑکی کا باپ پہلے کہے کہ میں اپنی لڑکی کا تیرے ساتھ اس شرط سے نکاح کرتا ہوں کہ امر اس کا میرے ہاتھ میں ہو، یا اس لڑکی کے ہاتھ میں ہو کہ جب چاہوں، یا جب چاہے طلاق دے دوں، یا طلاق لے لے اور زوج کہے: میں نے قبول کیا، نکاح بھی ہو جائے گا اور امر بالید بھی ثابت ہو جائے گا، اگر باپ کے ہاتھ میں اختیار دیا ہے، وہ مختار ہوگا، لڑکی نہ ہوگی اور اگر لڑکی کے ہاتھ میں اختیار دیا ہے، وہ مختار ہوگی باپ نہ ہوگا اور اس اختیار کی شرط ٹھہرانے میں باپ کو لڑکی سے پوچھنے کی اجازت نہیں۔ فقط

۲۳/ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۲ھ (امداد:۲/۲۱) (امداد الفتاویٰ جدید:۲/۲۰۱)

لڑکی کب بالغہ ہوتی ہے؟ اور بلوغت کے بعد وہ اپنا نکاح خود کرے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک لڑکی کافی تندرست ہے اور اسکول کے دفتر کے مطابق اس کی عمر پندرہ سال اور پانچ مہینہ کی ہے، اس نے خود اپنی مرضی سے دو مسلمان گواہوں کے روبرو ایک شخص کو اپنے نکاح کا وکیل بنایا اور اپنی عمر اکیس سال لکھوائی اور اس طرح اس نے اپنی مرضی سے ایک جگہ نکاح کر لیا ہے تو یہ نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

پندرہ سالہ لڑکی شرعاً بالغہ شمار ہوتی ہے۔

والجارية بالاحتلام والحيض والحبل ولم يذكر الإنزال صريحاً لأنه قلما يعلم منها فإن لم يعلم فيهما شيء فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتي. (الدرالمختار مع الشامي:۵/۱۳۲)

لہٰذا کوئی اور وجہ عدم جواز کی نہ ہو صرف عمر کی وجہ سے شبہ ہو تو یہ وجہ عدم جواز کی نہیں ہے، بلا شبہ نکاح درست ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ:۸/۲۲۳)

مسئلہ نکاح (یعنی بالغ کے نکاح کا مسئلہ):

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی بارات مسماۃ ہندہ سے نکاح کرنے کے لیے گئی، عقد کے وقت زید کے ولی سے دریافت کیا گیا کہ زید بالغ ہے، یا نابالغ؟ تو زید کے ولی نے کہا کہ نابالغ ہے، اس کے بعد

---

(۱) ردالمحتار،مطلب في حيلة إسقاط عدة المحلل:۳/۴۱۵،دارالفكر بيروت،انيس

پوچھا گیا کہ زید کا باپ کہاں ہے تو معلوم ہوا کہ زید کا باپ نہیں آیا ہے؛ بلکہ اس نے ایک شخص کو یعنی بکر کو اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا ہے، تب بکر سے دریافت کیا گیا کہ تم کو زید کے باپ نے اپنا قائم مقام بنایا ہے تو بکر نے کہا کہ ہاں ہم کو اس کے باپ نے اپنا قائم مقام بنایا ہے، اس کے بعد لڑکی والوں کی طرف سے دین مہر مبلغ پانچ سو روپیہ کہا گیا تو لڑکے کے ولی نے انکار کیا، آخر کار بضد ہو کر مبلغ ۵۰ روپیہ مع دین مہر سے کم کرا دیا، یا غرضیکہ مبلغ چار سو پچاس روپیہ دین مہر قرار پایا، چونکہ لڑکے کو نابالغ کہا گیا تھا؛ اس لیے لڑکے سے ایجاب وقبول نہیں کرایا گیا؛ بلکہ اس کے باپ کے وکیل یعنی بکر سے کرایا گیا، بکر نے کہا کہ ہاں ہم اس لڑکے کے لیے قبول کرتے ہیں۔ زید جس کا عقد ہو رہا تھا، اسی مجلس میں موجود تھا اور سب باتوں کو سن رہا تھا، سب باتیں اس کے روبرو ہوئیں۔ بعد عقد لڑکی والوں نے باراتیوں کو کھانا وغیرہ کھلا دیا کھانے کے بعد بارات والوں نے بہت اصرار کیا کہ بیاہ کے ناجائز رسومات بھی ادا ہونے چاہیے؛ مگر لڑکی والوں نے صاف انکار کر دیا کہ ہم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم ناجائز وقبیح رسومات ادا کریں۔ آخر کار بارات والے مجبور ہو کر چپ ہو رہے۔ بعد نماز فجر لڑکی والوں نے بارات والوں کو خبر دیا کہ تم لوگ سواری منگاؤ اور لڑکی رخصت کرا لے جاؤ، تب بارات والوں نے کہا کہ ہم کو معلوم نہیں تھا کہ صبح کو رخصت ہوں گے؛ اس لیے ہم اس وقت نہیں جا سکتے؛ مگر لڑکے کے ولی زید کے روبرو کہا کہ ہم سواری منگاتے ہیں تو لڑکی رخصت کرا کے ہم لوگ اسی وقت چلے جائیں گے، لڑکا یعنی زید یہ سب باتیں بھی سن رہا تھا، کچھ دیر ہوگئی؛ مگر سواری نہیں آئی تو لڑکے کے باپ آئے اور اظہار رنج وافسوس کیا کہ رات کو بیاہ کا رسم کیوں نہیں ادا ہوا اور صبح کو کیوں رخصت کرتے ہیں، جب تک لڑکی والوں نے جہیز برتن نقد روپیہ جو کچھ دینا تھا، وکیل کے سپرد کر دیا۔ لڑکے کے باپ اور بکر جو وکیل باپ کی طرف سے تھا۔ سبھوں نے اس جہیز کو منظور کر کے لے لیا اور بارات واپس لے کر گھر چلے آئے اور چلتے وقت یہ کہا کہ سواری اس وقت کہیں چلی گئی ہے، ہر وقت نہیں مل سکتی، ہم شام کے وقت سواری بھیج کر لڑکی رخصت کرلیں گے۔ لڑکی والے نے شام تک انتظار کیا؛ مگر سواری نہیں آئی، قریب چار بجے آدمی جاتا ہے کہ جلد سواری بھیجو، چنانچہ اسی وقت لڑکی کے والد سواری والوں کے پاس گئے کہ تم لوگ سواری لے جاؤ؛ مگر اس وقت بھی سواری نہیں ملی، اس کی چونکہ طبیعت اور منشا کے مطابق نہ تو دونوں وقت لڑکی والے نے کھانا کھلایا اور بیاہ کے رسومات ادا کیے؛ اس لیے لڑکے کے گھر والوں کو اس کا افسوس تھا؛ اس لیے یہ کہنے لگے کہ ابھی نکاح نہیں ہوا؛ کیوں کہ لڑکا بالغ ہے اور لڑکے سے ایجاب وقبول نہیں کرایا گیا؛ اس لیے ہم لوگ دوبارہ بارات لے جائیں گے اور عقد کریں گے اور رسم ورسومات ادا کریں گے؛ تب لڑکی کو رخصت کرائیں گے، زید کے گھر والوں نے یہ سب باتیں اس ورز شام تک اور بارات رخصت ہونے سے قبل کچھ نہیں کہا تھا کہ ابھی نکاح نہیں ہوا؛ اس لیے ہم لوگ لڑکی رخصت نہیں کرائیں گے اور نہ لڑکے نے کچھ کہا، بعد میں یہ سب تدبیریں رسم ادا کرنے کے سوچی گئیں تو کیا از روئے شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پہلا نکاح معتبر ہوا، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

تنقیحات:

(۱) لڑکے کی عمر کیا ہے اور اس کی صورت سے آثار بلوغ ظاہر ہوتے ہیں، یا نہیں؟

(۲) لڑکا یعنی زید اپنے کو بالغ کہتا ہے، یا نابالغ؟

(۳) نکاح ہو جانے کے بعد زید سے ایسے افعال ظاہر ہوئے، یا نہیں، جن سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ اس کے نزدیک نکاح ہو چکا، مثلا دونوں نے نکاح کی مبارکباد دی ہو اور اس نے خوشی کا اظہار کیا ہو، یا اور کوئی رسم نکاح کی ایجاب وقبول کے بعد کی گئی ہو اور اس میں اس نے حصہ لیا ہو؟

جواب تنقیح:

(۱) لڑکے کی عمر سترہ اور اٹھارہ کے درمیان ہے۔

(۲) زید اپنے کو بالغ کہا ہے۔

(۳) نکاح کے بعد زید نے لڑکی کی طرف سے انگوٹھی پہنا، نکاح کا رومال کندھے پر رکھا اور نکاحانہ روپیہ لیا، جیسا کہ دستور ہے کہ نکاح ہو جانے کے بعد اسی مجلس میں دو ایک روپیہ اور انگوٹھی ورومال دیا جاتا ہے اور نکاح کے بعد دوسرے روز دس بارہ رومال اور پندرہ بیس روپیہ خاص کر لڑکے کے ہاتھ میں دیا جاتا ہے۔ ان سب رسم کو زید نے ادا کیا اور ان چیزوں کو منظور کیا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں چوں کہ لڑکا بروقت نکاح بالغ تھا، جیسا کہ جواب تنقیح میں اس کی عمر سترہ اٹھارہ سال کے درمیان بتلائی گئی ہے اور لڑکے نے نکاح کے بعد ایسے ایسے افعال کئے، جو اجازت نکاح پر دال تھے، مثلاً انگوٹھی پہننا اور نکاحانہ لینا اور سلامی کے روپیہ لینا، لہذا گو اس نے زبان سے ایجاب وقبول نہیں کیا؛ مگر عملاً نکاح کو نافذ کر دیا ہے، لہذا یہ نکاح نافذ وکامل ہو چکا، اب لڑکے والوں کا یہ کہنا کہ نکاح نہیں ہوا، ہم دوبارہ بارات لے جائیں گے، غلط ہے۔ واللہ اعلم

۱۷ محرم ۱۳۴۹ھ (امداد الاحکام: ۳/ ۲۴۲)

دس برس کی لڑکی جب کچھ کہ حیض آتا ہے تو مانا جائے گا، اس کا نکاح اس کی مرضی سے ہوگا:

سوال: دس برس کی لڑکی کا نکاح اس کے دادا نے کرادیا، جب اس کو خبر ملی تو انکار ظاہر کیا کہ میں بالغ ہوں، مجھ کو حیض آتا ہے۔ کیا انکار سے نکاح فسخ ہو جاوے گا، یا نہیں؟ اور اس کے بلوغ کو ثابت کرنے کے لیے اس کا قول معتبر ہے، یا اور شہادت کی ضرورت ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

درمختار میں ہے: (وأدنى مدته له اثنتا عشرة سنة ولها تسع سنين)هو المختار كما في أحكام

الصغار (فإن راهقا) بأن بلغا هذا السن (فقالا: بلغنا، صدّقا إن لم يكذبهما الظاهر)الخ. (۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قول لڑکی مراہقہ کا دوبارہ بلوغ معتبر ہے، اگر قرائن سے اس کا کذب ظاہر نہ ہو۔ (اور جب اس نے نکاح سے انکار کر دیا تو نکاح صحیح نہیں۔ظفیر) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۹۵/۸)

کتنی عمر میں عورت خود مختار ہوتی ہے:

سوال (۱) عورت کس عمر کو پہونچ کر اپنے نفس کا اختیار رکھتی ہے؟

(۲) عورت کے بالغہ ہونے کی کوئی عمر مقرر ہے، یا ایک بار حیض آنا بلوغ کے لیے کافی ہے؟

الجواب

(۱) پندرہ برس کی عمر جس وقت پوری ہو جاوے، اس وقت عورت بالغہ شرعاً شمار ہوتی ہے اور اگر اس سے پہلے حیض آجاوے تو اسی وقت بالغہ ہو جاوے گی۔ (۲)

(۲) غرض یہ ہے کہ اگر حیض وغیرہ کوئی علامت بلوغ پائی جاوے تو اسی وقت بالغہ ہو جاوے گی اور اگر حیض وغیرہ نہ آوے، برس پورے ہونے پر بالغہ شمار ہوتی ہے۔ (کذا فی الدر المختار) (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۸/۱۰۹-۱۱۰)

حیض آنے کے بعد لڑکی بالغہ مانی جائے گی اور وہ اپنے نکاح کی مالک ہوگی:

سوال: لڑکی حائضہ ہونے پر بالغ مانی جائے گی، یا نہیں؟ اگر وہ بالغ مانی جائے گی تو کیا وہ کفو میں شادی کرنے کی مجاز ہے، یا نہیں؟

الجواب

بالغہ مانی جاوے گی اور کفو میں اس کو نکاح کرنا اپنے اختیار سے درست ہے۔ (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۱۲۰/۸)

عورت بلوغ کا دعویٰ کرے تو اس کو مقبول ہونے کے شرائط:

سوال: زن ہژدہ سالہ منکوحہ بولایت غیر اب وجد فی الصغر منکر لزوم نکاح می گوید کہ مارا حالا حیض اول آمدہ اعتبار کردہ شود، یا نہ؟ وعورت خانہ ومحلّہ گواہی دہند کہ حیض اورا از چند سال می آید وسینہ وجسدش فی البدیہہ می نماید کہ از چند سال بالغہ است یا زنے صغیر برران زخم زدہ می گوید کہ مارا دم حیض است و پارچہ خون آلودہ مردم شاہد پارچہ دیدہ تحقیق نہ کردہ گواہی دادند خود آں زن گفت کہ مارا حیض می آید وخون و پارچہ کسے ندید گفتہ ایں زن بدفن قتول کردند؟

---

(۱) **الدر المختار، کتاب الحجر: ۱۵٤/٦، دار الفكر بيروت، انيس/ينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاء ها وإن لم يعقد عليها ولى بكراً كانت أو ثيباً. (الهداية، كتاب النكاح، باب الأولياء: ۲۹۳/۲، ظفير)**

(۴،۳،۲) بلوغ الغلام بالإحتلام، الخ، والجارية بالاحتلام والحيض، الخ، فإن لم يوجد فيهما شيء فحى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة، به يفتى. (الدر المختار، كتاب الحجر: ۱۹۹/٥، ظفير)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــ

فی الدر المختار، کتاب الحجر: (فإن راهقا)...)(فقالا: بلغنا، صدقا، إن لم یکذبهما الظاهر. (۱)

وفی الدر المختار، باب العدة، قبیل فصل الحد: "کذ بته فی مدة تحتمله لم تسقط نفقتها وله نکاح أختها عملا بخبریهما بقدر الإمکان. (۲)

وفی ردالمحتار: فالحاصل أنه یعمل بخبریهما بقدر الإمکان بخبره فیما هو حقه وحق الشرع وبخبرها فی حقها، آه. (۳)

وفی الدر المختار، باب الشهادة: (للولادة واستهلال الصبی للصلاة علیه) وللإرث (إلیٰ قوله) (والبکارة وعیوب النساء فیما لایطلع علیه الرجال امراة)، الخ. (۴)

وفیه، باب الولی: (کما لوزوجها أبوها)... (فقالت: أنا بالغة والنکاح لم یصح وهی مراهقة، وقال الأب) أوالزوج: (بل هی صغیرة) فإن القول لها إن ثبت أن سنها تسع، وکذا لو ادعی المراهق بلوغه ولوبرهنا فبینة البلوغ أولی علی الأصح. (۵)

وفی رد المحتار: واستشکل بعض المحشین تصورالبرهان علی البلوغ، قلت: وهو ممکن بالحبل أوالإحبال أوسن البلوغ أورؤیة الدم أوالمنی، کما فی الشهادة علی الزنا. (۶)

وفی ردالمحتار بعد قول الدر (ولو حالة البلوغ): بأن قالت عند القاضی أوالشهود: أدرکت الآن وفسخت فإنه یصح کما یأتی بیانه. (۷)

از مجموعہ روایات بوضوح پیوست کہ در بلوغ قول زن معتبر است، ہرگاہ صدقش محتمل باشد ووقت اختلاف اوراحلف دادہ شود، البتہ اگر بینہ شرعیہ بر کذبش قائم شود قول بینہ معتبر باشد و بینہ دو مرد یا یک مرد و دو زن باشد زیرا کہ اطلاع بردم حیض بر طریقے کہ زنان را ممکن است مردان رانیز ممکن وقول امام صاحب دو اکثر بلوغ ہیجدہ سال است، پس بناءً علیٰ ہٰذہ الروایات ایں ہیجدہ سالہ وخرد سالہ تصدیق (۸) کردہ شود، بشرطیکہ کم از نہ سال نباشد۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۲ھ (امداد: ۲/۲۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۱۹۶)

---

(۱) ردالمحتار، کتاب المأذون: ۶/۱۵۴، دار الفکر بیروت، انیس
(۲) الدر المختار: ۳/۵۲۹، دار الفکر بیروت، انیس
(۳) ردالمحتار: ۳/۵۳۰، دار الفکر بیروت، انیس
(۴) الدر المختار: ۵/۴۶۴-۴۶۵، دار الفکر بیروت، انیس
(۵) الدر المختار: ۳/۶۵، دار الفکر بیروت، انیس
(۶) ردالمحتار. باب الولی: ۳/۶۵، دار الفکر بیروت، انیس
(۷) الدر المختار: ۳/۶۵، دار الفکر بیروت، انیس
(۸) لڑکی کے بلوغ سے متعلق امام صاحب سے ایک روایت سترہ برس کی ہے اور دوسری پندرہ کی، وہو قولہما وعلیہ الفتویٰ، لہٰذا اٹھارہ سالہ لڑکی کو اختیار بلوغ نہ ہوگا۔ رشید احمد عفی عنہ

بالغ ہوجانے کے بعد باپ کا فرض ہے کہ لڑکے لڑکی کی شادی کرے:

سوال: جس شخص کی لڑکی پچیس سال کی ہوگئی ہو اور وہ شادی نہ کرتا ہو، اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

اپنی دختر کی شادی کرنا موقع اور کفو کے ملنے پر ضروری ہے، بعد ملنے کفو کے اور موقع مناسب کے دیر نہ کرنی چاہیے، حدیث شریف میں اس کی بہت تاکید وارد ہے کہ لڑکا لڑکی بعد بالغ ہونے کے اس کے نکاح میں جلدی کرنا چاہیے اور اچھا موقع ملنے پر فوراً نکاح کر دینا چاہیے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۶/۷) ☆

---

(۱) عن أبی سعید و ابن عباس ارضی اللّٰه عنهما قالا: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من ولد له ولد فلیحسن اسمه و أدبه فإذا بلغ فلیزوجه فإن بلغ ولم یزوجه فأصاب إثما فإنما اثمه علی أبیه. (مشکاۃ المصابیح، کتاب النکاح باب الولی: ۲۷۱، ظفیر)

☆ بالغ اولاد کا نکاح کرنا والدین کی ذمہ داری ہے:

سوال: عوام الناس میں یہ بات مشہور ہے کہ والدین کا یہ فرض ہے کہ جب اولاد بالگ ہوجائے تو اس کا نکاح کریں، کیا واقعی یہ بات صحیح ہے؟

الجواب

احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بیٹا، یا بیٹی بالغ ہوجائے تو والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان کی شادی کا انتظام کریں اور اگر بغیر کسی شرعی عذر کے نہیں کیا اور وہ کسی معصیت میں مبتلا ہوگئے تو والدین اس گناہ میں ان کے ساتھ برابر کے شریک ہوں گے؛ اس لیے عوام الناس کی یہ بات درست معلوم ہوتی ہے۔

عن أبی سعید وابن عباس قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من ولد لهٗ ولد فلیحسن اسمه وأدّبه فإذا بلغ فلیزوجه فإن بلغ ولم یزوجه فأصاب إثمًا فإنما اثمهٗ علٰی أبیه. (مشکاۃ: ۲۸۸/۲، کتاب النکاح، باب الولی) وعن عمر بن الخطاب وانس بن مالک عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال فی التوراۃ مکتوب: من بلغت ابنته عشرۃ سنة ولم یزوجها فاصابت اثماً ذٰلک علیه. رواهما البهقی فی شعب الإیمان. (مشکاۃ: ۲۷۱/۲، کتاب النکاح. باب الولی) (فتاوی حقانیہ: ۳۰۴/۴)

بالغ اولاد کی شادی کرنا والدین کا فرض ہے:

سوال: ہمارے پٹھانوں میں یہ رواج ہے کہ جب بیٹا، یا بیٹی بالغ ہوجائے تو کہتے ہیں کہ یہ باپ کے فرائض میں سے ہے کہ وہ ان کی شادی کا انتظام کرے، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب

جب اولاد بالغ ہوجائے اور اس کے کفو کی لڑکی، یا لڑکا مل جائے تو یہ باپ کے فرائض منصبی میں داخل ہے کہ وہ ان کی شادی کا بندوبست کرے اور اس میں دیر کرنا مناسب نہیں۔

وعن أبی سعید وابن عباس قالا: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من ولد له ولد فلیحسن اسمه وأدبه فإذا بلغ فلیزوجه فإن بلغ ولم یزوجه فأصاب إثما فإنما إثمه علٰی أبیه. (مشکاۃ المصابیح: ۲۷۱، باب الولی) عن عمر بن الخطاب وانس بن مالک (رضی اللّٰه عنهما عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم قال: فی التوراۃ مکتوبٌ: من بلغت إبنته إثنتی عشرۃ سنة ولم یزوجها فأصابت إثماً فاثمٌ ذٰلک علیه. (مشکاۃ المصابیح: ۲۷۱، باب الولی) (فتاوی حقانیہ: ۳۱۲/۴)

ماں باپ کے شادی میں تاخیر کرنے کی وجہ سے بالغ لڑکے لڑکی کا اَزخود نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکا، یا لڑکی اگر بالغ ہو جائیں اور ماں باپ اُن کی شادی میں تاخیر کریں، تو بالغ لڑکا یا لڑکی اپنے طور پر نکاح کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جب بچے شادی کے قابل ہو جائیں اور نکاح کی وسعت بھی ہو تو والدین کو اُن کے نکاح کی فکر کرنا لازم ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تاکید فرمائی ہے؛ لیکن اگر توجہ دلانے کے باوجود والدین نکاح پر آمادہ نہ ہوں اور لڑکا لڑکی عاقل، بالغ اور مکلّف ہو کر اپنی اَزدواجی ذمہ داریاں بخوبی اَدا کرنے کے اہل ہو جائیں تو اُنہیں والدین کی رضامندی کے بغیر اپنا نکاح خود کرنے کی بھی اِجازت ہے؛ تاہم بہتر یہی ہے کہ والدین کو راضی کر لیا جائے۔

عن بحرية بنت هانئ بن قبيصة قالت: زوجت نفسي القعقاع بن شور، وبات عندي ليلة، وجاء أبي من الأعراب فاستعدىٰ عليًا، وجاء ت رسله، فانطلقوا به إليه، فقال: أدخلت بها؟ قال: نعم، فأجاز النكاح. (سنن الدار قطني، النكاح: ۲۲۳/۳، رقم: ۳۸۳۷-۳۸۴۰)

عن الشعبي قال: إن كان كفؤا جاز. (المصنف لابن أبي شيبة، النكاح، باب ما أجازه بغير ولي ولم يفرق: ۳۱/۹، رقم: ۱۶۰۰)

فتنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضاء ولي، والأصل أن كل من تصرف في ماله تصرف في نفسه. (شامي: ۱۵۵/٤، زكريا، كذا في كنز الدقائق على البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء: ۱۹۲/۳، زكريا)

الحرة العاقلة البالغة إذا زوجت نفسها من رجل هو كفو لها أو ليس بكفو لها، وفي الخانية: بكرًا كانت أو ثيبًا، نفذ النكاح في ظاهر رواية أبي حنيفة رحمه الله وهو قول أبي يوسف آخرًا. (الفتاویٰ التاتارخانية: ۱۰۰/٤، رقم: ٥٦٤٤، زكريا، كذا في الهداية: ۳۱۳/۲) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱/۱۱/۱۴۲۲ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۵۴/۸-۳۵۵)

بالغہ ازخود کسی سے نکاح کرلے تو درست ہے:

سوال: ایک لڑکی ہے اس سے پاک محبت ہے اور وہ لڑکی میرے بغیر دوسرے سے شادی کرنا نہیں چاہتی، میرے والد نے اس کے والد سے پوچھا تو وہ شادی کا انکار کرتا ہے۔ اب وہ لڑکی مجھ سے کہتی ہے کہ ہم باہر جا کر نکاح کرلیں تو یہ نکاح قرآن وحدیث کی رو سے منعقد ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اگر آپ کفو ہیں تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا؛ کیوں کہ لڑکی عاقلہ، بالغہ ہو تو اپنے کفو (برابری کے خاندان) کے لڑکے سے نکاح کر سکتی ہے، ولی کی اجازت ضروری نہیں ہے۔ ہدایہ میں ہے:

وینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضائها وإن لم یعقد علیها ولی بکراً کانت اوثیباً (إلیٰ) **وعن أبی حنیفة وأبی یوسف أنه لا یجوز فی غیر الکفء.** (الهدایة: ۲۹۳/۲-۳۹٤، باب الأولیاء والاکفاء)

شرعی گواہوں (دو مسلمان عاقل، بالغ مرد، یا ایک مسلمان مرد اور دو مسلمان عورتوں) کی حاضری میں عاقل، بالغ لڑکا، لڑکی ایجاب وقبول کرلیں تو نکاح منعقد ہوجاتا ہے مگر مسنون یہ ہے کہ نکاح علی الاعلان کیا جائے۔

ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاهدین، حرین، عاقلین، بالغین، مسلمین، رجلین، أورجل وامرأ تین. (الهدایة: ۲۸٦/۲، کتاب النکاح) (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۲۳/۸)

بالغ لڑکی اپنا نکاح خود کرسکتی ہے:

سوال: میرے والد صاحب میں بہت سی خراب عادتیں موجود ہیں، جو ہمارے لیے تکلیف کا باعث ہونے کے ساتھ ساتھ ہماری عزتوں کی حفاظت میں رکاوٹ بھی ہیں، نشے کے عادی ہیں، گھر میں خرچ نہیں دیتے، والدہ کے ساتھ گالی گلوچ کے ساتھ بات کرتے ہیں، کئی مرتبہ انہوں نے خودکشی کے لیے نشہ آور دوائیں کھائی ہیں؛ مگر خدا نے ہر مرتبہ بچایا، خاندان والوں نے ان کو خاندان سے نکال دیا ہے، اچھی سی اچھی نوکری والد صاحب کو ملتی ہے؛ مگر چھ، سات ماہ سے زیادہ نوکری نہیں کرتے، کچھ نہ کچھ ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ نوکری سے علاحدہ کردیئے جاتے ہیں، سات، آٹھ ماہ پہلے کی بات ہے کہ اچانک رات کو گھر سے غائب ہوگئے، رات بھر نہ آئے، دوسرے دن ہمارے گھر پر آدمی آنے لگے اور کہنے لگے کہ تمہارے والد نے ہم سے کئی ہزار روپیہ باہر بھجوانے کا لیا ہے، وعدہ کرکے بلایا، کہاں ہیں؟ ان تمام واقعات کی روشنی میں اب یہ سوال ہے کہ میری ایک چھوٹی بہن ہے، اس کی عمر ۱۴/ سال ہے، اس کی شادی کی بات چیت چل رہی ہے، اب تک میرے ماموں سرپرست ہیں، ہمارا خرچ بھی برداشت کرتے ہیں، والد صاحب کو بتایا کہ میں اپنی بہن کا رشتہ فلاں جگہ کرنا چاہتا ہوں، وہ بولے کہ میری مرضی کے بغیر لڑکی کی شادی نہیں ہوسکتی ہے اور میں یہ شادی ہونے نہیں دوں گا۔ کیا شرعاً سرپرست، والد کی اجازت کے بغیر ہمارا نکاح کرسکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر لڑکی عاقل بالغ ہے تو وہ اپنا نکاح خود کرسکتی ہے، بشرطیکہ جس لڑکے سے نکاح کرے، وہ خاندانی، نسبی اور دینی اعتبار سے اس کا کفو ہو، ایسی صورت میں باپ سے اجازت لینا ضروری نہیں؛ (۱) لیکن بہتر ہے کہ اس کو بھی راضی کرلیا جائے۔ واللہ سبحانہ اعلم

۲/۱۷/ ۱۳۹۷ھ (فتاویٰ عثمانی: ۲۸۸/۲) ☆

---

(۱) وفی الهندیة، کتاب النکاح (۳۱۳/۲، طبع شرکة علمیة): وینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضائها وإن لم یعقد علیها ولی بکراً کانت أو ثیباً. ==

بالغہ خود اپنی مرضی سے نکاح کرسکتی ہے:

سوال: عمر کی نواسی بعمر تخمیناً پندرہ سال ہے اور علامت بلوغ کی موجود ہیں اور لڑکی کا ولی ماں باپ اور بھائی کوئی نہیں ہے، لڑکی کے حقیقی دادا کے بھائی زید اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ لڑکی کا ولی میں ہوں، بغیر میری رضامندی نکاح نہ ہونا چاہیے۔ لڑکی بالغہ ہے، یا نہیں اور لڑکی عمر کی رضامندی سے اپنا نکاح کرنا چاہتی ہے اور زید جو اپنے کو ولی کہتا ہے، وہاں کرنا چاہتا اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

علامت بلوغ لڑکی کے لیے حیض وغیرہ کا ہونا ہے، اگر کوئی علامت بلوغ کی موجود نہ ہو تو پورے پندرہ برس کی عمر ہو کر سولہواں سال شروع ہو جاوے، اس وقت شرعاً لڑکی بالغہ سمجھی جاتی ہے، پس اگر علامت بلوغ کی موجود ہے، مثلاً اس کو حیض آنے لگا ہے تو وہ بالغہ ہے، (۱) اس حالت میں خود لڑکی کی رضامندی سے اس کا نانا عمر اس کا نکاح کرسکتا ہے؛ لیکن چوں کہ نانا ولی شرعی نہیں ہے؛ بلکہ ولی شرعی دادا کا بھائی ہے، لہذا نانا کے سامنے جب تک وہ لڑکی بالغہ زباں

== وفی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء (۱۱۷/۳، طبع بیروت وفی مکتبة رشیدیة کوئٹه: ۱۰۹/۳) نفذ نکاح حرة مکلفة بلاولی لأنها تصرفت فی خالص حقها وهی من أهله کونها عاقلة بالغة... وإنما یطالب الولی بالتزویج کیلا تنسب الی الوقاحة، الخ. وکذا فی الهندیة، کتاب النکاح، الباب الأول (۲۶۹/۱، طبع ماجدیة)

☆ کیا لڑکی کو ازخود نکاح کا حق حاصل ہے:

سوال: اگر والدین نے اس بات کی وصیت کی ہو کہ ان کی لڑکی کا نکاح فلاں مرد سے کر دیا جائے؛ لیکن کسی وجہ سے لڑکی اس مرد سے نکاح نہیں کرتی تو کیا لڑکی کو ایسا کرنے کا حق حاصل ہے؟

الجواب

نکاح کے انعقاد کے لیے لڑکی کا امتیاز ضروری ہے، یہ امتیاز چاہے نام سے حاصل ہو، یا اشارے سے، یا دیگر صفات سے حاصل ہو جائے، جس کے بعد کوئی شبہ نہ رہے، صرف نام لینا ضروری نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین: قلتُ وظاهره أنها لوجرت المقدمات علیٰ معینة وتمیز عند الشهود أیضًا یصح العقد وهی واقعة الفتویٰ لأن المقصود نفی الجهالة وذٰلک حاصل بتعینها عند العاقدین والشهود وإن لم یصرح باسمها. (ردالمحتار: ۴۳۷/۲، کتاب النکاح)

قال العلامة ابن نجیم: لابد من تمیز المنکوحة عندالشاهدین لتنتفی الجهالة فإن کانت حاضرة متنتقبة کفی الإشارة إلیها... إن کانت المرأة فی البیت وحدها جاز النکاح لزوال الجهالة. (البحر الرائق: ۸۸/۲، کتاب النکاح) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۰۶/۴)

(۱) بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال، الخ، والجاریة بالاحتلام والحیض والحبل، الخ، فان لم یوجد فیها شئ حتی یتم لکل منها خمس عشرة سنة، به یفتی. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، کتاب الحجر: ۱۵۳/۶، دار الفکر بیروت، ظفیر)

سے اپنی رضامندی کا اظہار نہ کرے، اس وقت تک نکاح صحیح نہ ہوگا۔ چپ ہوجانا لڑکی کا جیسا کہ ولی کے استیذ ان پر معتبر اور کافی وہ یہاں معتبر نہ ہوگا۔ (کذا فی الدر المختار)(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۳۶-۳۷) ☆

بالغہ لڑکی اپنا نکاح خود کرسکتی ہے:

سوال: لڑکی کی عمر چودہ سال کی ہونے والی ہے؛ مگر لڑکی سن بلوغ کو پہنچ گئی ہے۔ کل علامات موجود ہیں، ماہواری ہوتی ہے۔ لڑکی چاہتی ہے کہ اپنا نکاح اپنی خواہش سے جس سے چاہوں کرلوں۔ لڑکی کا باپ بھی زندہ ہے؛

---

(۱) (وإن فعل هذا غير ولي؛ يعني استأمر غير الولي أو ولي غيره أولىٰ منه، لم يكن رضا)أى لم يكن سكوتها ولاضحكها (حتى تتكلم به). (فتح القدير، باب في الاولياء: ۱۶۵/۳، ظفير)

☆ **بالغہ کا اپنی مرضی سے نکاح کرنا:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکی کی عمر ۲۵/سال ہے، والدین حیات ہیں، دو بھائی بڑے شادی شدہ ہیں، ایک بڑی بہن بھی شادی شدہ ہے، لڑکی اپنی مرضی سے کسی لڑکے سے باعزت نکاح کرنا چاہتی ہے، دیگر رشتہ دار بھی اس رشتہ سے راضی ہیں؛ لیکن دونوں بھائی راضی نہیں؛ سخت ناراض ہیں، اور ساری پراپرٹی کے مالک ہیں، لڑکی کے پاس کچھ نہیں ہے، ایسی صورت میں لڑکی کے سگے تائے، چچا، خالو اور بہنوئی نکاح کرسکتے ہیں یا نہیں؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر یہ رشتہ مناسب ہے اور کفو میں ہے اور خاندانی اعتبار سے کسی مصلحت کے خلاف نہیں ہے تو لڑکی کی رضامندی اور تائے چچا کی سرپرستی میں یہ نکاح درست ہوگا، اور بھائیوں کی ناراضگی کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، اور لڑکیوں کا جو بھی حق باپ کے ترکہ میں سے بنتا ہے وہ اُنہیں دینا ضروری ہے، اگر بھائی بہنوں کے حق کو غصب کریں گے، تو اُن سے آخرت میں سخت مؤاخذہ ہوگا۔

عن بحرية بنت هانء بن قبيصة قالت: زوجت نفسي القعقاع بن شور، وبات عندي ليلة، وجاء أبي من الأعراب فاستعدىٰ عليًا، وجاء ت رسله، فانطلقوا به إليه، فقال: أدخلت بها؟ قال: نعم، فأجاز النكاح. (سنن الدار قطني، النكاح: ۲۲۳/۳، رقم: ۳۸۳۷-۳۸۴۰)

عن الشعبي قال: إن كان كفؤا جاز. (المصنف لابن أبي شيبة، النكاح، باب ما أجازه بغير ولي ولم يفرق: ۳۱/۹، رقم: ۱۶۰۰)

فتنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضاء ولي، والأصل أن كل من تصرف في ماله تصرف في نفسه. (شامي: ۱۵۵/٤، زكريا، كذا في كنز الدقائق على البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء: ۱۹۲/۳، زكريا)

ويثبت للأبعد من أولياء النسب التزويج بعض الأقرب، أى بامتناعه عن التزويج إجماعا، أى من كفء بمهر المثل. (الدرالمختار مع الشامي: ۲۰۱/٤، زكريا)

الحرة العاقلة البالغة إذا زوجت نفسها من رجل هو كفو لها أو ليس بكفو لها، وفي الخانية: بكرًا كانت أو ثيبًا، نفذ النكاح في ظاهر رواية أبي حنيفة رحمه الله وهو قول أبي يوسف آخرًا. (الفتاوىٰ التاتارخانية: ۱۰۰/٤، رقم: ٥٦٤٤، زكريا، كذا في الهداية: ۳۱۳/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۹/۲/۱۴۲۶ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۳۵۵-۳۵۷)

مگرلڑکی اپنی ماں کے پاس رہتی ہے۔لڑکی کا باپ ایک بازاری عورت کے پاس رہتا ہے۔آٹھ دس برس سے اپنے بیوی بچوں کو روٹی کپڑا نہیں دیتا۔لڑکی کی ماں اور ایک لڑکا نابالغ اور ایک لڑکی یہ جو اپنا نکاح کرنا چاہتی ہے، یہ تینوں مانگ کر اپنا گزارہ کرتے ہیں۔لڑکی چوں کہ بالغ ہوگئی ہے، وہ اپنا نکاح کرنا چاہتی ہے۔آیا لڑکی بحیثیت بالغ ہونے کے نکاح خود کرسکتی ہے، یانہیں؟

(المستفتی:۲۰۱۶،سید محمد ابراہیم جعفری ہاپوڑ،۱۰/رمضان ۱۳۵۶ھ،مطابق ۱۵/نومبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

اگرلڑکی کوایام ماہواری آنے لگے ہیں تو وہ بالغہ ہوگئی ہے اوراس کواپنی مرضی سے اپنا نکاح کرنے کا حق حاصل ہوگیا ہے،(۱) اگر چہ اس کی عمر ابھی چودہ سال کی ہے؛ مگر ایام ماہواری شروع ہوجانے پر بالغہ ہوجانا متفق علیہ ہے، البتہ ایام ماہواری شروع نہ ہوں تو پھر پندرہ سال کی عمر ہوجانی لازم ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی:۸۳/۵)

کیا بالغہ اپنا نکاح خود کرسکتی ہے:

سوال: زید کہتا ہے کہ حنفی لوگ کنواری، آزاد، عاقلہ، مطلقہ، بیوہ، آزاد، عاقلہ بالغہ عورتوں کا نکاح بغیر ولی کے کردیتے ہیں، جو ان کی اپنی فقہ کی رو سے جائز؛ مگر اللہ اور اس کے رسول کے حکم صریح کے خلاف ہوتا ہے۔ثبوت میں حدیث ترمذی حضرت عائشہ صدیقہ والی (بغیر ولی کے نکاح باطل، باطل، باطل) پیش کی۔دوسری دلیل حدیث مسند امام احمدؒ، بیہقی، طبرانی وغیرہم والی (جس کا مطلب۔نکاح نہیں ہوتا بغیر ولی اور دو گواہوں کے) بیان کرتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے، تو بغیر ولی کے کنواری، بیوہ مطلقہ کا نکاح جائز ہوسکتا ہے، یانہیں؟

(المستفتی:۲۴۷۰،محمد عبدالغنی صاحب، ہوشیار پورسٹی، پنجاب،۶/صفر ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۸/مارچ ۱۹۳۹ء)

الجواب

قرآن پاک میں ہے:

﴿حَتّٰى تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾(۳)

(یعنی: نکاح کرے عورت دوسرے خاوند سے۔)

(۱) وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وإن لم يعقد عليها ولي بكراً كانت او ثيبًا.(الهداية، كتاب النكاح:۳۱۳/۲، شركة علمية)

(۲) بلوغ الغلام بالإحتلام والإحبال والجارية بالاحتلام والحيض والحبل فإن لم يوجد فيهما شئ فحتى يتم لكل منهما خمس عشر سنة، به يفتى.(الدرالمختار، كتاب الحجر، فصل في بلوغ الغلام، سعيد)

(۳) سورة البقرة: ۲۳

نکاح کرنا عورت کے اختیار میں اللہ پاک نے دیا، یہ نہیں فرمایا کہ نکاح کردے ولی عورت کا دوسرے خاوند اور مسلم شریف میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الأيّم أحق بنفسها من وليّها. (۱)

ایم سے مراد ثیبہ بالغہ ہے کہ وہ اپنے نکاح کی خود مختار ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۹۰/۵)

بالغہ لڑکی اور لڑکے کا اپنا نکاح خود کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک لڑکے اور لڑکی نے دو گواہوں کی موجودگی میں شرعی طور پر نکاح کرلیا اور اس کے بعد دونوں میں ازدواجی تعلقات بھی قائم ہوگئے؛ لیکن بوقت نکاح لڑکی کے والدین کو علم نہیں تھا؛ بلکہ بعد میں علم ہوا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ نکاح صحیح ہوا ہے، یا نہیں؟ جب کہ طرفین بالغ ہیں، لڑکا اور لڑکی انصاری برادری سے متعلق ہیں اور مہر پچاس ہزار روپیہ طے پایا ہے۔

نوٹ: لڑکے کی عمر ۲۸ر سال اور لڑکی کی عمر ۲۷ر سال ہے۔

(المستفتی: رئیس احمد، دھام پور)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

سوال نامہ میں واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ لڑکا ۲۸ر سال کا ہے اور لڑکی ۲۷ر سال کی ہے اور دونوں ایک ہی برادری سے متعلق ہیں اور مہر بھی پچاس ہزار روپیہ معقول ہے اور دو شرعی گواہوں کی موجودگی میں عقد نکاح کیا گیا ہے تو ایسی صورت میں شرعی طور پر یہ نکاح منعقد ہو چکا ہے، اور دونوں شریعت کے نزدیک میاں بیوی ہیں اور ایسے نکاح میں کسی کے لئے اعتراض کا حق بھی نہیں رہتا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل: ۶۵۲/۱۱)

عن معمر قال: سألت الزهري، عن امرأة تزوج بغير ولي؟ فقال: إن كان كفؤاً جاز. (المصنف لإبن أبي شيبة، كتاب النكاح، باب من أجازه بغير ولي ولم يفرق، مؤسسه علوم القرآن جديد: ۴۱/۹، رقم: ۱۶۹۹۱)

الحرة العاقلة البالغة إذا زوجت نفسها من رجل هو كفو لها بكراً كانت أو ثيباً، نفذ النكاح في ظاهر رواية أبي حنيفة، إلا أن الزوج إذا لم يكن كفؤاً فللأولياء حق الاعتراض. (التاتارخانية، زكريا: ۱۰۰/۴، رقم: ۵۶۴۴)

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي ...والاعتراض في غير الكفء أي في تزويجها نفسها من غير كفء. (الدرالمختار مع الشامي، زكريا: ۱۵۵/۴-۱۵۶، كراچي: ۵۵/۳-۵۶)

(۱) الصحيح المسلم، كتاب النكاح، باب استيذان الثيب في النكاح: ۴۵۵/۱، قديمي

فإذا أذنت المرأة للرجل أن يزوجها من نفسه، فعقد بحضرة شاهدين، جاز. (الهداية أشرفيه ديوبند: ۳۲۲/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۰۶۷۲/۳۹) (فتاوی قاسمیہ: ۵۸۶/۱۳-۵۸۷)

پچیس سالہ لڑکی کا بذات خود کفو میں نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک لڑکی جو بالغ ہے، جس کی عمر تقریباً ۲۴/ یا ۲۵/ سال ہے اور یہ لڑکی ایک لڑکے کو بار بار شوہر تسلیم کرتی ہے اور تحریر بھی دیتی ہے کہ آپ میرے شوہر ہیں اور وہ لڑکا بھی بالغ اور عاقل ہے اور اس لڑکی کو بیوی تسلیم کرتا ہے اور بار بار تحریر میں بھی بیوی لکھتا ہے کہ آپ میری بیوی ہیں اور لڑکی نے دو گواہوں کے سامنے لڑکے سے کہا کہ میں آپ سے نکاح کرتی ہوں اور لڑکے نے ان دونوں گواہوں کے سامنے کہا کہ میں قبول کرتا ہوں۔ شریعت مطہرہ کی روشنی میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ نکاح ہوا یا نہیں؟ جواب سے نوازیں۔

(المستفتی: محمد اسلام، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالى، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر واقعہ بالکل صحیح ہے اور لڑکا، لڑکی دونوں ایک ہی کفو اور برادری کے ہیں تو نکاح صحیح ہو چکا ہے اور اگر برادری اور کفو میں نہیں ہیں تو لڑکی کے باپ بھائی کی اجازت کے بغیر مذکورہ نکاح صحیح نہیں ہوسکتا۔

ويفتى في غير الكفء بعدم جوازه أصلاً وهو المختار للفتوى. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي، زكرياديوبند: ۱۵۵/٤، كراچی: ۵۵/۳، وهكذا في الهندية، زكريا: ۲۹۲/۱، جديد: ۳۵۸/۱، البحر الرائق، كوئٹه: ۱۱۰/۳، زكريا ديوبند: ۱۹٤/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۳/ ربیع الاولیٰ ۱۴۱۰ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۷۰۲/۲۵) (فتاوی قاسمیہ: ۵۸۹/۱۳-۵۹۰)

کیا بالغہ لڑکی کا اپنی مرضی سے کیا ہوا نکاح درست ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ احقر شادی شدہ ہے، اب دوسرا نکاح کیا ہے، جس لڑکی سے نکاح کیا ہے، اس کے باپ کے کہنے کے مطابق ۱۷/ سال کی ہے، نکاح باپ کی اجازت کے بغیر؛ لیکن ماں کی مرضی سے ہوا ہے اور لڑکی سے گواہوں کے سامنے تین مرتبہ پوچھا گیا، لڑکی نے جواب میں ہاں کہا اور نکاح نامہ پر دستخط بھی کئے، لڑکی انصاری ہے اور لڑکا میمن ہے اور دونوں دیوبندی خیالات کے ہیں، لڑکی ابھی باپ کے گھر میں ہی ہے، باپ کو پتہ نہیں ہے کہ میری لڑکی کا نکاح ہو چکا ہے۔ صورت مسئولہ میں معلوم یہ کرنا ہے کہ:

(١) باپ کی اجازت کے بغیر نکاح ہوا، یا نہیں؟

(٢) کیا باپ کو فسخ نکاح کا اختیار ہے؟ (المستفتی: محمد اقبال)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

لڑکے کی برادری عرف ورواج کے اعتبار سے لڑکی کی برادری سے کمزور نہ ہونی چاہیے اور لوگوں سے معلوم ہوا کہ میمن برادری انصاری برادری سے کمزور نہیں ہے؛ اس لیے عاقل بالغ لڑکی کا نکاح باپ کی مرضی کے بغیر منعقد ہو چکا ہے، البتہ اگر مہر مثل سے کم پر نکاح ہوا ہے تو باپ کو اعتراض کا حق ہے، یہی ظاہر روایت کے مطابق ہے۔

عن ابن عباس رضى اللّٰه عنهما أن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قال: الأيم أحق بنفسها من وليها، والبكر تستأذن فى نفسها، وإذنها صماتها. قال: نعم. (الصحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب استيذان الثيب فى النكاح بالنطق والبكر بالسكوت، النسخة الهندية: ٤٥٥/١، بيت الأفكار رقم: ١٤٢١)

ولا تجبر البالغة البكر على النكاح؛ لانقطاع الولاية بالبلوغ، الخ. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولى، زكريا ديوبند: ١٥٩/٤، كراچى: ٥٨/٣)

الكفاءة هى حق الولى لاحقها. (الدرالمختار، كراچى: ٨٥/٣، زكريا ديوبند: ٢٠٧/٤)

وإذا تزوجت المرأة ونقصت عن مهر مثلها، فللأولياء الاعتراض عليها. عند أبى حنيفة حتىٰ يتم لها مهر مثلها، أويفارقها. (الهداية، أشرفيه ديوبند: ٣٤٣/٢) فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ، ٢٤/ ذی الحجہ ١٤٣٣ھ (فتویٰ نمبر: الف ١٠٨٩٥/٤٠) (فتاوی قاسمیہ: ١٣/ ٥٧١-٥٧٢)

کیا لڑکی ولی، یا اس کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کرسکتی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کی شادی اس کے دوستوں نے ہندہ سے کرادی، جب کہ زید اور ہندہ کے ماں باپ، یا کوئی بھی رشتہ دار قطعی طور پر شادی کے لیے راضی نہ تھے، صرف یہی دونوں راضی تھے، دوستوں نے باہر لے جا کر دونوں کا نکاح بغیر گھر والوں کو خبر کرائے کر دیا؛ لیکن دونوں کے درمیان نکاح کے بعد بھی ہمبستری، یا جسمانی تعلقات قائم نہیں ہوئے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ شادی شریعت کے مطابق جائز ہے کہ نہیں؟ کیوں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کوئی بھی لڑکی بغیر ولی کے، یا اس کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کرسکتی ہے؟ جواب کتاب وسنت سے تحریر فرمادیں۔

(المستفتی: محمد خالد ملک)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

عاقلہ بالغہ لڑکی کا اپنے کفو اور برادری میں مناسب مہر کے ساتھ نکاح کر لینے سے شرعی طور پر نکاح صحیح اور درست ہو جاتا ہے، اگر چہ اس کا ولی موجود نہ ہو، یا ولی راضی نہ ہو، ہاں البتہ اگر غیر کفو اور غیر برادری میں نکاح کر لیا ہے، یا کفو

میں اس کے معیار سے بہت کم مہر باندھا ہے تو اس کے ولی کی اجازت، یا حاضری کے بغیر صحیح اور درست نہیں ہے۔

و لا يصح النكاح من غير كفء، أو بغبن فاحش أصلاً (إلى قوله) وإن كان من كفوء وبمهر المثل صح، الخ. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي، زكريا ديوبند: ۱۷۳/۴-۱۷۴، كراچی: ۶۸/۳)

اور جس حدیث شریف میں ولی کی اجازت کا حکم آیا ہے اور بغیر اجازت نکاح باطل ہونے کو کہا گیا ہے، اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ غیر کفو اور قلیل مہر کے ساتھ نکاح منعقد نہیں ہوتا ہے؛ لیکن یہ حدیث شریف کفو اور مثل سے نکاح کرنے کے خلاف نہیں ہے، ورنہ حدیث میں عورت کا اپنے نکاح میں ولی سے زیادہ حقدار ہونے کا ذکر بھی آیا ہے۔

الثيب أحق بنفسها من وليها، والبكر يستأذنها أبوها في نفسها. (الصحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب استيذان الثيب في النكاح بالنطق والبكر بالسكوت، النسخة الهندية: ۴۵۵/۱، بيت الأفكار، رقم: ۱۴۲۱، مشكاة المصابيح: ۲۷۰/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۰/ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۹/۳۴۱۱)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۰/۴/۱۴۱۴ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۵۷۲/۱۳-۵۷۳)

عاقل بالغ لڑکی کا گواہوں کی موجودگی میں نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زیبہ فردوس نامی لڑکی نے جو کہ نہٹور کی رہنے والی ہے، بذریعہ رقعہ ہذا جو ساتھ میں منسلک ہے، ذوالفقار صاحب کو اپنے نکاح کا وکیل بنایا، ذوالفقار صاحب نے حسب وکالت دو گواہان کی موجودگی میں مذکورہ عورت کا نکاح پڑھوادیا، جس کی رسید بھی ساتھ میں روانہ کی جارہی ہے، دریں صورت کیا یہ نکاح درست ہے اور شریعت کے اعتبار سے وہ لڑکی محمد یونس کی زوجہ ہے اور حق زوجیت وصول کرسکتی ہے؟ تمام کاغذات اور رقعہ ہذا کا بغور مطالعہ کرکے شرعی حکم تحریر فرمادیں۔ (المستفتی: محمد زاہد، بجنور)

باسمه سبحانه وتعالى، الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

عاقل بالغ لڑکی جب اپنی مرضی سے برادری کے لڑکے کے ساتھ گواہوں کی موجودگی میں مناسب مہر کے عوض میں نکاح کرے تو شرعاً وہ نکاح درست ہوجاتا ہے اور مذکورہ نکاح میں مہر فاطمی باندھا گیا ہے، جو مناسب مہر ہے، لہٰذا مذکورہ نکاح اگر لڑکی کی مرضی اور خوشی سے ہوا ہے تو صحیح اور درست ہوچکا اور یہ لڑکی محمد یونس کی شرعی بیوی بن گئی ہے۔

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي والأصل إن كل من تصرف في ماله تصرف في نفسه وما لا فلا. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي، كراچی: ۵۵/۳-۵۶، زكريا ديوبند: ۱۵۵/۴، كذا في الهندية، زكريا: ۲۸۷/۱، جديد: ۳۵۳/۱، ومجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت: ۴۸۸/۱، مصري قديم: ۳۳۲/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۰/شوال المکرم ۱۴۲۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۸۱۷۶/۳۷)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۱/۳/۱۴۲۴ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۵۷۳/۱۳-۵۷۴)

اولیا کے علاوہ دیگر لوگوں کی موجودگی میں عاقل بالغ لڑکے لڑکی کا نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکی نے اپنے ماں باپ کی غیر موجودگی میں اپنے ہوش وحواس کے ساتھ بنا کسی ڈر یا دباؤ کے ایک وکیل اور دو گواہ کے درمیان اقرار کیا اور نکاح کی اجازت دی، اس کے بعد معتبر قاضی نے تقریباً دس آدمیوں کی موجودگی میں سنت طریقہ سے نکاح پڑھایا، لڑکا لڑکی دونوں پٹھان ہیں، لڑکی کی عمر ۲۲؍سال لڑکے کی عمر ۲۳؍سال ہے اور دونوں کنوارے ہیں۔

(المستفتی: حافظ محمد اختر خان شہباز، پور کلاں، مراد آباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ———————— وبالله التوفيق

جب لڑکے اور لڑکی دونوں عاقل وبالغ ہوشیار ہیں اور دونوں ہم کفو اور ایک برادری سے متعلق ہیں تو ایسی صورت میں ولی اور ماں باپ کی غیر موجودگی میں بلا اجازت شرعی گواہوں اور مسلمانوں کی موجودگی میں دونوں کا نکاح صحیح اور درست ہے۔

عن ابن عباس، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الأيم أحق بنفسها من وليها، والبكر تستأذن في نفسها. (الصحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب استيذان الثيب فى النكاح بالنطق والبكر بالسكوت، النسخة الهندية: ۴۵۵/۱، بيت الأفكار رقم: ۱۴۲۱)

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي، زكريا ديوبند: ۱۵۵/۴، كراچی: ۵۵/۳، تبيين الحقائق، مكتبه امدادية ملتان: ۱۱۷/۲، زكريا: ۴۹۳/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۲؍صفر المظفر ۱۴۲۵ھ (فتویٰ نمبر: الف ۸۲۶۲/۳۷) (فتاوی قاسمیہ: ۵۷۴/۱۳-۵۷۵)

بالغہ لڑکی نے اپنا نکاح خود کیا اور شافعی باپ نے دوسری جگہ اس کا نکاح کر دیا، کیا حکم ہے:

سوال: ایک لڑکی بالغہ باکرہ عمر بیس سال اپنی والدہ کے ساتھ والدہ کے میکے میں والد کے وطن سے دور چند سال سے رہتی ہے۔ لڑکی اپنے ماموں کے لڑکے سے نکاح ہونے کے لیے قبول وخواہش رکھتی ہے۔ لڑکی بھی قبول ہے۔ یوں کئی سال سے اقرار ہو چکا ہے۔ لڑکے کے والدین اور لڑکی کی والدہ بھی راضی ہیں۔ لڑکی کا ماموں اور اس کا لڑکا وغیرہ لڑکی کا والد جس گاؤں میں رہتا ہے، وہیں ان کی زمین وتجارت ہے اور یہ سب وہیں رہتے ہیں۔ لڑکی کے باپ میں اور ماموں میں نا اتفاقی ہے اور لڑکی کا باپ اس رشتے سے ناراض ہے۔ لڑکی کا باپ اپنے وطن کے دوسرے شخص سے بیاہ کر دینے کے لیے اس شخص کو اور اس کے باپ بھائی اقربا اور دوستوں کو لڑکی جس وطن میں رہتی ہے، وہاں بلواتا ہے اور ان سب کو دوسرے مکان پر ٹھہراتا ہے اور خود بھی انہیں کے ہمراہ رہتا ہے۔ ان حالات سے لڑکی اطلاع پا کر مجسٹریٹ کی عدالت میں عرض گزارتی ہے اور باپ کی مداخلت سے بچنے کے لیے لڑکی کے مکان پر پولس کا

پہرہ بٹھا دیا گیا، اس بستی میں ایک دوسرے شہر کا قاضی کچھ اپنے کام کو گیا ہوا تھا، لڑکی کا باپ اس کو بلایا اور کہا کہ میں شافعی المذہب ہوں، میری لڑکی کا نکاح فلاں شخص سے پڑھ دو۔ قاضی نے پوچھا: تمہاری لڑکی کی عمر کیا ہے اور کون سا مذہب رکھتی ہے؟ باپ نے کہا کہ عمر تخمیناً بیس پچیس سال بالغہ باکرہ ہے۔ قاضی نے کہا کہ اس کے اذن قبولیت ضرورت ہے۔ لڑکی کے والد نے کہا کہ میں ولی ہوں، میرے مذہب میں مجھ کو جبر کا حق ہے، میری لڑکی کا مذہب کچھ بھی ہو، اس کے اذن قبولیت کی ضرورت نہیں۔ قاضی نے کہا کہ یہ نکاح صحیح نہ ہوگا؛ مگر وہ نہ مانا، بہ مجبوری قاضی نے قبول کر نکاح پڑھا دیا، قاضی بھی شافعی المذہب ہے۔ آیا یہ نکاح شرعاً درست ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۳۳۵ بستی علی بن آدم (شمالی کنٹرا) ۷/ربیع الاول ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۰/جون ۳۵ء)

الجواب

حنفیہ کے نزدیک یہ نکاح صحیح نہیں ہوا؛ کیوں کہ بالغہ باکرہ پر ولایت اجبار باپ کو حاصل نہیں۔ حنفیہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

لا تنكح الثيب حتى تستأمر ولا البكر إلا بإذنها. (أبو داؤد)(۱)

تستأمر اليتيمة في نفسها فإن سكتت فهو إذنها وإن أبت فلا جواز عليها. (أبو داؤد)(۲)

أن جارية بكراً أتت النبي صلى الله عليه وسلم فذكرت أن أباها زوجها وهي كارهة فخيرها النبي صلى الله عليه وسلم. (۳)

اگر لڑکی کا مذہب حنفی ہو تو باپ اس پر اپنے مذہب کے لحاظ سے جبر نہیں کرسکتا۔ (۴) ہاں شوافع کے نزدیک ولایت اجبار بالغہ باکرہ پر باپ کو حاصل ہوتی ہے، (۵) اور اگر لڑکی بھی شافعی مذہب رکھتی ہو تو صحت نکاح کا حکم دیا جائے گا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی: ۵/۷۰)

عاقلہ بالغہ شافعیُ المذہب عورت نے حنفی مذہب کی تقلید کر کے خود اپنا وکیل مقرر کر کے نکاح کر لیا تو وہ نکاح صحیح ہے:

سوال: ایک عورت بالغہ باکرہ شافعی المذہب کے چچا نے اس کے نکاح کی کاروائی کے لیے اپنی جانب سے وکیل مقرر کر کے اپنے شہر سے روانہ کیا تھا۔ وکیل موصوف جب قاضی اور اہل جماعت کے ساتھ نکاح کے لیے مسجد جانے لگے تو منکوحہ کی طرف سے ایک مانع پیش آیا۔ منکوحہ اور اس کی والدہ کو شکایت تھی کہ چچا نے کہا تھا کہ خود آ کر

(۱،۲) أبو داؤد، كتاب النكاح، باب في الاستمار: ۲۸۵/۱، سعيد

(۳) أبو داؤد، النكاح، باب في المكره يزوجها أبوها ولا يستأمرها: ۲۸۵/۱، سعيد

(۴) ولا يجوز للولي إجبار البكر البالغة على النكاح. (الهداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء: ۳۱۴/۲، شركة علمية)

(۵) وللأب تزويج البنت البكر ... صغيرة أو كبيرة من غير إذنها ومراجعتها ولكن يستحب ان تراجع البالغة ويستاذنها ولو لم يفعل واجبرها على النكاح صح. (العزيز شرح الوجيز، بيان احكام الأولياء: ۵۳۷/۷، بيروت)

نکاح کر دوں گا۔ یوں کہنے کے باوجود خود نہ آ کر وکیل مقرر کر کے بھیج دیا؛ اس لیے منکوحہ نے اپنی والدہ کے حکم سے خود اپنا ایک وکیل مقرر کر کے اسی ہم کفو عاقل بالغ شافعی المذہب شخص سے مذہب حنفی کی تقلید کر کے نکاح کر لیا ہے۔ نکاح شرعا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

هو الموفق للصواب: صورت مسئولہ میں عورت چوں کہ عاقلہ بالغہ ہے؛ اس لیے اس کا مذہب حنفی کو اختیار کرنا صحیح ہے، چناں چہ فقہ شافعی کی کتاب فتح المعین میں لکھا ہے:

إذا تمسک العامی بمذهب لزمه موافقته وإلا لزمه التمذهب بمذهب معين من الأربعة لا غيرها، ثم له وإن عمل بالأول الانتقال إلىٰ غيره بالكلية أو فى المسائل بشرط أن لا يتتبع الرخص، انتهىٰ وملخصا. (۱)

اور اعانۃ الطالبین میں ہے:

(قوله: ثم له، الخ) ثم يجوز له، الخ، قال ابن الجمال: اعلم أن الأصح من كلام المتاخرين كالشيخ ابن حجر وغيره أنه يجوز الإنتقال من مذهب إلى مذهب من المذاهب المدونة ولو بمجرد التشهى سواء انتقل دواما أو فى بعض الحادثة، انتهىٰ. (۲)

بنابریں چوں کہ اس نے ہم کفو سے خود وکیل مقرر کر کے نکاح کر لیا ہے؛ اس لیے وہ نکاح صحیح ہے، چناں چہ فقہ حنفی میں ہے:

"(فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا) رضا (ولى) ... (وله) أى للولى ... (الاعتراض فى غير الكفء) ... (ما لم) يستكت حتىٰ (تلد منه)، آه. (۳) (فتاویٰ باقیات صالحات، ص: ۱۷۱-۱۷۲)

عاقلہ بالغہ کفو میں نکاح خود کر سکتی ہے:

سوال: عورت عاقلہ بالغہ کو در کفو، یا غیر کفو نکاح خود کند بلا رضاء ولی آیا نکاح جائز است، یا نہ؟

الجواب

أقول: قال فى الدرالمختار: وهو أى الولى شرط صحة نكاح صغير ومجنون ورقيق لا مكلفة فنفذ نكاح مكلفة بلا رضى ولى، الخ، والدليل فيه قوله عليه الصلاة والسلام: الأيم أحق بنفسها من وليها، رواه مسلم وغيره.

---

(۱) فتح المعين شرح قرة العين بمهمات الدين، فائدة فى بيان التقليد: ۱/ ٦١٤، دارابن حزم، انيس

(۲) إعانة الطالبين، باب القضاء: ٤/ ٢٥٠، دارالفكر بيروت، انيس

(۳) الدرالمختار، باب الولى: ۳/ ٥٥-٥٦، دارالفكر بيروت، انيس

وفی ردالمحتار: والأیم من لازوج لها بکراً أو لا. (شامی، جلد: ٢) (١)

وتأویل "لانکاح إلابولی" أو "فنکاح باطل" معروف ومذکور فی الفتح والشامی وغیرهما وفی الدرالمختار: وله ای للولی الاعتراض فی غیر الکفؤ، الخ، ویفتی فی غیر الکفؤ بعدم جوازه أصلا، الخ.

الحاصل نکاح مکلفہ بالغہ بلارضا ولی در کفؤ جائز است و در غیر کفؤ صحیح نیست وھوالمفتی بہ۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ٣٩/٨)

بالغہ کا نکاح باپ کی مرضی کے خلاف اگرچہ صحیح ہے؛ مگر گناہ ہے:

سوال: ایک لڑکی عاقلہ اپنے باپ کے ہوتے ہوئے اپنے نکاح کا اختیار پنچوں کو دے اور پنچ اس لڑکی کے کفو کے ساتھ مہر مثل سے زیادہ مہر پر عقد کردیں تو یہ نکاح بلا مرضی باپ کے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

نکاح جائز ہے؛ مگر یہ عورت بلاوجہ شرعی باپ کے خلاف مرضی نکاح کرتی ہے تو گناہ گار ہوگی، اول تو باپ کو بلاوجہ ناراض کرنا گناہ ہے اور پھر بلا اجازت ولی نکاح کرنا بھی بے حیائی اور گناہ سے خالی نہیں، اگرچہ نکاح درست وصحیح ہوجاتا ہے۔

کما یظهر من روایات الحدیث المانعة عن التروج بلا إذن ولی و صرح بالکراهة فی رد المختار. (واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم) (امدادالمفتین: ٤٤٠/٢)

عاقلہ بالغہ کا نکاح بدون اجازت ولی:

سوال: ایک لڑکی بالغہ بعمر بیس سال نے پنچوں کے سامنے آکر بغیر اپنے باپ کے مرضی واجازت کے ایک شخص سے نکاح پڑھوالیا۔ یہ نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

اگر لڑکی بالغہ وعاقلہ ہے تو اس کا نکاح اپنی مرضی سے بغیر اجازت ولی باپ بھائی وغیرہ کے اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ اپنے کفو میں کیا ہو یعنی نسب اور پیشہ وغیرہ کے لحاظ سے اس کے قبیلہ سے کم حیثیت نہ ہو۔

قال فی الهدایة: وینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وإن لم یعقد علیها ولی. وقال بعد ذلک: إذا تزوجت المراة فی غیر الکفء فللأولیاء الاعتراض وصرح الشامی بعدم نفاذ هذا النکاح. (٢)

لیکن لڑکی کا خود اپنا نکاح بغیر توسط ولی کے کرنا بے حیائی اور مذموم ہے اور اس سے اجتناب لازم ہے۔ (صرح بہ فی ردالمختار) (امدادالمفتین: ٤٤٤/٢)

---

(١) ردالمحتار، باب الولی: ٤٠٧/٢-٤٠٨، ظفیر

(٢) الهدایة، کتاب النکاح: ١٩١/١، دار إحیاء التراث العربی بیروت، انیس

أی فی تزویجها نفسها من غیر کفء. (ردالمحتار، باب الولی: ٥٦/٣، دارالفکر بیروت، انیس)

بالغہ خود بلا ولی نکاح کرسکتی ہے، باپ کا ناجائز لڑکا نہ ولی ہے، نہ لڑکا:

سوال: بالغہ باکرہ کا عقد شرعاً بلا ولی کے صحیح ہے، یا نہ؟ باپ کا ناجائز لڑکا نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟ نکاح میں کچھ خرابی نہ ہوگی اور باپ کا ناجائز لڑکا اگر باکرہ بالغہ عقد کردے گا تو اس سے وہ باپ کا بیٹا صحیح النسب بن جاوے گا، یا نہ؟ اور وارث باپ کا ہوگا، یا نہ؟

الجواب

باکرہ بالغہ کے نکاح کے جواز کے لیے عندالحنفیہ ولی کا ہونا شرط نہیں ہے، مسنون ہے۔ (کذافی الدرالمختار) پس باکرہ بالغہ کی اجازت سے ہر ایک شخص اس کا نکاح کرسکتا ہے۔(۱) باپ کا ناجائز لڑکا بھی اس کام کو باجازت باکرہ بالغہ کرسکتا ہے اور عقد صحیح ہوجاوے گا، کچھ خرابی اس میں نہ ہوگی اور جو ناجائز لڑکا باپ کا ہے، وہ اس نکاح کے باجازت باکرہ کردینے کی وجہ سے باپ کا صحیح النسب لڑکا نہ بنے گا؛ لیکن درحقیقت وہ پہلے ہی ثابت النسب اپنے باپ سے ہے تو وہ جائز بیٹا اپنے باپ کا ہے اور وارث ہوگا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۴۰-۴۱)

بالغ کی شادی اس کی خواہش کے مطابق ہونی چاہیے، والدین کی خلاف مرضی کرنے میں کوئی گناہ نہیں:

سوال: والدین لڑکے بالغ کی شادی کرنا چاہتے ہیں؛ مگر جہاں والدین شادی کرتے ہیں، لڑکا اس کے خلاف دوسری جگہ خواہش مند ہے، والدین کو وہاں کرنا چاہیے، یا نہیں اگر لڑکا والدین کے خلاف شادی کرے گا تو گنہگار رہے، یا نہ؟

الجواب

جہاں لڑکا خواہشمند ہے، والدین کو وہاں ہی نکاح کرنا چاہیے؛ کیوں کہ ایسا نہ ہو کہ خلاف کرنے میں زوجین میں موافقت نہ ہو اور لڑکے کو حتی الوسع والدین کی اطاعت کرنی چاہیے؛ لیکن اپنی خواہش اور رضا کی موافق خلاف والدین کی مرضی کے اگر نکاح کرے گا تو گنہ گار نہیں ہے،(۲) بعد نکاح کے والدین کو جس طرح ہو راضی کرلیوے۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۱۱۰)

بالغہ خود مختار ہے، یوں ضابطہ کا ولی باپ ہے، نانا، ماموں نہیں:

سوال: ایک لڑکی کو اس کے باپ نے لڑکی کے نانا و ماموں کو دے دیا تھا کہ تم اس کو پرورش کرو اور تم ہی اس کی

---

(۱) ولاتجبر البالغة البكر في النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۲/۴۱۰، ظفیر)

(۲) ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا﴾ (سورة النساء: ۳)

شادی بیاہ کرنا، اب وہ لڑکی جوان ہوگئی ہے، اب نکاح میں جھگڑا پیش آرہا ہے، نانا ماموں تو چاہتے ہیں کہ اور جگہ کریں اور باپ چاہتا ہے کہ کہیں اور کرے، اب یہ فرمائیے کہ ولی کون ہے اور کون نکاح کرسکتا ہے؟

الجواب

ولی اس لڑکی کا اس کا باپ ہے؛ مگر جب کہ لڑکی بالغہ ہے تو بلا اجازت اس کے اس کا باپ بھی نکاح نہیں کرسکتا؛ لیکن باپ چوں کہ ولی شرعی ہے، (۱) اس وجہ سے اس کی اجازت لینے پر لڑکی کا چپ رہنا رضا اور اجازت سمجھی جاوے گی بخلاف نانا اور ماموں کے کہ اگر یہ اجازت لڑکی سے نکاح کی لیویں تو جب تک لڑکی صراحۃً زبان سے اجازت نہ دے، نکاح نہ ہوگا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۱۱۰-۱۱۱)

بارہ تیرہ سال کا لڑکا اور نو دس سال کی لڑکی اپنے آپ کو بالغ بتائے تو مانا جائے، یا نہیں:

سوال: اگر لڑکا جس کی عمر ۱۲ و ۱۳/سال کے درمیان ہو اور لڑکی جس کی عمر ۹ و ۱۰/سال کے درمیان ہو، بالغ ہونا اپنا ظاہر کریں اور صاحب شعور ہونا ان کا بخوبی ثابت ہو تو شرعاً ان کا بیان قابل تسلیم ہے، یا نہیں؛ یعنی وہ بالغ متصور ہوسکتی ہیں، یا نہیں؟

الجواب

بارہ تیرہ برس کی عمر میں لڑکا اگر بالغ ہونا اپنا بیان کرے اور بظاہر حال اس کا بیان صحیح معلوم ہوتا ہو؛ یعنی اتنی عمر لڑکوں کو احتلام ہوتا ہو تو قول اس کا معتبرہ ہے اور وہ بالغ شمار ہوگا۔

اور لڑکی کے لیے نو دس برس کی عمر میں یہ ہی حکم ہے؛ یعنی قول اس کا دربارۂ بلوغ معتبر ہے اور پندرہ برس کی عمر میں تو لامحالہ بلوغ کا حکم شرعا دے دیا جائے گا۔

---

(۱) الولی فی النکاح العصبة بلاتوسط انثی علی ترتیب الإرث والحجب. (الدرالمختار) وابن الابن کالابن، ثم یقدم الأب، ثم أبوه، الخ. (ردالمحتار، باب الولی: ۲/۴۲۸، ظفیر)

(۲) (فَنَفَذَ نِكَاحُ حُرَّةٍ مُكَلَّفَةٍ بِلَا) رِضَا (وَلِيٍّ) وَالْأَصْلُ أَنَّ كُلَّ مَنْ تَصَرَّفَ فِي مَالِهِ تَصَرَّفَ فِي نَفْسِهِ وَمَا لَا فَلَا ... (وَلَا تُجْبَرُ الْبَالِغَةُ الْبِكْرُ عَلَى النِّكَاحِ) لِانْقِطَاعِ الْوِلَايَةِ بِالْبُلُوغِ (فَإِنْ اسْتَأْذَنَهَا هُوَ) أَيْ الْوَلِيُّ وَهُوَ السُّنَّةُ (أَوْ وَكِيلُهُ أَوْ رَسُولُهُ أَوْ زَوَّجَهَا) وَلِيُّهَا وَأَخْبَرَهَا رَسُولُهُ أَوْ الْفُضُولِيُّ عَدْلٌ (فَسَكَتَتْ) عَنْ رَدِّهِ مُخْتَارَةً (أَوْ ضَحِكَتْ غَيْرَ مُسْتَهْزِئَةٍ أَوْ تَبَسَّمَتْ أَوْ بَكَتْ بِلَا صَوْتٍ) فَلَوْ بِصَوْتٍ لَمْ يَكُنْ إذْنًا وَلَا رَدًّا حَتَّى لَوْ رَضِيَتْ بَعْدَهُ انْعَقَدَ سِرَاجٌ وَغَيْرُهُ، فَمَا فِي الْوِقَايَةِ وَالْمُلْتَقَى فِيهِ نَظَرٌ (فَهُوَ إذْنٌ) أَيْ تَوْكِيلٌ فِي الْأَوَّلِ إنْ اتَّحَدَ الْوَلِيُّ، فَلَوْ تَعَدَّدَ الزَّوْجُ ... (وَكَذَا إذَا زَوَّجَهَا الْوَلِيُّ عِنْدَهَا) أَيْ بِحَضْرَتِهَا (فَسَكَتَتْ) صَحَّ (فِي الْأَصَحِّ) إنْ عَلِمَتْهُ كَمَا مَرَّ وَالسُّكُوتُ كَالنُّطْقِ فِي سَبْعٍ وَثَلَاثِينَ مَسْأَلَةً مَذْكُورَةً فِي الْأَشْبَاهِ (فَإِنْ اسْتَأْذَنَهَا غَيْرُ الْأَقْرَبِ) كَأَجْنَبِيٍّ أَوْ وَلِيٍّ بَعِيدٍ (فَلَا) عِبْرَةَ لِسُكُوتِهَا (بَلْ لَا بُدَّ مِنْ الْقَوْلِ كَالثَّيِّبِ) الْبَالِغَةِ. (الدرالمختار، باب الولی: ۲/۴۲۷، ظفیر)

فی الدرالمختار: (وَأَدْنَى مُدَّتِهِ لَهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ سَنَةً وَلَهَا تِسْعُ سِنِينَ) هُوَ الْمُخْتَارُ كَمَا فِي أَحْكَامِ الصِّغَارِ (فَإِنْ رَاهَقَا) بِأَنْ بَلَغَا هَذَا السِّنَّ (فَقَالَا: بَلَغْنَا؛ صُدِّقَا إِنْ لَمْ يُكَذِّبْهُمَا الظَّاهِرُ) كَذَا قَيَّدَهُ فِي الْعِمَادِيَّةِ وَغَيْرِهَا فَبَعْدَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً يُشْتَرَطُ شَرْطٌ آخَرُ لِصِحَّةِ إِقْرَارِهِ بِالْبُلُوغِ وَهُوَ أَنْ يَكُونَ بِحَالٍ يَحْتَلِمُ مِثْلُهُ وَإِلَّا لَا يُقْبَلُ قَوْلُهُ، شَرْحُ وَهْبَانِيَّةٍ . (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۹/۸-۱۲۰)

سولہ سالہ لڑکی خود اپنا نکاح کرسکتی ہے:

سوال: حرمت خان عرصہ دس سال کا ہوا انتقال کر گیا، ایک بیوی اور ایک لڑکی چھ سالہ چھوڑی، ان دونوں کی پرورش لڑکی موجودہ کے ماموں نے کی، آٹھ ماہ ہوئے لڑکی موجودہ کی ماں کا بھی انتقال ہوگیا، اس نے یہ وصیت کی تھی کہ میری لڑکی کا نکاح صدیق پسر مولا بخش کے ساتھ کر دیا جائے، اب لڑکی کی عمر سولہ سال کی ہے۔ ماموں کہتا ہے کہ لڑکی کا نکاح جس جگہ میرا دل چاہے گا کروں گا اور لڑکی کا تایازاد بھائی کہتا ہے کہ میں لڑکی کہ والدہ کی وصیت کے مطابق کروں گا، جب کہ لڑکی کی عمر سولہ سال ہے تو ولی نکاح کون ہے۔؟

الجواب

ولی شرعی اس صورت میں لڑکی کا تایازاد بھائی ہے؛ لیکن جب کہ لڑکی سولہ برس کی ہے تو شرعاً وہ بالغہ ہے، اس کی اجازت اور اذن سے اس کا ماموں بھی کفو میں نکاح کرسکتا ہے اور وہ وصیت والدہ کی درباره نکاح معتبر نہیں ہے، لڑکی کو اختیار ہے، جہاں وہ راضی ہو، کفو میں اپنا نکاح کرالے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۴/۸-۱۱۵)

اٹھارہ سالہ لڑکی اپنا نکاح خود کرسکتی ہے:

سوال: ایک لڑکی جس کی عمر تقریباً اٹھارہ سال کی ہے اس کا والد اس کے عقد نکاح سے بالکل بے فکر ہے، راجگیری کا پیشہ کرتا ہے اور اعمال بداطوار میں ملوث ہے اور شراب خور ہے، ایسی حالت میں اس لڑکی کو اپنی اجازت سے نکاح کرنے کا اختیار حاصل ہے، یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے: (وهو) أي الولي (شرط) صحة (نكاح صغير ومجنون ورقيق) لامكلفة (فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا) رضى (ولي)، الخ، (إلى أن قال:) (ويفتى) في غير الكفء (بعدم جوازه أصلا) وهو المختار للفتوىٰ. (۲)

پس معلوم ہوا کہ اگر لڑکی بالغہ کفو میں اپنا نکاح اپنی رضامندی سے کرالیوے تو صحیح ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۴/۸)

(۱) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام: ۱۳۲/۵-۱۳۳، ظفير

(۲) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۰۷/۲، ظفير

بیوہ بالغہ کے نکاح میں والد کی حاضری ضروری نہیں:

سوال: بیوہ ہندہ کے والدین موجود ہیں، ان کی غیر حاضری میں نکاح جائز ہے؟ کیا بلا مرضی بیوہ کے اس کا نکاح جائز ہوسکتا ہے؟

الجواب

والدین کی حاضری بیوہ بالغہ کی نکاح کے لیے ضروری نہیں ہے، لیکن بلا رضا بالغہ کے اس کا نکاح صحیح نہیں ہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۱/۸)

ایک عورت نے کہا: میرا نکاح فلاں سے کردو، قاضی نے کردیا، کیا حکم ہے:

سوال: مسماۃ سندر طوائف نے تین گواہوں کے روبرو اپنے نکاح کی اجازت دی کہ میرا نکاح رمضانی سے پڑھ دو تب قاضی نے نکاح پڑھا؛ لیکن قاضی نے اپنے کان سے اجازت نہیں سنی تو یہ نکاح صحیح ہوگیا، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں نکاح صحیح ہوگیا۔

(قاضی کا سننا ضروری نہیں ہے، لڑکی کا اجازت دینا کافی ہے۔ظفیر) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۴/۸)

شیعہ بالغہ لڑکی سنی ہوکر خود نکاح کرلے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک بالغہ شیعہ لڑکی نے برضاء ورغبت خود بلا اجازت والدین ایک سنی افغانی سے چار گواہ اور ایک وکیل کی موجودگی میں معرفت قاضی کے نکاح کیا۔منکوحہ کے والدین بوجہ شیعہ ہونے کے اپنی لڑکی کا نکاح شوہر سے فسخ کرانا چاہتے ہیں، حالانکہ قبل نکاح لڑکی نے روبرو گواہان اقرار کیا ہے کہ میں سنت جماعت حنفی مذہب اختیار کرچکی ہوں اور وکیل نکاح ہونے کا تو اقرار ہے اور میں وکیل بھی بنا؛ مگر لڑکی کے ایجاب وقبول کی آواز میرے کانوں میں نہیں پہنچی۔اس مسئلہ میں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب

درمختار میں ہے:

(فَنَفَذَ نِكَاحُ حُرَّةٍ مُكَلَّفَةٍ بِلَا) رِضَا (وَلِيٍّ)الْبَالِغَةِ،الخ،وهكذا فى العالمگير ية وغيره.(۲)

---

(۱) ینعقد نکاح الحرة العاقلة برضاء ها وإن لم یعقد علیها ولی.(الهداية، كتاب النكاح،باب فى الأولياء والأكفاء: ۳۱۳/۲،ظفير)

(۲) الدر المختار،باب الولی: ۵۵/۳-۵٦،دار الفكر بيروت،انيس

پس صورت مسئولہ میں جب کہ وہ لڑکا بالغہ ہے اور سنی ہو چکی ہے، جیسا کہ شہادت سے ثابت ہے اور ایجاب وقبول بھی شہادت سے ثابت ہے، لہٰذا اس کا نکاح سنی المذہب سے صحیح ہو گیا ہے، والدین دختر جو کہ شیعہ ہیں اور اپنے مذہب پر قائم ہیں، نکاح مذکورہ فسخ نہیں کر سکتے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۴/۸-۱۳۵)

بالغ لڑکا لڑکی جو ہم کفو ہیں، بغیر مرضی والدین نکاح کر سکتے ہیں:

سوال: ایک لڑکے ۲۴/سالہ کا رشتہ ایک لڑکی ۱۷/سالہ سے ہوا، کچھ عرصہ کے بعد بغیر مرضی لڑکے کی شادی دوسری جگہ کر دی، چند وجوہات سے بوقت نکاح لڑکا انکار نہ کر سکا؛ لیکن پہلی لڑکی سے اس کو محبت رہی اور لڑکے سے فعل ناجائز ہوا اور عشق میں کمی نہیں، یہ دونوں عثمانی ہیں، اگر دونوں کا خون کر دیا جائے تو بے جا حرکت تو نہیں ہے، اگر شادی کی جاوے تو کس کس کی منشا ہونی چاہیے؟ فقط

الجواب ——————

مار ڈالنا ان کو جائز نہیں ہے اور نکاح دوسرا اس لڑکے کا لڑکی مذکورہ سے صحیح ہو سکتا ہے، نکاح کر دیا جاوے اور جب کہ لڑکی سترہ برس کی ہے تو وہ بالغہ ہے، اس کی رضامندی سے اس کا نکاح شوہر مذکور سے ہو سکتا ہے اور چوں کہ دونوں لڑکا و لڑکی ہم قوم و ہم کفو میں تو اگر لڑکی کے والدین وغیرہ کی اجازت نہ ہو، تب بھی نکاح ہو سکتا ہے، (۱) اور اگر والدین راضی ہوں تو بہت اچھا ہو۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۵/۸-۹۶)

بالغ لڑکی، والدین کی مرضی کے بغیر نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں:

سوال: مسماۃ گلزار دختر ملکی امان عمر ۲۰/سال نے حلفی بیان دیا ہے کہ میری عمر تقریباً ۲۰/سال ہے، میں میر محمد سے شادی کرنا چاہتی ہوں، میں نے اپنی مرضی سے اپنے والدین کا گھر چھوڑا ہے، مجھے کسی نے اغوا نہیں کیا، میرے والدین میری مرضی کے خلاف شادی کرنا چاہتے ہیں؛ اس لیے ان کا گھر چھوڑ دیا ہے۔

الجواب ——————

استفتا میں سوال کی وضاحت نہیں ہے، اگر یہ پوچھنا مطلوب ہے کہ مذکورہ بالغ لڑکی اپنے والدین کی مرضی کے بغیر نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بہتر یہی ہے کہ والدین کی مرضی حاصل کر کے نکاح کرے؛ تاہم چونکہ وہ بالغ ہے؛ اس لیے اگر والدین کی مرضی کے بغیر اپنے کفو میں شرعی طریقے سے نکاح کر لے گی تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔ (۲)

---

(۱) ینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضاء ها وإن لم يعقد عليها ولی بكراً كانت أو ثيباً، الخ. (الهداية، باب الأولياء: ۲۹۳/۲، ظفير)

(۲) و فی الهندية، كتاب النكاح (۳۱۳/۲، طبع شركة علمية): وينعقد نكاح العاقلة البالغة برضائها.

وفی البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الاولياء (۱۱۷/۳، طبع بيروت وفی طبع مكتبة رشيدية كوئٹه: ۱۰۹/۳): نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولی، لأنها تصرفت فی خالص حقها وهی من أهله لكونها عاقلة بالغة.

البتہ غیر کفو میں نکاح کیا تو وہ والد کی مرضی کے بغیر منعقد نہیں ہوگا۔(۱) واللہ سبحانہ اعلم

۱۳۹۶/۱۰/۲۱ھ (فتاویٰ عثمانی:۲/۲۹۰)

ولی کی اجازت کے بغیر بالغ مرد اور عورت کے نکاح کا حکم:

سوال: کیا کسی بالغ مرد اور بالغ عورت کا نکاح بلا اجازت ولی کے جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

حنفیہ کے نزدیک بالغ مرد اور عورت اپنے نفس کے خود مختار ہیں؛ اس لیے دونوں ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح کرا سکتے ہیں اور ایسا نکاح شرعاً صحیح اور درست ہوگا؛ لیکن موجودہ دور کے نازک حالات کو سامنے رکھ کر ولی سے اجازت لینا فتنہ وفساد ختم کرنے کا ذریعہ ہے۔

قال المرغينائی: وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وإن لم يرضى عليها ولى بكرًا كانت أوثيبًا عند أبى حنيفة وأبى يوسف (رحمهما الله) فى ظاهر الرواية. (الهداية: ۲/۵۷٤، باب فى الأولياء والأكفاء)

قال العلامة داماد آفندی: نفذَ أى صح نكاح حرة احترازًا عن الأمة لأن نكاحها موقوفٌ علىٰ أذنِ مولاها كتوقف نكاح الصغير والمجنونة والمعتوهة علىٰ اذن الموتىٰ ولذا قال مكلفه بكرًا كان أو ثيبًا بلاولى الى ولو كان النكاح بلا اذن ولى وحضوره عند الشيخين فى ظاهر الرواية؛ لأنها تصرف فى خالص حقها، وهى من أهله، لكونها عاقلةً بالغةً،الخ. (الدرالمنتقىٰ شرح الملتقىٰ: ۲/۳۳۲، باب الأولياء والاكفاء) (فتاویٰ حقانیہ:۴/۳۹۴)

لڑکے کا والدین کی رضامندی کے بغیر شادی کر لینے کا حکم:

سوال: لڑکے کا رشتہ اس کے گھر والوں نے لگا دیا ہے؛ مگر وہ وہاں شادی نہیں کرنا چاہتا ہے، لڑکا اپنی پسند کی شادی کرنا چاہتا ہے، جس سے شادی کرنا چاہتا ہے، وہ لڑکی بھی راضی ہے، اس کے گھر والے بھی راضی ہیں، لڑکے کے گھر والے راضی نہیں، اگر لڑکا زبردستی شادی کرنا چاہے تو شادی درست ہے، یا نہیں؟ برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلے کا جواب دیں۔

الجواب بعون الملك الوهاب

والدین ہمیشہ اپنی اولاد کی بہتری اور بھلائی کے لیے سوچتے ہیں؛ اس لیے نکاح کرنے میں بھی ان کی رائے کو مقدم

---

(۱) **وفى الدرالمختار، كتاب النكاح (باب الولى: ۳/۵٦-۵۷): ويفتى فى غير الكفو بعدم جوازه أصلا وهو المختار للفتوىٰ لفساد الزمان.**

وفى المبسوط،باب الأكفاء (۵/۲۵،طبع دارالمعرفة بيروت): وإذا زوجت المرأة انفسها من غير كفو فللأولياء أن يفرقوا بينهما، لأنها الحقت العار بالاؤلياء.

رکھنا چاہیے؛ لیکن اگر کوئی عاقل بالغ آدمی اپنا نکاح خود کرنا چاہے تو شریعت نے اس کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنا نکاح خود کرسکتا ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر لڑکا عاقل بالغ ہے تو وہ اپنا نکاح خود کرسکتا ہے، البتہ مذکورہ لڑکے کے لیے زیادہ بہتر یہ ہوگا کہ وہ اپنے والدین کی رائے کو ترجیح دے۔

لمافي القرآن الكريم (النساء:٣): ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا﴾

وفي صحيح البخاري (٧٧١/٢،باب لا ينكح الاب وغيره البكر والثيب إلا برضاها): عن أبي سلمة،أن أبا هريرة حدثهم:أن النبي صلى الله عليه وسلم قال:لا تنكح الأيم حتٰى تستأمر، ولا تنكح البكر حتى تستأذن قالوا: يا رسول الله، وكيف إذنها؟ قال:أن تسكت.

وفي الدرالمختار (٥٦/٣): والأصل أن كل من تصرف في ماله تصرف في نفسه وما لا فلا.

وفي الشامية تحته:(والأصل،إلخ) عبارة البحر والأصل هنا أن كل من يجوز تصرفه في ماله بولاية نفسه الخ فإنه يخرج الصبي المأذون فإنه وإن جاز تصرفه في ماله لكن لا بولاية نفسه لٰكن يرد على العكس المحجورة فإنها تملك النكاح وإن لم تملك التصرف في مالها على قولهما بالحجر على الحر فالأصل مبني علٰى قول الإمام تأمل. (نجم الفتاویٰ: ۵/۲۷-۲۸)

بالغہ لڑکی کی ماں کا باپ کی رضامندی کے خلاف کسی جگہ نکاح کرنا:

سوال: ایک عورت بریرہ کو شوہر نے گھر سے تین مرتبہ الگ الگ ٹائم پر نکال دیا؛ یعنی ایک بار نکالنے کے بعد پھر گاؤں والوں نے فیصلہ کیا، پھر گھر میں رکھ لیا، پھر کچھ عرصے بعد پھر نکال دیا، پھر فیصلہ ہوا، پھر نکال دیا، پھر اس عورت بریرہ کے والدین اور بھائیوں کو گاؤں والوں نے بولا کہ یہ آدمی بہت ظالم ہے، اپنی بیٹی کو طلاق دلواؤ، اُس عورت بریرہ کے والدین اور گاؤں کا خان اور گاؤں والوں نے یہی فیصلہ کیا؛ لیکن اس عورت بریرہ کو یہ فیصلہ منظور نہیں تھا اور وہ بولتی کہ کوئی بات نہیں ہے، وہ اگر مجھ کو اپنے گھر میں نہیں رکھتا تو میں اپنے والدین کے گھر رہ لوں گی؛ لیکن طلاق نہیں دلواؤ، میں اسی کے نام پر ساری زندگی گزار دوں گی، ابھی آٹھ سال ہوئے ہیں کہ یہ عورت بریرہ اپنے والدین کے ساتھ رہتی ہے، اس سب واقعے میں غلطی لڑکی کی نہیں ہے، گاؤں والے گاؤں کے خان اور معزز لوگوں نے لڑکے کو تین بار ملامت کیا ہے؛ لیکن لڑکے نے کسی کی نہیں سنی اور دوسری شادی کرلی، کچھ عرصے کے بعد تیسری شادی کرلی۔

اب سوال یہ ہے کہ اس عورت بریرہ کے دو بیٹے ہیں، جو نابالغ ہیں اور ایک بچی یعنی لڑکی جمیلہ ہے، جس کی عمر تقریباً ۱۴ر سال ہے، لڑکی جمیلہ کی منگنی تقریباً تین سال پہلے ہوگئی ہے، جب کہ ان کے باپ دادا کو یہ منگنی منظور نہیں تھی اور اب لڑکی جمیلہ کی شادی ہورہی ہے۔

سوال یہ ہے کہ شادی میں باپ، یا دادا ولی بنتا ہے، چوں کہ باپ دادا کو شادی نامنظور ہے اور وہ ادھر کراچی میں بھی

نہیں۔ کیا اس صورت میں لڑکی جمیلہ کی ماں بریرہ کا باپ یعنی لڑکی کا نانا ولی بن سکتا ہے؟ اس کے ولی بننے سے نکاح ہوگا؟ برائے مہربانی اس الجھن سے نکال دیجئے اور لڑکی لڑکا شکل وصورت، اخلاق اور دینداری اور حیثیت میں بالکل برابر ہیں صرف لڑکا سید اور لڑکی غیر سید ہے۔ ایک اور بات جس لڑکی جمیلہ کی شادی لڑکے حارث سے ہو رہی ہے، اس کے بدلے میں لڑکے حارث نے اپنی بھتیجی لڑکی جمیلہ کے بھائی کو دی ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

لڑکی کے نکاح کرانے کا اختیار باپ، یا دادا کو ہوتا ہے، اگرچہ بالغ لڑکی اپنا نکاح اپنی مرضی سے کرسکتی ہے؛ لیکن جو نکاح (ولی) باپ اور دادا کے مشورہ اور اجازت سے ہوتا ہے، اس میں زیادہ خیر وبرکت ہوتی ہے۔ ہاں اگر باپ ظالم ہو اور معلوم ہو کہ وہ لڑکی کا نکاح کہیں اچھی جگہ نہیں کرے گا تو پھر دادا کے مشورہ سے نکاح کرنا چاہیے؛ لیکن اگر بالفرض بالغہ لڑکی کا نکاح لڑکی کا نانا، یا والدہ کرا دیں تو وہ نکاح منعقد ہوجائے گا، باپ، دادا اس کو فسخ نہیں کرسکتے؛ لیکن اگر غیر کفو میں نکاح کرائیں تو نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوگا، غیر کفو میں نکاح کرنے کے لیے باپ اور اگر باپ موجود نہ ہو تو دادا کی اجازت کا حصول ضروری ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں چوں کہ مذکورہ لڑکا لڑکی کے کفو سے بڑھ کر ہے اور مذکورہ لڑکی بالغہ بھی ہے، اس وجہ سے نکاح منعقد ہوجائے گا اور باپ دادا کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔

(۲)　ادلے بدلے کے ساتھ جو نکاح کئے جاتے ہیں، وہ منعقد ہوجاتے ہیں، بشرطیکہ مہر متعین ہو۔

لما فی البخاری (۷٦٦/۲): عن ابن عمر رضی الله عنهما: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن الشغار والشغار أن يزوج الرجل ابنته علىٰ أن يزوجه الآخر ابنته، ليس بينهما صداق.

وفی البخاری (۷٦۲/۲): عن أبی هريرة رضی الله عنه، عن النبی صلى الله عليه وسلم قال: تنكح المرأة لأربع: لمالها ولحسبها وجمالها ولدينها، فاظفر بذات الدين، تربت يداك.

وفی الدرالمختار (۵۵/۳): (فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا) رضا (ولی) والأصل أن كل من تصرف فی ماله تصرف فی نفسه وما لا فلا (وله) أی للولی... (الاعتراض فی غير الكفء) فيفسخه القاضی ويتجدد بتجدد النكاح... (ويفتی) فی غير الكفئبعدم جوازه أصلا) وهو المختار للفتوى (لفساد الزمان) فلا تحل مطلقة ثلاثا نكحت غير كفء بلا رضا ولی بعد معرفته إياه فليحفظ.

وفی الشامية (۸٤/۳): قوله (من جانبه، إلخ) أی يعتبر أن يكون الرجل مكافئا لها فی الأوصاف الآتية بأن لا يكون دونها فيها ولا تعتبر من جانبها بأن تكون مكافئة له فيها بل يجوز أن تكون دونه فيها... فإن حاصله أن المرأة إذ زوجت نفسها من كفء لزم على الأولياء وإن زوجت من غير كفء لا يلزم أو لا يصح بخلاف جانب الرجل فإنه إذا تزوج بنفسه مكافئة له أو لا فإنه صحيح لازم. (نجم الفتاویٰ: ۲۸/۵-۲۹)

بالغ لڑکی کا والدین کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک لڑکی ساجدہ جو کسی اسکول میں تعلیم حاصل کرتی تھی، روز اسکول جاتی آتی تھی، کچھ دنوں کے بعد ایک لڑکے نے جو اس کے پڑوس ہی میں رہتا تھا، ایک خط دیا، جس میں اظہار محبت کے بارے میں لکھا تھا، جب اس لڑکی نے خط پڑھا تو غصہ ہوگئی تو اس لڑکے نے بہت سمجھایا بجھایا تو تیار ہوگئی، جب لڑکی اسکول جاتی آتی تھی تو ایک روز وہ لڑکا کہیں لے گیا، جہاں اس نے دوست اور اس کے سگے بھائی بھی موجود تھے، وہاں ایک اور آدمی شادی شدہ تھا، کل دس آدمی تھے، ہمارا کوئی رشتہ دار وہاں نہیں تھا تو ہم سے پوچھا گیا کہ تم تیار ہو تو میں نے کہہ دیا کہ میں تیار ہوں تو میری شادی ہوگئی، میں نے قبول کرلیا اور اس رجسٹر میں میں نے تین جگہ دستخط بھی کیا، اس کے بعد میں گھر آگئی، اسی دس میں سے ایک نے وہاں پر میرا نکاح پڑھایا، جب میں گھر آگئی تو کچھ دنوں کے بعد میری والدہ کو پتہ چل گیا تو میرا اسکول جانا بند کردیا، لڑکی کی امی نے ان سے قسم لی کہ تم قرآن پاک ہاتھ میں لے کر قسم کھاؤ کہ تم نے فلاں لڑکے سے شادی کی ہے، یا نہیں؟ تو اس لڑکی نے کلام پاک اٹھا کر قسم کھائی کہ میری شادی نہیں ہوئی ہے اور لڑکے نے یہ کہلایا تھا کہ چاہے تمہاری گردن پر تلوار رکھ دے تو تم شادی کے بارے میں مت بتانا؛ اس لیے اس نے قرآن اٹھا کر قسم کھالی، اس کے بعد سے اس کی والدہ یعنی لڑکی کی والدہ نے اسکول جانے کے لیے اجازت دے دی، کچھ دنوں کے بعد لڑکا لڑکی کو لے کر کہیں چلا گیا، دو روز لڑکی لڑکے کے پاس رہی اور تیسرے روز اپنی والدہ کے گھر آگئی، ان دنوں میں لڑکی سے لڑکے نے دخول بھی کیا ہے۔ اب لڑکی اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی اور لڑکی کی والدہ بھائی وغیرہ اس بات کو ناگوار سمجھ رہے ہیں کہ ہماری بیٹی اس لڑکے کے گھر جائے تو اس صورت میں کیا ہوگا، نکاح ہوا، یا نہیں؟ اگر نکاح ہوگیا ہے تو دوسری شادی کرانے کے لیے کوئی صورت ہو تو قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل تحریر فرمائیں۔

(المستفتی: محمد صابر کٹیہاری)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر لڑکا لڑکی دونوں ایک ہی کفو اور ایک ہی برادری سے متعلق ہیں تو دونوں کے درمیان مذکورہ نکاح صحیح ہو چکا ہے، اب دوسری جگہ اس لڑکی کا نکاح درست نہ ہوگا اور سابق نکاح ہی کے ساتھ اسی لڑکے کے ساتھ میاں بیوی کی زندگی گزارنا جائز ہوگا۔

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي، والأصل إن كل من تصرف في ماله تصرف في نفسه وقوله ويفتیٰ في غير الكفء بعدم جوازه أصلاً وهو المختار. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي، زكريا ديوبند: ٤/١٥٥-١٥٦، كراچی: ٣/٥٦، وكذا في البحر الرائق، كوئٹہ ٣/١٠٩-١١٠، زكريا: ٣/١٩٢-١٩٤)

لو زوجت الحرة البالغة العاقلة نفسها جاز. (الموسوعة الفقهية الكويتية: ۸۰/۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۷/ربیع الاول ۱۴۲۰ھ (فتویٰ نمبر: الف ۶۰۶۲/۳۳)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۰/۳/۷ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۵۷۶-۵۷۵/۱۳)

والدین کی اجازت کے بغیر بالغہ لڑکی کا نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید اور ہندہ نے کافی دنوں سے پیار ومحبت سے متاثر ہوکر آپس میں ایک مستحکم عہد و پیمان کی روشنی میں نہایت خوشی کے ساتھ والدین سے بغاوت کر کے بلا اجازت نکاح شرعی کرلیا ہے، نکاح کے بعد قانونی زد سے بچاؤ کے لیے کورٹ میرج بھی کرلیا ہے، جب والدین کو اس بات کا پتہ چلا تو انتہائی خفگی کا اظہار کرتے ہوئے نکاح سے نفرت کرتے ہیں، لڑکی فی الحال والدین کے زیر نگرانی ہے اور والدین چاہتے ہیں کہ ہم اپنی مرضی سے نکاح کرائیں۔ اب ایسی صورت میں قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بتائیں کہ نکاح جائز ہوا ہے، یا نہیں؟ ہندہ کو اپنی مرضی سے نکاح کرنے کا شرعی اختیار حاصل ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ڈاکٹر محمد خلیل رحمت نگر گلی-۴/سر سید نگر، مراد آباد (یوپی))

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفيق

لڑکی اگر بالغہ ہے اور جس لڑکے سے نکاح کیا ہے، وہ لڑکی کی ہی برادری میں سے ہے، یا ایسی برادری میں سے ہے، جس کو معاشرہ اور ماحول میں عمدہ جانا جاتا ہے تو ایسی صورت میں ہندہ کا ماں باپ کی اجازت کے بغیر نکاح کرلینا شرعاً درست ہے اور یہ نکاح شرعی طور پر منعقد ہو چکا ہے۔ اب ہندہ زید کی ہی بیوی ہے، اسی حالت میں ہندہ کے ماں باپ کے لیے دوسرے مرد سے نکاح کرانا شرعاً درست نہیں ہے؛ بلکہ وہ نکاح باطل ہوگا۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم: ۷۳/۸)

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضى ولى. (الدرالمختار مع الشامي، كتاب النكاح، باب الولي، زكريا ديوبند: ١٥٥/٤، كراچی: ٥٥/٣)

قال رحمه الله: نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي، وهذا عند أبي حنيفة وأبي يوسف في ظاهر الرواية. (تبيين الحقائق، مكتبه امداديه ملتان: ١١٧/٢، زكريا: ١١٧/٢، الهندية: ٢٨٧/١)

أما نكاح منكوحة الغير فلم ينعقد أصلاً. (شامي، كراچی: ١٣٢/٣، زكريا ديوبند: ٢٧٤/٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۹/محرم الحرام ۱۴۲۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۶۴۳۸/۳۴)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۱/۱/۱۸ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۵۷۸-۵۷۷/۱۳)

گھر والوں کی رضامندی کے بغیر لڑکی کا نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکا لڑکی بالغ اور عاقل

ہیں، دونوں نے قاضی وکیل اور گواہ کے سامنے نکاح کرلیا؛ مگر لڑکی کے گھر والے راضی نہیں ہیں اور انہوں نے لڑکی کا دوسرا نکاح طے کر دیا تو معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا دوسرا نکاح صحیح ہوگا، شریعت کا حکم بیان فرمائیں؟

(المستفتی: محمد ناصر مرادآبادی)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

چونکہ لڑکا لڑکی بالغ ہیں اور لڑکی نے اپنے کفو میں نکاح کیا ہے تو یہ نکاح شرعاً درست ہے، یہ دونوں آپس میں میاں بیوی ہو چکے، لہٰذا اس شوہر سے طلاق یا تفریق حاصل کئے بغیر جو نکاح طے کیا جا رہا ہے، وہ قطعاً درست نہیں ہے، اگر اس طرح نکاح کر کے دوسرے شوہر کے پاس بھیج دیا گیا تو یہ حرام کاری وزنا کاری ہوگی۔

فنفذ نكاح حرة بلا رضا ولي. (الدر مع الرد، كتاب النكاح، باب الولي، زكريا ديوبند: ١٥٥/٤، كراچی: ٥٥/٣، ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر مصرى قديم: ٣٣٢/١، دار الكتب العلمية بيروت: ٤٨٨/١)

أما منكوحة الغير فلم ينعقد أصلاً لانه لم يقل أحد بجوازه. (شامی زكريا: ٢٧٤/٤، كراچی: ١٣٢/٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۶/ذی قعدہ ۱۴۲۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۵/۶۹۳۴)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۱/۱۱/۸ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۵۷۸/۱۳-۵۷۹)

بالغان کا والدین کی رضامندی کے بغیر نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ واسق سرور ایک لڑکا ترنم پروین سے محبت کرتا تھا، دونوں کے گھر والے نکاح کرنے پر راضی نہیں تھے؛ اس لیے میں نے ترنم کو اپنے یہاں سے قریب ایک گاؤں میں لے جا کر نکاح پڑھوالیا اور نکاح کے وقت سات آٹھ آدمی بھی موجود تھے، لڑکی کی عمر ۱۶/سال اور میری عمر ۲۲/سال ہے، میں شیخ زادہ ہوں اور لڑکی رنگریز برادری سے تعلق رکھتی ہے تو شرعاً میرا نکاح ہوگیا، یا نہیں؟

(۲) اگر میرا نکاح ہوگیا ہے تو لڑکی والوں کو رخصتی کر دینا ضروری ہے، یا نہیں؟

اور نکاح کے بعد طلاق کا مطالبہ شرعاً کیسا ہے اور لڑکی کو تقریباً ۵/یا ۶/ماہ میں اپنے ساتھ بھی رکھ چکا ہوں؛ لیکن جب لڑکی والوں کو علم ہوگیا تو اب لڑکی میکہ میں ہے، اب وہ لوگ بھیجنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور لڑکی کو حمل بھی ہوگیا تھا، جسے لڑکی والوں نے گروادیا ہے۔ شرعی حکم تحریر فرمادیں نوازش ہوگی۔

(المستفتی: واسق سرور، محلّہ: افغانان، شیر کورٹ بجنور)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

(۱) مذکورہ صورت میں آپ کا نکاح ترنم پروین سے صحیح ہوگیا ہے۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم ۲۰۶/۸)

الکفاءة معتبرة من جانبه أی الرجل (إلی قوله) لاتعتبر من جانبها؛ لأن الزوج مستفرش، فلا تغیظه دناءة الفراش.

وقال الشامی: فی رد المختار: أن نکاح الشریف الوضعیة لازم فلا اعتراض للولی. (شامی، کتاب النکاح، باب الکفاءة، کراچی: ۸۳/۳-۸۵، زکریا: ۲۰۷/٤)

فالکفاءة تعتبر للنساء لا للرجال علی معنی أنه تعتبر الکفاءة فی جانب الرجال للنساء ولا تعتبر فی جانب النساء للرجال؛ لأن النصوص وردت بالاعتبار فی جانب الرجال خاصة.(بدائع الصنائع، کراچی: ۳۲۰/۲، زکریا: ۶۲۹/۲)

(۲)　چونکہ یہ نکاح لڑکی نے اپنے سے اعلیٰ کفو میں کیا ہے؛ اس لیے صحیح اور درست ہے، لہٰذا اولیاء اور والدین پر لازم ہے کہ موجودہ شوہر کے ساتھ رخصت کردیں۔

فنفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضا ولی. (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی، کراچی: ۵۵/۳، زکریا دیوبند: ۱۵۵/٤، سکب الأنهر مع مجمع الأنهر مصری قدیم: ۳۳۲/۱، دارالکتب العلمیة بیروت: ٤۸۹/۱)

عن ابن عباس، أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: الأیم أحق بنفسها من ولیها.(الحدیث) (الصحیح لمسلم، کتاب النکاح، باب استیذان الثیب فی النکاح بالنطق والبکر بالسکوت،النسخة الهندیة: ٤۵۵/۱، بیت الأفکار رقم: ۱٤۲۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۱/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۵۳۳۰/۳۳)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۸/۶/۱۱ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۵۷۹/۱۳-۵۸۱)

عاقل بالغ لڑکی کا ولی کی اجازت کے بغیر نکاح:

سوال:　کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر ایک پندرہ سال کی لڑکی جس کو حیض آتا ہو، اپنی مرضی سے اپنی برادری کے برابر برادری والے مسلم لڑکے سے نکاح کرلیتی ہے تو وہ نکاح ہوگا، یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ واضح رہے کہ لڑکی کی عمر لڑکی کے گھر والوں کی طرف سے پندرہ سال لکھائی گئی تھی، جب کہ Medical Legal Report میں تقریباً انیس سال کی عمر بتائی گئی تھی اور یہ معاملہ گیارہ سال پہلے کا ہے، اس دوران ایک بچہ کی پیدائش ہوئی ہے۔

(المستفتی: افضال احمد معرفت محبوب احمد، محلّہ: حیات نگر گلی-۳، مراد آباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

شریعت میں پندرہ سال کی لڑکی کو بالغ شمار کیا جاتا ہے اور سوال نامہ سے پتہ چلتا ہے کہ پندرہ سال تو صرف کاغذوں میں ہے، جب کہ حقیقت میں لڑکی ۱۹/سال کی ہے تو ایسی صورت میں سرکاری قانون کے مطابق بھی وہ لڑکی

بالغ تھی، لہٰذا اس کا نکاح شرعی طور پر اپنی برادری کے برابر برادری والے لڑکے کے ساتھ جائز اور درست ہو چکا تھا، اگرچہ ماں باپ کی مرضی کے بغیر نکاح ہوا ہو تب بھی وہ نکاح معتبر تھا اور جو بچی پیدا ہوئی ہے، وہ بہر حال ماں باپ دونوں کی وارث بنے گی۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ۱۱۲/۶-۱۱۳، فتاوی محمودیہ ڈابھیل: ۵۳۶/۱۰-۵۵۲)

نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولى؛ لأنها تصرفت فى خالص حقها وهى من أهله؛ لكونها عاقلة بالغة وروى الحسن عن الإمام أنه إن كان الزوج كفواً نفذ نكاحها، وإلا فلم ينعقد. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، زكريا: ۱۹۲/۳، كوئٹه: ۱۰۹/۳، الهداية اشرفية ديوبند: ۳۱۳/۲، شامى، كراچى: ۵۵/۳-۵۶، زكريا ديوبند: ۱۵۵/٤-۱۵٦)

قال أبو جعفر: و إذا تزوجت المرأة البالغة الصحيحة العقل بغير أمر وليها، فالنكاح جائز، وإن كان كفوا لها لم يكن للأولياء أن يفرقوا بينهما، وإن كان غير كفولها كان لوليها أن يفرقوا بينهما. (شرح مختصر الطحاوى جديد: ۲۵۵/٤-۲۵٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۴؍صفر المظفر ۱۴۳۵ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۱۴۲۲/۴۰) (فتاوی قاسمیہ: ۵۸۱/۱۳-۵۸۲) ☆

بالغ لڑکے اور لڑکی کا والدین کی رضامندی کے بغیر نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکا اور لڑکی دونوں بالغ ہیں اور عقلمند وسمجھدار ہیں اور دونوں کی عمر تقریباً ۲۰، ۲۱؍سال ہے، ان دونوں نے اپنی مرضی سے گواہ اور وکیل کی موجودگی میں

☆ **ولی کی اجازت کے بغیر عاقل، بالغ لڑکی کا نکاح:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے اپنی چچازاد بہن سے دو مسلمان گواہوں کے سامنے ایک نکاح خواں کے ذریعہ نکاح کرلیا، لڑکی کی عمر ۱۶؍سال ہے، یہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟

سوال یہ ہے کہ گواہوں نے نکاح کے رجسٹر میں اپنا صحیح نام درج نہیں کیا تو کیا اس سے نکاح پر کچھ اثر پڑے گا؟

(المستفتی: محمد عادل)

باسمه سبحانه وتعالى، الجواب ———— وبالله التوفيق

زید کا اپنی چچازاد بہن سے نکاح شرعاً درست ہے؛ اس لیے کہ دونوں عاقل بالغ اور شرعی احکام کے مکلّف ہیں اوران کا اولیا کی اجازت کے بغیر بھی نکاح درست ہو جائے گا؛ لیکن گواہوں کا موجود ہونا اور سننا شرط ہے، دستخط شرط نہیں ہے، لہٰذا رجسٹر پر غلط نام درج کرنے سے نکاح پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

ولاينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين، عاقلين، بالغين مسلمين رجلين، أورجل و امرأتين عدولا كانوا أوغير عدول. (الهداية، كتاب النكاح اشرفية ديوبند: ۳۲٦/۲)

ينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها أى بعقدها الدال على رضاها. (العناية، اشرفية ديوبند: ۲٤۷/۳، الكفاية، اشرفية ديوبند: ٤٦/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۰؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۱۲۰۶/۴۰) (فتاوی قاسمیہ: ۵۸۲/۱۳-۵۸۳)

قاضی کے روبرو اپنا نکاح کرلیا ہے؛ مگر لڑکی کے ماں باپ رشتہ دار وغیرہ راضی نہیں ہیں اور انہوں نے لڑکی کا دوسرا نکاح کسی اور مقام پر لے جاکر زبردستی کسی کے ساتھ کرادیا ہے، کیا یہ دوسرا نکاح جائز اور صحیح ہے؟ اور اگر نہیں ہے تو اس دوسرے نکاح کے گواہ وکیل جن لوگوں کے علم میں یہ بات ہے کہ لڑکی کا پہلے نکاح ہو چکا ہے، اسلام کے کس زمرے میں آتے ہیں؟ دونوں نے نکاح کی رسید بھی حاصل کرلی ہے، دونوں کی برادری بھی ایک ہی ہے۔

(المستفتی: محمد مرسلین ولد مستقیم، محلّہ: سرائے شیخ محمود، تھانہ: کوتوالی، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

جب لڑکا لڑکی دونوں ہم کفو وہم برادری ہیں اور دونوں عاقل بالغ ہیں تو دونوں کا اپنی مرضی سے گواہوں کے سامنے نکاح کرلینا شرعاً صحیح اور درست ہے۔ اب دونوں آپس میں میاں بیوی ہیں، لہٰذا اس شوہر سے شرعی طلاق، یا تفریق حاصل کرنے سے قبل دوسری جگہ جو نکاح ہوا ہے، وہ شرعاً صحیح نہیں ہوا، اس دوسرے شخص کے ساتھ رہنا زنا کاری ہوگی۔

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي، زكريا ديوبند: ۱۵۵/٤، كراتشي: ۵۵/۳، الهداية اشرفية ديوبند: ۳۱۳/۲)

أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لايوجب العدة إن علم أنها للغير، فإنه لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً الخ (شامي، زكريا ديوبند: ۲٤۷/٤، كراتشي: ۱۳۲/۳، البحر الرائق، زكريا ديوبند: ۲٤۲/٤، كوئٹه: ۱٤٤/٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۱؍شوال المکرم ۱۴۱۹ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۴؍۵۸۹۷)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ، ۲۱/۱۰/۱۴۱۹ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۵۸۳-۵۸۴)

بالغ لڑکا لڑکی کا کورٹ میرج کرانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر بالغ لڑکا لڑکی اپنے ولی کی رضامندی کے بغیر کورٹ میرج کرالیں، بذریعہ کورٹ میرج تو وہ نکاح شریعت کی نظر میں ہو جاتا ہے، یا باطل ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

عموماً کورٹ میں نکاح کرتے وقت شرعی شرائطِ نکاح کا خیال نہیں رکھا جاتا، مثلاً باقاعدہ اِیجاب وقبول نہیں ہوتا؛ بلکہ صرف لکھی ہوئی تحریر پر وکیل دستخط کرالیتا ہے، اسی طرح مسلمان گواہ بھی حاضر نہیں ہوتے؛ بلکہ فرضی کارروائی کردی جاتی ہے، لہٰذا کورٹ میں اس طرح سے کیا ہوا نکاح شرعاً منعقد نہ ہوگا، البتہ اگر کورٹ میں جاکر لڑکا لڑکی باقاعدہ دو مسلمان گواہوں کے سامنے ایک ہی مجلس میں ایجاب وقبول کریں تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا اور اس میں کورٹ کی کوئی تخصیص نہیں، اس طرح کا نکاح کسی بھی جگہ ہوسکتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ: ۵/۲۴۲، نظام الفتاویٰ: ۳۹۸)

مستفاد: عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: البغایا اللاتی ینکحن أنفسهن بغیر بینة. (سنن الترمذی: ۲۱۰/۱،رقم:۱۱۰۹، السنن الکبریٰ للبیهقی: ۳۲۹/۱۰،رقم:۱۴۰۲۲)

عن أبی الزبیر أن عمر رضی اللّٰہ عنه أتی برجل فی نکاح لم یشهد علیه إلا رجل وامرأة، فقال عمر: هٰذا نکاح السرّ ولا نجیزه، ولو کنت تقدمت فیه لرجمت. (رواه الإمام محمد فی الموطأ: ۲۴۱/۱،وهو مرسل صحیح)

وفی الکافی: رکن النکاح: الإیجاب والقبول ... وقبول النکاح فی المجلس. (الفتاویٰ التاتارخانیة: ۳/۴، رقم: ۵۳۶۱،زکریا)

من شرائط النکاح الشهادة عندنا. (الفتاویٰ التاتارخانیة: ۳۶/۴،رقم:۵۴۵۳،زکریا)

إنما قلنا هٰذا؛ لأن الشرع یعتبر الإیجاب والقبول أرکان عقد النکاح. (شامی: ۶۸/۴،زکریا)

وشرط سماع کل من العاقدین لفظ الأخر وشرط حضور شاهدین الحرین مسلمین. (الدر المختار مع الشامی: ۸۶/۴، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۳/۶/۱۷ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۶۵/۸-۶۶)

شادی کے معاملے میں والدین کی اطاعت، نیز اپنی من پسند شادی کرنے کا حکم:

سوال: والدین کہیں شادی کروانا چاہتے ہیں اور لڑکا راضی نہیں ہے تو والدین کی اطاعت اس پر واجب ہے، یا نہیں؟ آج کل مرضی کی شادیوں کا رواج بڑھ رہا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ ہر حال میں واجب ہے، ہر مباح کام میں جو شرع کے مخالف نہ ہو، اس میں والدین کی اطاعت ضروری ہے اور جس طرح والدین کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اولاد کی صحیح پرورش کریں، اس کی اچھی تربیت کا انتظام کریں، اسی طرح لڑکی لڑکے کے نکاح کی ذمہ داری بھی والدین پر ہوتی ہے کہ ان کے جوڑ کا رشتہ تلاش کریں، لہٰذا اگر والدین ایسا رشتہ تلاش کریں کہ جس میں شرعاً کوئی خرابی نہ ہو تو ہر عاقل بالغ سمجھدار لڑکی لڑکے کو اس رشتہ پر دل سے رضامند ہو جانا چاہیے؛ کیوں کہ والدین میں اپنی اولاد کے لیے اتم درجہ کی شفقت ہوتی ہے اور وہ اولاد کی بہتری سوچتے ہیں، ان کے لیے بُرا نہیں سوچتے۔ آج کل گھر والوں کی اجازت کے بغیر اپنی من پسند شادیاں کر لی جاتی ہیں، جو کہ عارضی وجوہات کی بنا پر ہوتی ہیں، لہٰذا ان میں توافق اور دوام مشکل ہو جاتا ہے۔ نیز مصالح نکاح بھی بدرجہ اتم حاصل نہیں ہو پاتے، چناں چہ ایسے نکاح برقرار رہنے کے بجائے زوال کا شکار ہو جاتے ہیں، لہٰذا اس طرح نکاح سے اجتناب کرنا چاہیے۔

نکاح کا معاملہ والدین کے سپرد کر دینا ہی مناسب ہے، البتہ اگر لڑکے، یا لڑکی کو یقین ہو جائے کہ والدین کا دیکھا

رشتہ جوڑ کا نہیں اور وہ یہ سمجھیں کہ ہمارا نباہ نہیں ہو سکے گا، اس صورت میں بھی والدین کو ناراض نہیں کرنا چاہیے؛ بلکہ ادب اور نرمی کے ساتھ عذر کر لیا جائے اور اگر عاقل بالغ لڑکے، یا لڑکی کا نکاح ان کی اجازت کے بغیر کرا دیا جائے چاہے والدین ہی کرائیں، ایسا نکاح منعقد نہ ہوگا، ان کی اجازت ضروری ہے۔

لمافی التفسیر المظھری (۲۵٦/۷):(مسئلة) لا یجوز إطاعة الوالدین إذا أمرا بترک فریضة أو إتیان مکروہ تحریما لأن ترک الامتثال لامر اللّٰہ والامتثال لامر غیرہ اشراک معنی ولما روینا من قولہ علیہ السّلام لاطاعة للمخلوق فی معصیة الخالق – ویجب إطاعتھما إذا امرا بشیء مباح لا یمنعه العقل والشرع وھل یجب إطاعتھما ان امرا بترک إکثار الذکر والنوافل وکسب الأموال فوق الحاجة ونحو ذلک والظاھر عندی أنه لا یجب ذلک لأن اللّٰہ سبحانه امر باتباع سبیل من أناب إلیه وإکثار النوافل وترک ما لا یعنیه وترک الدنیا والتبتل إلی اللّٰہ سبیل المنیبین لا محالة.

وفی المشکوة (۲۷۱): وعن أبی ھریرة قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:الیتیمة تستأمر فی نفسھا فإن صمتت فھو إذنھا وإن أبت فلا جواز علیھا. (رواہ الترمذی وأبو داود والنسائی)

وفی الشامیة (۵۸/۳):قوله (ولا تجبر البالغة) ولا الحر البالغ والمکاتب والمکاتبة ولو صغیرین ح عن القھستانی قوله (البکر) أطلقھا فشمل ما إذا کانت تزوجت قبل ذلک وطلقت قبل زوال البکارة فتزوج کما تزوج الأبکار نص علیه فی الأصل بحر قوله(وھو السنة) بأن یقول لھا قبل النکاح فلان یخطبک أویذکرک فسکتت وإن زوجھا بغیر استئمار فقد أخطأ السنة وتوقف علی رضاھا بحر عن المحیط. (نجم الفتاویٰ:۲۴/۵-۲۵)

من پسند شادی کرنے پر لڑکی سے قطع تعلق کا حکم:

سوال: ہمارے علاقے میں ایک لڑکی کا رشتہ اس کے سرپرست چچا زاد سے کرنا چاہتے تھے لڑکی ناسمجھ اور کسی غیر برادری کے لڑکے پر عاشق تھی، سرپرستوں نے جب زیادہ سختی کی تو ایک شام وہ لڑکی بغیر بتائے اس لڑکے کے ساتھ کورٹ میرج کے لیے نکل گئی۔ کورٹ میرج کے بعد اب لڑکی کے بھائی اس سے قطع تعلق کر چکے ہیں، جینا مرنا الگ کر لیا ہے؟ مفتی صاحب آپ سے مسئلے کا حل دریافت کرنا ہے، کیا بھائیوں کا جینا مرنا ختم کر دینا درست ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوھاب

لڑکی اور لڑکے کی شادی کے معاملات کو جس احسن اور اکمل طریقے سے والدین اور سرپرست انجام دے سکتے ہیں، یہ محال ہے کہ وہ لڑکا، یا لڑکی خود اس طرح کا عقد کر سکیں۔ شریعت نے شادی کے معاملے کو اولیا کے سپرد کرنے کی ترغیب دی ہے۔ علامہ طحطاوی تحریر فرماتے ہیں:

”فیستحب فی حقها تفویض الأمر إلٰی ولیها کیلا تنسب إلی الوقاحة“. (حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار: ۲/۲۶)

(عورت کے لیے بہتر یہ ہے کہ اپنے نکاح کے معاملے کو ولی کے سپرد کردے تاکہ بے حیائی کا عیب نہ لگایا جائے۔)

آج کل موبائل فون اور دیگر جدید ذرائع نے جہاں اور بہت سے تشویشناک مسائل کھڑے کردیئے ہیں، وہاں نوجوانوں کے استعمال میں ان چیزوں کا آنا اور روابط کا پیدا ہونا بھی ان میں سے ایک ہے اور پھر بالآخر نوبت سرپرستوں کی رسوائی اور کورٹ میرج تک پہنچ جاتی ہے، جو زندگیوں میں ایسی دراڑ لگادیتی ہے، جس کا ازالہ تاحیات مشکل ہوجاتا ہے۔

لہٰذا اولاً اولیا کو چاہیے کہ اپنے بچوں خاص طور پر لڑکیوں کی صحیح اسلامی نقوش پر تربیت کریں، ان کے رہن سہن، تعلیم گاہوں اور دیگر امور پر توجہ کریں۔ نیز اگر لڑکی کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آجاتا ہے کہ وہ کسی لڑکے سے شادی کرنا چاہتی ہو جو کہ برادری سے باہر ہے تو اولیا کو چاہیے کہ اگر وہ لڑکا دینداری اور حسب کے اعتبار سے لڑکی کے برابر ہے تو اس سے نکاح کردیں اور بلاوجہ برادری کی ضد نہ کریں۔ نیز لڑکی کو بھی چاہیے کہ والدین چوں کہ ہمیشہ بچوں کی بھلائی کا سوچتے ہیں، لہٰذا ان کی رائے کو ترجیح دی جائے اور دماغ پر چڑھے عارضی جنون کو دبادیں۔

لہذا صورت مسئولہ میں اولاً وسرپرستوں کو چاہیے تھا کہ جب بات ہاتھ سے نکل چکی تھی تو وہ خود آگے بڑھ کر اس لڑکے سے اپنی لڑکی کا نکاح کرادیتے (اگر وہ لڑکا دین اور مال وغیرہ کے اعتبار سے ان کے برابر ہو)، البتہ چوں کہ اب یہ نکاح ہوچکا ہے اور شریعت نے عاقلہ بالغہ لڑکی کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ اپنا نکاح کرنے میں خودمختار ہے، بشرطیکہ کفو میں نکاح کرے، لہٰذا اگر لڑکی نے یہ نکاح کفو میں کیا ہے تو یہ نکاح (کورٹ میرج) منعقد ہوچکا ہے۔ اب لڑکی کو چاہیے کہ کسی بھی طرح اپنے بھائیوں اور دیگر سرپرستوں کو راضی کرے۔ اس نے بہت خطرناک قدم اٹھایا ہے، جس پر ندامت کا اظہار ہو اور اولیا کی رسوائی کا جو یہ سبب بنی ہے، اس کے ازالے کی جو ممکنہ صورت ہو، اختیار کرے۔ بھائیوں کو بھی چاہیے کہ جو ہوگیا، اسے بھول کر اپنی بہن سے قطع تعلقی ختم کریں اور آئندہ گھر کے ماحول کو دینی اور اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں؛ تاکہ ایسے واقعات رونما نہ ہوں۔ اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

لما فی صحیح المسلم (۱/۴۵۵): عن ابن عباس أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: الأیم أحق بنفسها من ولیها والبکر تستأذن فی نفسها وإذنها صماتها.

وفی اعلاء السنن (۱۱/۶۷): قوله صلی اللّٰہ علیه وسلم: ”لاتنکح البکر حتی تستأذن“ دلیل علٰی أن البکر البالغ لایجبرها أبوها ولا غیره.

وفی مشکوة المصابیح (ص: ۴۲۷): عن أبی أیوب الأنصاری قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: ”لا یحل للرجل أن یهجر أخاه فوق ثلاث لیال یلتقیان فیعرض هذا ویعرض هذا وخیرهما الذی یبدأ بالسلام“. (متفق علیه)

وفي الدر المختار (٥٦/٣): (ويفتى) في غير الكفء (بعدم جوازه أصلا) وهو المختار للفتوى (لفساد الزمان). (نجم الفتاویٰ: ۲۹/۵-۳۰)

لڑکے کا خود کمانا اور خود شادی کرنا:

سوال: ایک شخص اپنے لڑکوں سے کہتا ہے کہ تم خود کماؤ اور اپنی شادی خود کرو اور شادی کے لیے لڑکیاں بھی خود تلاش کرو، میری کوئی ذمہ داری نہیں، آپ حضرات سے یہ معلوم کرنا ہے:

(۱) لڑکے کے لیے رشتہ ڈھونڈنا کیا باپ کے ذمہ نہیں؟

(۲) باپ کا یہ کہنا ''خود کماؤ اور اپنی شادی خود کرو'' کیا یہ بات شریعت کے مطابق ہے؟

ازراہِ کرم محقق جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

جب اولاد بالغ ہو جائے تو ان کا رشتہ ڈھونڈنا اور مناسب رشتہ میسر آ جانے پر اپنی لڑکی، یا لڑکے کا رشتہ کر دینا یہ والد کی ذمہ داری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے:

''من ولد له ولد فليحسن اسمه وأدبه فإذا بلغ فليزوجه فإن بلغ ولم يزوجه فأصاب إثما فإنما إثمه على أبيه''. (مشكاة، ص: ٢٧١)

(جس شخص کے گھر بچہ پیدا ہو اسے چاہیئے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اسے ادب سکھائے اور جب وہ بچہ بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کرا دے اگر وہ بالغ ہو گیا اور باپ نے شادی نہ کرائی پھر کسی گناہ کا مرتکب ہو جائے تو اس کا گناہ باپ پر ہوگا۔)

البتہ لڑکے کی شادی میں مال خرچ کرنا، نیز شادی کے بعد لڑکے کی بیوی کا کسی قسم کا بھی خرچ باپ کے ذمے نہیں۔ مال کا بندوبست کرنا لڑکے کی اپنی ذمہ داری ہے، ملازمت کرے یا قرض لے اور اگر کچھ ممکن نہ ہو تو شادی کے بجائے روزے رکھے باپ کے ذمے بچے کی شادی میں پیسے خرچ کرنا ضروری نہیں۔

لہٰذا صورت مسئولہ کی شق نمبر (۱) کا جواب واضح ہے کہ لڑکے کا رشتہ ڈھونڈنا باپ کے ذمے ہے، یہ بے حیائی کی بات ہے کہ لڑکا اپنے لیے خود لڑکی ڈھونڈتا پھرے۔

(۲) دوسری شق کا جواب یہ ہے کہ اگر باپ اس معنی میں یہ بات کہہ رہا ہے کہ مہر اور شادی میں خرچ کے مناسب پیسے جمع کرلو اور شادی کے بعد بیوی کے نفقہ وغیرہ کے لیے ملازمت تلاش کرلو تو باپ کا یہ کہنا درست ہے، البتہ اگر بچوں کے پاس اتنے وسائل ہیں کہ وہ سادگی سے شریعت کے مطابق شادی کر کے اپنی بیوی کا خرچہ برداشت کرسکیں اور والد آج کل کی مروّج لاکھوں کی شادی کے مطابق پیسے جمع کرنے پر بچوں کو لگا رہا ہو تو یہ درست نہیں، اس صورت میں نکاح میں تاخیر کرنا باپ کے لیے باعثِ پکڑ ہوگا۔ باپ کو چاہیے اگر بچے اتنا مال رکھتے ہوں کہ سادگی سے

ان کی شادی کردی جائے اور وہ بیوی کا خرچہ چلاسکیں تو مناسب رشتہ ڈھونڈ کر جلد از جلد ان کی شادی کرادے۔

لما في المشكوة (ص:٢٦٧):قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم:إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه إن لا تفعلوه تكن فتنة في الأرض وفساد عريض ."رواه الترمذي

وفي إعلاء السنن (١١/٤):الحديث ورد في باب من تاقت نفسه إلى النكاح فإما أن ينكح إن قدر على مؤنة وإما أن يصوم إن لم يقدر عليها.

وفي مرقاة المفاتيح (٢٥٠/٦):تحت حديث المشكوة"أن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة"(أيسره)أي أقله أو أسهله (مؤنة) أي من المهر والنفقة للدلالة على القناعة التي هي كنز لا ينفد ولا يفنى.

وفي الدرالمختار(٦/٣):(ويكون واجباً عند التوقان) فإن تيقن الزنا إلا به فرض نهاية وهٰذا إن ملك المهر والنفقة وإلا فلا إثم بتركه بدائع. (نجم الفتاویٰ:۱۹/۵-۲۰)

والدین کا بالغ لڑکے کو نکاح پر مجبور کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکے کا رشتہ ہوئے ڈیڑھ سال سے زائد ہو چکا ہے، جب لڑکے کا رشتہ کیا تھا تو لڑکے نے پرزور انکار کیا تھا اور اب بھی کہتا یہی ہے کہ یہ رشتہ مجھے قبول نہیں، اگر آپ نے شادی کربھی دی، تو میں فوراً طلاق دیدوں گا، لڑکے کی عمر اس وقت تقریباً اکیس سال ہے اور عید کے بعد شادی کا یہ پروگرام طے ہونا ہے۔

نوٹ: ہر شخص یعنی ماں باپ، بھائی، بہن، عزیز واقارب اور دوست واحباب بھی لڑکے کو سمجھا چکے اور لڑکا لڑکی کو بھی دیکھ چکا ہے۔اب آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ تحریر کریں کہ ہم یہ شادی زبردستی کرادیں تو شریعت کے مطابق جائز ہوگی، یا ناجائز؟

(المستفتی:عبدالرشید،محلّہ:یوسف چوک ٹانڈہ بادلی، رامپور)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ———————— وباللّٰه التوفيق

بالغ لڑکے کو نکاح پر مجبور کرنا والدین اوراعزاء کے لیے شرعاً جائز نہیں ہے۔

كما في الدر المختار: ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ.

في الشامية: ولاتجبر البالغة ولا الحر البالغ. (الدرالمختار، كتاب النكاح،باب الولي، مصري :٤١٠/٢، كراچي:٥٨/٣،زكريا: ١٥٩/٤)

بلکہ لڑکے کی رضامندی شرعاً ضروری ہے۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ ۲؍رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۲۰/۲۳) (فتاوی قاسمیہ:۵۶۱/۱۳-۵۶۲)

مجبوراً نکاح پر رضامندی کیسی ہے:

(الجمعیۃ مورخہ ۲۸ر جون ۱۹۳۳ء مطابق ۴ر ربیع الاول ۱۳۵۲ھ)

سوال: ہندہ کے منگیتر میں کچھ عیب سن کر اس کے والدین رشتہ منقطع کر دیتے ہیں اور لوگوں کو بتاتے ہیں کہ اب انہوں نے رشتہ اپنے بھائی کے لڑکے بکر کے ساتھ کر دیا ہے، حالاں کہ بکر کو علم بھی نہیں، بکر جس کے ساتھ ہندہ کی چھوٹی ہمشیرہ کی نسبت کچھ عرصے سے بتائی جاتی تھی، اپنی مخالفت ظاہر کیا کرتا تھا، اسے ہندہ پیش کی گئی؛ مگر جن نقائص کی وجہ سے وہ چھوٹی بہن کا رشتہ نہیں چاہتا تھا، وہ ہندہ میں بھی موجود تھے، انکار کر دیتا ہے۔

اب چوں کہ ہندہ کے والدین مشتہر کر چکے تھے، قول کو حق ثابت کرنے کے لیے بکر پر اِدھر اُدھر سے زور ڈالنا شروع کیا اور کہا گیا کہ لڑکی کو تعلیم دلوائی جائے گی، سینا پرونا سکھایا جائے گا اور بھی مدد کی جائے گی وغیرہ اور بھی سبز باغ دکھائے گئے، بکر نے بہت تنگ آ کر رضامندی ظاہر کر دی، منگنی کی رسم ادا ہوئی۔

بعد میں بکر نے وہی انکار شروع کر دیا؛ کیوں کہ لڑکی کے والدین نے شادی کے لیے کہنا شروع کر دیا اور اس لیے بھی کہ لڑکی بدستور اَن پڑھ اور دوسرے وعدے سے بھی پورے نہیں ہوتے معلوم ہوتے تھے، طالب علمی کا زمانہ تھا، اسے کسی کی مدد کا بھروسہ بھی نہ تھا، کچھ شکل سے بھی نفرت تھی، بہت سر پھوڑا کہ شادی نہ ہو، کسی طرح سے بلا ٹل جائے؛ مگر والدین نے کوئی پرواہ نہ کی؛ کیوں کہ رشتہ داری کا معاملہ تھا، ہندہ کے والدین کو بھی سب علم تھا؛ مگر وہ اس لیے قدم نہ اٹھاتے تھے کہ بدنامی ہوگی، باوجود اس کے کہ بکر کہتا تھا کہ اگر رشتہ ہو گیا تو طلاق دے دوں گا۔

ہندہ کے والدین نے بکر کے والدین پر بہت دباؤ ڈالا اور دھمکیاں دیں کہ اگر جلدی شادی نہ کی گئی تو سب رشتہ دار ملنا چھوڑ دیں گے، انہیں مجبوراً انتظامات کرنے پڑے۔ بکر بدستور نہیں نہیں کرتا رہا اور یہ حالت تھی کہ شادی کے ذکر سے خواہ بازار ہو، رو پڑتا تھا اور آخری دن تک یہی حالت تھی۔ دعا کرتا تھا کہ کسی طرح رہائی ہو؛ مگر نہ ہوئی۔ خودکشی اسلام میں منع ہے؛ اس لیے نہ کی۔ گھر سے بھاگا؛ اس لیے کہ نہ کسی رشتہ دار نے مدد کا وعدہ کیا، نہ جواب دیا، مجبوراً کرنی پڑی۔ اب شادی ہوئے تقریباً ۴½ ماہ ہو چکے ہیں۔ اب بھی ہندہ کے لیے اس کے دل میں پہلے سے زیادہ نفرت ہے اور دن بدن اضافہ ہو رہا ہے، شکل تک دیکھنے سے نفرت ہے۔

ہندہ میں کوئی بات، یا خوبی نہیں، جو اس کا دل اپنی طرف لا سکے، بکر شادی کو اپنے اوپر ظلم سمجھتا ہے اور یہی رونا روتا ہے۔ ایسی شادی کے متعلق شریعت کیا حکم دیتی ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

از نائب مفتی صاحب:

اگر بکر بروقت عقد نکاح کے مجبور کیا گیا ہے، قبول کر لینے پر تو عقد نکاح صحیح و نافذ نہیں ہوا ہے؛ کیوں کہ زوجین کی

رضا مندی صحت نکاح کے لیے شرط ہے،(۱) جیسا کہ نماز کی صحت کے لیے وضو شرط ہے۔فقط واللہ اعلم

حبیب المرسلین عفی عنہ

جواب از: حضرت مفتی اعظمؒ

الجمعیۃ، مورخہ ۴/ربیع الاول ۱۳۵۲ھ میں نکاح کے متعلق ایک فتویٰ شائع ہوا ہے۔سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ ''خاوند ایک عورت سے شادی کرنے پر رضا مند نہیں تھا؛ مگر اس کے والدین نے اسے مجبور کر کے اسی عورت سے اس کی شادی کر دی، شادی کو ایک عرصہ ہو گیا؛ مگر خاوند اب تک زوجہ کی طرف مائل اور متوجہ نہیں ہے''۔ مستفتی نے دریافت کیا تھا کہ آیا یہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟ مولوی حبیب المرسلین صاحب نے جواب دیا تھا۔ ''یہ نکاح چوں کہ خاوند کی مرضی کے خلاف ہوا ہے؛ اس لیے صحیح و نافذ نہیں ہوا''۔اس جواب کے متعلق مولانا عبدالوہاب نے دربھنگہ سے مجھے اطلاع دی کہ یہ ''جواب صحیح نہیں ہے''۔ میں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت جواب صحیح نہیں ہے۔اول تو سوال سے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ واقعہ مذکورہ میں کوئی ایسی زبردستی کی گئی ہو، جس کو اکراہ قرار دیا جائے تو جواز نکاح میں کوئی شبہ ہی نہیں،(۲) اور اگر بالفرض اکراہ بھی ہوتا، جب بھی صحیح جواب یہی تھا کہ نکاح صحیح ہو گیا؛ کیوں کہ نکاح اکراہ میں بھی صحیح ہو جاتا ہے۔(۳) جن صاحب نے وہ سوال بھیجا تھا، وہ اپنے سوال کا جواب یہ سمجھیں کہ نکاح تو صحیح ہو چکا ہے، البتہ اگر زوجین میں نباہ کی کوئی صورت نہ ہو تو خلع، یا طلاق کے ذریعہ سے علاحدگی کرائیں،(۴) اور زوجین کی زندگی کو تلخی اور کشمکش میں مبتلا رکھنے سے بچانے کی تدبیر کریں۔واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ دہلی (یکم اگست ۱۹۳۳ء) (کفایۃ المفتی: ۳۵۰/۵)

ماموں اور خالو نے بالغہ کا نکاح بلا اس کی رضا مندی کے کر دیا نکاح منعقد ہو جائے گا، یا نہیں:

سوال: عرض خدمت میں یہ ہے کہ ایک لڑکی کے ماں باپ فوت ہو گئے تھے، اس وقت وہ لڑکی تقریباً چودہ سال کی عمر تھی، جس وقت اس لڑکی کے ماں باپ فوت ہوئے؛ لیکن اس لڑکی کے ماں باپ نے اپنی زندگی میں رشتہ لگائی کر

(۱) ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ.(الدر المختار)

وفي الرد: ولا الحر البالغ والمكاتب والمكاتبة ... وإن زوجها بغير استمار اخطا السنة وتوقف على رضاها. (رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي، ۵۸/۳، سعيد)

(۲) وينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر.(الدر المختار، كتاب النكاح: ۹/۳، سعيد)

(۳) أكره على نكاحها بأن يدمن مهر المثل بطلت الزيادة وجاز النكاح.(الفتاویٰ البزازية على هامش الهندية، كتاب الإكراه: ۱۳۰/۶، ماجدية)

(۴) ويجب لوفات الإمساك بالمعروف ... ومن محاسنه التخلص به من المكاره.(الدر المختار)

وفي الرد: (من المكاره) أي الدينية والدنيوية: أي كان عجز عن إقامة حقوق الزوجة، أو كان لا يشتهيها.(ردالمحتار، كتاب الطلاق: ۲۲۹/۳، سعيد)

دی، بعد فوت ہونے ماں باپ کے وہ لڑکی اپنے ماموں خالو کے یہاں اسی موضع میں آ گئی تھی، جس موضع میں اس کے ماں باپ نے رشتہ لگائی کر دی تھی، وہاں وہ آ کر کچھ عرصہ کے بعد ایک اپنے ہمجولی برادری کے لڑکے کے اوپر عاشق ہوگئی، پس جس پر وہ لڑکی عاشق ہوئی، اسی سے اپنا نکاح چاہتی تھی، اس کے ماموں خالہ نے جس وقت یہ بات سنی، ایک اور دوسری جگہ اس لڑکی کا نکاح کر دیا، براہ زبردستی کے وہ لڑکی وہاں دس، یا بیس روز رہ کر چلی آئی، اسی گاؤں میں جس میں اس کے ماموں خالہ رہتے تھے، وہاں پر آ کر بعد ایک مہینہ کے اس لڑکے کو کہیں لے کر چلی گئی، جس پر وہ عاشق تھی، لہذا حضور اب وہ طلاق نہیں دیتے ہیں، جس کے ساتھ میں اس لڑکی کا نکاح ہوا تھا اور نہ وہ اس کو اپنی رخصتی زوجیت میں لیتے ہیں، پس حضور سے ہم لوگ امیدوار ہیں کہ اس لڑکی کا نکاح اس لڑکے کے ساتھ (یعنی معشوق کے) درست ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اور وہ لوگ طلاق تمام عمر نہیں دیتے ہیں، عار دنیا کے سبب سے۔

تنقیح:

(۱) نکاح کے وقت لڑکی نے زبان سے اجازت دی تھی، یا صاف انکار کیا تھا، یا خاموش رہی تھی، صاف صاف لکھیں۔

(۲) نکاح کے بعد خاوند کو ہمبستری کا موقع دیا تھا، یا نہیں؟ ان دونوں نمبروں کا جواب آنے پر مسئلہ بتلایا جاوے گا اور یہ دونوں پرچے بھی ساتھ بھیجیں اور کسی صاف لکھنے والے سے لکھوا کر بھیجیں۔

جواب تنقیح:

جس وقت وہ لڑکی لڑکے کے ساتھ گئی، ۱۳۲۴ھ میں لڑکی کی عمر اس وقت بیس سال کی ہوگئی تھی اور اس لڑکے کے ساتھ میں گئے ہوئے عرصہ دو سال کا ہوگیا، پس اب عمر لڑکی کی بائیس سال ہوگئی ہے، جس وقت وہ لڑکی ماموں اور خالوں کے یہاں آئی، اس وقت اس کی عمر چودہ سال کی تھی اور نکاح جس وقت اس کے ماموں اور خالوں نے اس کی بلا مرضی کے دوسری جگہ کیا اور اس وقت بھی عمر لڑکی کی بیس سال کی ہوگئی تھی اور اس وقت نکاح پر رضامند نہیں تھی، ہم نے خوب اچھی طرح سے حال دریافت کیا ہے، ان لوگوں سے جو اس وقت نکاح کے وقت موجود تھے، ان لوگوں نے یہ بات کہی ہے کہ ہمارے سامنے نکاح لڑکی کا ہوا ہے، مکان چوپال میں اور مکان زنانے میں نکاح نہیں ہوا ہے، بوجہ اس کے کہ وہ لڑکی مسماۃ مقصودن صاف انکار کر دے گی؛ کیوں کہ اس لڑکی کی رضامندی تو اسی لڑکے سے ہے، جس پر وہ ہمیشہ سے رضامند ہے، لہذا حضور کو معلوم ہو کہ اس لڑکی کے ماموں اور خالو نے نکاح چوپال میں اس واسطے کیا؛ تاکہ ہماری حماقت ان دس آدمیوں میں انکاری ہونے سے نہ ہوئے، یہ کام نکاح کا پس پردہ ہو جاوے، ایسا ہی ہوا، نکاح ہونے کے بعد وقت دس بجے رات کے اس لڑکی کا ماموں بنام میر جہت و خالو ولی محمد اور عمرا نمبردار ان تینوں آدمیوں نے اپنی ایک رائے ملا کر اس لڑکی کے پاس گئے اور اس کا انگوٹھہ جبراً لگائے گئے، وہ لڑکی تمام رات سوچتی

رہی، انگوٹھہ لگانے کے بارے میں کہ میرا انگوٹھہ جبراً لگالئے گئے، بعد اس بات کے اگلے روز لڑکی کو وہاں بھیج دی، ڈولے میں بٹھا کر جہاں کی وہ بارات آئی تھی، وہاں جا کر وہ لڑکے کو لے کر چلی گئی، جس پر وہ عاشق تھی، عرصہ دو سال ہو گئے ہیں، علاوہ اس کے ہم نے اور عورتوں کے ہاتھ دریافت کیا، ہمبستری کا تو ان عورتوں نے بھی یہی کہا کہ ہمبستری اس لڑکے کے ساتھ نہیں ہوئی، جس کے ساتھ نکاح چوپال میں ہوا اور وہ عورتیں تینوں اس لڑکی مقصوداً کی ہمجولی اور ہم دردی اور سہیلی تھی اور اس لڑکے کی ماں اور بہن سے بھی یہ ہی حال معلوم ہوا کہ ہمارے لڑکے کے ساتھ وہ لڑکی ہمبستر نہیں ہوئی اور مسماۃ مقصوداً کا بھی یہی بیان ہے کہ نہ میں نے اجازت نکاح کی دی اور نہ کسی نے مجھ سے پوچھا، بوجہ اس کے کہ وہ خود ہی جانتے تھے کہ اگر ہم پوچھیں گے تو صاف انکار کر دے گی، پس اگر وہ مجھ سے پوچھتی بھی تو میں صاف انکار کر دیتی؛ کیوں کہ میں رضا مند نہ تھی اور نہ میں وہاں جا کر اس لڑکے سے ہمبستر ہوئی۔ پس حضور کو معلوم ہوئے کہ ہم نے سب حال اچھی طرح دریافت کر کے تحریر کر دیا ہے۔ آپ روانہ فرما دیں؟

الجواب

والله الموفق للصواب، قال في الدر: (فَإِنْ اسْتَأْذَنَهَا غَيْرُ الْأَقْرَب) كَأَجْنَبِيٍّ أَوْ وَلِيٍّ بَعِيدٍ (فَلَا) عِبْرَةَ لِسُكُوتِهَا (بَلْ لَا بُدَّ مِنْ الْقَوْلِ كَالثَّيِّبِ) الْبَالِغَةِ لَا فَرْقَ بَيْنَهُمَا إلَّا فِي السُّكُوتِ لِأَنَّ رِضَاهُمَا يَكُونُ بِالدَّلَالَةِ كَمَا ذَكَرَهُ بِقَوْلِهِ (أَوْ مَا هُوَ فِي مَعْنَاهُ) مِنْ فِعْلٍ يَدُلُّ عَلَى الرِّضَا (كَطَلَبِ مَهْرِهَا) وَنَفَقَتِهَا (وَتَمْكِينِهَا مِنْ الْوَطْءِ) وَدُخُولِهِ بِهَا بِرِضَاهَا، ظَهِيرِيَّةٌ (وَقَبُولِ التَّهْنِئَةِ) وَالضَّحِكِ سُرُورًا وَنَحْوِ ذَلِكَ بِخِلَافِ خِدْمَتِهِ أَوْ قَبُولِ هَدِيَّتِهِ، آه.

قال الشامي: فَفِي الْبَحْرِ عَنْ الْمُحِيطِ وَالظَّهِيرِيَّةِ وَلَوْ أَكَلَت مِنْ طَعَامِهِ أَوْ خِدْمَتِهِ كَمَا كَانَتْ فَلَيْسَ بِرِضًا دَلَالَةً، آه.

وفيه أيضا قبله بأسطر عن الخانية: الْوَلِيُّ إذَا زَوَّجَ الثَّيِّبَ فَرَضِيَتْ بِقَلْبِهَا وَلَمْ تُظْهِرْ الرِّضَا بِلِسَانِهَا كَانَ لَهَا أَنْ تَرُدَّ لِأَنَّ الْمُعْتَبَرَ فِيهَا الرِّضَا بِاللِّسَانِ أَوْ الْفِعْلُ الَّذِي يَدُلُّ عَلَى الرِّضَا نَحْوَ التَّمْكِينِ مِنْ الْوَطْءِ وَطَلَبِ الْمَهْرِ وَقَبُولِ الْمَهْرِ دُونَ قَبُولِ الْهَدِيَّةِ وَكَذَا فِي حَقِّ الْغُلَامِ، آه. (۲/۴۹۴)(۱)

سائل نے جو صورت واقعہ بیان کی ہے کہ مسماۃ مقصوداً کی عمر نکاح کے وقت بیس سال کے قریب تھی اور اس کا نکاح ماموں اور خالو نے بدون اس سے پوچھے کر دیا، اس سے اجازت نہیں لی اور وہ جانتے تھے کہ مسماۃ کی رضا اس جگہ نکاح کی نہیں ہے تو یہ نکاح فضولی کا عقد ہوا، جس کی صحت اس پر موقوف تھی کہ مسماۃ کی طرف سے یا تو صراحۃً رضا مندی کے الفاظ بعد علم نکاح کے پائے جاتے، یا کوئی ایسا فعل پایا جاتا، جس سے رضا پر دلالت ہوتی۔ صورت واقعہ سے معلوم ہوا کہ مسماۃ نے خبر نکاح سن کر رضا ظاہر کیا تو اگر یہ سب بیانات صحیح اور واقعہ کے مطابق ہیں تو جزئیات مذکورہ کی بنا پر یہ

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، باب الولی: ۶۲/۳-۶۳، دار الفکر بیروت، انیس

نکاح صحیح نہیں ہوا؛ بلکہ مسماۃ نے اس سے ناراضی ظاہر کی اسی وقت کالعدم ہوگیا اور اب مسماۃ مقصوداً جہاں چاہے اپنا نکاح کرسکتی ہے۔ واللہ اعلم

۲۲/رجب ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام: ۳/۳۰۶)

بالغہ حرہ کا نکاح بلا اجازت اس کے باپ نے کردیا:

سوال: علماء دین ومفتیان شرع متین اس باب میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک لڑکی بالغہ کے نکاح کے وقت اس کے والد نے نہ تو اس کو مطلع کیا اور نہ اس سے اجازت چاہی بغیر اس کی اطلاع کے اس کا عقد کردیا، بعد عقد ہوجانے کے لڑکی بہت روئی اور بوقت رخصت بھی بہت روئی اور اس کے شوہر نے اس پر ہر قسم کا ظلم وتعدی کرنے میں کوئی کمی نہیں کی اور اس لڑکی کو اپنی جان تلف ہوجانے کا اندیشہ قوی ہے اور اب وہ اپنے والد کے گھر ہے، شوہر کے گھر جانے سے انکار کرتی ہے، لہٰذا گذارش ہے کہ کوئی صورت عندالشرع اس کی خلاصی کی ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ اور اگر ہوسکتی ہے تو وہ کیا صورت ہوسکتی ہے؟ اور عقد مذکور صورت مذکورہ میں جائز ہوا، یا نہیں؟ فقط بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

فی الشامی (۲/۴۹۰) وَصَرَّحَ بِهِ أَيْضًا فِي الذَّخِيرَةِ حَيْثُ قَالَ بَعْدَ حِكَايَةِ الرِّوَايَتَيْنِ، وَبَعْضُهُمْ قَالُوا إنْ كَانَ مَعَ الصِّيَاحِ وَالصَّوْتِ فَهُوَ رَدٌّ وَإِلَّا فَهُوَ رِضًا وَهُوَ الْأَوْجَهُ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى، آه. (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ اس لڑکی کا رونا اگر ناراض ہوکر اور رد کرنے کے واسطے آواز کے ساتھ چلا کر تھا تو نکاح صحیح نہیں ہوا، البتہ یہ ضروری ہے کہ یہ رونا نکاح کی اطلاع ہوتے ہی پایا گیا ہو، اگر نکاح کی خبر پاکر ذرا بھی اپنے اختیار سے خاموش رہی تو نکاح صحیح ہوگیا اور اس کے بعد رونے سے نکاح میں فرق نہ آئے گا۔

فی الدر: (فَسَكَتَتْ) عَنْ رَدِّهِ مُخْتَارَةً.

(قَوْلُهُ مُخْتَارَةً) أَمَّا لَوْ أَخَذَهَا عُطَاسٌ أَوْ سُعَالٌ، حِينَ أُخْبِرَتْ فَلَمَّا ذَهَبَ قَالَتْ: لَا أَرْضَى أَوْ أَخَذَ فَمَهَا ثُمَّ تَرَكَ فَقَالَتْ ذَلِكَ صَحَّ رَدُّهَا لِأَنَّ سُكُوتَهَا كَانَ عَنْ اضْطِرَارٍ، بَحْرٌ. (۲/۴۹۰) (۲)

جس صورت میں نکاح صحیح ہوگیا ہے، اس صورت میں علاوہ طلاق کے کوئی صورت علاحدگی کی نہیں۔

احقر عبدالکریم، ۲۷/رجب ۱۳۴۴ھ الجواب صحیح: ظفر احمد عفا اللہ عنہ، ۲۹/رجب ۱۳۴۴ھ۔ (امداد الاحکام: ۳/۳۰۳)

بدونِ اجازت کئے گئے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو کہ عاقل اور بالغ ہے۔ اس کے گھر والوں نے اس کی شادی اس کی خالہ زاد سے کرنے کا فیصلہ کیا، جب اس شخص کے گھر والوں نے اس

(۱-۲) ردالمحتار، باب الولی: ۳/۵۹، دارالفکر بیروت، انیس

سے اس کی خالہ زاد کے بارے میں رائے مانگی تو اس نے نہ صرف اپنی خالہ زاد سے شادی سے انکار کیا؛ بلکہ فی الحال شادی نہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا اور ساتھ ہی یہ کہا کہ وہ فی الحال اس کی شادی کے بارے میں نہ سوچیں۔

دوسری طرف اس نے ایک اور لڑکی کو شادی کے نظریئے سے پسند کیا اور بعد ازاں اس لڑکی کے بارے میں اپنے گھر والوں کو بھی بتایا؛ مگر اس کے گھر والوں نے اس بات پر برہمی کا اظہار کیا اور مصر رہے کہ اس کی شادی وہ اپنی پسند سے کریں گے۔ ابھی یہ کشمکش جاری تھی کہ اچانک اس کے گھر والوں نے اس شخص کی لاعلمی اور غیر موجودگی میں اور اس سے کسی بھی قسم کی بات چیت کئے بغیر اس کی منگنی اور نکاح کر دیا۔ نکاح کی اس تقریب میں لڑکی بذات خود موجود تھی اور لڑکے کی طرف سے ایجاب وقبول کے فرائض اس کے بھائی نے سرانجام دیئے۔ اسے اپنی منگنی کی خبر منگنی والے دن ہوئی اور نکاح کے بارے میں اسے تین دن کے بعد پتہ چلا۔ اس نے یہ سب کچھ سن کر اپنے گھر والوں سے باز پرس کی اور ان سے پوچھا کہ اس کے منع کرنے کے باوجود انہوں نے یہ قدم کیسے اٹھایا اور وہ اس بات سے سخت ناخوش ہے اور اسے انکا یہ فیصلہ نامنظور ہے۔ یہاں تک کہ اس شخص نے یہ بات اس لڑکی سے بھی کہی کہ میری غیر موجودگی میں میرا نکاح نہیں ہوسکتا، جبکہ میں نے کسی کو بھی اس کام کا اختیار نہیں دیا اور واضح طور پر انکار بھی کیا تھا کہ فی الحال اس بارے میں نہ سوچا جائے؛ مگر اس کے گھر والوں کا اصرار ہے کہ جو ہو چکا ہے، وہ درست ہے اور اسے ان کا فیصلہ قبول کرنا ہوگا۔ (واضح رہے کہ لڑکا روزگار کے سلسلے میں کراچی میں مقیم ہے اور اس کے گھر والے صوبہ سرحد میں ہیں) دریافت طلب امور یہ ہیں:

(۱) کیا ایک شخص کے واضح طور پر کسی بھی جگہ، یا کسی مخصوص جگہ شادی سے انکار کے باوجود اس کے گھر والے اس کی شادی کا فیصلہ یک طرفہ طور پر کر سکتے ہیں؟

(۲) جب کہ وہ شخص واضح طور پر نکاح سے انکاری ہے تو اس کے گھر والوں نے یہ جانتے بوجھتے جو اس کی لاعلمی میں اس کا نکاح کیا ہے، انہیں اس کا اختیار تھا؟ اور کیا اس نکاح کی کوئی شرعی حیثیت ہے؟

(۳) کیا اس طرح لاعلمی میں جب کہ گھر والے اس صورت حال سے واقف ہوں کہ ان کا بیٹا فی الحال شادی سے انکار کر رہا ہے اور کہیں شادی کا ارادہ رکھتا ہے، اس طرح نکاح کرنا جائز ہے؟ کیا ان کا اقدام درست ہے اور کیا اس نکاح کی کوئی شرعی حیثیت ہے؟ جب کہ اس نے زندگی میں کبھی بھی اس طرح کا کوئی حق کسی کو تفویض نہ کیا ہو (یعنی اس کی طرف سے ایسے کسی فیصلہ کا)۔

الجواب ـــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص نے چوں کہ نہ کسی کو اپنا وکیل بنایا ہے اور نہ کسی کو اجازت دی ہے؛ لیکن اس کے باوجود اس کے گھر والوں نے اس کی لاعلمی میں اور بغیر اجازت کے نکاح کروایا ہے؛ اس لیے یہ نکاح اس کی اجازت پر

موقوف رہے گا، اگر اجازت دیدی تو صحیح ہے، ورنہ یہ نکاح شرعاً معتبر نہیں ہے۔صورت مسئولہ میں چوں کہ لڑکے نے اس نکاح کا انکار کردیا ہے، لہٰذا یہ نکاح کالعدم ہے۔

لمافی الهندية (۲۸۷/۱): لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أوسلطان بغير إذنها بكرا كانت أو ثيبا فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على إجازتها فإن أجازته جاز وإن ردته بطل، كذا في السراج الوهاج.

وفيه أيضاً (۲۹۹/۱): كل عقد صدر من الفضولي وله قابل يقبل سواء كان ذلك القابل فضوليا آخر أو وكيلا أو أصيلا انعقد موقوفا هكذا في النهاية.

وفي الشامية (۹۷/۳): قوله (إن لها مجيز،الخ) فسر المجيز في النهاية بقابل يقبل الإيجاب سواء كان فضولياأووكيلا أو أصيلا وقال فيها في فصل بيع الفضولي لو باع الصبي ما له أو اشترى أو تزوج أو زوج أمه أو كاتب عبده ونحوه توقف على إجازةالولي فلو بلغ هو فأجاز نفذ. (نجم الفتاویٰ:۹۱/۵-۹۳)

نابالغہ سمجھ کر باپ نکاح کیا؛ مگر لڑکی بالغہ تھی، انکار کردیا تو کیا حکم ہے:

سوال: زید نے اپنی لڑکی کا عقد اس کو نابالغہ سمجھ کرایسے لڑکے کے ساتھ کردیا کہ وہ لڑکی اپنے شوہر سے کسی طرح راضی نہیں اور شوہر کسی طرح طلاق دینے پر راضی نہیں ایسی حالت میں اگر محلّہ کی پنچوں کو جمع کیا جاوے، جس میں ایک عالم بھی ہواوران سے تفریق کا حکم کرالیا جاوے، یا اکثر جگہوں میں اسلامی قاضی مقرر کیے گئے رہیں، وہ اگر تحقیق کر کے تفریق کا حکم دے دیں تو یہ تفریق معتبر ہوگی اوراس کا حکم طلاق کا ہوگا، یانہیں؟

الجواب

ان وجوہ سے تفریق نہیں ہوسکتی اور وہ تفریق شرعاً معتبر نہیں ہے اور طلاق نہیں ہے، البتہ اگر زید نے اپنی دختر کو نابالغہ سمجھ کر بدون اس سے اجازت لینے اور دریافت کرنے کے اس کا نکاح کردیا تھا اور درحقیقت وہ بالغہ تھی اوراس نے اطلاع پانے پر فوراً انکار کردیا تھا تو وہ نکاح اول سے ہی باطل ہوا، تفریق کی ضرورت نہیں ہے؛ لیکن اگراس نے اجازت لینے کے وقت، یا اطلاع پانے کے وقت سکوت کیا تو وہ نکاح ہوگیا اور وجوہ مذکور کی وجہ سے تفریق نہ ہوسکے گی؛ بلکہ شوہر کی طرف سے طلاق دینے کی ضرورت ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۶۲/۸)

باپ بھی بالغہ لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح نہیں کرسکتا:

سوال: ہندہ بالغہ اور مادر ہندہ یہ چاہتی ہیں کہ ہندہ کا نکاح غیر جگہ ہوا پدر ہندہ راضی نہیں ہوتا، اگر ہندہ بوجہ نزاع کے دوسری بستی میں چلی جاوے تو ایسی حالت میں ہندہ کی عدم موجودگی میں باپ اس کا نکاح کرسکتا ہے اور جائز ہے، یانہیں؟

الجواب ـــ

بالغہ کا نکاح خود اسی کی اجازت سے ہوسکتا ہے، جب کہ وہ کفو میں نکاح کرے اور اس کا باپ بلا اس کی اجازت کے اس کا نکاح نہیں کرسکتا۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۹۵/۸)

بغیر عورت کی اجازت کے نکاح جب کہ وہ رضا مند نہ ہو اور سہیلی کا انگوٹھا لگانا:

سوال: ایک لڑکی کا نکاح ہونے لگا، نکاح کے وقت لڑکی سے اجازت نہیں لی گئی؛ بلکہ اس کی والدہ نے اجازت دے دی اور رجسٹر میں بھی اس کی سہیلی نے انگوٹھا لگا دیا، البتہ لڑکی رضا مند تھی اور لڑکی بالغ بھی تھی۔ اس حالت میں نکاح ہوا یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر لڑکی نے بعد عقد اس کو منظور کرلیا ہو، قولاً ہو، یا فعلاً تو یہ نکاح صحیح ہوگا، (۲) سہیلی کا انگھوٹھا لگانا بیکار ہے، جب کہ اس کا ایجاب وقبول نہیں کرایا گیا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند (فتاویٰ محمودیہ: ۵۱۳/۱۰)

اجنبی اگر بالغہ لڑکی سے اجازت چاہے تو اس کا خاموش رہنا اجازت کے حکم میں نہیں ہے:

سوال: ایک نا کتخدا (کنواری) بالغہ لڑکی سے ایک اجنبی شخص نے اجازت نکاح طلب کی، وہ اجنبی نہ لڑکی کا محرم ہے اور نہ لڑکی اس کے سامنے آتی ہے اور لڑکی کے ولی یعنی لڑکی کے باپ کے چچا زاد بھائی موجود ہیں؛ لیکن ان کو کچھ اطلاع نہ کی گئی اور یہ محض اس خیال سے کہ اگر ان کو اطلاع ہوئی تو معاملہ درہم برہم ہوجائے گا۔ عرض خفیہ طور سے اس

---

(۱) إذحقيقة الرضا غير مشروطة فى النكاح لصحته مع الإكراه والهزل (إلى قوله) فالنكاح جائز. (رد المحتار، كتاب النكاح: ۳۷۳/۲، ظفير)

(۲) "ومنها رضا المرأة إذا كانت بالغة، بكراً كانت أو ثيبا، الخ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الأول: ۲۹/۱، رشيديه)

"وتثبت الاجازه لنكاح الفضولي بالقول والفعل، كذا فى البحر الرائق". (الفتاوى العالمكيرية، الباب السادس فى الوكالة بالنكاح وغيرها: ۲۹۹/۱، رشيديه)

"ومن شرائط الايجاب والقبول ... وشرط سماع كل من العاقدين لفظ الآخر ليتحقق رضاهما". (الدر المختار). "(قوله: ليتحقق رضاهما): أى ليصدر منهما ما من شأنه أن يدل على الرضا؛ اذ حقيقة الرضا غير مشروطة فى النكاح". (رد المحتار، كتاب النكاح: ۲۱-۱٤/۳، سعيد)

"وينعقد انكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها، الخ". (الهداية، كتاب النكاح، باب فى الأولياء والأكفاء: ۳۲۳/۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

لڑکی سے اجازت نکاح طلب کی ،لڑکی نے کچھ جواب نہیں دیا، بالکل ساکت رہی، باہر آکر اس کا نکاح پڑھادیا اور اس کے سکوت کو اجازت بتایا۔آیا صورت مذکور میں یہ سکوت اجازت ہوگا، یا نہیں؟اور یہ نکاح جو بلا اجازت وبغیر اطلاع ولی محض اجنبی کے کہنے سے کردیا گیا۔منعقد ہوگا، یا نہیں؟

الجواب__________________

اگر نابالغہ سے اجازت لینے والا ولی قریب کے علاوہ کوئی اور اجنبی شخص ہے تو تاوقتیکہ وہ زبانی اجازت نہ دے اور بہ تکلم رضامندی کا اظہار نہ کرے تو از روئے شرع رضامندی نہیں ہوسکتی ،اجنبی کے دریافت کرنے کی صورت میں سکوت رضامندی کے قائم مقام نہیں ہوسکتا ،سکوت کا رضامندی پر دلالت کرنا صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ جب اجازت لینے والا ولی قریب ہو، چوں کہ صورت مذکورہ میں بالغہ مذکورہ نے زبانی اجازت نہیں دی اور رضامندی نہیں پائی گئی اور صحت نکاح کے لیے رضامندی اس کی ضروری تھی ،لہذا یہ نکاح منعقد نہیں ہوا۔

ہدایہ میں ہے:

وإن فعل هذا غير ولي؛ يعني استأمر غير الولي أو ولي غيره أولٰى منه، لم يكن رضا، حتى تتكلم به. (۱)

اس صورت میں چوں کہ اجنبی نے نکاح کی اجازت مسماۃ سے طلب کی ہے تو مسماۃ کا زبانی اجازت دینا ضروری ہے،خاموش رہنا کافی نہیں، جب خاموش رہی نکاح نہیں ہوا۔

فی الدرالمختار: (فإن استأذنها) غير الأقرب) كأجنبي أوولي بعيد (فلا) عبرة لسكوتها (بل لابد من القول كالثيب) البالغة. (۲)

الجواب__________________ الثانی

سکوت بالغہ کا اس صورت میں اجازت اور رضا نہیں ہے اور اس سکوت کا اعتبار نہیں ہے۔

(فإن استأذنها غيرالأقرب) كأجنبي أوولي بعيد (فلا) عبرة لسكوتها،الخ. (۳)

پس وہ نکاح موقوف رہے گا بالغہ کی اجازت پر، اگر بعد نکاح اس نے صراحتاً اس نکاح کو جائز رکھا، یا کوئی ایسا فعل کیا جو رضا پر دال ہو، جیسے تمکین وطی ،طلب مہر ونفقہ وخلوت برضاء بالغہ تو وہ نکاح صحیح ہوجاوے گا، ورنہ ناجائز اور باطل ہوگا ،جیسا کہ درمختار میں ہے،عبارت مذکورہ کے بعد یہ مذکور ہے:

(بل لابد من القول...) ... (أوما هو في معناه) من فعل يدل على الرضا (كطلب مهرها ونفقتها (وتمكينها من الوطء) ودخوله بهابرضاها،ظهيرية. (۴)

---

(۱) الهداية،باب الأولياء والأكفاء: ۲۹٤/۲،ظفير

(۲-۴) الدرالمختار على هامش ردالمحتار،باب الولي: ٤١٣/۲،ظفير

وفی الشامی عن الظهيرية: ولو خلا بها برضا ها هل يكون إجازة؟ لارواية لهذه المسئلة، وعندى أن هذا إجازة،آه، وفى البزازية: الظاهرة أنه إجازة،الخ. (شامی)(۱)

وفي الدرالمختار: (ونكاح عبد وأمة بغير إذن السيد موقوف) على الإجازة (كنكاح الفضولي)الخ. (۲)

وفي الشامي أيضا: وأما الضحک فذكر في فتح القدير أوّلا أنه كالسكوت لايكفي، وسلم هنا أنه يكفي وجعله من قبيل القول لأنه حرف. (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۸/۸-۶۹)

ولی اور وکیل کی اجازت چاہتے وقت لڑکی کی کون کون سی ادا اجازت ہے:

سوال (۱) ولی کے لیے مثل اب وجد بنت باکرہ بالغہ سے وقت اجازت نکاح برائے اجازت یہ امور کافی ہیں، ضحک، بکاء بلا صوت وغیرہا، یا تکلم ضروری ہے؟

(۲) ولی اگر وکیل بنائے طلب اجازت بالنکاح میں تو اس وکیل من الولی کے لیے بھی وہ امور کافی ہوں گے، جو ولی کے لیے کافی تھے، یا اس وکیل کے لیے تکلم ہی ضروری ہوگا؟

(۳) وکیل من الولی اگر اجنبی غیر محرم ہے تو اس کے واسطے درصورت کفایت ان امور کے جو ولی کے لیے کافی ہیں، ان کا خود مشاہدہ کرنا ضروری ہے، یا ایک عورت کا اس کے متعلق خبر دینا کافی ہوگا؟

الجواب ــ

(۱،۲،۳) بکر بالغہ کو سکوت اور ضحک اور بکاء بلا صوت اذن ہے، جب کہ اجازت چاہنے والا ولی ہو، یا اس کا وکیل، یا قاصد اور اگر چہ وہ وکیل اجنبی غیر محرم ہو، جب کہ اس کو یہ امور بذریعہ خبر معلوم ہو جاویں، اگر چہ بذریعہ عورت معتبر کے ہوں؛ لیکن ا اس حالت میں بصورت بکر بالغہ ایک عورت، یا ایک مرد کا بیان کافی نہ ہوگا۔

قال في الدرالمختار: (فَإِنْ اسْتَأْذَنَهَا هُوَ) أَيْ الْوَلِيُّ وَهُوَ السُّنَّةُ (أَوْ وَكِيلُهُ أَوْ رَسُولُهُ أَوْ زَوَّجَهَا) وَلِيُّهَا وَأَخْبَرَهَا رَسُولُهُ أَوْ الْفُضُولِيُّ عَدْلٌ (فَسَكَتَتْ) عَنْ رَدِّهِ مُخْتَارَةً (أَوْ ضَحِكَتْ غَيْرَ مُسْتَهْزِئَةٍ أَوْ تَبَسَّمَتْ أَوْ بَكَتْ بِلَا صَوْتٍ)، الخ. (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۷/۸-۱۳۸)

بالغہ کا نکاح اس کے علم کے بغیر کر دیا تو کیا حکم ہے:

سوال: زید نے اپنی لڑکی مسماۃ ہندہ بالغہ کا نکاح بکر سے کر دیا گیا، بوقت نکاح اس سے اجازت نہیں لی اور نہ اس کو اطلاع کی تو یہ نکاح جائز ہے، یا نہ؟

---

(۱) ردالمحتار،باب الولی: ۴۱۳/۲،ظفیر
(۲) الدرالمختار،قبیل باب المهر: ۳۵۴/۲،ظفیر
(۳) ردالمحتار،باب الولی: ۴۱۳/۲،ظفیر
(۴) الدرالمختار،باب الولی: ۴۱۰/۲،ظفیر

الجواب

نکاح موقوف رہا، جس وقت لڑکی کو خبر نکاح کی پہنچی، اگر وہ خاموش رہی اور انکار نہ کیا تو نکاح منعقد ہوگیا۔

فی الدرالمختار: (فإن استاذنها هو) أی الولی وهو السنة (أو وكيله أورسوله أوزوجها) وليها وأخبرها رسوله أو فضولی عدل (فسكتت) عن رده مختارة،الخ،فهو إذن،الخ. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۷۸)

بالغہ کا نکاح باپ نے کردیا؛ مگر رخصتی کے وقت اس نے انکار کردیا، کیا حکم ہے:

سوال: زید کے پیر نے زید کو اس بات پر مجبور کیا کہ تم اپنی دختر کا نکاح بکر کے پسر سے کردو، اولاً زید انکار کرتا رہا؛ مگر پیر صاحب کے زیادہ دباؤ دینے پر ناچارو مجبور ہوکر راضی ہوگیا اور اپنی لڑکی بالغہ کا نکاح بکر کے بیٹے سے پڑھا دیا؛ لیکن اس کے بعد جب وہ لوگ رخصتی کرانے آئے تو زید نے رخصت نہیں کیا؛ بلکہ دختر مذکور کا نکاح دوسرے شخص سے کردیا اور نکاح اول کے وقت بھی زید نے اپنی لڑکی سے نکاح کی اجازت لی، نہ بعد میں اس کو اطلاع دی، اس صورت میں کون سا نکاح جائز ہے؟

الجواب

اس صورت میں پہلا نکاح صحیح ہوگیا۔

لقوله عليه والسلام: ثلث جدهن جد وهزلهن جد .(الحديث)(۲)

درمختار میں ہے کہ سکوت عاقلہ بالغہ کا بوقت استیذان ولی اجازت ہے اور اسی طرح عاقلہ بالغہ کو جس وقت اطلاع نکاح کرنے کی ہو اور وہ سکوت کرے تو یہ بھی اجازت ہے، (۳) پس دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا؛ **لأن نكاح منكوحة الغير باطل، كذا فی الدرالمختار والشامی.** (۴)

قال الله تعالیٰ: ﴿والمحصنات من النساء﴾(الآية)(۵) فقط

(لیکن اگر بالغہ نے نکاح کی خبر سنتے ہی انکار کردیا تو نکاح منعقد نہیں ہوا۔ ظفیر) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۸۱)

---

(۱) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۲/ ۴۱۰ - ۴۱۱، ظفیر

(۲) عن أبی هريرة أن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: ثلاث جدهن جد وهزلهن جد: النكاح والطلاق والرجعة. (سنن أبی داؤد، باب فی الطلاق علی الهزل، رقم الحديث: ۲۱۹۴، سنن ابن ماجة، باب من طلق أو نكح أو راجع لاعبا، رقم الحديث: ۲۰۳۹، انیس)

(۳) دیکھئے: ردالمحتار: ۲/۴۸۲، ظفیر

(۴) وأما منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا. (ردالمحتار، مطلب فی النكاح الفاسد: ۳/ ۱۳۲، دارالفكر بيروت، انیس)

(۵) قال أبوبكر: أتفق هؤلاء علی أن المراد بقوله تعالیٰ ﴿والمحصنات من النساء﴾ ذوات الأزواج منهن وأن نكاحها حرام مادامت ذات زوج. (أحكام القرآن للجصاص، سورة النساء: ۲/ ۱۷۰، دارالكتب العلمية بيروت، انیس)

بالغ لڑکے،لڑکی کا نکاح ان کی اجازت پر موقوف ہے:

سوال: لڑکے کی عمر تقریباً بیس بائیس سال ہے،لڑکی کی عمر اُٹھارہ تا بیس سال ہے، دونوں عاقل بالغ شرعی اعتبار سے خودمختار ہیں،ان کا نکاح اس طرح کرایا گیا ہے کہ لڑکی اورلڑکے کے باپ کو مولوی صاحب نے اس طور سے ایجاب وقبول کرایا کہ لڑکی کے باپ سے مولوی صاحب نے پوچھا کہ ''تم نے اپنی لڑکی بہ عوض حق مہران صاحب کے بیٹے کے نکاح میں دی؟'' انہوں نے جواب دیا کہ ''میں نے دی!'' لڑکے کے باپ سے پوچھا کہ ''تم نے اپنے لڑکے کے واسطے قبول کی؟'' انہوں نے کہا: ''قبول کی'' اس کے بعد لڑکا اور لڑکی ہر دو کے والدین نے اپنے بچوں کو اس نکاح سے مطلع نہیں کیا،اب لڑکا علاحدہ زندگی بسر کررہا ہے۔اس نکاح کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

یہ نکاح تو ہوگیا؛ مگر لڑکے اور لڑکی دونوں کی اجازت پر موقوف رہا،اطلاع ہونے کے بعد اگر دونوں نے قبول کرلیا تھا تو نکاح صحیح ہوگیا اور اگر ان میں سے کسی ایک نے انکار کردیا تھا تو نکاح ختم ہوگیا۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۶/۱۲۱)

بالغہ بیوہ کی اجازت سے جو نکاح ہوا، وہ صحیح ہے،اب انکار سے کچھ نہیں ہوتا:

سوال: ہندہ بیوہ نے زید سے اپنی شادی کردینے کی اجازت بموجب دوعورت اور ایک مرد کے اپنی کو دی۔اس کا عقد زید سے کردیا گیا اور چند تحائف کا استعمال بھی کیا، جو کہ زید کی جانب سے موقع عقد پر حسب دستور بھیجے گئے تھے۔زید کے گھر جانے سے پہلے بوجہ بہکانے مخالفین زید کے ہندہ کہتی ہے کہ میں نے اجازت نہیں دی۔کیا ہندہ کا انکار صحیح ہے اوکی از یداس کو زبردستی اپنے گھر لاکر وظائف زوجیت ادا کرسکتا ہے؟

الجواب

اس صورت میں نکاح ہندہ کا زید کے ساتھ منعقد ہوگیا اور اب انکار کرنا ہندہ کا لغو ہے،مسموع نہ ہوگا اور زید ہندہ کو رخصت کراسکتا ہے اور وظائف زوجیت ادا کرسکتا ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۴۱)

---

(۱) ولا يجوز نكاح أحد علٰى بالغة صحيحة العقل من أب أوسلطان بغير إذنها بكراً كانت أوثيباً.(الفتاویٰ الهندية،كتاب النكاح:۱/۲۸۷)

وفي البحر:قال في المحيط:والسنة أن يستأمر البكر وليها قبل النكاح بأن يقول:إن فلانا يخطبك أو يذكرك فسكتت وإن زوجها بغير استئمار فقد أخطأ السنة، وتوقف علٰى رضاها،انتهٰى.وهو محمل النهي في حديث مسلم ''لا تنكح الأيم حتٰى تستأمر ولا تنكح البكر حتٰى تستأذن، قالوا:يا رسول الله ! وكيف إذنها؟قال:أن تسكت''، فهو لبيان السنة للاتفاق علٰى أنها لوصرحت بالرضا بعد العقد نقطا فإنه يجوز.(البحر الرائق،كتاب النكاح،باب الأولياء والأكفاء:۳/۱۲۱،طبع دارالمعرفة بيروت)

رضامندی سے جو نکاح ہوا، درست ہے، بعد کا انکار معتبر نہیں:

سوال: تین گواہوں نے جوان بیوہ عورت کی رضامندی حاصل کر کے نکاح خواں سے کہا کہ وہ عورت یہ اقرار کرتی ہے کہ بعوض دوسو روپیہ مہر کے میرا نکاح کر دو۔ اس نکاح خواں نے نکاح کر دیا۔ شرعاً یہ نکاح ہوا، یا نہیں؟ دو گھنٹہ بعد آپس کی رضامندی سے عورت انکار کرتی ہے؟

الجواب

اس صورت میں نکاح منعقد ہو گیا۔ (کذا فی الدر المختار)(۱) فقط

(بعد کا انکار قابل اعتبار نہیں جب کہ گواہ موجود ہیں۔ ظفیر) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۰۷/۸-۱۰۸)

بالغہ کی اجازت سے ماموں نے اس کا نکاح کر دیا تو وہ صحیح ہے:

سوال: ایک لڑکی نے اپنے ماموں کے پاس پرورش پائی؛ کیوں کہ اس کا باپ دس سال سے مفقود الخبر ہے اور ماموں نے لڑکی کے تائے کی موجودگی میں بعد بالغہ ہونے کے نکاح کر دیا اور لڑکے نے بوقت اجازت لینے کے سکوت کیا، تائے نے کسی وجہ سے اجازت نہ دی تو نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

وہ نکاح اگر لڑکی کے بالغہ ہونے پر لڑکی کی اجازت سے کیا گیا ہے تو صحیح ہوا؛ لیکن سکوت لڑکی کا بمقابلہ غیر ولی کے اجازت نہیں ہے، اگر اس کے بعد ولایت رضا مثل وطی وغیرہ نہیں پائی گئی تو نکاح نہیں ہوا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸۲/۸)

ماں نے بالغہ کا نکاح کر دیا اور وہ شوہر کے پاس رہی بھی، نکاح ہوا، یا نہیں:

سوال: مسماۃ ہندہ جس کی عمر پندرہ، یا سولہ سال کی ہے، اس کا والد فوت ہو چکا ہے، حقیقی تایا اور والدہ موجود ہیں، بغیر اس کی رضامندی اور اس کے تایا سے بغیر دریافت کئے محض اس کی ماں کیا جازت سے زید کے ساتھ اس

(۱) (فإن استأذنها هو)أی الولی وهو السنة (أو وکیله أورسوله أوزوجها) ولیها وأخبرها رسوله أوفضولی عدل (فسکتت) عن رده مختارة،الخ،(فهوإذن)الخ، ولواستأذنها فی معین فردّت ثم زوّجها منه فسکتت صح فی الأصح بخلاف مالوبلغها فردت،ثم قالت:رضیت، لم یجز لبطلانه بالرد.(الدر المختارعلی هامش ردالمحتار،باب الولی:۴۱۰/۳،طبع استانبول،انیس)

(۲) (فَإِنْ اسْتَأْذَنَهَا غَيْرُ الْأَقْرَبِ) كَأَجْنَبِيٍّ أَوْ وَلِيٍّ بَعِيدٍ (فَلَا) عِبْرَةَ لِسُكُوتِهَا (بَلْ لَا بُدَّ مِنْ الْقَوْلِ كَالثَّيِّبِ) الْبَالِغَةِ لَا فَرْقَ بَيْنَهُمَا إلَّا فِي السُّكُوتِ لِأَنَّ رِضَاهُمَا يَكُونُ بِالدَّلَالَةِ كَمَا ذَكَرَهُ بِقَوْلِهِ (أَوْ مَا هُوَ فِي مَعْنَاهُ) مِنْ فِعْلٍ يَدُلُّ عَلَى الرِّضَا (كَطَلَبِ مَهْرِهَا) وَنَفَقَتِهَا (وَتَمْكِينِهَا مِنْ الْوَطْءِ) وَدُخُولِهِ بِهَا بِرِضَاهَا ظَهِيرِيَّةٌ(الدر المختار علی هامش ردالمحتار،باب الولی:۴۳۱/۲-۴۱۴،ظفیر)

کا نکاح کر دیا گیا، تین ماہ سے اس کے نکاح میں ہے، دو ماہ تک شوہر کے یہاں نہ رہی؛ لیکن اب شوہر کے گھر رہنے پر رضا مند نہیں آیا۔ یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہ؟ اور اب علاحدگی کی کیا صورت ہے؟ ہندہ مہر کی مستحق ہے، یا نہ؟

الجواب

خلوت اور ولی اگر برضا واقع ہو تو وہ بھی اجازت ہے۔

"کطلب مهرها و نفقتها من الوطء، الخ". (الدر المختار)(۱)

پس اگر ایسا ہوا تو نکاح صحیح ہو گیا اور پندرہ سولہ سال کی عمر میں لڑکی بالغہ سمجھی جاتی ہے اور مہر اگر مؤجل ہے تو اس کی وصولی کا وقت طلاق، یا موت ہے، فی الحال نہیں لے سکتی۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۸۷-۸۸)

باپ نے اپنی بالغہ لڑکی سے نکاح کے بعد پوچھا: یہ نکاح منظور ہے، یا نہیں؟ وہ خاموش رہی، کیا حکم ہے:

سوال: زید نے اپنی دختر بالغہ کا عقد خالد کر دیا، نکاح سے ۷/منٹ کے بعد عمر نے جو لڑکی کا بھائی ہے، یہ کہا کہ زینب دختر مذکور انکار کرتی ہے، زید نے پھر زینب سے دریافت کیا کہ تو نکاح سے راضی ہے، یا نہیں؟ اس پر اس نے سکوت کیا۔ اس صورت میں یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں نکاح صحیح ہو گیا۔

کما فی الدر المختار: (فإن استأذنها هو) أی الولی وهو السنة (أو وكيله أو رسوله أو زوجها) وليها وأخبرها رسوله أو فضولی عدل (فسكتت) عن رده مختارة، الخ، (فهو إذن) الخ. (۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۸۸-۸۹)

بڑا بھائی اگر بہن کا نکاح نہ کرے اور چھوٹا بالغ بھائی کر دے تو درست ہے:

سوال: عمر خان فوت ہوئے، چار بیٹے اور چار بیٹیاں اور دو بیبیاں چھوڑیں، ایک بیوی حاملہ چھوڑی، جس کی عمر خاں کی وفات کے بعد لڑکی پیدا ہوئی۔ اب پہلی بیوی سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں اور بعد کی بیوی سے دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، پچھلی بیوی کے بڑے بیٹے مجید خاں نے بعد پندرہ سال کے جو لڑکی عمر کے بعد پیدا ہوئی تھی، اپنے قبضہ میں لے کر اس کی جانب سے مقدمہ پہلی بیوی اور پچھلی بیوی کے جو وارث تھی (پر مقدمہ کیا)، مقدمہ لڑا کر تقریباً پچاس ہزار کی جائداد حاصل کی، اب لڑکی کی عمر ۲۵/یا ۳۰/سال ہے، باوجود تقاضا کرنے کے مجید خاں برادر لڑکی اپنی نفع کی غرض سے شادی لڑکی کی نہیں کرتا، ایسی صورت میں لڑکی کا دوسرا حقیقی بھائی جو مجید خاں سے چھوٹا ہے، وہ لڑکی کا نکاح

---

(۱) الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۲/۴۱۴، ظفیر

(۲) الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۲/۴۱۰، ظفیر

کرسکتا ہے، یانہیں؟ مجید خاں لڑکی سے بات بھی کرنے دیتا، جواس کا منشا معلوم ہو، ایسی حالت میں کیا کیا جاوے؟

الجواب

مجید خاں کا دوسرا بھائی اگر جوان اور بالغ ہے تو وہ لڑکی کو اطلاع کر کے اس کا نکاح کرسکتا ہے؛ مگر چوں کی لڑکی بالغہ ہے؛ اس لیے اس سے دریافت کرنا اور اس کی اجازت لینا ضروی ہے اور ساکت رہنا اس کا کافی ہے اور اجازت سمجھی جاتی ہے، اگر نکاح ہونے کے بعد جس وقت خبر اس لڑکی کو پہنچے اور وہ انکار نہ کرے؛ یعنی اپنی رضامندی ظاہر کر دیوے اور سکوت کرے تو وہ نکاح صحیح ہو جاوے گا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸؍۹۰)

بالغہ لڑکی سے اجازت نہیں لی اور نکاح کر دیا، لڑکی ناخوش ہے، کیا حکم ہے:

سوال: سید محمد صاحب نے اپنی دختر بالغہ کا نکاح بغیر اجازت اس کے اور اس کی والدہ کے ایک شخص سے کر دیا۔ لڑکی سخت ناخوش ہوئی اور ناخوش ہے، لڑکی یہ ہرگز نہیں چاہتی تھی کہ اس سے نکاح ہوتا۔ لڑکی کا نام یوسف زماں عرف ''جیا'' ہے۔ نکاح اس کے باپ نے صرف جیا کے نام سے کیا ہے۔ یہ نکاح جائز ہوا، یا کیا؟

الجواب

لڑکی کے باپ کو اپنی زوجہ یعنی لڑکی کی والدہ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے؛ لیکن جب کہ لڑکی بالغہ ہو تو لڑکی کو اطلاع کرنا اور اجازت لینا ضروری ہے، اطلاع ہونے پر اگر لڑکی نے سکوت کیا اور نکاح کو رد نہ کیا تو نکاح منعقد ہو گیا، اگر دل میں لڑکی ناراض رہی؛ لیکن اطلاع ہونے پر خاموش ہو گئی تو نکاح منعقد ہو گیا اور اب اگر انکار کرے تو نکاح باطل نہ ہوگا، باپ نے اگر صرف جیا نام لیا، تب بھی نکاح ہو گیا۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸؍۹۰-۹۱)

بالغہ نے جب وارثوں کے نکاح کو رد کر دیا تو صحیح نہیں ہوا:

سوال (۱) ایک لڑکی بالغہ کا نکاح بلا رضا لڑکی کے اس کے والدہ اور دیگر وارثوں نے کر دیا، جس وقت لڑکی کو خبر ملی تو وہ بہت روتی پیٹتی اپنے گھر پر آئی اور کہا کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں ہے۔ یہ نکاح ہوا، یانہیں؟

اجازت کی گواہی اگر لوگ دیں تو:

(۲) قاضی نکاح کوان اور دس بیس آدمی گواہی دیتے ہیں کہ لڑکی نے اور اس کے وارثوں نے اجازت دی،

(۱-۲) (فإن استأذنها هو)أی الولی وهو السنة (أووكيله أورسوله أوزوجها) وليها وأخبرها رسوله أوفضولی عدل (فسكتت) عن رده مختارة ... (فهوإذن) ... ولواستأذنها فی معين فردّت، ثم زوّجها منه، فسكتت صح فی الأصح بخلاف مالوبلغها فردت،ثم قالت: رضيت، لم يجز لبطلانه بالرد.(الدرالمختارعلی هامش ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولی: ۲/ ٤١٠،طبع استنبول،ظفير)

تب نکاح پڑھا ہے۔لڑکی کہتی ہے کہ ہم نے اجازت نہیں دی، یہ کام زبردستی ہوا ہے، قاضی کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟ اور نکاح اس کا رہا، یا نہ؟ اور شرکاءِ نکاح کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

(۱) وہ نکاح باطل ہو گیا۔(۱)

(۲) اگر لڑکی کی اجازت دینے کے دو گواہوں ثقہ ومعتبر موجود ہیں تو اجازت لڑکی کی ثابت ہو گی اور انکار اس کا معتبر نہیں ہے، نکاح ہو گیا۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۹۳/۸-۹۴)

بالغہ پر ولایت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ میں کے: زید کی ایک لڑکی ہے، جس کا رشتہ زید نے اپنی زندگی میں خالد سے کر دیا ہے۔زید کا ایک چھوٹا بھائی بکر ہے، زید بکر سے سخت ناراض تھا، زید کا انتقال ہو گیا، اب بکر چاہتا ہے کہ زید کی لڑکی کا نکاح میرے لڑکے سے ہو اور زید کی بیوی اور لڑکی اس سے رضا مند نہیں؛ کیوں کہ وہ لڑکا نالائق اور بدچلن ہے، زید کی بیوی اور لڑکی خالد سے نکاح کرنے میں رضا مند ہیں؛ کیوں کہ زید اپنی زندگی میں خالد سے رشتہ کر چکا تھا، اب زید کی لڑکی بالغ ہے، وہ اپنی مرضی کے موافق بغیر اجازت اپنے چچا صاحب کے خالد سے نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں، جب کہ لڑکی بالغ اور خود مختار ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جب لڑکی بالغہ ہے تو اس کا چچا بلا اس کی رضامندی کہ ہرگز اس کا نکاح نہیں کر سکتا، جس جگہ لڑکی کے باپ نے لڑکی کا رشتہ اپنی زندگی میں کیا تھا، اگر وہاں لڑکی بغیر رضا مندی اپنی چچا کے اپنا نکاح کر لے گی تو شرعاً یہ نکاح معتبر ہو گا اور چچا کو شرعاً اعتراض کا حق حاصل نہ ہو گا، بشرطیکہ وہ نکاح کفو؛ یعنی اپنی برادری میں ہو اور مہر مثل سے کم پر نہ ہو۔

”ونفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا، ولي، الخ“ ولا تجبر البالغة البكر على النكاح، آه“. (الدر المختار، باب الولی) (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۴/۱۳۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۹۱/۱۱)

---

(۱) لايجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير ها إذنها بكراً كانت أو ثيباً فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على إجازتها جاز وإن ردته بطل. (الفتاویٰ الهندية، طبع: مصطفائی، الباب الرابع فی الأولياء فی النكاح: ۱۳/۲، ظفير)

(۲) الدر المختار: ۵۵/۳، باب الولی، سعيد ==

چچا کو بالغہ پر ولایتِ نکاح:

سوال: ایک آٹھ سالہ لڑکی منگنی اس کے چچا کی اجازت سے ہوگئی، جب لڑکی کی عمر اٹھارہ سال کی ہوئی تو لڑکی کے حقیقی بھائی نے انکار کردیا تو اس لڑکی بالغہ پر چچا کو ولایتِ اجبار حاصل ہے، یا نہیں؟ یہ لڑکی خود مختار ہے۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

چچا کو بالغہ پر ولایتِ اجبار حاصل نہیں،(۱) جہاں نکاح کیا جائے، لڑکی کی اجازت سے کیا جائے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۱۲/۲۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۸۵)

بالغہ کے ولی ماموں اور خالہ نہیں ہیں:

سوال: ایک لڑکی جس کی عمر پندرہ سال ہے اور اس کی چھوٹی ہمشیرہ کی عمر سات سال ہے، ان کے والدین فوت ہو چکے ہیں، والدین کے قریب تر رشتہ وار نہ ہونے کی وجہ سے ماموں وخالہ لڑکیوں مذکورہ کو اپنی ہمراہ لے آئے، بڑی لڑکی منگنی ایک شخص سے کردی۔ بعد میں ایک شخص مبلغ تین سو روپے دینے والا ملا، ماموں وخالہ نے پہلے منسوب شدہ شخص کو انکار کردیا اور زیادہ رقم دینے والا شخص سے نکاح کرنا چاہا، چناں چہ یہ خبر لڑکی بالغہ کو پہنچی، اس نے ماموں وخالہ سے علاحدہ ہوکر پہلے شخص سے عقد شرعی کرلیا۔ کیا لڑکی ایسا کرسکتی ہے؟ اور چھوٹی لرکی کی ولی ماموں وخالہ ہیں، یا بڑی ہمشیرہ ولی ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

جب کہ وہ بڑی لڑکی بالغہ ہے تو اس نے اپنی رضامندی سے جو نکاح اپنا کفو میں کیا ہے، وہ صحیح ہوگیا،(۳) ماموں خالہ کو کچھ اختیار اور ولایت اس پر نہیں ہے اور چھوٹی لڑکی کی ولی اس کی بڑی بہن ہے، ماموں وخالہ اس کی بھی ولی نہیں ہیں۔(۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۹۴)

== "نفذ نكاح حرة مكلفة بلاولى ، لأنها تصرفت فى خالص حقها،وهى من أهله ، لكونها عاقلة بالغة ... ولا تجبر بكر بالغة على النكاح:أى لا ينفذ عقد الولى عليهابغير رضاها عندنا،الخ".(البحر الرائق: ۱۹۲/۳،كتاب النكاح، باب فى الأولياء والأكفاء،رشيديه)

(۱) "ولا يجور للولى إجبار البكر البالغة على النكاح".(الهداية ، كتاب النكاح ، باب فى الأولياء والأكفاء: ۳۱٤/۲،شركت علميه)

(۲) کیوں کہ وہ بالغہ ہے اور کسی کو ولایتِ اجبار حاصل نہیں ہے:

"(ولا تجبر البالغة الكبر على النكاح) لانقطاع الولاية بالبلوغ".(الدرالمختار،باب الولى: ۵۸/۳،سعيد)

"ولاتجبر بكر بالغة على النكاح، أى لا ينفذ عقد الولى عليها بغير رضاها عندنا، الخ" (البحر الرائق ، باب الأولياء والأكفاء: ۱۹۲/۳)،رشيديه)

(۳) نفذ نكاح حرة مكلفة بلاولى.(عالمگيرى مصطفائى، البابالرابع فى الأوليا ء: ۱۳/۳،ظفير)

(۴) (الوالى فى النكاح) ... (العصبة بنفسه) ... (بلاتوسط انثى) ... (على ترتيب الإرث والحجب) ... ==

بالغہ کے نکاح کا حق بڑے تایا کو ہے، یا چھوٹے تایا کو:

سوال: ایک کنواری لڑکی بالغہ اس کے والدین وفات پا چکے ہیں، لڑکی کے دو تائے ابا ہیں: ایک بڑے اور ایک چھوٹے اور ایک خالہ ہیں۔ اگر لڑکی کے برضا ورغبت ان کے بڑے تائے ابا نے نکاح کر دیا، کسی لڑکے سے، جہاں وہ لڑکی چھوٹے تائے ابا کے یہاں رہتی ہے، اس سے کسی دوسری جگہ پر نکاح درست ہے، یا نہیں؟ جب کہ لڑکی کی پرورش چھوٹے تائے ابا کے یہاں ہوئی۔

الجواب ________________ حامداً و مصلیاً

جب کہ وہ لڑکی بالغہ ہے اور اس کے والدین وفات پا چکے ہیں تو اس کی مرضی کے موافق اس کے بڑے تائے ابا نے جو نکاح کر دیا، وہ صحیح ہو گیا، (۱) اگر چہ اس کی پرورش چھوٹے تائے ابا کے یہاں ہوئی ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیو بند، ۱۳۸۸/۲/۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۸۶)

ولایتِ نکاح سے متعلق وصیت کا حکم:

سوال: زید کی بیوی نے اپنی بالغہ لڑکی کے نکاح کے متعلق حالتِ تندرستی میں زید سے دریافت کیا کہ کیا تمہارا ارادہ عمر کے یہاں کرنے کا ہے، زید نے کہا: جو تمہارا ارادہ ہے، وہی میرا بھی ارادہ ہے۔ زید کی بیوی نے کہا: میں اس سے ناراض ہوں۔ اس کے بعد زید کی بیوی نے بوقتِ مرگ محض ایک عاقلہ بالغہ سے وصیت کی کہ لڑکی مذکورہ کی شادی عمر کے یہاں نہ کی جاوے، اگر ایسا کیا گیا تو میں حشر میں دامن گیر ہوں گی۔ اب اگر زید لڑکی مذکورہ کی شادی عمر کے یہاں کر دے تو جائز ہے، یا نہیں، جب کہ زید سے عمر کی قاربتِ قریبہ ہے؟

الجواب ________________ حامداً و مصلیاً

شرعاً اس وصیت کا کوئی اعتبار نہیں، (۲) زید کو اس لڑکی پر جس قسم کی ولایت کا حق پہلے حاصل تھا، ویسے ہی اب بھی ہے؛ یعنی باپ ہونے کی حیثیت سے جس طرح بیوی کی زندگی میں اپنے اختیار سے بیوی کی مرضی کے خلاف نکاح کرنے

== (فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم) ... (ثم للاخت لأب وأم ثم للأخت لأب ثم لولد الإبن)... (ثم لذوى الارحام) العمات، ثم الأخوال، ثم الخالات ثم بنات الأعمام. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الاولياء: ۴۲۷/۲-۴۳۰، ظفير)

(۱) "ولا تجبر البالغة على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ، فإن استاذنها هو: أى الوكيل. وهو السنة. أو وكيله أو رسوله، أو زوجها وليها وأخبر رسوله، فسكتت عن رده مختارة، فهو إذن أن علمت بالزوج، آه". (الدر المختار: ۵۸/۳، باب الولى، سعيد)

(۲) "وليس للوصى من حيث هو وصى أن يزوج اليتيم مطلقاً، وإن أوصى إليه الأب بذلك على المذهب". (الدر المختار: ۷۹/۳، باب الولى، سعيد)

کا مجاز تھا، اسی طرح اب بھی ہے۔(۱) اگر وہ لڑکی زید کی نہیں؛ بلکہ اس کی بیوی کی کسی دوسرے شوہر سے ہے اور زید کا اس سے کوئی رشتہ عصبیت کا نہیں تو زید کو اس کی ولایت نہ پہلے حاصل تھی، نہ اب حاصل ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷ر صفر ۱۳۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۷ر صفر ۱۳۶۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۹۳)

چودہ سالہ لڑکی جو اپنے آپ کو بالغ بتاتی ہے، اس نے دادا کے نکاح کو رد کر دیا:

سوال: دادا نے اپنی چودہ سالہ پوتی کا نکاح اپنے پوتے کے ساتھ کرا دیا، بوقت نکاح لڑکی کسی اور شہر میں تھی، لہذا دادا نے نہ اجازت نکاح کی لی اور نہ یہ دریافت کیا کہ تم بالغہ ہو، یا نہیں، لڑکی کو جب نکاح کی خبر ملی تو اس نے کہا کہ ہم کو یہ نکاح منظور نہیں ہے، میں نکاح کے وقت بالغ تھی، مجھ کو مدت سے حیض آتا ہے، چناں چہ وہاں دو شخص معتبر عادل بھی موجود تھے، کہتے ہیں کہ ہم نے انکار بھی سنا اور دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ زمانہ سے بالغ ہے اور سچ کہتی ہے، ایسی عمر میں دعویٰ بلوغ کا جو خلاف ظاہر نہ تھا، جیسا کہ گواہاں معتبر سے معلوم ہوتا ہے۔ صحیح ہے، یا نہیں؟ اور بعد ثبوت بلوغ کے انکار صحیح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

مراہقہ کا قول در بارہ بلوغ معتبر و مصدق ہوتا ہے اور وہ لڑکی جس کی عمر چودہ سال کی ہے، بالیقین مراہقہ ہے۔

درمختار میں ہے:

(فإن راهقا) بأن بلغا هذا السن (فقالا: بلغنا، صدّقا إن لم يكذبهما الظاهر) الخ. (۳)

وقال قبيله: (وأدنى مدته له اثنتى عشرة سنة ولها تسع سنين) الخ. (۴)

اور بالغہ کا نکاح بلا اس کی اجازت کے معتبر و صحیح نہیں ہوتا، لہذا انکار مذکور صحیح نہیں ہوا۔(۵) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۴۷-۴۸)

---

(۱) "(الوالي في النكاح) لا المال (العصبة بنفسه) وهو من يتصل بالميت حتى المعتقة ... (على ترتيب الإرث)". (الدرالمختار) "(قوله : لا المال) فإنه الولي فيه الأب ووصيه، والجد ووصيه، والقاضي ونائبه فقط، الخ". (ردالمحتار: ۷٦/۳، باب الولي، سعيد)

(۲) "ولو كان الصغير والصغيرة في حجر رجل يعولهما كا الملتقط ونحوه، فإنه لا يملك تزويجهما، كذا في فتاویٰ قاضي خان" (الفتاویٰ العالمگيرية: ۲۸٤/۱، الباب الرابع في الأولياء، رشيديه)

"والرجل الذي يعول الصغير أو الصغيرة، فلا ولاية في إنكاحهما". (المحيط البرهاني: ۱۵۸/۳، الفصل التاسع في معرفة الأولياء غفارية)

(۳-۴) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام، الخ: ۱۳۲/۵، ظفير

(۵) لايجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها بكراً كانت أو ثيبا. (عالمگيری كشوری، باب الأولياء: ۲۹۵/۱، ظفير)

بالغہ کا نکاح درست ہے، یا نہیں، جب کہ وہ سن کر رونے پیٹنے لگے، یا معلوم ہو کہ شوہر کا نسب غلط ہے:

سوال: زید نے بکر سے کہا کہ تم میری شادی اپنی لڑکی کے ساتھ کردو، بکر نے زید سے کہا کہ تمہارا حسب نسب کیا ہے، زید نے کہا کہ میں خاص قریشی ہوں، بکر نے اپنی لڑکی کا نکاح زید کے ساتھ کردیا، بکر نے گھر جاکر لڑکی سے کہا کہ میں نے تیرا نکاح زید کے ساتھ کردیا ہے تو وہ لڑکی جو بالغہ تھی رونے پیٹنے لگی، جس کو باہر کے لوگوں نے سنا اور بعد تحقیق معلوم ہوا کہ وہ قریشی نہیں؛ بلکہ ترک ہے، ایک گاؤں کا رہنے والا ہے۔ اس صورت میں یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ نکاح موافق تصریحات فقہاء صحیح نہیں ہوا کہ اولا بالغہ کی بے اجازت اس کا نکاح نہیں ہوتا اور سکوت اور رونے کو اگر چہ فقہا نے اجازت پر محمول فرمایا ہے؛ مگر یہ رونا پیٹنا جیسا کہ سوال میں درج ہے، دلیل اجازت نہیں ہے؛ بلکہ انکار کی دلیل ہے، دوسرے شوہر نے اپنا نسب قریشی بتلایا اور اس پر بکر نے اپنی دختر کا نکاح اس سے کیا اور پھر ظاہر ہوا کہ شوہر کا نسب قریشی نہیں ہے تو اس صورت میں نکاح کے فسخ کرنے کا اختیار رہتا ہے۔

قال في الشامي: كيف والبكاء بالصوت والويل قرينة على الرد وعدم الرضا، الخ. (۲۹۹)(۱)

وفي الدرالمختار: قلت: وأفاد البهنسي: أنها لوتزوجته على أنه حرأوسنتي أوقادرعلى المهر والنفقة، فبان بخلافه أوعلى أنه فلان بن فلان فإذا هو لقيط أوابن زناكان لها الخيار، فليحفظ. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۱/۸-۶۲)

بالغہ لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کرنا:

سوال: بعض علاقوں میں لڑکیوں کو پتہ تک نہیں ہوتا اور والدین ان کا نکاح کرا چکے ہوتے ہیں، کیا بالغہ لڑکی کا نکاح اس کا باپ بغیر اس کی اجازت کے کرا سکتا ہے؟

الجواب

شریعت اسلامیہ نے بالغہ حرہ لڑکی کو اپنے نفس کا فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہے؛ اس لیے کسی نے اس کی اجازت کے بغیر نکاح کرادیا تو وہ نکاح اس کی اجازت پر موقوف ہوگا، اگر وہ اجازت دے اور رضا مندی کا اظہار کرے تو درست ہے، ورنہ نہیں۔

قال العلامة ابن عابدين: (سئل) في بكر بالغة عاقلة رشيدة زوجها أبوها رجلا بلا إذنها ولا وكالة عنها فردت النكاح حين بلغها فوراً فهل يرتد بردها والحالة هذه (الجواب) نعم. (تنقيح الحامدية: ۳۰/۱، كتاب النكاح في مسائل منورة من أبواب النكاح) (۳) (فتاوی حقانیہ: ۳۹۰/۴)

---

(۱) ردالمحتار، باب الولي: ۵۹/۳، دارالفكربيروت، انيس

(۲) الدرالمختار، باب العنين: ۵۰۱/۳، دارالفكربيروت، ظفير

(۳) قال العلامة فخرالدين المعروف بقاضي خان: ولايزوج البكر البالغة أبوها علىٰ كره منها خلافًا للشافعي. (فتاویٰ قاضي خان على هامش الهندية: ۳۵۸/۱، في الفصل الأولياء) /ومثلهٗ في الفتاویٰ التاتارخانية: ۲٤/٤، كتاب النكاح، معرفة الأولياء)

ولی کالڑکی کی اجازت کے بغیر اورلڑکی کا ولی کے اجازت کے بغیر نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

(۱) کیا ولی بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کرسکتا ہے؟

(۲) کیا بالغہ لڑکی اپنا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر کرسکتی ہے، یا نہیں؟

(۳) ولی کون کون لوگ ہوسکتے ہیں بالترتیب تحریر فرمائیں؟

(المستفتی: محمد فاروق، محلّہ: اشراف ٹولہ، سندیلہ، ہردوئی)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

(۱) بالغہ باکرہ کے نکاح کے لیے اس کی دلالۃً، یا صراحۃً اجازت ضروری ہے، اس کی اجازت کے بغیر نکاح شرعاً منعقد نہ ہوگا۔

عن ابن عباس، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الأيم أحق بنفسها من وليها و البكر تستأذن في نفسها، وإذنها صماتها. (الصحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب استيذان الثيب في النكاح بالنطق والبكر بالسكوت، النسخة الهندية: ۱/۴۵۵، بيت الأفكار رقم: ۱۴۲۱)

عن ابن عباس، أن جارية بكراً أتت النبي صلى الله عليه وسلم، فذكرت أن أباها زوجها وهي كارهة، فخيرها النبي صلى الله عليه وسلم. (سنن أبي داؤد، كتاب النكاح، باب في البكر زوجها أوبها ولايستئامرها، النسخة الهندية: ۱/۲۸۵، دارالسلام رقم: ۲۰۹۶)

لا ينفذ عقد الولي بغير رضاها عندنا. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والاكفاء، كوئٹه: ۳/۱۱۰، زكريا: ۳/۱۹۴)

لاينفذ عقد الولي بغير استئمار توقف على رضاها. (شامي، زكريا: ۴/۱۵۹، كراتشي: ۳/۵۸)

(۲) بالغہ باکرہ لڑکی ولی کی اجازت کے بغیر اگر کفو میں نکاح کرے تو منعقد ہوجائے گا اور اگر غیر کفو میں نکاح کرتی ہے تو مفتی بہ قول کے مطابق منعقد ہی نہ ہوگا۔

عن بحرية بنت هاني بن قبيحة، قالت: زوجت نفسي القعقاع بن شور، وبات عندي ليلة، وجاء أبي من الأعراب؛ فاستعدى عليا، وجاءت رسله فانطلقوا به إليه، فقال: أدخلت بها؟ قال: نعم! فأجاز النكاح. (سنن الدارقطني، كتاب النكاح، دارالكتب العلمية بيروت: ۳/۲۲۳، رقم: ۳۸۳۷۰)

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي. (الدرالمختار)

ويفتي في غير الكفء بعدم جوازه وهو المختار للفتوىٰ لفساد الزمان. (شامي، زكريا: ۴/۱۵۵-۱۵۷، كراتشي: ۳/۵۵-۵۶، الهندية، زكريا: ۱/۲۸۷، بدائع الصنائع، زكريا: ۲/۵۱۶)

(۳)　باب نکاح میں ولی سے مراد عصبہ بنفسہ ہے؛ یعنی بیٹا، پوتا، باپ، دادا، تایا، چچا، بھائی وغیرہ ہیں۔

أی للولی إذا کان عصبة أی بنفسه. (الدرالمختار، زکریا: ١٥٦/٤، کراچی: ٥٦/٣)

ثم الولی بترتیب عصوبة الإ نکاح. (شامی، زکریا: ١٢١/٣، کراتشی: ٢٢٠/٢، حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، درالکتاب دیوبند: ٥٨٩، هکذا فی البدائع، زکریا: ٥٠٣/٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۵/ ذی قعدہ ۱۴۲۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۵/ ۶۹۵۵)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۵/۱۱/۱۴۲۱ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۵۸۴-۵۸۶)

والدین کی اجازت کے بغیر بالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح کرنا:

سوال:　کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک نکاح ۲۲/ نومبر ۱۹۹۳ء کو ہوا، جس میں لڑکا اور لڑکی دونوں بالغ ہیں، لڑکے کی عمر ۲۷/ سال اور لڑکی کی عمر ۲۰/ سال ہے، دونوں سمجھ دار عاقل ہیں، اپنی مرضی سے نکاح کیا ہے، جس میں نکاح کے سب کاغذات موجود ہیں اور گواہ حضرات بھی موجود ہیں اور اس کے بعد کچھ لوگوں نے زبردستی دوسری جگہ لڑکی کی شادی کردی ہے، پہلے نکاح سے کوئی بھی طلاق نہ ہوئی اور نکاح پر نکاح کردیا ہے۔ اب جس امام نے نکاح پڑھایا اور جو اس میں شریک تھے اور گواہ حضرات ان لوگوں کے لیے کیا حکم ہے؟ کیا ان لوگوں کا نکاح ٹوٹا، یا نہیں؟ اور بطور ثبوت رسید حاضر ہے، لڑکی اور لڑکا بالغ عاقل اور کسی ڈر، یا خوف کے بغیر اپنے نفع اور نقصان کو سوچ کر اپنا نکاح کرسکتے ہیں؟ اور وہ دونوں کسی ولی کے بغیر خود ولی ہوسکتے ہیں، یا نہیں؟　(المستفتی: محمد حفیظ اللہ شاہ پونچھ)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفیق

پہلا نکاح جو لڑکی نے اپنی مرضی سے کیا ہے اور لڑکا لڑکی دونوں ہم کفو اور ہم برادری ہیں تو شرعی طور پر وہ نکاح صحیح ہو چکا ہے اور بعد والا نکاح جو لڑکی کی مرضی کے خلاف کردیا گیا ہے، صحیح نہیں ہوا، اس کے پاس جانا لڑکی کے لیے حرام ہوگا۔

عن اسماعیل بن سالم عن الشعبی قال: إن کان کفءاً جاز. (المصنف لإبن شیبه، کتاب النکاح، باب من أجازه بغیر ولی ولم یفرق مؤسسه علوم القرآن: ٤١/٩، رقم: ١٦٢٠٠)

أما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته فالدخول فیه لا یوجب العدة، إن علم أنها للغیر؛ لأنه لم یقل أحد بجوازه، فلم ینعقد أصلاً. (شامی، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد، زکریا دیوبند: ٢٧٤/٤، کراچی: ١٣٢/٣، البحرالرائق، باب العدة کوئٹه: ١٤٤/٤، زکریا: ٢٤٢/٤)

اور نکاح نامہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ لڑکا سید ہے اور لڑکی قریشی؛ اس لیے بلا شبہ ان کا نکاح صحیح ہو چکا ہے؛ اس لیے دوسرا نکاح باطل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۱/ ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۱/ ۳۷۶۴)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۱/۱۲/۱۴۱۴ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۵۸۸-۵۸۹)

بالغ کا ولی نے نکاح کردیا، بالغ خاموش رہا، پھر انکار کردیا:

سوال: زید مرض الموت خود عمرو پسر بالغ را ہمراہ زینب نکاح ساخت، آنوقت عمر در مجلس نکاح حاضر نہ بود است اکنوں عمرو نکاح خود ہمراہ زینب منظور نمی دارد، آیا نکاح زینب یا عمرو درست است، یا نہ؟

الجواب

اگر عمرو بعد اطلاق آں نکاح پدر را ونہ کرد وصراحۃ ودلالۃ آں نکاح را جائز داشت نکاح منعقد شد وبعد ازاں انکار عمرو ببطلان نکاح صحیح نخواہد شد واگر عمرو بعد اطلاع نکاح مذکور رد کرد نکاح مذکور باطل شد۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷۵/۸۔۷۶)

بالغہ کا ایجاب وقبول باپ کی موجودگی میں اس کی رضا سے ہوا تو نکاح صحیح ہے:

سوال: زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ جب کی زید کی عمر پندرہ سال سے کم تھی ہوا، مجلس نکاح میں زید کا باپ موجود تھا؛ مگر زید کے باپ کی ولایت سے نکاح نہیں ہوا، زید نے خود ایجاب وقبول کیا، نکاح نامہ پر صرف زید کے باپ کے دستخط بطور گواہ کے ثبت ہیں، یہ نکاح صحیح ہوا، یا دوبارہ نکاح ہونا چاہیے؟

الجواب

جب کہ زید کا باپ اس مجلس میں موجود تھا اور اس کی رضا واجازت سے زید نے قبول کیا تو وہ نکاح صحیح ہوگیا اور مہر بھی جو کچھ لکھا گیا اور باپ نے اس پر دستخط کردیئے، صحیح ہوا، دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷۹/۸)

اجازت کے بعد بالغہ کا نکاح درست ہے:

سوال: زید نے اپنی لڑکی کے نکاح کی تاریخ مقرر کردی اور لڑکی کو تنہائی میں بٹھا دیا، غرض لڑکی کو ہر طرح سے یہ علم ہوگیا کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوگا نکاح کے وقت زید نے قاضی سے کہا کہ لڑکی کا نکاح پڑھا دو لڑکی کو نکاح کا علم ہوگیا ہے۔ اس صورت میں نکاح ہوگیا ہے، یا نہ؟

الجواب

باپ کے نکاح کرنے کی صورت میں لڑکی بالغہ کو نکاح کی اطلاع پر سکوت کرنا کافی ہے، نکاح ہوجاتا ہے؛ لیکن سنت یہ ہے کہ باپ اپنی دختر سے اجازت نکاح کی لے اور کہے کہ میں تیرا نکاح فلاں شخص سے کرتا ہوں، اس پر کوسکوت کرنا اس کی رضا مندی واجازت ہے، نکاح ہوجاوے گا۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۱/۸۔۸۲)

---

(۱) (ولاتجبر البالغة البكر على النكاح)... (فإن استأذنها هو)أى الولى وهو السنة ... (فسكتت) عن رده مختارة (أوضحكت غير مستهزءة) ... (فهو إذن).(الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولى: ۴۱۰/۲۔۴۱۱، ظفير)

صرف بالغہ کی اجازت سے نکاح درست ہے:

سوال: زید نے اپنے بیٹے بکر کو عمر کے مکان پر تین آدمی ہمراہ کر کے روانہ کیا، انہوں نے عمر کے مکان پر پہنچ کر عمر کی عدم موجودگی میں اور بلا اجازت صریحی، یا ضمنی عمر کے اس کے بیٹے شبیر جو نابالغ ہے اور اس کی زوجہ کو شامل کر کے عمر کی نابالغ لڑکی ہے، جس کی عمر پندرہ برس دو ماہ بارہ دن ہے، نکاح کر لیا۔ صحیح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

پندرہ برس کی عمر میں لڑکی شرعاً بالغہ شمار ہوتی ہے، (۱) اور بالغہ کا نکاح خود اس بالغہ کی اجازت سے صحیح ہے، اگر کفو میں نکاح ہو، پس اگر اس لڑکی سے اس کی والدہ وغیرہ نے اجازت لے کر اس کا نکاح کیا، روبرو شاہدین کے تو نکاح مذکور صحیح ہو گیا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۵/۸)

لڑکی کی اجازت سے اس کا نکاح درست ہے:

سوال: ملک بنگال میں اکثر یہ دستور ہے کہ ولی لڑکی بالغہ کو قبل عقد نکاح کے مع چند اقارب کے بارات کے ساتھ دولہا کے مکان میں رخصت کر دیتا ہے، جب لڑکی دولہا کے گھر پہونچتی ہے، تب تین شخص اس کے پاس جاتے ہیں اور ایک ان میں سے لڑکی سے پوچھتا ہے کہ تم بوساطت میری وکالت کے بعوض مہر کذا کذا اپنے نفس کو فلاں بن فلاں کی زوجیت میں دینا قبول کرتی ہو۔ لڑکی کہتی ہے: قبول، تب یہ تینوں شخص مجلس دولہا میں آتے ہیں اور دولہا سے پوچھتے ہیں کہ فلاں بنت فلاں نے بعوض مہر کذا اپنے نفس کو تمہاری زوجیت میں دے دیا ہے، تم نے اس کو قبول کر لیا ہے، تب دولہا قبول کہتا ہے۔ اس طرح نکاح درست ہوتا ہے، یا نہیں؟ اور نابالغہ کو خیار بلوغ باقی رہتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں بالغہ کا نکاح منعقد ہو جانا تو ظاہر ہے؛ کیوں کہ خود بالغہ سے اجازت لے گی اور درمختار میں ہے:

"فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضى ولي، الخ". (۳)

اور یہاں تو ولی کی رضامندی بھی ظاہر ہے اور نابالغہ کے نکاح کے لیے اگر ولی نے ان لوگوں کو جو نکاح خواں سے نکاح خوانی کو کہتے ہیں وکیل بنا دیا ہے تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور نابالغہ کو بعد بلوغ اختیار فسخ کا لشرائط باقی رہتا ہے۔

---

(۱) بلوغ الغلام بالإحتلام والإحبال والإنزل ... والجارية بالإحتلام والحيض والحبل فإن لم يوجد فيهما شيء، حتى يتم لكل منها خمس عشرة سنة، به يفتي، لقصر أعمار أهل زماننا. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الحجر، فصل في بلوغ الغلام: ۱۳۲/۵، ظفير)

(۲) فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي، الخ. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۰۷/۲، ظفير)

(۳) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۰۷/۲، ظفير

كما في الدر المختار: (وإن كان المزوج غيرهما)أي غير الأب وأبيه ولو الأم أو القاضي أو وكيل الأب... (لا يصح)النكاح (من غير كفء)...(وإن كان من كفء وبمهر المثل صح و) لكن (لهما)أي لصغير وصغيرة وملحق بهما (خيار الفسخ)...(بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده) ... (بشرط القضاء) للفسخ. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۸/۴۷)

لڑکی نے جب بلوغ کا اقرار کیا تو اس کی اجازت سے شادی درست ہوگئی:

سوال: ایک فرقہ نے پندرہ برس سے کم عمر کی کسی یتیمہ لڑکی کا ماں اور نانی سے مشورہ لے کر بوقت شب اقرار بلوغ وحیض کرا کے وکالۃً نکاح پڑھا دیا، صبح کو لڑکی کا چچا نکاح کی خبر سن کر لڑکی کو چھین کر لے گیا اور اپنے بیٹے سے نکاح کر دیا۔ اس صورت میں انکار کرنا لڑکی کا بعد اقرار کے معتبر ہوگا، یا نہیں؟ اور کون سا نکاح صحیح ہے؟

الجوابــ

درمختار میں ہے کہ مراہقہ کا اقرار بالبلوغ معتبر ہے اور انکار بعد الاقرار معتبر ہے۔

فلا يقبل حجوده البلوغ بعد إقراره مع احتمال حاله. (الدر المختار)

(وأدنى مدته له اثنتا عشرة سنة، ولها تسع سنين)، هو المختار، كما في أحكام الصغار. (الدر المختار) (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۸/۸۹)

بالغہ کا نکاح بغیر ولی کے اور نابالغ کے ولی کی طلاق:

سوال: مسماۃ رمضانوں بنت نہتو بیوہ ہوگئی تھی، عدت ختم ہونے پر اس کے والد نے اس کے دیور مسمی جماعت علی سے نکاح کر دیا اور پھر اس لڑکی سے والد نے کہہ دیا کہ تمہارا نکاح مسمی جماعت علی سے کر دیا، جو کہ نابالغ تھا؛ یعنی اس وقت جماعت علی کی عمر دس برس کی تھی اور لڑکی بالغ تھی تو لڑکی نے اس بات پر اظہار ناراضگی کیا اور انکار کیا۔ اب تین سال کے بعد لڑکی کے والد نے جماعت علی کے والد سے کہہ دیا کہ اپنی بہو کو لے جا، طلاق دے دی ہے اور پہلے بھی کہہ دیا تھا کہ اپنی لڑکی کا نکاح جہاں چاہو کر دو، اب بھی کہتا ہوں کہ تم اپنی لڑکی کو جہاں چاہو نکاح کر دو اور لڑکی خود بھی جانا نہیں چاہتی ہے اور لڑکا اب بھی نابالغ ہے؛ یعنی تیرہ سال کی عمر ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ لڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں؟

الجوابــــــــــــــــــــ **حامداً ومصلياً**

باپ کو جبراً بغیر اس کی مرضی کے نکاح کرنے کا حق نہیں، پس اگر نکاح کی خبر پا کر لڑکی نے اس نکاح کو رد کر دیا تھا تو

---

(۱) الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۱۹/۲، ظفير

(۲) الدر المختار على هامش ردالمحتار، قبيل كتاب المأذون: ۹۸/۵، كتاب الحجر، فصل في بلوغ الغلام

رد ہو گیا تھا، اب طلاق کی ضرورت نہیں، دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے۔ اگر اس نکاح کو رد نہیں کیا تھا؛ بلکہ اجازت دے دی تھی تو وہ صحیح ہو گیا تھا، اب جب تک لڑکا بالغ ہو کر طلاق نہ دے، دوسری جگہ نکاح درست نہیں۔ لڑکے کے باپ کو شرعاً لڑکے کی بیوی کو طلاق دینے کا حق حاصل نہیں، یہ طلاق بالکل بے کار ہے۔ (۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ ذی الحجہ/ ۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۹۴)

بغیر ولی کی اجازت کے بالغہ کا نکاح:

سوال (۱) ایک بالغ لڑکی نے اپنے کفو میں اور خاندان کے بالغ لڑکے سے بغیر اپنے ولی کی اجازت کے نکاح کرلیا، ایسی صورت میں ولی کو حقِ فسخ ہے، یا نہیں؟

(۲) فسخ کی صورت کیا ہوگی؟ کیا قاضی، یا کسی مسلمان حاکم کے یہاں دعویٰ کر کے، یا پنچایت میں معاملہ رکھ کر نکاح فسخ کرا دیا جائے گا، یا خود ولی کے کہنے سے فسخ ہو سکتا ہے کہ ولی کہہ دے: فسخت بینکما، اور وہ فسخ ہو جائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) اگر مہر مثل پر نکاح کیا ہے تو ولی کو حقِ فسخ حاصل نہیں۔

"نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي، وله الاعتراض في غير الكفو، وروى عن الإمام جوازه، وعليه فتوىٰ قاضي خان، وهذا أصح وأحوط، والمختار للفتوىٰ في زماننا، الخ". (مجمع الأنهر) (۲)

(۲) فسخ کا حق نہیں۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۹/ ذی قعدہ/ ۱۳۷۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم سہارنپور۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۹۵)

بالغہ کا نکاح بلا اجازت کرنا:

سوال: میرے والد حقیقی محمد اسماعیل نے میری شادی میری مرضی کے خلاف مسمی خدا بخش ولد میاں خیر الدین

---

(۱) "لايجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها بكراً كانت أو ثيباً فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل". (الفتاوىٰ العالمگيرية: ۲۸۷/۱، الباب الرابع في الأولياء في النكاح، رشيديه)

(۲) مجمع الأنهر: ۴۸۸/۱، باب الأولياء والأكفاء، دار الكتب العلمية، بيروت

"فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي، وله: أي للولي إذا كان عصبة الاعتراض في غير الكفؤ، فيفسخه القاضي، ويتجدد بتجدد النكاح". (الدر المختار: ۵۶/۳، باب الولي، سعيد)

(۳) "(قوله: فيفسخه القاضي)، فلا تثبت هذه الفرقة إلا بالقضاء؛ لأنه مجتهد فيه، وكل من الخصمين يتثبت بدليل، فلا ينقطع النكاح إلا بفعل القاضي". (ردالمحتار: ۵۶/۳، باب الولي، سعيد)

ساکن امرتسر کے ساتھ کردی، میں کنواری اور بالغہ ہوں، مجھے اس نکاح کے متعلق کچھ خبر نہیں دی گئی اور نہ ہی میرے والد، یا کسی نے مجھ سے اجازت لی اور نہ ہی ایجاب وقبول کرایا گیا، چوں کہ خدا بخش مذکو فاسق، فاجر، زانی، بے روزگار اور معمر ہے، نیز تا حال میں سسرال؛ یعنی خدا بخش کے گھر بھی نہیں گئی، میں نہ تو رضا مند تھی اور نہ ہوں۔ نکاح معرضِ تحریر میں آچکا ہے، جو منجانب خدا بخش ہے، میرے مشاہدہ سے نہ نکاح نامہ گزرا اور نہ گزارا گیا، میں خواندہ بھی ہوں، ولی، وکیل، اور شاہدان امور متذکرہ بالا کو تسلیم کرتے ہیں۔ پس درخواست ہے کہ بوضاحت فرمادیا جائے کہ آیا نکاح درست ہے، یا نہیں؟

نوٹ:　عام طور پر لڑکی کی خاموشی کو اس پر دال کیا جاتا ہے کہ لڑکی رضا مند ہے؛ مگر یہاں تو اتنی تکلیف بھی نہیں کی گئی کہ لڑکی کے پاس جائیں اور ایجاب وقبول کا تذکرہ کریں، نہ کوئی میرے پاس آیا اور نہ مجھ سے پوچھا گیا، میں کسی حالت میں بھی خدا بخش مذکور کی زوجیت قبول کرنے کو تیار نہیں۔

تصدیق: میں اس بات کی بحیثیت ولی کے تصدیق کرتا ہوں کہ واقعی لڑکی کی اجازت نہیں طلب کی گئی''۔

(العبد محمد اسماعیل ولد رحیم)

بخدمت علمائے دین ومفتیان شرع متین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

''گزارش ہے کہ بندہ درمعاملہ ودرخواست متعلقہ نکاحِ مسماۃ غلام بتول دختر محمد اسماعیل حسب ذیل عرض کرتا ہے: اول یہ کہ جو درخواست مسماۃ علام بتول مذکور کی طرف سے علمائے کرام کی خدمت میں ہے کہ اس کا مضمون درست ہے، بات یہ کہ غلام بتول مذکور کے نکاح نامہ پر میرے دستخط بذریعہ وکیل کے ہیں، جو کہ میں نے بذریعہ وے والد غلام بتول یعنی محمد اسماعیل کے کہنے پر وکیل بنا کر دستخط کیے، خود میں غلام بتول سے اجازت حاصل نہیں کی اور نہ ہی بعد میں ایجاب وقبول کرایا گیا، لہٰذا ملتمس ہوں کہ درخواست جو کہ مسماۃ غلام بتول نے گزاری ہے، وہ بالکل درست ہے''۔

(العبد حاجی قادر بخش ولد میاں پیر، المرقوم، ۲۸/اکتوبر/۱۹۳۶ء)

''جو کہ درخواست غلام بتول دختر محمد اسماعیل کی طرف سے علما کی خدمت میں ہے اور اس درخواست کا مضمون ہے؛ کیوں کہ میری موجودگی میں دختر محمد اسماعیل سے بذریعہ وکیل گواہان جن میں سے میں بھی موجود تھا، دختر محمد اسماعیل سے نہ اجازت حاصل کی گئی ہے اور نہ ایجاب وقبول کرایا گیا تھا، حالاں کہ دختر محمد اسماعیل بالغہ تھی، میری گواہی شرعی کا عذر پر ضرور ہے؛ مگر وہ تکمیلِ حق ہی کے واسطے ہے، میرا بیان حلفیہ ہے''۔

(العبد رحمت اللہ ولد میاں خیر الدین)

الجواب ــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جو کنواری بالغہ ہوں، اس پر کسی کو ولایت اجبار حاصل نہیں؛ یعنی کوئی شخص باپ وغیرہ اس کا نکاح جبراً بلا اس کی رضا

مندی نہیں کرسکتا، اگر کسی نے ایسا کیا بھی تو یہ نکاح اس بالغہ کی اجازت پر موقوف رہے گا، پس اگر بوقتِ نکاح اجازت نہیں لی گئی اور بلا اجازت نکاح کر دیا گیا ہے تو یہ نکاح تمہاری اجازت پرقوف ہے، اگر تم نے اجازت دے دی تو جائز ہوگا، اگر اجازت نہیں دی؛ بلکہ رد کر دیا، اس طرح پر کہ ''میں اس نکاح سے رضا مند نہیں، میں نے اس نکاح کو رد کر دیا'' تو یہ نکاح رد ہوگیا۔ اب تمہارے والد کو تمہاری مرضی کے خلاف کسی جگہ نکاح کرنے کا حق نہیں۔

''ولا تجبر البكر البالغة على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ،آه''. (الدرالمختار: ٤٦١/٢)(۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، عبد اللطیف، یکم رمضان۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۹۷/۱۱)

بغیر ولی کے نکاح:

سوال: مسماۃ ہندہ بالغہ باکرہ نے بغیر اجازتِ والد خود نکاح کر لیا؛ کیوں کہ اس کا والد دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتا تھا، ہندہ وہاں رضا مند نہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا ہندہ کا نکاح ہوا، یا نہیں؟

غیر مقلد کہتے ہیں کہ دوسری جگہ پڑھایا جائے، اول نکاح درست نہیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر ہندہ بالغہ نے اپنی برادری میں مہر مثل پر، یا اس سے زیادہ پر نکاح کیا ہے تو شرعاً یہ نکاح حنفیہ کے نزدیک صحیح ہے، اگر غیر برادری میں؛ یعنی نیچے خاندان میں نکاح کیا ہے تو مفتی بہ قول کے موافق وہ صحیح نہیں ہوا، دوبارہ برادری میں کرے۔ اگر مہر مثل سے کم پر کیا ہے تو ولی یعنی باپ کو اختیار ہے کہ حاکم مسلم کے یہاں درخواست دے اور حاکم شوہر کو بلا کر کہے: یا تو مہر پورا کرو، ورنہ ہم نکاح فسخ کر دیں گے، اگر شوہر نے مہر مثل پورا کر دیا، تب وہ نکاح برقرار ہے، اگر پورا نہ کرے تو حاکم مسلم نکاح فسخ کر دے۔

''فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي، وله إذا كان عصبة الاعتراض في غير الكفء مالم تلد منه ويفتى في غير الكفء بعدم جوازه أصلاً، وهو المختار للفتوىٰ،آه''. (الدرالمختار: ٤٥٨/٢)(۲)

''ولو نكحت بأقل من مهر المثل، فللولي العصبة الاعتراض حتى يتم مهر مثلها أو يفرق القاضي بينهما دفعاً للعار،آه''.

''(قوله: الاعتراض) أفاد أن العقد صحيح، وتقدم أنها لو تزوجت غير كفء، فالمختار للفتوىٰ رواية الحسن أنه لا يصح العقد، ولم أرمن ذكر مثل هذه الرواية هنا، ومقتضاء أنه لا خلاف في

(۱) الدر المختار: ٥٨/٣، باب الولي، سعيد

(۲) الدر المختار: ٥٥/٣، باب الولي، سعيد

صحة العقد، لعل وجهه أنه يمكن الاستدراک هنا بإتمام مهر المثل بخلاف عدم الكفاء ة واللّٰه تعالٰی أعلم،آه". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۵۰۰/۲)(۱)

"نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولی،وقال مالک والشافعی رحمهما اللّٰه تعالٰی:لا ينفذ بعبارة النساء أصلاً؛لقوله تعالٰی:(فلا تعضلوهن أن ينكحن أزرواجهن)، فلولا أن له ولاية التزويج لما منع عن العضل، وقال الشافعی:هی أبين آية فی كتاب اللّٰه تعالٰی علی اشتراط الولی،ولقوله عليه الصلاةوالسلام :"لا نكاح إلابولی وشاهدی عدل"وقد رووا فی كتبهم أحاديث كثيرة ليس لها صحة عند أهل النقل،حتی قال البخاری وابن معين:لم يصح فی هذا الباب حديث يعنی علی اشتراط الولی،ولنا قوله تعالٰی:﴿فلا جناح عليكم فيما فعلن فی أنفسهن﴾وقوله تعالی:﴿فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن﴾وقوله تعالٰی﴿حتی تنكح زوجاً غيره﴾وقوله تعالی:﴿فلا جناح عليهما أن يتراجعا إن ظنا أن يقيما حدوداللّٰه﴾وهذه الأيات تصرح بأن النكاح ينعقد بعبارة النساء لأن النكاح المذكور فيها منسوب إلی المرأة من قوله:(أن ينكحن)و(حتی تنكح) وهذا صريح بأن النكاح صادر منها،آه". (زيلعی: ۱۱۷/۲)(۲)

غیر مقلد اگر ذی علم ہے تو ان عبارات میں اس کے لیے دلیل موجود ہے، اگر ذی علم نہیں؛ بلکہ عامی اور جاہل ہے تو علمی مسائل میں جاہل سے بحث فضول ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۹/۵/۱۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم، صحیح: عبد اللطیف، ۱۸/ جمادی الاُولیٰ ۱۳۵۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۹۹/۱۱)

ولی کی اجازت کے بغیر بالغہ کا نکاح اور مبسوط کی عبارت:

سوال: اگر کوئی عورت باکرہ عاقلہ بالغہ بغیر رضائے ولی کے خفیہ نکاح کر لیتی ہے، جس سے والدین، اولیا کی عزت پر بہت بدنما دھبہ لگ گیا ہے؛ کیوں کہ وہ شریف خاندان میں سے نہیں اور اس نکاح کو ہرگز جائز نہیں کہتے تو کیا اس صورت میں حسبِ مضمون عبارت "مبسوط سرخسی" بغیر رضائے ولی یہ نکاح جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔

قال العلامة السرخسی رحمه اللّٰه تعالٰی:"ومن العلماء من يقول:إذا كانت غنية شريفة،لم يجز تزوجها نفسها من غير رضاء الولی،وإن كانت فقيراً خسيسة، يجوز لها أن تزوج نفسها من غير رضا ء الولی". (المبسوط: ۱۰/۵،باب النكاح)(۳)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۹٤/۳،باب الكفاء ة،سعيد

(۲) تبيين الحقائق للزيلعی: ٤۹۳/۲،باب الأولياء والأكفاء،دار الكتب العلمية ،بيروت

(۳) المبسوط: ۱۰/۳،كتاب النكاح ، باب النكاح بغير ولی،طبع حبيبه

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر عاقلہ بالغہ نے اپنا نکاح کفو میں مہر مثل پر کیا تو شرعاً نافذ اور درست ہے،(۱) امام جعفر رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول ظاہر الروایۃ میں یہی ہے اور انہوں نے قولِ اول سے رجوع کیا ہے، جو یہ ہے کہ ”بغیر ولی کے نکاح منعقد نہیں ہوتا، جب کہ اس کا کوئی ولی ہو“۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ”اگر کفو میں کیا ہے تو جائز ہے، ورنہ نہیں“۔ اس سے بھی رجوع کیا اور فرمایا کہ زوج کفو ہو، یا نہ ہو، بہر صورت درست ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہ نکاح ولی کی اجازت پر موقوف رہتا ہے، پھر ان سے بھی شیخین علیہما الرحمہ کے قول کی طرف جو کہ ظاہر الروایۃ ہے، رجوع مروی ہے، لہٰذا ظاہر الروایۃ میں ہمارے ائمہ ثلاثہ کا قول متفق علیہ یہی ہے کہ نکاح درست اور نافذ ہے، پھر اس متفق علیہ قول کے خلاف فتوی دینا شرعاً درست نہیں۔

مبسوط میں بعض علماء کا قول نقل کیا ہے، معلوم نہیں کہ وہ حنفی ہیں، یا غیر حنفی، جیسے کہ آئندہ قول اصحاب ظواہر کا درجہ ہے، پھر یہ کہ اس پر نہ کسی کا فتویٰ نقل کیا ہے نہ اس کو کسی دلیل سے مبرہن کیا ہے، ایسے قول پر فتویٰ دینا قواعدِ افتاء کے خلاف ہے۔ (کما صرح بہ ابن عابدین فی عقود رسم المفتی)(۲)

”نفذ نكاح حرة مكلفة بلاولي،وهذا عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالىٰ في ظاهر الرواية، وكان أبويوسف أولا يقول:إنه لا ينعقد إلا بولي إذا كان لها ولي أو لم يكن، وعند محمد رحمه الله تعالىٰ:وينعقد موقوفا على إجازة الولي، سواء كان الزوج كفواً لها أو لم يكن،ويروى رجوعه إلى قولهما،آه“. (تبيين الحقائق: ۱۱۷/۲)(۳)

”فاتفق عليه ، أصحابنا في الروايات الظاهر ة، يفتى به قطعاً... وأن الحكم والفتيا بالقول المرجوع جهل وحرق للإجماع “. (الدرالمختار)

”ومذهب الحنفية المنع عن المرجوح حتیٰ لنفسه لكون المرجوع صار منسوخاً“. (شامي: ۵/۱)(۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۰۴/۱۱)

---

(۱) ”ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لإنقطاع الولاية بالبلوغ“. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۵۸/۳، سعيد)

(۲) ”أن الواجب على من أراد أي يعمل لنفسه أو يفتي غيره، أن يتبع القول الذي رجحه علماء مذهبه ،فلا يجوز له العمل أو الإفتاء بالمرجوح“. (شرح عقود رسم المفتي، ص: ۳۵، مطلب: يجب اتباع الراجع ولا يجوز العمل ولا الإفتاء بالمرجوح، الرشيد الوقف)

(۳) تبيين الحقائق: ۴۹۳/۲، كتاب النكاح ، باب الأولياء والأكفاء دار الكتب العلمية بيروت

(۴) الدر المختار مع رد المحتار: ۶۹/۱-۷۴، مقدمة، مطلب: لايجوز العمل بالضعيف حتى لنفسه عندنا ،سعيد

والدین سے چھپ کر نکاح کرنا:

سوال: لڑکا اور لڑکی دونوں جوان ہیں، اگر اپنے ماں باپ سے چھپ کر دو انجان مسلمان گواہوں، یا جاننے والے گواہوں کے سامنے اپنا نکاح کرلیں تو جائز ہے، یا نہیں؟ پھر اس لڑکی کے ماں باپ اس کا نکاح کسی اونچے خاندان میں کرنا چاہیں؛ اس لیے کہ لڑکی کے ماں باپ کو معلوم نہیں ہوا کہ اس نے اپنا نکاح کرلیا ہے۔ اگر میں اس لڑکی کو طلاق دے دوں؛ تاکہ بعد عدت اس کا نکاح دوسری جگہ ہوجائے تو ایسا فعل شرعاً کرنا کیسا ہے؟

الجواب ———————— حامداً ومصلیاً

اگر وہ طلاق دے دے گا تو شرعاً واقع ہوجائے گی اور بعد عدت دوسری جگہ اس کا نکاح بھی درست ہوگا؛ مگر بلا وجہ شرعی طلاق دینا ناپسند ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۱۴/۱۱)

والدین کی مرضی کے بغیر بالغ لڑکے کا نکاح:

سوال: زید (بالغ) نے بغیر والد کی رضا مندی کے ہندہ (بالغہ) سے نکاح کرلیا ہے، گواہان وقاضی ونکاح، رسید سب کچھ موجود ہے۔ اب چوں کہ والد ناراض ہیں؛ اس لیے مسئلہ دریافت طلب ہے؟

نوٹ: یہ سوال سائل نے ۶، ۷/ صفحات پر پھیلا دیا ہے، رسیدِ نکاح بھی موجود ہے، اسی کی پشت پر مفتی صاحب نے یہ جواب لکھا ہے:

الجواب ———————— حامداً ومصلیاً

اگر واقعات اسی طرح ہیں تو یہ نہایت خودغرضی، فریب دہی، جعلسازی ہے، خدائے پاک کے نزدیک مذموم وقبیح ہے، شریف معاشرہ کے نزدیک ناپسند اور موجب غضب ہے اور لائق ملامت ونفرت ہے اور رجسٹر نکاح پر غلط اندارج پر قانونی گرفت بھی ہوسکتی ہے؛ لیکن لڑکا ماشاء اللہ عاقل بالغ ہے، برسر روزگار ہے، حالات وواقعات سے واقف ہے، اپنے والد کی اس عقد سے نارضامندی کو بھی جانتا ہے، اس سے بھی یقیناً کوتاہی ہوئی کہ اس نے بغیر والد کی موجودگی واجازت کے عقدِ نکاح کو قبول کرلیا، جب اس نے قبول کرلیا اور چند لوگوں کی موجودگی میں قبول کیا ہے، جو کہ لڑکی سے بھی واقف تھے، اگر چہ معلوم نہیں تھے تو نکاح صحیح ولازم ہوگیا، والد کی عدمِ موجودگی باعثِ تنسیخِ نکاح نہیں بن سکتی۔(هكذا في كتب الفقه: البحر وردالمحتار والخانية والهندية وغيرها)(۲)

(۱) ”وأيقاعه (أى الطلاق) مباح، وقيل: الأصح حظره (أى منعه) إلا لحاجة“. (الدر المختار)

وقال ابن عابدين: ”أبغض الحلال إلى الله الطلاق ... وإذا وجدت الحاجة المذكورة، أبيح“. (رد المحتار، كتاب الطلاق: ۲۲۷/۳-۲۲۸، سعيد)

(۲) (وينعقد بإيجاب وقبول وضعا للمضى أو أحدهما): أى ينعقد النكاح، أى ذلک العقد الخاص ==

اب مصالح کا تقاضا یہ ہے کہ تین سال سے زائد گزر چکنے کے بعد اس قصہ کو نہ اٹھایا جائے، بلکہ لڑکے کی زندگی درست وخوشگوار بنانے کی کوشش کی جائے، اس اعتراض کا موقع بھی نہ دیا جائے کہ تین سال تک اس عقد کو کیوں برداشت کیا گیا، جب کہ یہ آپ کے نزدیک ناجائز تھا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۴/۹/۲۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۲۶)

سابقہ مطلقہ سے بضرورت دوبارہ نکاح؛ مگر والدین ناراض ہیں:

سوال: تیرہ سال قبل میں نے اپنے والد کی لڑکی سے شادی کی تھی، دو سال تک زندگی بہت خوشگوار گزری؛ مگر دو سال بعد ہی خاندانی نااتفاقی کی بنا پر طلاق دینی پڑی، طلاق کے وقت وہ میرے دوسرے بچے کی ماں بننے والی تھی، اب وہ دونوں بچوں کو اپنے ہی پاس رکھ کر زندگی بسر کرنے لگی۔ اس دوران میں نے دوسری شادی کر لی، اس کے والدین نے بھی اس کی شادی دوسری جگہ پر کر دی، اسے اپنے بچوں کی فکر دامن گیر ہوئی اور اس پر پریشانی کے تحت وہاں سے بھی طلاق ہوگئی۔ اس دوران اس کے والد کا بھی انتقال ہوگیا، وہ بے سہارا ہوگئی، والد کے انتقال کے بعد بھائیوں نے بھی ساتھ دینا بند کر دیا۔ اس درمیان اس نے مجھ سے اپنا دکھ درد بیان کیا اور دوبارہ نکاح کے لیے اصرار کیا اور اس پر میں بھی اس کی یہ مجبوری دیکھتے ہوئے تیار ہوگیا۔

میری اپنی بیوی بھی ہے، وہ بھی اس کے حالات کو دیکھتے ہوئے راضی ہوگئی ہے؛ مگر میرے والد ایسا نہیں چاہتے اور ان کے لیے پرانی دشمنی آڑ بنی ہوئی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب ایک بار گھر سے نکل گئی تو دوبارہ نہیں لانا چاہیے، حالانکہ وہ لڑکی ہمارے والد کی سگی بھتیجی ہے۔ اس کی والدہ نے ہمارے گھر آ کر بہت منت سماجت کیا، بہت سمجھایا؛ لیکن والدین کسی طرح تیار نہیں ہوئے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ جب یہ رشتہ ہو جائے گا تو زندگی بھی سنور جائے گی اور دشمنی بھی ختم ہو جائے گی، اب مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں؟ والدین بالکل تیار نہیں ہیں، حالانکہ میں والدین سے الگ ہوں، اپنا کاروبار ہے، مجھے یقین ہے کہ دونوں کو سکھ چین کی زندگی دے سکتا ہوں۔ ایسے حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ جواب جلد نوازیں۔

الجواب ______________ حامداً ومصلياً

جب کہ اس غریب کا دوسرے شوہر سے بھی تعلق ختم ہوگیا اور وہ بے سہارا ہوگئی اور آپ کے ساتھ نباہ ہوسکتا ہے، نیز

== يعنقد بالإيجاب والقبول ،حتى يتم حقيقة في الوجود ... عند حرين أو حر وحرتين عاقلين بالغين مسلمين ولو فاسقين ،الخ". (البحر الرائق، كتاب النكاح: ٣/١٤٤-١٥٥، رشيديه)/رد المحتار ، كتاب النكاح: ٣/٩-٣٢، سعيد/فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمگيرية، كتاب النكاح، فصل في شرائط النكاح: ١/٣٣١، رشيديه/الفتاوىٰ العالمگيرية ، كتاب النكاح ،الباب الأول في تفسيره، الخ: ١/٢٦٧، رشيديه)

دونوں کے حقوق میں آپ برابر کا ارادہ رکھتے ہیں اور یہ بھی توقع ہے کہ اس سے نکاح ہونے پر خاندانی دشمنی ختم ہو کر میل ملاپ کی صورت پیدا ہو جائے گی تو آپ اس سے دوبارہ نکاح کر لیں۔(۱)

امید ہے کہ اس کے نتیجے میں والدین بھی رضا مند ہو جائیں گے اور آپ کے بچوں کی پرورش بھی آسان ہو جائے گی، حق تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۰/۱۰/۱۳۹۴ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۲۸)

فسق ولایت سے مانع نہیں:

سوال: ایک شخص تھا اس کی ایک لڑکی ہے اور ایک لڑکا۔لڑکے کی عمر ۲۵/سال ہے اور لڑکی کی عمر ۱۷،۱۸ برس کی ہے، ان دونوں کی شادی ہو چکی ہے، پھر اس شخص نے دوسرا نکاح کیا تھا، اس سے تین لڑکیاں اور ایک لڑکا چھوڑ کر وہ شخص مر گیا۔اب اس شخص کی بیوی نے دوسرا شوہر کر لیا، ان تینوں لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کی عمر ۱۴/سال کی ہے اور دوسری ۱۱،۱۲ سال کی ہے۔تیسری ۶،۷ برس کی ہے، چوتھا لڑکا قریب ۳/سال کا ہو کر مر گیا۔چچا اور بھائی بچوں کا شرابی کبابی ہے اور بچوں کی دادی بھی موجود ہے۔اب جو لڑکی چودہ برس کی ہے، اس کا نکاح سوتیلا باپ، یا ماں اور کوئی رشتہ دار مثلاً نانی وغیرہ کر سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

نابالغوں کے نکاح کی ولایت بھائی کو اس کے بعد چچا کو ہے، ان کا شرابی کبابی ہونا مانع ولایت نہیں۔

وأقرب الأولياء إلى المرأة الابن ثم ابن الإبن وإن سفل ثم الأب ثم الجد أبو الأب وإن علا كذا في المحيط ثم الأخ لأب وأم ثم الأخ لأب،انتهى مختصراً. (الهندية)(۲)

والفسق لا يمنع الولاية، كذا في فتاوى قاضي خان. (الهندية)(۳)

پس سوتیلا باپ، یا اور کوئی ان نابالغوں کا نکاح نہیں کر سکتا۔

ولو كان الصغير أو الصغيرة في حجر رجل يعولهما كالملتقط ونحوه فإنّه لا يملك تزويجهما، كذا في فتاوى قاضي خان. (الهندية)(۴)(کفایۃ المفتی:۵/۵۶)

ولی کا مجلس نکاح میں ہونا رضا مندی پر دلالت نہیں کرتا:

(از سہ روزہ الجمعیۃ، مورخہ ۲/ستمبر ۱۹۲۵ء)

سوال: ہندہ کے والد کا انتقال ہو چکا اور اس نے اپنے چچا کی سرپرستی میں پرورش پائی ہے، جب ہندہ کی عمر تیرہ سال

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ ﴿فإن طلقها فلا جناح عليهما إن يتراجعا إن ظنا يقيما حدود الله وتلك حدود الله بينها لقوم يعلمون﴾(سورة البقرة: ۲۳۰)

(۲) الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۱/۲۸۳،ماجدية

(۳-۴) الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع: ۱/۲۸٤، ماجدية

کی ہوئی تو اس نکاح زید سے کر دیا گیا، اس صورت سے کہ ہندہ کو نابالغ تصور کیا گیا ہے۔ ہندہ اس وقت بیمار بھی تھی؛ اس لیے اس کے دادا سے اجازت نکاح چاہی گئی؛ مگر دادا زید کے ساتھ اس کا نکاح کرنے سے ناخوش ہیں؛ اس لیے انکار کیا تو ہندہ کے چچا نے ہندہ کی دادی سے اجازت حاصل کر کے نکاح کر دیا، حالانکہ ہندہ کی والدہ بھی حیات ہے اور وہ بھی اس نسبت سے ناخوش ہے؛ مگر یہ بھی ہوا کہ ہندہ کے دادا اور والدہ ہر محفل نکاح میں شریک رہے، اب آٹھ ماہ کے بعد رخصتی کرنے کا قصد کیا گیا تو ہندہ انکار کرتی ہے اور اس کی ماں اور دادا بھی اس سے متفق ہیں؛ کیوں کہ زید کا چال چلن بہت خراب ہے۔

الجواب

نکاح درست نہیں ہوا؛ کیوں کہ ہندہ کی نابالغی کی صورت میں ولایت نکاح دادا کو حصال تھا، (۱) اور جب کہ اس نے اجازت دینے سے انکار کر دیا تو نکاح درست نہیں ہوا، (۲) اور اگر ہندہ بالغہ تھی تو خود اس کی اجازت ورضامندی ضروری تھی، اگر اس کی خلاف مرضی نکاح کر دیا گیا تو بھی ناجائز ہوا۔ (۳) دادا کے انکار صریح کے بعد اس کی شرکت مجلس قائم مقام اجازت کے نہیں ہو سکتی؛ (۴) کیوں کہ شرکت سے دلالت اجازت نکلتی ہے اور صراحت کے ہوتے ہوئے دلالت کام نہیں کر سکتی۔ (۵) فقط

محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرسہ امینیہ دہلی (کفایۃ المفتی: ۹۴/۵)

ولی کا ایجاب وقبول بالغ کی اجازت پر موقوف ہے:

سوال: ایجاب وقبول ایک وقت میں عدم موجودگی زوجین کے لیے جاتے ہیں، بذریعہ ولیوں کے، حالانکہ ہر دو بالغ ہیں۔ ولی زوج نے گھر جا کر زوج کو بالکل قبول نہ کرایا ہو، صرف زوجین کے سکوت سے حق زوجیت ثابت ہوگا، یا نہ؟

(المستفتی: ۱۱۳۹، اللہ داد خاں وقاضی محمد عالم، راجہ محمد باقر، نجیب علی صاحب، راولپنڈی، ۴ / جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ مطابق ۳ / اگست ۱۹۳۶ء)

الجواب

ولی جائز مجلس نکاح میں ایجاب وقبول کرے اور زوجین میں سے کوئی حاضر نہ ہو تو نکاح ہو جاتا ہے، (۶) اور زوجین

(۱) ولی المرأة فی تزویجها أبوها وهو أولی الأولیاء، ثم الجد أبو الأب. (خلاصة الفتاوی، النكاح، باب الولی: ۱۸/۳، بیروت)

(۲) فلو تزوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته. (الدر المختار، النكاح، باب الولی: ۱۸/۳، سعید)

(۳) ولا یجبر البالغة البكر علی النكاح لانقطاع الولایة بالبلوغ. (الدر المختار، باب الولی: ۵۸/۳، سعید)

(۴) فلا یكون سكونه إجازة لنكاح الأبعد، وإن كان حاضراً فی مجلس العقد ما لم یرض بالعقد صریحًا أو دلالة. (رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولی: ۸۱/۳، سعید)

(۵) لأن الصریح یفوق الدلالة. (رد المحتار، باب المهر: ۵۷/۳، سعید)

(۶) لا یجوز نكاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من أب أو سلطان بغیر إذنها بكراً كانت أو ثیباً فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف علی إجازتها، فإن أجازته جاز وإن ردته بطل. (الفتاویٰ الهندیة، كتاب النكاح، الباب الرابع فی الأولیاء فی النكاح: ۲۸۷/۱، ماجدیة)

بالغین کے قبول پر یعنی ان کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے، اگر زوجین بالغین نے نکاح کی خبر پانے پر رد نہیں کیا اور کوئی فعل ایسا کرلیا، جس سے اجازت سمجھی جاتی ہو تو نکاح قائم رکھتا ہے، البتہ اگر کوئی ایسی بات کریں، جس سے ناراضی ظاہر ہوتی ہو، یا زبان سے رد کردیں تو رد ہوجاتا ہے۔(۱) بالغہ باکرہ کو ولی قریب خبر دے تو اس کا سکوت بھی رضامندی کے قائم مقام ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی: ۱۰۳/۵)

کیا لڑکی کے لکھے ہوئے خط میں ''شوہرم'' لکھنے سے رضامندی ثابت ہوتی ہے:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۸/دسمبر ۱۹۳۴ء)

سوال: زید نے اپنی لڑکی بالغہ کا نکاح عمرو سے کرادیا اور ایجاب من جانب پدر زید بالعوض مہر دس ہزار من جملہ ان کے ہزار معجّل اور نو ہزار مؤجل اور عمرو نے قبول کرلیا اور شاہدین موجود تھے، من چھلہ چڑھایا گیا، شیرینی تقسیم کئے اور یہ عقد بموجودگی چند آدمی ہوا۔ زید پدر دختر نے جو تحریر عمرو کو بھیجی، اس میں یہ لفظ تھے: ''زوجہ شما'' وغیرہ اور تحریر من جانب لڑکی عمرو کے پاس آئی، اس میں لفظ ''شوہرم'' ہے۔ کیا اس سے لڑکی کی رضائے نکاح ثابت ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

اگرچہ لڑکی بالغہ کی رضامندی ثابت کرنے کے لیے کوئی ایسا فعل جو رضامندی پر دلالت کرتا ہو، کافی ہوتا ہے؛ مگر سوال میں لڑکی کے کسی ایسے فعل کا ذکر نہیں ہے، صرف یہ لفظ ''شوہرم'' جو لڑکی کی کسی تحریر سے نقل کیا گیا ہے، کافی نہیں، تحریر کی پوری عبارت نقل کرنے چاہیے تھی؛ تاکہ اس سے رضامندی، نارضامندی پر استدلال کیا جاسکتا، ممکن ہے کہ لفظ ''شوہرم'' ایسی عبارت میں ہو، جس سے ناراضی ثابت ہوتی ہو، مثلاً ''شخصے را کہ شوہرم گفتہ اند من اورا پسند نمی کنم'' بہرحال پورا واقعہ اور پوری عبارت لڑکی کی تحریر لکھنی چاہیے، جب پورا جواب دیا جاسکے گا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۱۰۸/۵)

بالغہ لڑکی کا والدین کی رضامندی کے بغیر مناسب مہر پر کفو میں نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک بالغ لڑکا، لڑکی جو

---

(۱) وإذا قال لها الولی: أرید أن أزوجک من فلان بألف، فسکتت، ثم زوجها، فقالت: لا أرضی أو زوجها ثم بلغها الخبر، فسکتت، فالسکوت منها رضا فی الوجهین جمیعًا إذا کان المزوج الولی. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء فئی النکاح: ۲۸۷/۱، ماجدیة)

وفی الهدایة: فإذا استأذنها الولی فسکتت أو ضحکت فهو إذن، لقوله علیه الصلاة والسلام: البکر تستأمر فی نفسها فإن سکتت فقد رضیت. (الهدایة: ۳۱٤/۲، شرکة علمیة)

(۲) النکاح ینعقد بالإیجاب والقبول لأنه عقد. (الجوهرة النیرة، کتاب النکاح: ۱/۲، امدادیة)

ذات کے اعتبار سے ایک ہیں، اپنے والدین کی غیر رضا مندی سے دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح کر لیتے ہیں تو کیا ان دونوں کا نکاح شرعی حیثیت سے جائز ہے، یا نہیں؟ مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

(المستفتی: محمد شکیل محلّہ: کھوکران، مراد آباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر مناسب مہر کے ساتھ کفو اور برادری میں والدین کی بغیر رضا مندی کے نکاح کیا ہے تو شرعاً نکاح صحیح اور جائز ہے۔

عن معمر، قال: سألت الزهري، عن امرأة تزوج بغير ولي؟ فقال: إن كان كفوأجاز. (المصنف لإبن أبي شيبة، كتاب النكاح، باب من أجازه بغير ولي ولم يفرق، مؤسسه علوم القرآن: ۴۱/۹، رقم: ۱۶۱۹۹)

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي، الخ. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي، زكريا: ۱۵۵/۴، كراچی: ۵۵/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۸/ شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۲۷۳/۲۶)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۱/۸/۸ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۵۹۲۳/۱۳)

بیس سالہ لڑکی کا والدین کی رضا مندی کے بغیر کفو میں نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ناز خاں نے اپنے حقیقی ماموں کی بیٹی صفیہ خاتون سے جس کی عمر تقریباً بیس سال ہے، دو گواہوں کی موجودگی میں ایک لاکھ روپیہ مہر کے عوض نکاح کر لیا ہے، لڑکی کے والدین اس نکاح سے راضی نہیں ہیں اور وہ ناز خان سے بغیر طلاق حاصل کئے اپنی لڑکی کا نکاح کسی دوسری جگہ کرنا چاہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا ہے، صفیہ خاتون ناز خان کے ساتھ رہنے پر بضد ہے اور کسی بھی طرح دوسری جگہ نکاح کے لیے تیار نہیں ہے، ایسی صورت میں ناز خان سے بغیر طلاق لیے صفیہ خاتون کا نکاح دوسری جگہ درست ہوگا، یا نہیں؟ (المستفتی: عبد القدوس، سہارن پور)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

بیس سال کی لڑکی عاقلہ بالغہ ہوتی ہے، اس نے جو اپنی مرضی سے اپنی برادری کے آدمی ناز خان کے ساتھ ولی کی مرضی کے بغیر نکاح کر لیا ہے، وہ شرعی طور پر معتبر اور صحیح ہے اور ایک لاکھ روپیہ مہر بہت زیادہ ہے، شرعی طور پر کم نہیں ہے؛ اس لئے صفیہ خاتون ناز خان کی بیوی ہے، اس سے شرعی تفریق حاصل کئے بغیر دوسری جگہ صفیہ خاتون کا نکاح صحیح نہ ہوگا۔

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي، الخ. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي، زكريا: ۱۵۵/۴، كراچی: ۵۵/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۳/ ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ (فتویٰ نمبر: الف ۵۰۳۲/۳۲) (فتاوی قاسمیہ: ۵۹۲/۱۳-۵۹۳)

اولیاء کی رضامندی کے بغیر غیر کفو میں نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ (الف) ایک مرد ہے ہندو، (ب) ایک عورت ہے مسلمان، (الف) ہندو گھرانہ میں پیدا ہوا، اس کی شادی ایک ہندو عورت کے ساتھ ہندو رسم ورواج کے مطابق ہوئی، شادی کے چند سال بعد (الف) اپنی بیوی کے ساتھ مہاراشٹر کے ایک چھوٹے سے شہر کی ایک کمپنی میں ملازم کی حیثیت سے آتا ہے، اس کو کمپنی کی طرف سے رہائش کے لیے مکان ملتا ہے، جہاں دونوں میاں بیوی رہتے ہیں۔ الف کے مکان کے پڑوس میں ایک مسلمان فیملی کا مکان ہے، یہ مسلمان فیملی ممبئی رہتی ہے؛ مگر سال میں ایک دو مرتبہ اپنے اس مکان میں بغرض تفریح جاتی ہے، پڑوسی ہونے کے ناطے اس مسلمان فیملی کا اس ہندو فیملی سے رابطہ قائم ہوتا ہے، ایک دوسرے کے گھروں میں آنے جانے کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، مسلمان فیملی کی ایک تعلیم یافتہ بی اے پاس لڑکی اس ہندو آفیسر کے یعنی الف کے عشق میں پھنس جاتی ہے، دونوں ایک دوسرے سے چھپ کر ملتے ہیں، یہ سلسلہ سالوں تک چلتا رہتا ہے۔ الف جا کر ایک مسجد میں مسلمان ہوتا ہے، پھر ''ب'' کے ساتھ نکاح شریعت کے مطابق کرتا ہے، دونوں کچھ دنوں تک میاں بیوی کی طرح چھپ کر زندگی گزارتے ہیں، دھیرے دھیرے یہ خبر لڑکی کے والدین کو مل جاتی ہے، گھر میں ایک کہرام برپا ہوتا ہے، لڑکی کے والدین اس شادی کو کسی بھی طرح قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے ہیں اور لڑکی کو اس نکاح سے دست بردار کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں؛ مگر لڑکی کسی کی بات نہیں مانتی، لڑکی کے والدین تھک ہار کر ایک چال چلتے ہیں، لڑکی کو کہتے ہیں کہ جب تم اس کے ساتھ رہنا ہی چاہتی ہو تو تم اس کو اپنے گھر بلا لو، احباب رشتہ داروں کے سامنے ایک چھوٹی سی تقریب کر کے تمہارے نکاح کی اور تصدیق کر دی جائے، لڑکی اپنے شوہر کو اپنے گھر پر بلاتی ہے؛ مگر لڑکی کے والدین تصدیق کے بجائے بند کمرہ میں اس لڑکے کے ساتھ نازیبا حرکت کرتے ہیں، ڈانٹتے ہیں، پھٹکارتے ہیں، زدوکوب کرتے ہیں اور لڑکے سے ایک طلاق نامہ جو پہلے سے تیار تھا، اس پر دستخط لیتے ہیں۔ اب والدین اپنی لڑکی کو کہتے ہیں کہ تمہاری طلاق ہوگئی ہے؛ مگر لڑکی مانتی نہیں ہے اور آج بھی الف کے ساتھ ملتی ہے، لڑکی کے والدین کہتے ہیں تم حلالہ کر لو؛ مگر لڑکی کہتی ہے کہ میرے کو طلاق ہوئی ہی نہیں ہے؛ اس لیے حلالہ کا سوال ہی نہیں اٹھتا، لڑکی سمجھتی ہے کہ اس کے والدین کی یہ دوسری چال ہے۔ برائے کرم آپ شریعت کے مطابق بتائیے کہ طلاق ہوگئی، یا نہیں؟ لڑکا مسلمان ہوگیا ہے اور آج بھی مسلمان ہے، دونوں ایک دوسرے کے ساتھ آج بھی ملتے ہیں، دونوں نے نکاح کے علاوہ کورٹ میں بھی شادی کر لی ہے۔

(المستفتی: الطاف کریم، خطیب مسجد جماعت جمہوریہ، کالونی بازار روڈ ممبئی-۵)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

عدم کفو کی وجہ سے ''ب'' کا نکاح الف کے ساتھ اولیا کی مرضی کے خلاف صحیح قول کے مطابق منعقد ہی نہیں ہوا۔

ویفتی فی غیر الکفء لعدم جوازہ أصلاً، وھو المختار للفتویٰ لفساد الزمان. (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی، زکریا دیوبند: ۱۵۷/٤، ۱۵۸، کراچی: ۵٦/۳، البحرالرائق کوئٹہ: ۱۱۰/۳، زکریا دیوبند: ۱۹٤/۳، کراچی: ۱۲۸/۳، منحۃ الخالق، زکریا: ۱۹٤/۳، کوئٹہ: ۱۱۰/۳، کراچی: ۱۲۸/۳، الھندیۃ، زکریا: ۲۹۲/۱، جدید: ۳۵۸/۱)

لیکن اگر بچہ پیدا ہو گیا ہے، یا حمل ظاہر ہو چکا ہے تو نکاح کو برقرار رکھ کر حق کفاءت مسقوط ہوگا۔

حتٰی تلد منہ لئلا یضع الولد. (الدرالمختار: ۳۲۳/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۲/ ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۳/ ۴۰۴)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۲/۲۲/ ۱۴۰۷ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۵۹۳/۱۳-۵۹۵)

ولی کی اجازت کے بغیر ایک ہی خاندان کے لڑکی ولڑکے کا نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میں حارث ولد حاجی فہیم ساکن: جامع مسجد نے اپنی چچازاد بہن ذکیہ بنت محمد عظیم، ساکن: محلّہ جامع مسجد کے ساتھ بتاریخ ۱۴/ مارچ ۲۰۱۴ء بروز جمعہ تقریباً ۱۲/ بجے محلّہ جامع مسجد کے پاس ایک مکان میں نکاح کرلیا ہے، نکاح میں مہر ۱۵/ ہزار روپیہ طے ہوئے ہیں، اسلام کے مطابق یہ بتانے کی زحمت کریں کہ اس نکاح میں کوئی خامی تو نہیں ہے؟

(المستفتی: حارث ولد حاجی فہیم، ساکن محلّہ جامع مسجد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جب بالغ لڑکا اور بالغہ لڑکی نے آپس کی رضا مندی سے دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح کرلیا ہے اور دونوں ایک برادری اور ایک ہی خاندان کے ہیں تو بلاشبہ یہ نکاح منعقد ہو کر صحیح ہو گیا، شرعی طور پر دونوں میاں بیوی ہیں۔

فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضا ولی. (شامی، کتاب النکاح، باب الولی، کراتشی: ۵۵/۳، زکریا: ۱۵۵/٤)

وعلی ھذا ینبی الحرۃ البالغۃ العاقلۃ إذا زوجت نفسھا من رجل ...جاز...فھو أنھا لما بلغت عن عقل وحریۃ فقد صارت ولیۃ نفسھا فی النکاح، فلا تبقی مولیا علیھا کالصبی العاقل إذا بلغ. (بدائع الصنائع، زکریا دیوبند: ۵۱۳/۳، کراچی: ۲٤۷/۲، البنایۃ اشرفیہ دیوبند: ۷۰/۵، الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ: ۸۰/۷)

نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا ولی... لأنھا تصرف فی خالص حقھا، وھی من أھلہ. (مجمع الأنھر، دارالکتب العلمیۃ بیروت: ٤۸۸/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۸/ رجب المرجب ۱۴۳۵ھ (فتویٰ نمبر: الف ۴۱/ ۱۱۵۹۴)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۸/۷/ ۱۴۳۵ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۵۹۵/۱۳-۵۹٦)

لڑکی کے والدین کی رضامندی شرط ہے، نہ کہ لڑکے کے والدین کی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ محلے میں پڑوسی لڑکے اور

لڑکی میں تعلقات تھے، بارہا سمجھایا گیا؛ لیکن بے اثر ثابت ہوا، ایک رات دونوں کو بات چیت کرتے دیکھ کر دریافت کرنے پر نکاح کی رضامندی ظاہر کی تو اسی وقت محلّہ والے مسجد کے امام ومؤذن کو طلب کر کے رات کے تقریباً ۲ ربجے نکاح خوانی کر کے لڑکی کو گھر روانہ کیا؛ کیوں کہ لڑکے کے والدین اس نکاح سے متفق نہ تھے اور محلّہ والوں کو برا بھلا کہتے ہیں، اس قسم کا نکاح جو رات ۲ ربجے والدین کی ناراضی کے ساتھ کیا گیا ٹھیک ہے؟ اور یہ نکاح درست ہے؟ ان دونوں لڑکے اور لڑکی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ (المستفتی: محمد قاسم جھلرہ ضلع بجنور)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اگر لڑکی کے والدین راضی ہیں تو نکاح ہر حال میں صحیح اور درست ہے، لڑکے کے والدین کا راضی ہونا شرط نہیں ہے اور اگر لڑکی کے والدین راضی نہیں ہیں اور لڑکا اور لڑکی دونوں ایک ہی کفو اور برادری کے بھی نہیں ہے تو یہ نکاح درست نہیں ہوگا اور اگر دونوں کی برادری اور کفو ایک ہے تو لڑکی کے والدین کی بغیر رضامندی کے بھی نکاح صحیح اور درست ہو جائے گا۔

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي (إلى قوله) ويفتى في غير الكفء بعدم جوازه أصلاً. وهو المختار للفتوىٰ لفساد الزمان. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي، كراتشي: ٥٥/٣_٥٦، زكريا: ١٥٥/٤_١٥٦، وهكذا في البحر الرائق، كوئٹه: ١٠٩/٣_١١٠، زكريا ديوبند: ١٩٢/٣_١٩٤، الهندية زكريا: ٢٨٧/١، جديد: ٣٥٣/١_٢٩٢، جديد: ٣٥٨/١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۴۱۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۷۱۴)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۴ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۶۰۰/۱۳_۶۰۱)

بالغ لڑکا لڑکی کا ولی کی اِجازت کے بغیر نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر ایک بالغ لڑکا اور بالغ لڑکی اپنے ولی کی رضامندی کے بغیر نکاح کرے تو نکاح ہو جاتا ہے، یا باطل ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــ وبالله التوفيق

عاقل بالغ لڑکا لڑکی اگر شرائط نکاح کی رعایت کرتے ہوئے نکاح کرلیں تو اُن کا کیا ہوا نکاح منعقد ہو جاتا ہے، خواہ والدین کی رضامندی ہو، یا نہ ہو، البتہ اگر لڑکی نے غیر کفو میں نکاح کیا ہے تو اولیا کو حق اعتراض حاصل ہے، وہ اس معاملہ میں قریبی محکمۂ شرعیہ سے رجوع کر سکتے ہیں۔

عن معمر قال: سألت الزهري عن امرأة تُزوَّج بغير ولي، فقال: إن كان كفؤاً جاز. (المصنف لابن أبي شيبة: ٤٤٣/٣، رقم: ١٥٩٤٤، دار الكتب العلمية بيروت)

عن علي رضي الله عنه أنه أجاز نكاح امرأة بغير ولي أنكحتها أمها برضاها. (المصنف لابن أبي شيبة: ٤٤٣/٣، رقم: ١٥٩٤٦، دار الكتب العلمية بيروت)

نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي، والأصل أن كل من تصرف في ماله تصرف من نفسه، وله أي للولي إذا كان عصبة الاعتراض في غير الكفء. (الدرالمختار مع الشامي: ٤/١٥٥-١٥٦،زكريا، مجمع الأنهر: ١/٤٨٨،ديوبند، الفتاویٰ التاتارخانية: ٤/١٠٢، زكريا)

نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي؛ لأنها تصرفت في خالص حقها وهي من أهله لكونها عاقلة بالغة ... والأصل هنا أن كل من يجوز تصرفه في ماله بولاية نفسه يجوز نكاحه على نفسه. (البحر الرائق: ٣/١٠٩، كوئٹه)

في الهداية: وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضائها، وإن لم يعقد عليها ولي بكرًا كانت أو ثيبًا (إلى قوله) ثم في ظاهر الرواية: لا فرق بين الكفء وغير الكفء؛ لكن للولي الاعتراض في غير الكفء. (الهداية: ٢/٣١٤)

وتحته في الفتح القدير: فتحصل أن الثابت الآن هو إتفاق الثلاثة على ... الجواز مطلقاً من الكفوء وغيره. (فتح القدير: ٣/٢٥٦،بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۳/۶/۱۷ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۳۵۷-۳۵۸)

بالغہ لڑکی کا والدین کی مرضی کے بغیر اپنے تعلق دار لڑکے سے نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میں ایک پڑھی لکھی اور عقل مند بالغ لڑکی ہوں، میں اپنے سگے چچازاد بھائی کو پسند کرتی ہوں اور اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہوں، سماجی اعتبار سے لڑکے کے والدین؛ یعنی میرے چچا اور چچی رشتہ لے کر آئے، پر میرے والدین نے لڑکی کی مالی حیثیت کچھ کم ہونے کی وجہ سے انکار کردیا، جب کہ میرے والدین میری مرضی سے اچھی طرح واقف ہیں اور میں لڑکے کی حیثیت کو جانتے ہوئے بھی اس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہوں؛ کیوں کہ میرا مسئلہ بہت پیچیدہ ہے، میں عورت ذات ہوں، سوائے خدا اور رسول کے فرمان کے دائرے میں رہ کر میں اپنے لیے اور کسی طرح انصاف نہیں کرواپاؤں گی، کیا مجھے اپنی مرضی کا کوئی حق نہیں ہے؟ اور کیا میں اپنی مرضی سے شادی نہیں کرسکتی ہوں؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ـــــــــــــــ وبالله التوفيق

بالغہ مسلمان عورت اپنی مرضی سے کفو میں نکاح کرنے کی شرعاً مجاز ہے، والدین کو بھی اپنی بالغ اولاد کے جذبات کا خیال رکھنا چاہیے اور اولاد کو بھی چاہیے کہ والدین کی منشا کے خلاف اقدام کرنے سے گریز کریں، ان باتوں کی رعایت نہ رکھنے کی وجہ سے طرح طرح کے خاندانی مفاسد پیدا ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔

نفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي وله، أي للولي الاعتراض في غير الكفء. (شامي: ٤/١٥٦،زكريا)

نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي؛ لأنها تصرفت في خالص حقها وهي من أهله لكونها عاقلة بالغة...

والأصل هنا أن كل من يجوز تصرفه في ماله بولاية نفسه يجوز نكاحه على نفسه. (البحرالرائق:۱۰۹/۳،کوئٹہ)

ثم إنما يحتاج إلى الولي في الصغير والصغيرة والمجنونة إذا زال الصغر زال الولاية عندنا. (الفتاوىٰ التاتارخانية: ٨٧/٤،رقم: ٥٦٠٨،زكريا)

يستحب للمرأة تفويض أمرها إلى وليها كي لا تنسب إلى الوقاحة. (شامي: ١٥٤/٤، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۱/۲/۱۴۳۲ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۵۹/۸-۳۶۰)

والدین کی مرضی کے خلاف بالغہ کا غیر برادری میں نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر بالغ لڑکی والدین کو مطلع کئے بغیر کسی غیر برادری کے لڑکے کے ساتھ نکاح کرلے تو شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ اور اگر بعد نکاح لڑکی کے والدین اظہار ناراضگی کریں تو کیا نکاح قائم ہے، یا اس میں شرعاً کوئی کمی ہے؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفيق

مسئولہ صورت میں حنفیہ کی ظاہر الروایۃ میں یہ نکاح منعقد ہو چکا ہے، البتہ اولیاء کو حق اعتراض حاصل ہے، یعنی وہ اگر چاہیں تو عدالتِ شرعیہ، یا محکمۂ شرعیہ میں مقدمہ دائر کر کے اِس نکاح کو فسخ کرا سکتے ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہؒ سے حسن بن زیادؒ کی روایت یہ ہے کہ اولیا کی مرضی کے بغیر غیر کفو میں نکاح ہی منعقد نہیں ہوتا ہے، بہت سے متأخرین فقہاء نے اِسی روایت پر فتویٰ دیا ہے؛ لیکن موجودہ مخلوط ماحول میں اس روایت کے بجائے ظاہر الروایۃ پر فتویٰ دینا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

عن عبد الله بن بريدة عن أبيه قال: جاء ت فتاة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: إن أبي زوجني ابن أخيه ليرفع بي خسيسة، قال: فجعل الأمر إليها، فقالت: قد أجزت ما صنع أبي ولكن أردت أن أعلم النساء أن ليس إلى الآباء من الأمر شيء. رواه ابن ماجة ورجاله رجال الصحيح. (نيل الأوطار: ٣٥،إعلاء السنن: ٩٠/١١،رقم: ٣١٤٨، دارالكتب العلمية بيروت)

دلالته على الجزء الأول من حيث إنه صلى الله عليه وسلم خيرّها بعد النكاح، وظاهر أنه كان لعدم الكفء، لقوله: "ليرفع بي" الخ. (إعلاء السنن: ٩٠/١١،دارالكتب العلمية بيروت)

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي، والأصل أن من تصرف في ماله تصرف في نفسه وما لا فلا، وله أي للولي إذا كان عصبةً الخ، الاعتراض في غير الكفء،الخ، ويفتى في غير الكفء بعدم جوازه أصلاً، وهو المختار للفتوىٰ. (الدرالمختار)

هٰذه رواية الحسن عن أبي حنيفة. (شامي: ١٥٧/٤،زكريا)

إن المرأة إذا زوجت نفسها من كفوء لزم على الأولياء، وإن زوجت من غير كفو لا يلزم أو لا يصح. (شامي: ۸٤/۳، كراتشى) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۲/۳/۴ھ۔ (کتاب النوازل: ۳۸۴/۸-۳۸۵)

ماں باپ کی مرضی کے خلاف شادی کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کوئی لڑکا، یا لڑکی کسی لڑکے، یا لڑکی سے پیار ومحبت کرتے ہیں اور ماں باپ کی نامرضی سے شادی کرلیں تو جائز ہے، یا ناجائز؟

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

یہ نکاح منعقد ہوجائے گا؛ لیکن اگر لڑکا غیر کفو ہو تو لڑکی کا ولی بذریعہ محکمہ شرعیہ ایسے نکاح کو ختم کراسکتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ایسا نکاح منعقد ہی نہ ہوگا۔

وله أي للولي الاعتراض في غير الكفء، الخ، ويفتى في غير الكفوء بعدم جوازه أصلاً، وهو المختار للفتوىٰ. (الدرالمختار مع الشامي: ٥٦/٣-٥٧، كراتشى: ١٥٦/٤-١٥٧، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲/۲۳/۷ ۱۴۱۷ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۸۹/۸)

والدین کے ناراض ہوتے ہوئے لڑکی کفو میں نکاح کرے تو درست ہے، یا نہیں:

سوال: لڑکا اور لڑکی بالغ ہیں عاقل ہیں، آپس میں نکاح کے لیے راضی ہیں، لڑکا اس کے کفو کا ہے؛ مگر دونوں کے والدین ناراض ہیں تو وہ لوگ آپس میں نکاح کرسکتے ہیں، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں جب لڑکا اور لڑکی بالغ ہیں اور خاندان، دینداری اور پیشہ کے لحاظ سے لڑکا پست اور گرا ہوا نہیں ہیں کہ لڑکی کی اولیا کے لیے باعث عار ہو تو والدین رضامند ہوں، یا ناراض دونوں کا نکاح درست ہے اور بلا وجہ شرعی والدین کو ناراض نہ ہونا چاہیے اور نکاح کردینا چاہیے، ورنہ گنہگار رہوں گے۔

حدیث میں ہے:

”من ولد له ولد فليحسن اسمه وادبه فاذا بلغ فليزوجه فان بلغ ولم يزوجه فأصاب إثماً فإنما اثمه على أبيه. (مشكاة المصابيح، ص: ٢٦٧، كتاب النكاح)

(یعنی جس کے یہاں بچہ پیدا ہو، اس کو چاہیے کہ وہ اس کا نام اچھا رکھے اور اس کو اچھا ادب سکھائے، پس جب بالغ ہوجائے تو اس کی شادی کردے اور اگر بالغ ہوگیا اور اس نے (بلا عذر) شادی نہ کی اور وہ کوئی گناہ کر بیٹھا، پس اس کا گناہ اس کے باپ کے ذمہ (بھی) ہوگا۔)

اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

"إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه أن لا تفعلوه تكن فتنة في الأرض وفساد عريض. (مشكاة المصابيح، ص: ٢٦٧، كتاب النكاح)

(جب پیغام دے تمہیں وہ شخص جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کردو، اگر تم نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہو جاوے گا۔)

ہاں اگر لڑکی غیر کفو میں نکاح کرے تو ولی کی رضامندی شرط ہے، بلا رضامندی نکاح درست نہ ہوگا۔

شامی میں ہے:

"فإن حاصله أن المرأة إذا زوجت نفسها من كفء لزم على الأولياء وإن زوجت من غير كفء لا يلزم أو لا يصح. (شامي: ٦٣٤/٢، باب الكفاءة) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۲۵/۸)

اولیاء کی رضامندی سے غیر قوم میں نکاح کرنے کا حکم:

سوال: مسماۃ بی بی حنیف سید خاندان سے تعلق رکھتی ہے اور جوان العمر ہے، وہ ایک غیر قوم سے نکاح کرنا چاہتی ہے، کیا اس کو یہ حق حاصل ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر لڑکی کے اولیاء غیر قوم میں شادی کرنے پر راضی ہوں اور لڑکی بھی راضی ہو تو بلاشبہ وہ نکاح کرسکتی ہے، (۱) اور اگر اولیاء راضی نہیں ہوں تو غیر قوم کی تفصیل لکھئے کہ جس قوم میں لڑکی شادی کرنا چاہتی، وہ کون سی قوم ہے؟ اور اولیا اس کے ساتھ نکاح کرنے پر کیوں راضی نہیں ہیں؟ تب جواب دیا جاسکے گا۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۲۳/۱/۱۳۸۸ھ، الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۲۸۷/۲)

جذام والے خاندان کے لڑکے سے شادی درست ہے:

سوال: ایک بالغہ لڑکی زید سے نکاح کرنے پر راضی ہے؛ مگر زید کے خاندان میں جذام ہے تو نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) و في الهندية كتاب النكاح (٣١٣/٢، طبع شركة علمية): وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضائها.

وفي البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء (١١/٣، طبع بيروت و في طبع مكتبة رشيدية كوئٹه: ١٠٩/٣): نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي، لانها تصرفت في خالص حقها وهي من اهله لكونها عاقلة بالغة ... وإنما يطالب الولي بالتزويج كيلا تنسب الى الوقاحة، الخ.

وفي الهندية، كتاب النكاح الباب الأول (٢٦٩/١، طبع ماجدية): ومنها رضاء المرأة اذا كانت بالغة بكرا كانت أو ثيبا، الخ.

الجواب

نکاح کرنا درست ہے، فی الحال کی حالت کا اعتبار ہے، آئندہ کی خبر کس کو ہے، ایسا وہم نہ کیا جاوے۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۸۵)

بالغہ نے ابن فلاں سے اجازت دی، بعد میں معلوم ہوا، وہ فلاں کا لڑکا نہیں ہے، کیا حکم ہے:

سوال: زید نے اپنی لڑکی ہندہ سے اجازت لے کر عمر کے لڑکے بکر سے نکاح کر دیا، بعد کو معلوم ہوا کہ بکر عمر کا لڑکا نہیں ہے، کسی غیر ذات کا ہے، جو عمر کی منکوحہ لے کر آئی تھی، اب ہندہ بکر کے گھر جانے سے انکاری ہے، کہتی ہے کہ مجھے دھوکہ دیا گیا، میں نے عمر کے حقیقی لڑکے سے نکاح کی اجازت دی ہے، اس صورت میں نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر ہندہ سے یہ کہہ کر اجازت لی تھی کہ میں تیرا نکاح بکر بن عمر سے کرتا ہوں اور اس پر اس نے اجازت دی، یا سکوت کیا اور در حقیقت بکر بیٹا عمر کا نہیں ہے تو بکر سے جو نکاح باپ نے کیا، وہ ہندہ کی اجازت پر موقوف رہا، اگر بعد اطلاع کے ہندہ نے سکوت کیا تو نکاح منعقد ہو گیا اور اگر رد کر دیا تو باطل ہو گیا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۱۱۲)

بعد البلوغ خطبہ نکاح کا فسخ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک نابالغہ لڑکی کا خطبہ نکاح کیا گیا تھا، کیا بعد البلوغ اسے حق فسخ حاصل ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: مولانا محمد سلیمان مظفر آباد)

الجواب

اگر دو گواہوں کے روبرو باقاعدہ ایجاب وقبول نہ ہوا ہو تو یہ معاملہ خطبہ ہے، نکاح نہیں ہے،(۲) اور یہ لڑکی جب خیار بلوغ کی وجہ سے نکاح فسخ کر سکتی ہے،(۳) تو خطبہ بطریق اولیٰ کالعدم کر سکتی ہے، پس یہ لڑکی اپنی مرضی سے دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے۔ وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۴/۲۶۹)

---

(۱) ویعتبر فی الاستئمار تسمیة الزوج علی وجه تقع به المعروفة لتظهر رغبتها فیه من رغبتها عنه. (الهدایة، باب فی الأولیاء: ۲/۳۱۵، ظفیر)

(۲) قال الفقیه ابو اللیث السمرقندی: ورکن (النكاح) الایجاب والقبول وحکمه الأثر الثابت بالعقد وإنما حضور الشاهد عند العقد وهو شرط الصحة. (فتاویٰ النوازل: ۱۶۰، کتاب النكاح)

(۳) قال العلامة ابن عابدین: ولهما خیار الفسخ بالبلوغ فی غیر الأب والجد بشرط القضاء أی للصغیر والصغیرة إذا بلغا وقد زوجا أن یفسخا عقد النكاح الصادر من ولی غیر أب ولا جد بشرط قضاء القاضی بالفرقة. (البحر الرائق: ۳/۱۲۰، باب الأولیاء والاکفاء)

نکاح کے بعد فساد کے خوف سے تجدید نکاح کرنا کیسا ہے:

سوال: کسی شخص نے ایک عورت بالغہ سے نکاح کیا؛ لیکن اس شخص کے عزیز وا قارب جب آئے تو اس دفع شر وفساد کے لیے کہ یہ ناراض ہوں گے کہ ہماری عدم موجودگی میں کیوں نکاح ہوا، تجدید نکاح کرلی، اس میں کچھ حرج تو نہیں ہے؟

الجواب

اگر وہ ناکح کفو اس عورت کا ہے تو نکاح صحیح ہوگیا اور بخوف فساد اگر اولیاء کے سامنے پھر تجدید نکاح کرلی گئی، اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے اور نکاح سابق صحیح ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۷/۲۱۰-۲۱۱)

قوت گویائی سے محروم شخص کے نکاح کا حکم:

سوال: کیا قوت گویائی سے محروم شخص کا نکاح اشارے سے منعقد ہو جائے گا، یا نہیں؟

الجواب

بہت سارے احکامات میں اشارہ قائم مقام ملفوظ ہوتا ہے؛ اس لیے اگر نکاح کے معاملے میں فریقین، یا ایک فریق بات کرنے پر قادر نہ ہو تو وہ ایجاب وقبول اشارے سے کرسکتا ہے، بشرطیکہ وہ اشارہ رشتۂ زوجیت کے انسلاک کو واضح کرتا ہو۔

قال العلامة الكاساني: كما ينعقد النكاح بالعبارة ينعقد بالاشارة من الأخرس إذا كانت إشارته معلومة، إلخ. (بدائع الصنائع: ۲۳۱/۲، فصل أما ركن النكاح)

قال ابن عابدين: فإن كان الأخرس لايكتب وكان له إشارة كعرف فى طلاقه ونكاحه وشرائه وبيعه فهو جائز. (ردالمحتار: ۴۲۱/۲، كتاب الطلاق) (فتاویٰ حقانیہ:۴/۲۱۳)

یعنی جس خط کو شوہر نے از خود نہیں لکھا اور نہ ہی اس کو اپنی مرضی سے لکھوایا اس سے شرعاً طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۴ر شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۶/۲۳۳۰) (فتاوی قاسمیہ:۱۳/۵۹۰-۵۹۱)

عاقلہ بالغہ لڑکی کے باپ سے پوچھ کر اس کا نکاح قاضی نے پڑھا دیا تو ہوا، یا نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عاقلہ بالغہ لڑکی ہندہ کا نکاح بکر سے کردیا ہے؛ مگر نکاح پڑھاتے وقت نکاح کی مجلس میں قاضی صاحب نے ہندہ کے باپ زید سے پوچھ کر نکاح پڑھا دیا اور کوئی وکیل وگواہ نہ تھے نہ اور کسی سے پوچھا گیا تو اس صورت میں نکاح ہوا، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي والاصل أن كل من تصرف في ماله تصرف في نفسه ومالا فلا، وله أي للولي اذا كان عصبة، الخ، الاعتراض في غير الكفء. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۴۰۷/۲-۴۰۸، ظفير)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

حامداً ومصلیاً ومسلماً! جب باپ نے لڑکی سے اجازت لے کر قاضی کو نکاح پڑھانے کے لیے کہا اور قاضی نے مسلمانوں کے حضور نکاح پڑھایا تو نکاح صحیح ہوگیا۔ ہاں اگر لڑکی اپنے نکاح ہونے کی خبر سن کر انکار کردے کہ مجھے نکاح منظور نہیں ہے، میں نے اجازت نہیں دی تھی تو نکاح صحیح نہ ہوگا۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۲۹/۸)

لڑکی نے بعد از بلوغ خلع کی ڈگری لے لی تو نکاح کا حکم:

سوال: ہمارے گاؤں میں ایک لڑکی کا نکاح نابالغی کی حالت میں باپ نے کرادیا تھا، بعد میں اس کے والد کا انتقال ہوگیا اور لڑکی نے عدالت سے ڈگری لے لی اور دوسرے لڑکے سے شادی کے لیے تیار ہوگئی؛ لیکن کوئی نکاح پڑھانے کے لیے تیار نہ ہوا، آخر میں ایک بریلوی مسلک کے مولوی صاحب نے نکاح پڑھادیا، اس نکاح کا کیا حکم ہے، نکاح پڑھنے اور اس میں شریک ہونے والے لوگوں کا کیا حکم ہے۔ آیا ان کا نکاح باقی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اگر لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد خلع لیتے وقت شوہر بھی بالغ ہو اور وہ خلع دینے پر رضامند ہو تو اس خلع کی ڈگری سے ایک طلاق بائن واقع ہوجاتی ہے؛ اس لیے لڑکی کا عدت گزارنے کے بعد دوسرے لڑکے سے اگر وہ لڑکا کفو بھی ہو تو یہ نکاح کرنا دو گواہوں کی موجودگی میں درست ہے اور اس میں شرکت کرنا بھی صحیح ہے، بشرطیکہ وہاں کوئی اور خلافِ شرع، یا معصیت کا کام نہ ہو۔

لمافی المسلم (۱/ ۴۵۵): عن ابن عباس رضی اللہ عنهما أن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: الثیب أحق بنفسها من ولیها والبکر تستأمر وإذنها سکوتها.

وفی المحیط البرهانی (۵/ ۵۹): قال علماؤنا رحمهم اللہ الخلع طلاق بائن ینتقص به من عدد الطلاق به ورد الأثر عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وعن عمر وعلی وابن مسعود رضی اللہ عنهم.

وفی الشامیة (۶/ ۳۴۸): لو دعی إلی دعوة فالواجب الإجابة إن لم یکن هناک معصیة ولا بدعة والامتناع أسلم فی زماننا الا إذا علم یقینا أن لا بدعة ولا معصیة. (نجم الفتاویٰ: ۴/ ۱۷۲-۱۷۳)

☆☆☆

---

(۱) ولا یجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من أب أو سلطان بغیر اذنها بکرا کانت أو ثیبافان فعل ذلک فالنکاح مو قوف علی اجازتها فان اجازته جازوان ردته بطل کذا فی السراج الوهاج. فتاوی عالمگیری، الباب الرابع فی الأولیاء: ۱/ ۲۸۷)

ولایت کے مسائل

ولی کس کو کہتے ہیں:

سوال: ولی کس کو کہتے ہیں، اس کی تشریح فرمائی جائے؟

(المستفتی: ۵۳، شیخ بائی جی (علاقہ خاندیس) ۱۹/ جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۰/ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

الجواب

ولی اس عصبہ کو کہتے ہیں، جو نابالغوں کی تربیت اور ان کی طرف سے ان کا کام انجام دینے کا حق رکھتا ہے؛ مگر مال میں تصرف کرنا صرف نابالغ کے باپ، یا دادا، یا ان کے وصیوں کو جائز ہے، باقی اولیا کو جائز نہیں۔ (۱) صرف باپ نابالغ کی جائداد فروخت کرسکتا ہے، جب کہ نابالغ کو اس کی ضرورت ہو۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

جواب دیگر:

نابالغ بچوں کے مال کی حفاظت اور ان بچوں پر اس کا خرچ کرنا باپ کا حق ہے؛ کیوں کہ مال کی ولایت نانا، نانی کو نہیں پہنچتی۔ (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی: ۶۵/۵)

لا نکاح الا بولی کا مطلب:

سوال: زینب بالغہ نے بغیر اذن ولی ابعد کے بموجودگی حقیقی دادی وعدم موجودگی ماں کے بحضور شاہدین عمر سے نکاح کرلیا اور ولی ابعد اور ماں اس نکاح سے راضی نہیں، اگر یہ نکاح صحیح ہے تو حدیث ''لا نکاح الا بولی'' کا کیا مطلب ہے؟ اور اس کا کیا جواب ہوگا؟

---

(۱) (الوالی فی النکاح) لا المال (العصبة بنفسه). (الدر المختار) وقال الشامی: (قوله: لا المال) فإنّه الوصی فيه الأب وصيه والجد ووصيه والقاضی نائبه فقط ح. (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولی: ۷٦/۳، سعيد)

(۲-۳) الوصی لا يتجر فی مال اليتيم، لأن المفوض إليهم الحفظ دون التجارة ... بخلاف الأب والجد حيث يكون لهم ولاية التصرف فی مال الصغير مطلقًا من غير تقيد فيما تركه ميراثا فكانا وصيه يملك ذلك. (البحر الرائق، كتاب الوصايا، باب الوصی ومايملكه: ۵۳٤/۸، بيروت)

الجواب

بالغہ کا نکاح بلا اذن ولی کفو میں صحیح ہے اور غیر کفو میں صحیح نہیں علی المذہب المختار اور یہی محمل ہے حدیث ''لا نکاح الا بولی'' کا۔ ان فقہا کے نزدیک جو غیر کفو میں نکاح کو صحیح نہیں کہتے اور جو صحیح موقوف علی اجازۃ الولی کہتے ہیں، ان کے نزدیک محمول ہے نفی کمال پر اور مطلب یہ ہے کہ بدون ولی اجازت کے جو نکاح ہوگا، وہ قریب ہے کہ ٹوٹ جاوے، ولی اگر چاہے اس کو فسخ کر سکتا ہے اور شامی نے یہ بھی جواب دیا ہے کہ حدیث مذکور کے معارض ہے، دوسری حدیث ''الأیم أحق بنفسها من ولیها'' (رواہ مسلم) (۱) اور یہ قوی ہے اس حدیث ''لانکاح إلا بولی'' (۲) سے؛ اس لیے راجح ہے اس پر۔ الحاصل صورت مذکورہ میں اگر نکاح زینب بالغہ نے کفو میں بموجودگی شاہدین کے کیا ہے تو منعقد ہوگیا۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۰۷-۷۱)

نکاح کے وقت، اگر بعض ولی راضی نہ ہوں تو:

سوال: لکھا ہے کہ تھوڑے سے ولیوں کا راضی ہونا ایسا ہے جیسا سب کا راضی ہونا، اس کا کیا مطلب ہے، آیا درصورتِ موجودگی ایک ولی مقدم کے دوسرے ولیوں کو بھی اختیار ہوتا ہے اور بحالت موجودگی کل ولیوں کے؟ اگر ایک، یا دو ولی ایک جگہ رضا مند ہو کر نکاح کر دیں اور سب کے سب ولی ناراض ہوں تو یہ بھی ہو سکتا ہے، جو کچھ مطلب ہو، تحریر فرمادیں؟

الجواب

یہ اس صورت میں ہے کہ جب اور اولیا موجود نہ ہوں اور اگر سب اولیا موجود ہوں اور پھر بعض راضی ہوں، بعض ناراض تو اس وقت میں بعض کی رضا معتبر نہ ہوگی؛ بلکہ اور کسی صورت سے ترجیح دی جا سکے گی، حاکم وغیرہ کے ہاں پیش کر کے۔ واللہ اعلم

(بدست خاص، ص:۵۱) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص:۲۴۹)

---

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا، وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ فِي نَفْسِهَا، وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا؟ قَالَ: نَعَمْ. (صحیح لمسلم، باب استئذان الثیب فی النکاح بالنطق، رقم الحدیث: ۱۴۲۱، سنن أبی داؤد، باب فی الثیب، رقم: ۲۰۹۸، سنن الترمذی، باب ماجاء فی استئمار البکر والثیب، رقم الحدیث: ۱۱۰۸، سنن النسائی، استئذان البکر فی نفسها، رقم الحدیث: ۳۲۶۰، انیس)

(۲) عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وعَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ. (سنن ابن ماجة، باب لا نکاح إلا بولی، رقم الحدیث: ۱۸۸۰، سنن أبی داؤد عن أبی موسیٰ رضی اللّٰہ عنہ، باب فی الولی، رقم الحدیث: ۲۰۸۵، سنن الترمذی عن أبی موسی رضی اللّٰہ عنہ، باب ماجاء لا نکاح إلا بولی، رقم الحدیث: ۱۱۰۱، انیس)

(۳) فنفذ نکاح حرة مکلفة بلارضا ولی. (الدرلمختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۲/۴۰۷، ظفیر)

نکاح میں ولی شرط ہے، یا نہیں:

سوال (۱) نکاح میں ولی شرط ہے، یا نہیں؟

ہبہ کا حکم صرف نبی کے لیے ہے، یا کسی اور کے لیے بھی:

(۲) اگر کوئی عورت اپنا نفس نبی کے لیے ہبہ کرے بے مہر و بے نکاح تو آپ عورت پر تصرف کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ یہ حکم صرف نبی کے لیے ہے، یا امت کے لیے بھی؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

(۱) نابالغہ کے لیے ولی شرط ہے اور بالغہ کے لیے ہونا سنت اور مستحب ہے،(۱) اور ''لانكاح إلابولی'' اس صورت میں محمول ہے کمال نکاح پر۔

(۲) یہ حکم خاص ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۶/۸-۱۰۷)

ولایتِ نکاح:

سوال: مسماۃ نصیباً کا نکاح اللہ بندے سے ہوا، اللہ بندے کا انتقال ہو گیا، اللہ بندے نے دو اولاد چھوڑی: ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ مسماۃ مذکورہ نے دوسرا نکاح کرم الٰہی سے کیا، کرم الٰہی سے دو لڑکیاں ہیں، ان میں سے ایک لڑکی عمر کے لحاظ سے نابالغہ ہے اور وجود کے اعتبار سے بالغہ معلوم ہوتی ہے۔ کرم الٰہی کے ایک بہت دور کے رشتہ کا ایک بھائی ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ کہ اس کی لڑکی کی ولایت کا حق اس کے بھائی کو ہے، یا نہیں، جو اللہ بندے نے چھوڑا ہے، یا اس کی ماں کو ہے، یا اس کے نانا کو ہے، یا ماموں کو ہے، یا کس کو ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر دادھیال کی طرف سے کوئی بھی بھائی موجود ہے تو نابالغہ کے نکاح کی ولایت اسی کو حاصل ہے۔(۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۲/۲۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۶۴/۱۱)

نکاح کی ولایت کسے حاصل ہے:

سوال: ولی ورثا میں سے ہوتا ہے، یا غیر وارث بھی نکاح کا ولی ہوتا ہے؟ نیز ولی کے لیے عاقل بالغ ہونا بھی

---

(۱) وهی هنا نوعان ولاية ندب علی المكلفة أی البالغة العاقلة ولوبكراً أوولاية إجبار علی الصغيرة ولوثيباً وهو أی الولی شرط صحة نكاح صغير ومجنون ورقيق لامكلفة. (الدرالمختارعلی هامش ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولی: ۴۰۱/۲، ظفير)

(۲) ''والولی هو العصبة''. (الهداية، كتاب النكاح، باب فی الأولياء والأكفاء: ۳۱۶/۲، شركت علميه)

ضروری ہے، یا نہیں؟ اور اگر کوئی بچہ اپنی بہن کا نکاح کروادے تو نکاح درست ہوگا، یا نہیں؟ اس مسئلہ کا تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

نکاح میں ولی ''عصبہ'' ہوتا ہے اور عصبہ ان وارثوں کو کہتے ہیں، جن کا وراثت میں کوئی حصہ مقرر نہیں ہوتا؛ بلکہ حصے والے کے حصے ادا کرنے کے بعد جو مال باقی رہ جاتا ہے، وہ ان کو دے دیا جاتا ہے اور یہ عصبات علی الترتیب چار ہیں:

(۱) فروع؛ یعنی بیٹا، پوتا، نیچے تک

(۲) اصول؛ یعنی باپ، دادا، اوپر تک

(۳) باپ کی اولاد؛ یعنی بھائی اور بھتیجے وغیرہ

(۴) دادا کی اولاد؛ یعنی چچا وغیرہ

اس ترتیب پر نکاح میں ولایت کا حق حاصل ہوگا، اگر مذکورہ عصبات نہ ہوں تو پھر اس کے قرابت دار (ذوی الارحام) وراثت کی ترتیب پر ولایت کے مستحق ہوں گے۔ الغرض نکاح میں ولی ورثا میں سے ہوگا، ان کی موجودگی میں غیر وارث کو ولایت کا حق حاصل نہ ہوگا، البتہ جب ورثا اولیا نہ ہوں تو سلطان، حاکم، یا قاضی قائم مقام ولی بن سکتا ہے اور ولی کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ عاقل بالغ ہو، لہٰذا اگر کسی نابالغ بچہ نے اپنی بہن کا نکاح کرادیا تو درست نہ ہوگا۔

لما في القدوري (ص:٤٧٥): والولي هو العصبة ... ولا ولاية لعبد ولا لصغير ولا لمجنون ولا لكافر على مسلمة. وقال أبوحنيفه رحمه الله: يجوز لغير العصبات من الأقارب التزويج مثل الأخت والأم والخالة.

وفي التاتارخانية (١٩/٣، كتاب النكاح): يجب أن يعلم بأن الولي من كان من أهل الميراث وهو عاقل بالغ حتى لا تثبت الولا يه للصبي والمجنون ... وفي جامع الجوامع: كل قريب يرث منها له أن يزوجها اذا لم يكن أقرب منه عنده.

وفي الهندية(٢٨٣/١): وأقرب الأولياء إلى المرأة الابن ثم ابن الابن وإن سفل ثم الأب ...ثم مولى العتاقة يستوي فيه الذكر والأنثى ثم عصبة المولى، كذا في التبيين، وعند عدم العصبة كل قريب يرث الصغير والصغيرة من ذوي الأرحام يملك تزويجهما في ظاهر الرواية عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ ... ثم مولى الموالاة، ثم السلطان، ثم القاضي ومن نصبه القاضي، كذا في المحيط القاضي.

وفي الدرالمختار(٧٦/٣): (الوالي في النكاح)لا المال(العصبة بنفسه)وهو من يتصل بالميت حتى المعتقة (بلا توسطة أنثى) بيان لما قبله (على ترتيب الإرث والحجب)...(بشرط حرية وتكليف وإسلام) ... (فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم... (ثم لذوي الأرحام)... (ثم للسلطان، ثم لقاض، نص له عليه في منشوره). (نجم الفتاویٰ:۱۵/۵)

نکاح میں ولایت کی ترتیب:

سوال: نکاح میں ولایت کی ترتیب کیا ہے اور کون کسی پر مقدم ہے؟

الجواب

ولایت نکاح میں سب سے مقدم ولی ارث وحجب کی ترتیب سے عصبہ ہوتا ہے، پھر اگر عصبہ نہ ہوتو ماں ولی ہے۔

قال العلامة الكاساني: وأما شرط التقدم فشيئان أحدهما العصوبة عند أبي حنيفة فتقدم العصبة علىٰ ذوي الرحم، سواء كانت العصبة أقرب أو أبعد ... وعند عدم العصبات تثبت الولاية لذوي الرحم الأقرب منهم يتقدم على الأبعد. (بدائع الصنائع: ۲۵۰/۲،فعل شرط التقدم فشيئان)

قال في الهندية: وعند عدم العصبة كل قريب يرث الصغير والصغيرة من ذوي الأرحام يملك تزويجهما في ظاهر الرواية ... والأقرب عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى الأم ثم البنت ثم بنت الابن. (الفتاوىٰ الهندية: ۲۸۴/۱،الباب الرابع في الأولياء)(فتاوی حقانیہ:۴/۳۷۷)

قریب کے ولی کی موجودگی میں بعید کا ولی نکاح کرے تو اس کا حکم:

سوال: باپ کی موجودگی میں ایک نابالغ لڑکی کا نکاح اس چچا کردے اور باپ اس پر ناراضگی کا اظہار کرے تو کیا یہ نکاح شرعاً صحیح ہے؟

الجواب

قریبی رشتہ دار کی موجودگی میں دور کا رشتہ دار نکاح کردے تو یہ نکاح قریبی رشتہ دار کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے، اگر وہ اجازت دے تو نکاح درست ہے، ورنہ اس نکاح کا کوئی اعتبار نہیں؛ اس لیے صورت مسئولہ میں چچا کا کیا ہوا نکاح باپ کی ناراضگی کی وجہ سے درست نہیں۔

قال ابن نجيم: وأما إذا كان أحدهما أقرب من الآخر فلا ولاية للا بعد مع الأقرب إلّا إذا غاب غيبة منقطعة. (البحر الرائق: ۱۱۹/۳،باب الأولياء والأكفاء)(۱)(فتاوی حقانیہ:۴/۳۷۸)

قریب کا ولی جب نکاح نہ کرے تو دور کا ولی کرسکتا ہے، یا نہ:

سوال: ہندہ اپنے نابالغ لڑکے بکر کا نکاح حمیدہ نابالغہ سے کرنا چاہتی ہے؛ لیکن بکر کا دادا اپنے پوتہ سے ناراض ہے اور اپنے لڑکے کے مرنے کے بعد اس کو اور اس کی والدہ کو اپنے مکان سے نکال دیا، اسی وجہ سے وہ بکر کے نکاح کی

---

(۱) قال في الهندية: وإن زوج الصغير أو الصغيرة أبعد الأولياء فإن كان الأقرب حاضر وهو من أهل الولالية توقف نكاح الأبعد على إجازته. (الفتاوىٰ الهندية: ۲۸۵/۱،الباب الرابع في الأولياء)

ومثلهٗ في ردالمحتار: ۸۱/۳،باب الأولياء

اجازت دینے سے انکاری ہے اور چچا حقیقی بکر کا نکاح کی اجازت دینے کو تیار رہے۔ نیز حمیدہ کا ولی چچا حقیقی اور خالہ موجود ہیں؛ مگر اس کی حمیدہ کے باپ سے رنجش تھی، اس بنا پر حمیدہ کے نکاح کی اجازت نہیں دیتا، اس صورت میں بکر کا حقیقی چچا اور حمیدہ کی خالہ دونوں ان کے نکاح کی ولی ہوسکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے کہ اگر ولی اقرب نکاح صغیر کفو میں کرنے سے مانع ہو تو ولی ابعد کو اختیار نکاح کا حاصل ہوجاتا ہے۔

(ويثبت للابعد) على أولياء النسب ... (التزويج بعضل الأقرب) أى بامتناعه عن التزويج. (۱)

بناء علیہ بکر نابالغ کا نکاح اس کا چچا کرسکتا ہے اور حمیدہ کا چچا اگر نکاح مانع ہے تو اس کے بعد حسب ترتیب ولایت جو ولی ہوگا، وہ نکاح حمیدہ نابالغہ کا کرسکتا ہے اور ترتیب یہ ہے کہ عصبات کے بعد والدہ ولی ہے، اس کے بعد دادی، نانی، بہن وغیرہ ولی ہیں، اگر ان میں سے کوئی نہ ہو اور خالہ سے مقدم کوئی ولی عصبات وذوی الفروض میں سے نہ ہو تو خالہ نکاح کرسکتی ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۴۸-۴۹)

اچھے رشتہ کی امید پر اگر ولی نہ ہو تو کیا حکم ہے:

سوال (۱) ہم کفو مہر مثل پر جب پیام دے تو کیا ولی اقرب صغیرہ کو اقرار کرنا ضروری ہے، اگر نہ کرے گا تو کیا ظلم علی الصغیرہ لازم آئے گا اور عاصی قرار پائے گا۔

عبارت شامی ودرمختار سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جب کفو کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو اور نہ ہو اور حسب منشا اچھے پیام کا منتظر ہو اور اس وجہ سے انکار کرے، جیسا کہ مروج ہے تو یہ عضل ہوگا، یا نہیں؟

(۲) ولی اقرب اور ولی ابعد (جس کی تربیت میں صغیرہ ہے) یا خود صغیرہ اور ولی اقرب میں میل ومحبت نہ ہو، یا مال وغیرہ کی وجہ سے باہم مخالفت ہو، قطع نظر اس سے کہ کون حق پر ہے تو کیا اس صورت میں ولی ابعد کی طرف ولایت منتقل ہوجائے گی، انتقال ولایت تو غیبت اور عضل ولی اقرب کی صورت میں لکھتے ہیں، یہ صورت تو جداگانہ

(۱) الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الولی: ۲/۴۳۳-۴۳۴، ظفیر

(۲) وأقرب الأولياء إلى المرأة الإبن ثم ابن الإبن وإن سفل ثم الأب ثم الجد أبو الأب، الخ، ثم الأخ لأب وأم ثم الأخ لأب ثم ابن الأخ لأب وأم ثم ابن الأخ لأب وإن سفلوا، ثم العم لأب وأم ثم العم لأب ثم ابن العم لأب وأم ثم ابن العم لأبوإن سفلوا ثم عم الأب لأب وأم ثم ثم الأب لأب، ثم بنوهما على هذا الترتيب ثم عم الجد لأب وعم ثم عم الجد لأب ثم بنوهما على هذا الترتيب ثم رجل هو أبعد العصبات إلى المرأة وهو ابن عم بعيد ... وعند عدم العصبة كل قريب يرث الصغير والصغيرة من ذوى الأرحام يملك تزويجها فى ظاهر الرواية عن أبى حنيفة رحمه الله ... والأقرب عندابى حنيفة الأم ثم البنت ثم بنت الإبن ثم بنت البنت ثم بنت ابن الإبن ثم بنت بنت البنت ثم الاخت لأب وأم ثم الأخب لأب ثم الأخ والأخت لأم ثم أولادهم ... وبعد أولاد الأخوات العمات ثم الأخوال ثم الخالات ثم بنات الاعمام ثم بنان العمات، الخ. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الرابع فى الأولياء فى النكاح: ۱/۳۹۱، نول كشورى، ظفير)

ہے۔ نیز اکثر تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ اپنے نفع ونقصان کی وجہ سے بے جا جھگڑے اور قصے کرتے ہیں؛ لیکن تزویج کے وقت اس کے بدخواہ نہیں ہوتے، کفو میں اور مہر مثل ہی پر کرتے ہیں تو باوجود اس تجربہ کے بھی کیا ولایت منتقل ہو جائے گی، حالاں کہ کہ احتمال ضرر تو یہاں بہت ضعیف ہے؟

الجواب

(۱) عبارت شامی کا حاصل یہ ہے کہ اگر دوسرا کفو موجود حاضر ہو تو کفو اول سے انکار کرنا عضل نہیں ہے، البتہ اگر کوئی دوسرا کفو موجود نہ ہو اور کفو خاطب سے نکاح کرنے سے انکار کیا جاوے تو یہ عضل ہے، پھر اس بارے میں اختلاف ہے کہ ولی اقرب کے عضل کی صورت میں ولی ابعد کی طرف ولایت منتقل ہو جاتی ہے، یا قاضی کی طرف اور اسی کی تصحیح کی گئی ہے۔ (کذا فی الشامی)(۱)

(۲) اس صورت میں ولی ابعد کی طرف ولایت منتقل نہیں ہوئی۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۶/۸-۵۷)

باپ نابالغہ کا نکاح کردے تو خلاصی کے لیے طلاق ضروری ہے:

سوال: عبارت ’’**إذا عضل الولی الأقرب تنتقل الولایة إلی الأبعد**‘‘(۳) کے متعلق چند سوال ہیں:

(۱) کفو جب کہ مہر مثل پر پیام دے تو کیا ولی اقرب صغیرہ کو اقرار کرنا ضروری ہے، اگر نہ کرے گا تو ظلم علی الصغیر لازم آئے گا اور عاضل قرار پائے گا اور کیا مطلق امتناع صورت مذکورہ میں عضل ہے؟ شامی ودرمختار سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جب کفو اور مہر مثل کے فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو اور اچھے حسب منشا پیام کا منتظر ہو اور اس وجہ سے انکار کرے، جیسا کہ مروج ہے تو کیا عضل ہوگا؟

---

(۱) (ویثبت للابعد) علی أولیاء النسب،الخ (التزویج بعضل الأقرب) أی بامتناعه عن التزویج إجماعاً.(الدر المختار)

(قوله: بامتناعه عن التزویج)أی من کفء بمهر المثل أما لوامتنع عن غیر الکفء أولکون المهرأقل من مهر المثل فلیس بعاضل ط وإذا امتنع عن تزویجها من هذا الخاطب الکفء لیزوجها من کفء غیره استظهر فی البحرأنه یکون عاضلا،الخ. قلت:وفیه نظر لأنه متی حضر الکفء الخاطب لاینتظر غیره خوفا من فوته، الخ، نعم لوکان الکفء الآخر حاضراً أیضاً وامتنع الولی الأقرب من تزویجها من الکفء الأول لایکون عاضلا،الخ.(ردالمحتار،باب الولی: ۴۳۳/۲-۴۳۴،ظفیر)

(۲) ویثبت للابعد من النسب، شرح وهبانیة؛ لکن فی القهستانی عن الغیاثی: لولم یزوج الأقرب زوج القاضی.(الدرالمختار)

ذکر فی أنفع الوسائل من المنتقی:إذا کان للصغیرة أب امتنع عن تزویجها لا تنتقل الولایة إلی الجد، بل یزوجها القاضی،الخ.(ردالمحتار،باب الولی:۴۳۳/۲،ظفیر)

(۳) الولی الأقرب إذا عضل تنتقل الولایة إلی الأبعد.(مجمع الأنهر،فصل الکفاءة فی النکاح، ص: ۳۳۹، دارإحیاء التراث العربی بیروت،انیس)

(۲) کفوصغیرہ نے ولی اقرب کو پیام دیا اور مہر کا کچھ تذکرہ نہیں کیا (کیوں کہ دستور ہے کہ مہر اقرار کرنے کے بعد قرار پاتا ہے، اول ہی پیام کے ساتھ ذکر نہیں کرتے) ولی اقرب نے انکار کردیا تو کیا یہ عضل ہوگا؟ ذکر مہر عضل کے لیے ضروری ہے، یا نہیں؟

(۳) عضل میں امتناع ولی کا صراحۃً ہونا چاہیے، یا اگر قرائن سے معلوم ہوجائے کہ یہ بھی انکار کرے گا اور وہ بھی تو ایسی صورت میں ولی ابعد کو ان کے بغیر کہے سنے حق تزویج حاصل ہوگا، یا نہیں؟

(۴) عضل کی صورتوں میں ولایت قاضی کی طرف منتقل ہوگی، یا دیگر اولیا کی طرف؟ مفتی بہ کیا ہے؟ اور یہاں چوں کہ قاضی نہیں ہے تو دیگر اولیا کی طرف ولایت منتقل ہوگی، یا نہیں؟ اور اگر منتقل ہوگی تو علی الترتیب منتقل ہوگی کہ اول جس کو حق حاصل ہے، جب وہ عاضل ہو تو اس کے بعد کے ولی کی طرف منتقل اور اگر یہ بھی عاضل ہو تو اس کے بعد ولی کی طرف منتقل، علی ہذا ثم وثم، یا درمیانی اولیا کی طرف علی السواء منتقل ہوگی، بلا لحاظ تقدم وتاخر ہر ایک کو ولایت حاصل ہوگی، یا صرف آخر درجہ کا جو ولی ہے اس کی طرف؟

(۵) ولی اقرب صغیرہ میں اور ولی ابعد میں (جس کی ترتیب میں صغیرہ ہے) یا خود صغیر اور ولی اقرب میں میل جول نہ ہو، یا مال وغیرہ کی وجہ سے آپس میں مخالفت ومنازعت ہو تو کیا اس صورت میں بھی ولایت منتقل ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) جب کہ خاطب کفو ہو اور مہر مثل پر راضی ہو تو اقرار بالنکاح ولی صغیرہ پر لازم ہے، نصوص فقہیہ سے یہی ثابت ہوتا ہے اور فوت کفو سے مراد کفو خاطب حاضر کا فوت ہونا ہے، محض اسی برادری کے لوگوں کے موجود ہونے سے کام نہیں؛ کیوں کہ ایسی صورت تو نادر الوقوع ہے، جس میں ذات وبرادری کے لوگ بھی موجود نہ ہوں، پھر اگر صرف ان کا موجود ہونا کافی ہوتا تو فقہا اس کی تصریح کردیتے؛ لیکن عبارات فقہیہ سے اس کے خلاف کی تصریح مفہوم ہوتی ہے۔ غیبت منقطعہ کے مسئلے میں فوت کفو سے یہی مراد لی گئی ہے اور ابعد کو کفو حاضر خاطب کے فوت ہوجانے کی صورت میں وجہ اقرب کے غیبت منقطعہ پر غائب ہرنے کے اجازت نکاح دے دی ہے۔ شامی میں مسئلہ غیبت میں کہا ہے:

قال في الذخيرة: الأصح أنه إذا كان في موضع لو انتظر حضوره أو استطلاع رأيه فات الكفء الذي حضر فالغيبة منقطعة ... وقال بعد ذلک: لكن فيه الثاني اعتبر فوات الكفء الذي حضر، الخ. (۱)

اور مسئلہ عضل میں بھی شامی نے بحر سے نقل کیا ہے:

وإذا امتنع عن تزويجها من هذا الخاطب الكفء يزوجها من كفء غيره استظهر في البحر أنه يكون عاضلاً، قال: ولم أره وتبعه المقدسي والشرنبلالي إلى قوله قلت: وفيه نظر لأنّه متى حضر الكفء

(۱) ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۸۱/۳، سعید

الخاطب لا ينتظر غيره خوفًا من فوته،ولذا تنتقل الولاية إلى الأبعد عند غيبة الأقرب، كما مر. (۱)

ان عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ کفو حاضر خاطب کا فوت ہونا ہی موجب عضل ہے۔ ہاں اگر دو خاطب ہوں اور دونوں کفو ہوں تو اول سے انکار کر دینا موجب عضل نہیں؛ کیوں کہ دوسرا موجود ہے، جیسا کہ شامی نے خود تصریح کر دی ہے۔ (۲)

(۲)　جب کہ کفو نے پیام دیا تو انکار کی کوئی وجہ نہیں؛ اس لیے لازم ہے کہ اس سے مہر مثل طے کر لیا جائے، اگر وہ مہر مثل پر راضی ہو جائے تو ظاہر ہے کہ مقصود حاصل ہے اور انکار کی کوئی صورت نہیں رہی اور اگر وہ مہر مثل پر راضی نہ ہو تو دیر لگانے سے ثابت ہوگا، جس میں خوف فوت کفو پیدا ہو جائے۔ (۲)

(۳)　جب تک کہ اقرب کا عضل متحقق نہ ہوا بعد کو کوئی اختیار تزوتج حاصل نہ ہوگا اور اور تحقق عضل انکار صریح، یا اتنی دیر لگانے سے ثابت ہوگا، جس میں خوف فوت کفو پیدا ہو جائے۔ (۳)

(۴)　عضل اقرب کی صورت میں قاضی کی طرف ولایت منتقل ہوگی، یا اولیائے نسب کی طرف؟ اس میں روایات فقہیہ مختلف ہیں۔ شامی کے انداز کلام سے انتقال ولایت الی القاضی کی ترجیح معلوم ہوتی ہے اور در مختار نے اولیائے نسب کی طرف منتقل ہونا بیان کیا ہے اور اسے شرح وہبانیہ سے نقل کیا ہے؛ لیکن آج کل چوں کہ قاضی شرعی نہیں ہے؛ اس لیے اگر قاضی کی طرف منتقل ہونے کا فتویٰ دیا جائے تو دفع ظلم عن الصغیرہ کی کوئی صورت نہیں، لہٰذا میرے نزدیک اولیائے نسبی کی طرف ولایت کے منتقل ہونے کی روایت ہی قابل قبول فتویٰ ہے اور انتقال اسی ترتیب سے ہوگا، جس ترتیب سے ان کی ولایت ہے، جیسا کہ مسئلہ غیبت میں مصرح ہے۔ (۴)

(۵)　محض میل جول کا نہ ہونا انتقال ولایت کو مستلزم نہیں۔ ہاں اگر ولی اقرب سوء اختیار کے ساتھ معروف ہو، یا صغیرہ کے حق میں اس کی عداوت، یا بے پروائی، یا اس کے فسق کی وجہ سے صغیرہ کی حق تلفی کا اندیشہ ہو تو ان صورتوں میں ولایت منتقل ہو جائے گی۔ (۵) واللہ اعلم (کفایۃ المفتی: ۶۲/۵)

---

(۱)　رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۸۲/۳، سعيد

(۲)　لو كان الكف، الآخر أيضاً وامتنع الولي الأقرب من تزويجها من الكفء الأوّل لايكون عاضلاً.(رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۸۲/۳، سعيد)

(۳)　أما لو امتنع عن غير الكفء أو لكون المهر أقل من مهر المثل فليس بعاضل.(ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۸۲/۳، سعيد)

(۴)　اعتبر فوات الكفء اللذى حضر وينبغي أن ينظر هنا إلى الكفء إن رضى بالانتظار مدة يرجى فيها ظهور الأقرب المختص لم يجز نكاح الابعد وإلا جاز.(ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۸۱/۳، سعيد)

(۴)　وللولي الأبعد التزويج بغيبة الأقرب.(الدر المختار). في الرد: المراد بالأبعد من يلي الغائب في القرب ... فلو كان الغائب اباها ولها جد وعم فلولاية للجد لا للعم.(ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۶۷/۳، سعيد)

(۵)　إن المانع هو كون الأب مشهوراً بسوء الاختيار قبل العقد، فإذا لم يكن مشهوراً بذلك ثم زوج بنته من فاسق صح. (ردالمحتار،النكاح، باب الولي: ۶۷/۳، سعيد)

ولی اقرب کے ہوتے ہوئے ولی ابعد نے نکاح کر دیا، کیا حکم ہے:

سوال: ایک نابالغہ لڑکی کا نکاح اس کے دادا نے کر دیا تھا، کچھ دن گزر گئے، اب لڑکی کا باپ اس لڑکی کے نکاح کو رد کرتا ہے۔آیا یہ رد کرنے کا اختیار اسے حاصل ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

دادا ولی ابعد ہے، باپ ولی اقرب ہے۔باپ کے ہوتے ہوئے دادا نے اگر نکاح کیا تھا تو وہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف تھا۔

فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته. (الدر المختار)(۱)

باپ کا سکوت قائم مقام اجازت کے نہیں ہے؛ بلکہ اجازت صراحۃً، یا دلالۃً ہونی چاہیے۔

فلا يكون سكوته إجازةً لنكاح الأبعد وإن كان حضراً في مجلس العقد ما لم يرض صريحًا أو دلالةً. (رد المحتار)(۲)

دلالت رضا میں طلب مہر طلب نفقہ وغیرہ داخل ہیں، ایسے ہادیاً جو خاص طور پر بعد عقد بھیجے جاتے ہوں، بھیجنا قبول کرنا دلالت رضا میں داخل ہوگا۔(۳) واللہ اعلم

کتبہ محمد کفایت اللہ غفرلہ، سنہری مسجد، دہلی۔

الجواب صواب: بندہ محمد قاسم عفی عنہ، مدرس مدرسہ امینیہ دہلی۔

الجواب صواب: بندہ ضیاء الحق عفی عنہ، مدرسہ امینیہ دہلی، مہر دارالافتاء۔(کفایۃ المفتی: ۶۲/۵)

ولی ابعد نے نکاح کیا اور ولی اقرب نے رد کر دیا تو نکاح نہیں ہوا:

سوال: ایک عورت حنفیہ جس کی عمر بیس سال کی ہے، اس کا نکاح اول بحالت نابالغی عمر تقریباً آٹھ سال میں بہ ولایت پھوپی ودیگر رشتہ داران باجبر واکراہ ہوا تھا، چوں کہ اس کے والدین بھی اس نکاح سے ناراض اور علاحدہ تھے، اس وقت تک وہ عورت خاوند اول کے گھر آباد نہیں ہوئی تھی اور نہ اس سے خلوت کی، بدستور اول نکاح سے ناراض ہے؛ مگر اب اس کے والدین فوت ہو چکے ہیں اور وہ اب نکاح ثانی کی خواہش مند ہے تو کیا شرعاً وہ نکاح اول کو فسخ سمجھ کر اپنا نکاح ثانی کر سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

باپ دادا کی موجودگی میں دور کے رشتہ داروں پھوپی وغیرہ کو اختیار نابالغہ کے نکاح کا نہیں ہے، اگر پھوپی وغیرہ

(۱) الدر المختار، النكاح، باب الولي: ۸۱/۳، سعيد

(۳) وقبضه ... المهر ونحوه مما يدل على الرضا رضا دلالة.(الدر المختار، باب المهر: ۵۸/۳، سعيد)

نے نکاح کر دیا تو باپ دادا وغیرہ ولی اقرب کی رضا واجازت پر موقوف رہتا ہے، اگر ولی اقرب راضی ہو تو نکاح قائم رہے گا، ورنہ باطل ہو جاوے گا، (۱) پس اگر باپ وغیرہ نے اپنی حیات میں اس نکاح کو فسخ کر دیا تھا تو اس لڑکی کو دوسرا نکاح کرنا بغیر طلاق شوہر درست ہے اور اگر بالغ فسخ نہ کیا تھا اور بعد بلوغ لڑکی میں نکاح سے راضی نہ ہوئی، تب بھی وہ نکاح فسخ ہو گیا، دوسرا نکاح لڑکی کو کرنا درست ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۱۱۱-۱۱۲)

ولی ابعد کا کیا ہوا نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف ہے:

سوال: زید نے اپنی منکوحہ کو طلاق دی اور زید کے نطفہ سے دو اولادیں نابالغ ہیں، ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ لڑکا زید کے پاس رہا اور لڑکی کو بہ سبب زیادہ ہونے رغبت ماں سے اس کی ماں کو دے دیا اور طعام ولباس کا زید کفیل رہا۔ بعد کچھ عرصہ کے لڑکی کی ماں نے اپنا عقد ثانی کر لیا اور اپنے شوہر ثانی کے لڑکے سے اپنی لڑکی نابالغہ کا نکاح کر دیا، لہٰذا یہ نکاح بلا اجازت باپ کی درست ہے کہ نہیں؟ اور یہ کہ لڑکی کو بہ سبب زیادہ ہونے رغبت ماں سے زید کا مجبوراً لڑکی کو دے دینا اور طعام ولباس کا کفیل رہنا کیا زید کی ولایت کو فسخ کرتا ہے اور لڑکی کے جملہ حقوق جو کہ باپ پر فرض ہیں، جیسے وراثت، پرورش، تعلیم قرآن ومسائل ضروریہ کیا باپ سے جاتے رہیں گے؟ اور یہ کہ لڑکی کی ماں بحالت بیماری اپنے اقاربوں سے وصیت کرتی ہے کہ بعد میرے لڑکی کو اس کے باپ کے پاس پہنچا دینا اور اس کے اقارب زید کو بلا کر کہتے ہیں کہ مرحومہ کی وصیت کے مطابق لڑکی تمہاری کفالت میں دیتے ہیں اور تم لڑکی کے ولی ہو۔ زید کو لا کر کچھ عرصہ بعد دوسری جگہ لڑکی نابالغہ کا نکاح کر دیتا ہے۔ یہ نکاح ثانی درست ہے کہ نہیں؟ اور لڑکی کے بالغ ہونے تک لڑکی کی رضامندی پر منحصر ہے کہ نہیں؟ تو کفالت لڑکی کی بالغ ہونے تک شرعاً باپ پر واجب ہے، یا کسی دیگر لڑکی کی ماں کے رشتہ دار پر، جس کی کفالت میں لڑکی کی پرورش حفاظت تعلیم دینی وتعلیم امور خانہ داری شامل ہیں؟ اور جب کہ مرحومہ کی وصیت کے مطابق لڑکی باپ کے پاس پہنچ گئی اور باپ ان تمام باتوں کی تعلیم پر سرگرم ہے۔

(المستفتی: ۱۹۴۲، سید پیارے علی تاجر عطر، بانس بریلی، ۲۱ر شعبان ۱۳۵۶ھ، مطابق ۲۷ر اکتوبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

(۱) یہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہے، اگر وہ اجازت دے تو جائز ہوگا اور رد کر دے تو باطل ہوگا۔ (۲)

(۲) باپ کا حق ولایت باطل نہیں ہوا اور لڑکی کے حقوق تربیت ووراثت باپ کے ساتھ قائم ہیں۔ (۳) اگر لڑکی کے باپ نے پہلے نکاح کو رد کر دیا ہے تو وہ باطل ہو گیا اور دوسرا نکاح جو یہ باپ نے کیا، وہ صحیح اور درست ہو گیا۔ (کفایۃ المفتی: ۵/۸۲)

(۱-۲) وإن زوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۲/۴۳۲، ظفیر)

(۳) قال الإمام أبو منصور: یجب علی المؤمن ان یعلم ولده الجود والاحسان کما یجب علیه أن یعلم التوحید والایمان. (الدر المختار، کتاب الهبة: ۶/۹۸۷)

نانا کا کیا ہوا نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہے:

سوال: مسماۃ ہندہ کا شوہر بوجہ نزاع باہمی کے مسماۃ ہندہ اپنی زوجہ منکوحہ کو جب کہ وہ حاملہ تھی، چھوڑ کر اپنی قدیم جائے سکونت پر چلا گیا، بعد جانے زید کے مسماۃ ہندہ کے لڑکی پیدا ہوئی، زید بسلسلہ تجارت برابر آتا جاتا ہے، ہندہ کے پدر نے بلا اجازت زید کی لڑکی کا عقد نکاح بزمانہ نابالغی کر دیا، اب لڑکی جوان العمر بالغ ہے، عقد سے قطعی انکار کرتی ہے اور نکاح سے تا ایں دم لڑکی شوہر کے یہاں بھی نہیں گئی ہے، زید اپنی قدیم سکونت موضع خانپور میں موجود ہے، ایسی صورت میں نکاح دختر زید کا جائز ہوا، یا نہیں؟ فقط

(المستفتی: ۲۴۰۵، عبداللہ صاحب، لکھنؤ، ۳ر رجب ۱۳۵۷ھ، مطابق ۳۰ر اگست ۱۹۳۸ء)

الجواب

جب کہ لڑکی کا باپ موجود ہے تو لڑکی کے نانا نے جو نکاح کر دیا تھا، وہ نکاح لڑکی کے باپ کی رضامندی اور اجازت پر موقوف تھا، اگر باپ نے اجازت دے دی تھی تو نکاح ہو گیا تھا اور اگر اس نے نارضامندی کا اظہار کیا تھا تو نکاح اسی وقت باطل ہو گیا تھا۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایۃ المفتی: ۸۹/۵)

ولی ابعد کا کیا ہوا نکاح موقوف ہے:

سوال: متعلقہ ولی اقرب و ولی ابعد۔

(المستفتی: ۲۱۷۱، محمد جلیل کوچہ دکھنی رائے دہلی، ۲۴ر جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ، یکم ستمبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

ولی اقرب نے جب ولی ابعد کے کئے ہوئے نکاح کو فسخ کر دیا اور لڑکی کو واپس لانے کی کوشش کی؛ مگر کامیاب نہ ہوا تو ابعد کا کیا ہوا نکاح باطل ہو گیا۔(۲) اس کے بعد جب خاوند نے لڑکی سے وطی کی تو وہ وطی ناجائز واقع ہوئی اور جب لڑکی ولی اقرب کے قبضہ میں آ گئی تو اب جدید فسخ کرانے کی ضرورت نہیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایۃ المفتی: ۹۴/۵)

شرائطِ صحتِ نکاح باذن غیر ولی:

سوال: فی زمانا اکثر بیوہ عورتیں اپنے جیٹھ اور دیور او سسر سے لڑ کر علاحدہ ہو جاتی ہیں اور پھر وہ اپنی نابالغہ

(۱) فلو زوّج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته.(الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۸۱/۳، سعید)

(۲) فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته. وفی الرد: فللولی الاعتراض مالم یرض صریحًا أو دلالة کقبض المهر ونحوه.(ردالمحتار، النکاح، باب الولی: ۸۱/۳، سعید)

لڑکیوں کا نکاح بلاحصول اذن جیٹھ وسسر ودیور وغیرہ ورثا کے اپنے مرضی کے موافق جہاں چاہیں کردیتی ہیں، شرعاً ایسے نکاح درست ہیں، یا حرام؟ پھر ایسے نکاحوں سے جو اولاد پیدا ہوتی ہیں، وہ اپنے باپ دادا، چچا، تائے کے متروکہ میں سے حصہ لینے کی مستحق ہیں، یا نہیں؟

الجواب

اگر یہ لڑکی جس کا نکاح ہوا ہے بالغ ہے اور تصریحاً اس نے اجازت دے دی ہے، یا سن کر سکوت کیا؛ لیکن صحبت کے وقت رضامندی ہے تو نکاح ہو گیا، ورنہ نکاح نہیں ہوا۔

في الدر المختار: (وهو) أي الولي (شرط) صحة (نكاح صغير ومجنون، الخ). (۱)

وفيه: (فإن استاذنها غير الاقرب) كأجنبي اوولي بعيد (فلا) عبرة لسكوتها (بل لابد من القول كالثيب) البالغة (إلٰى قوله) (أو ما هو في معناه)... (كطلب مهرها)... (وتمكينها من الوطء). (۲)

اور جس صورت میں نکاح صحیح ہے، میراث بھی ملے گی اور جس صورت میں صحیح نہیں میراث نہ ملے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ (امداد الفتاویٰ جدید: ۲۹۱/۲)

در تحقیق بعض تخالف درعبارت دو رسالہ:

سوال: بہشتی زیور، حصہ چہارم، صفحہ: ۹، در بیان ولی: ماں، پھر دادی، پھر نانی، پھر نانا، پھر حقیقی بہن وغیرہ تحریر ہے اور اصلاح الرسوم، صفحہ: ۳۷ میں ماں، پھر دادی، پھر نانا، پھر حقیقی بہن وغیرہ تحریر ہے۔ غرضیکہ اس میں یہ تفاوت ہے کہ بہشتی زیور مذکور میں دادی کے بعد نانی کو ولی قرار دیا ہے اور اصلاح الرسوم میں نانی کو ولی قرار نہیں دیا، لہٰذا تحریر فرمایا جاوے کہ عبارت بہشتی زیور پر فتویٰ ہے، یا اصلاح الرسوم پر؟

الجواب

اصلاح الرسوم کی عبارت ناکافی ہے، بہشتی زیور کا مضمون کامل ہے۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۲۴۷/۲)

ترتیب اولیاء نکاح ومعنی مدار بودن بر شفقت:

سوال: ولی اقرب نکاح میں کون ہوسکتا ہے اور ولی ابعد کون کون ہے اور کس کو ولایت عام مذکورہ بالا حاصل ہے؟

الجواب

ولی نکاح عصبہ بنفسہ ہوتا ہے بہ ترتیب ارث وحجب؛ یعنی اولاً جزء، ثانیاً اصل، ثالثاً جزءِ اصل قریب، رابعاً جزء

(۱) الدر المختار، باب الولي: ۵۵/۳، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) الدر المختار، باب الولي: ۶۲/۳-۶۳، دار الفكر بيروت، انيس

اصل بعید، درصورت عصبہ نہ ہونے کے ولایت ماں کو ہے، پھر دادی کو بعض نے (۱) بالعکس کہا ہے، پھر بیٹی، پھر پوتی، پھر نواسی، پھر پوتے کی بیٹی، پھر نواسی کی بیٹی، اسی طرح آخر فرع تک، پھر حقیقی بہن، پھر علاتی، پھر اخیافی بہن بھائی، پھر ذوی الارحام، اول پھوپی، پھر ماموں، پھر خالہ، پھر چچا زاد بیٹی، پھر اسی ترتیب سے ان کی اولاد، پھر مولی الموالاۃ، درمختار میں یہ تفصیل موجود ہے، فلیرجع إلیہ. (۲) واللہ اعلم

(امداد: ۱۰/۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۴۷/۲)

ولایت بہ اعتبار وراثت، یا بہ اعتبار خیراندیشی:

سوال: نابالغہ عورتوں کی شادی میں جو اولیاء بموجب شرع شریف کے علی الترتیب ہوا کرتے ہیں تو یہ ولایت باعتبار وراثت کے ہے، یا خیراندلش ہونے کے اگر باعتبار وراثت ہونے کے ہے تو وراثت کے لئے کما ینبغی خیراندیشی وصلہ رحمی مشروط ہے یا نہیں؟

الجواب ــ

فی الدر المختار: (الْوَالِي فِي النِّكَاحِ) ... (عَلَى تَرْتِيبِ الْإِرْثِ وَالْحَجْبِ). (۳)

اس سے معلوم ہوا کہ عصبات میں ولایت بترتیب ارث وحجب ہوتی ہے۔

وفی ردالمحتار (الجلد الأول، ص: ٤٨٤): وبه ظهران الفاسق المتهتك وهو بمعنی سیيء الاختيار لاتسقط ولايته مطلقا لأنه لوزوج من كفء بمهر المثل كماسيأتی بيانه. (۴)

وما فی البزازية من أن الأب والجد إذا كان فاسقا فللقاضی أن يزوج من الكفء، قال فی الفتح: إنه غيرمعروف فی المذهب. (۵)

(۱) اور ام الاب کے بعد ام الام ہے، کذا فی الشامیہ۔ منہ

(۲) (الْوَالِي فِي النِّكَاحِ) لَا الْمَالُ (الْعَصَبَةُ بِنَفْسِهِ) وَهُوَ مَنْ يَتَّصِلُ بِالْمَيِّتِ حَتَّى الْمُعْتَقَةِ (بِلَا تَوَسُّطِ أُنْثَى) بَيَانٌ لِمَا قَبْلَهُ (عَلَى تَرْتِيبِ الْإِرْثِ وَالْحَجْبِ) فَيُقَدَّمُ ابْنُ الْمَجْنُونَةِ عَلَى أَبِيهَا لِأَنَّهُ يَحْجُبُهُ حَجْبَ نُقْصَانٍ (بِشَرْطِ حُرِّيَّةٍ وَتَكْلِيفٍ وَإِسْلَامٍ فِي حَقِّ مُسْلِمَةٍ) تُرِيدُ التَّزَوُّجَ (وَوَلَدٍ مُسْلِمٍ) لِعَدَمِ الْوِلَايَةِ (وَكَذَا لَا وِلَايَةَ) فِي نِكَاحٍ وَلَا فِي مَالٍ (لِمُسْلِمٍ عَلَى كَافِرَةٍ إلَّا) بِالسَّبَبِ الْعَامِّ (بِأَنْ يَكُونَ) الْمُسْلِمُ (سَيِّدَ أَمَةٍ كَافِرَةٍ أَوْ سُلْطَانًا) أَوْ نَائِبَهُ أَوْ شَاهِدًا (وَلِلْكَافِرِ وِلَايَةٌ عَلَى) كَافِرٍ (مِثْلِهِ) اتِّفَاقًا (فَإِنْ لَمْ يَكُنْ عَصَبَةً فَالْوِلَايَةُ لِلْأُمِّ) ثُمَّ لِأُمِّ الْأَبِ وَفِي الْقُنْيَةِ عَكْسُهُ، ثُمَّ لِلْبِنْتِ، ثُمَّ لِبِنْتِ الِابْنِ، ثُمَّ لِبِنْتِ الْبِنْتِ، ثُمَّ لِبِنْتِ ابْنِ الِابْنِ، ثُمَّ لِبِنْتِ بِنْتِ الْبِنْتِ، وَهَكَذَا، ثُمَّ لِلْجَدِّ الْفَاسِدِ (ثُمَّ لِلْأُخْتِ لِأَبٍ وَأُمٍّ، ثُمَّ لِلْأُخْتِ لِأَبٍ ثُمَّ لِوَلَدِ الْأُمِّ) الذَّكَرُ وَالْأُنْثَى سَوَاءٌ، ثُمَّ لِأَوْلَادِهِمْ (ثُمَّ لِذَوِي الْأَرْحَامِ) الْعَمَّاتِ، ثُمَّ الْأَخْوَالِ، ثُمَّ الْخَالَاتِ، ثُمَّ بَنَاتِ الْأَعْمَامِ وَبِهَذَا التَّرْتِيبِ أَوْلَادُهُمْ، شُمُنِّيٌّ، ثُمَّ مَوْلَى الْمُوَالَاةِ (ثُمَّ لِلسُّلْطَانِ ثُمَّ لِقَاضٍ نَصَّ لَهُ عَلَيْهِ فِي مَنْشُورِهِ). (الدر المختار، باب الولی: ٧٦/٣-٧٩، دارالفكر بيروت، انيس)

(۳) الدر المختار، باب الولی: ٧٦/٣-٧٩، دارالفكر بيروت، انيس

(۴-۵) ردالمحتار، باب الولی: ٥٤/٣، دارالفكر بيروت، انيس

ان روایات سے معلوم ہوا کہ ولی کے خیر اندیش نہ ہونے کا یہ اثر تو ہے کہ بعض مواقع میں اس کے کئے ہوئے نکاح میں علماء کو کلام ہے؛ لیکن یہ اثر کہیں نہیں کہ اس کی موجودگی میں ولی ابعد کا نکاح نافذ ہو جائے۔

۱۱/ربیع الاول ۱۳۲۵ھ (امداد: ۲/۳۵) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۳۴۷-۳۴۸)

ولایت میں قریب وبعید کے ورثا کا اعتبار:

سوال: جناب مفتی صاحب! ہمارے گاؤں میں ایک یتیم لڑکی ہے، جس کے اولیا میں دادا اور دو چچے ہیں، بچی کے بالغ ہونے پر چھوٹے چچا نے باپ اور بڑے بھائی کی اجازت کے بغیر بچی کا ایک جگہ نکاح کر دیا، جب بچی کے دادا کو پتہ چلا تو اس نے یہ نکاح نامنظور کر دیا تو کیا اس بچی کا نکاح صحیح ہے، یا کہ دادا کے انکار کی وجہ سے اس کی حیثیت ختم ہو جائے گی؟

الجواب ــ

واضح ہو کہ اولیا دو قسم کے ہوتے ہیں: (۱) قریب (۲) بعید۔ اگر کسی بچی کا نکاح اس کا ولی بعید بغیر اجازت ولی قریب کے کسی جگہ کر دے تو وہ نکاح ولی قریب کی اجازت پر موقوف ہوگا، اگر وہ نافذ کر دے تو فبہا، ورنہ ناجائز ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر دادا اجازت دے دے تو نکاح صحیح ہے، ورنہ نہیں۔

قال العلامة السرخسي: فإن زوجها الأبعد والأقرب حاضرٌ توقف على إجازة الأقرب لأن الأبعد كالأجنبي عند حضرة الأقرب فيتوقف عقده علىٰ إجازة الولي، إلخ. (المبسوط: ۲۲۰/۴، كتاب النكاح، باب نكاح الصغير والصغيرة)(۱) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۸۴/۴)

کیا ولیِ نکاح کا عادل ہونا ضروری ہے:

سوال: ولایت کے لیے عدالت ضروری ہے، یا نہیں؟ فاسق آدمی اپنے چھوٹے بیٹے، یا بیٹی کا نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

ولایت کے لیے عدالت شرط نہیں ہے، لہٰذا فاسق باپ اپنے بیٹے بیٹی کا نکاح کرسکتا ہے، جب کہ باپ بالکل لاپرواہ نہ ہو، یا باپ کے نکاح میں عدم شفقت بالکل ظاہر نہ ہو اور اگر عدمِ شفقت ظاہر ہو، مثلاً مجبوراً نکاح کیا ہے تو یہ نکاح غیر کفوء میں تو منعقد ہی نہ ہوگا۔

---

(۱) قال ابن عابدين: (قوله وإلّا) اى وإن لم يستووا فى الدرجة وقد رضى الأ بعد فللأقرب الاعتراض. (ردالمحتار: ۳۲۳/۲، كتاب النكاح، باب الولى)

ومثلهٗ فى درالمنتقى شرح الملتقى: ۳۳۹/۱، كتاب النكاح باب الأولياء والأكفاء

لما فی الهندیة (کتاب النکاح، ۲۸٤/۱): والفسق لایمنع الولایة، کذا فی فتاویٰ قاضی خان.

وفی الدرالمختار (۵٤/۳، باب الولی): (هو) لغة خلاف العدو وعرفا العارف باللّٰه تعالیٰ وشرعا (البالغ العاقل الوارث) ولو فاسقا علی المذهب ما لم یکن متهتکا.

وفی الرد تحته: وحاصله أن الفسق وإن کان لا یسلب الأهلیة عندنا لکن إذا کان الأب متهتکا لا ینفذ تزویجه إلا بشرط المصلحة ... وبه ظهر أن الفاسق المتهتک وهو بمعنی سییء الاختیار لا تسقط ولایته مطلقا لأنه لو زوج من کفء بمهر المثل صح کما سیأتی بیانه. (نجم الفتاویٰ: ۱۵/۵-۱۶)

کسی ایک ولی کا حق ولایت استعمال کرنے سے دوسرے اولیا کا حق ساقط ہوجاتا ہے:

سوال: اگر کسی عورت کے متعدد اولیا ہوں اور ان میں سے کسی ایک ولی کا اپنا حق استعمال کرنے سے نکاح کے بعد دوسرے اولیا کو نکاح کے رد کرنے کا حق حاصل ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

کسی عورت کے متعدد اولیا جب مرتبہ میں برابر ہوں تو جس ولی نے پہلا نکاح کرایا تو وہ درست ہے، دوسرے اولیا کے رد کرنے سے نکاح باطل نہیں ہوگا۔

قال ابن نجیم: اِذَا اِجتمع فی الصغیر أو الصغیرة ولیان، فی الدرجة علی السواء، فزوج أحدهما جاز أجاز الأوّل أوفسخ. (البحرالرائق: ۱۱۹/۳، باب الأولیاء والأکفاء) (۱) (فتاوی حقانیہ: ۳۷۹/۴)

بلا اجازت ولی غیر کفو میں نکاح منعقد نہیں ہوتا:

سوال: لڑکا لڑکی دونوں عاقل بالغ سنی حنفی ہیں، لڑکی سید (آل رسول اللہ علیہ وسلم) خاندان کی ہے اور لڑکا نیچ ذات کا (جولاہا) ہے، دونوں باہم شادی کرنے کے لیے رضا مند ہیں؛ مگر لڑکی صاف طور پر یہ شرط لگاتی ہے کہ میرے والدین کی رضا مندی اور منظوری ضروری ہے، اس کے بغیر شادی نہیں کرسکتی، لڑکے کی طرف سے لڑکی کے والدین کی منظوری حاصل کرنے کی مسلسل کوشش دوسال تک کی جاتی ہے؛ مگر لڑکی کے والدین اس رشتہ کو غیر کفو بتاتے ہیں اور منظور نہیں کرتے، اس کے بعد لڑکا ایک دن لڑکی کو اپنے کسی دوست کے گھر لے جاتا ہے، جہاں لڑکی اکیلی ہوتی ہے اور لڑکا ایک نکاح خواں کو لاکر اپنے دو دوستوں کو گواہ بنا کر لڑکی سے نکاح کر لیتا ہے، اس وقت لڑکی کے والدین، یا اور کوئی رشتہ دار وہاں نہیں تھے، لڑکی نے مجبوراً نکاح قبول کیا؛ مگر بعد میں لڑکی نے کہا کہ اس چوری چھپے شادی کو میں دھوکا

---

(۱) قال فی الهندیة: وإذ اجتمع للصغیر والصغیرة ولیان مستویان کالأخوین والعمین فأیهما جاز عندنا. کذا فی فتاویٰ قاضیخان. (الفتاویٰ الهندیة: ۲۸٤/۱، الباب الرابع فی الأولیاء)

ومثلهٗ فی الدرالمختار علیٰ صدر رد المحتار: ۸۱/۳، باب الأولیاء

سمجھتی ہوں اوراب تو مجھے بھی تم سے سخت بیزاری ہوگئی ہے اور کسی قیمت پر میں تمہارے یہاں نہیں جاؤں گی، لڑکی کے والد کو جب یہ تمام ماجرا معلوم ہوتا ہے تو وہ فوراً اس ڈرامائی نکاح کو رد کر دیتے ہیں، کیا یہ نکاح شرعاً درست ہے؟ اگر درست ہے تو لڑکی کے والد اس نکاح کو فسخ کرا سکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب

صورت مسطورہ میں عدم کفو کی بنا پر نکاح اصلاً منعقد ہی نہیں ہوا، لہٰذا فسخ کی بھی ضرورت نہیں۔ درمختار میں ہے:

(ویفتی)فی غیر الکفء (بعدم جوازہ أصلاً) وھو المختار للفتویٰ لفساد الزمان (قولہ وھو المختار للفتویٰ) وقال شمس الأئمة: وھٰذا أقرب إلی الا حتیاط، کذا فی تصحیح العلامة قاسم، إلخ. (الدر المختار وشامی: ۴۰۸/۲-۴۰۹، باب الولی)

الحیلۃ الناجزہ میں ہے: پہلی صورت یہ کہ بالغ عورت بغیر اذن ولی عصبہ کے غیر کفو میں نکاح کرے، اس صورت میں فتویٰ اس پر ہے کہ نکاح صحیح نہیں ہوتا؛ کیوں کہ نکاح سے پہلے اجازت کا ہونا شرط ہے، لہٰذا عورت کو لازم ہے کہ ایسا ہرگز نہ کرے، اگر کرے گی تو نکاح کالعدم ہونے کی وجہ سے ہمیشہ معصیت میں رہے گی۔

کما فی تنویر الأبصار: نفذ نکاح حرة مکلفة بلا ولی ولہ إذا کان عصبة ولو غیر محرم کإبن عمّ فی الأصح والأم والقاضی الاعتراض فی غیر الکفء ما لم تلد ویفتی بعدم جوازہ أصلا، آہ.

وأیدہ صاحب الدر بقولہ: وھو المختار للفتویٰ والعلامة الشامی وغیرہ بقول شمس الأئمة: وھٰذا أقرب إلی الاحتیاط. (الحیلة الناجزة، ص: ۸۴، خیار کفاءت)

فتاویٰ دارالعلوم میں ہے:

سوال: زید غیر کفو غیر صحیح النسب نے اپنے کو شریف النسب بتلا کر بکر شریف سید کی بالغہ لڑکی ہندہ سے بوکالت غیر ولی نکاح کیا۔ اس صورت میں نکاح فسخ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے: **ویفتی فی غیر الکفء بعدم جوازہ أصلا وھو المختار لفساد الزمان، إلخ.**

اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر عورت بالغہ اپنا نکاح غیر کفو میں کرے بلا اجازت ورضاء ولی کے تو وہ نکاح منعقد نہیں ہوتا، پس جب کہ وہ نکاح صحیح نہیں ہوا تو فسخ کی ضرورت نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم: ۲۰۹/۸-۲۱۰) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/)

ولایت مجنون:

سوال: لڑکی کا نام سکینہ ہے اور لڑکی کا باپ باؤلا ہے اور لڑکی کی ماں محنت کرتی ہے اور اپنے بچوں کو پالتی ہے۔ جس وقت لڑکی کا نکاح ہوا تھا، اس وقت لڑکی کی عمر ۴/ یا ۵/ سال کی تھی، لہٰذا ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ نکاح شرع کی رو سے جائز ہے، یا نہیں؟ کیوں کہ لڑکی بھی چاہتی ہے کہ وہاں نہ جاؤں؛ کیوں کہ پانچ، سات آدمی اکٹھے ہوئے اور

انہوں نے لرکی سے کہا تو لڑکی نے جواب دے دیا کہ میں اس گھر میں نہیں جاتی۔ اگر تم زیادتی کروگے تو ہم کنویں میں گرکر مرجائیں گے؛ اس لیے یہ فتویٰ طلب ہے کہ یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر نکاح کے وقت لڑکی کا باپ باؤلا نہیں تھا؛ بلکہ ہوش میں تھا تو وہ نکاح صحیح اور لازم ہوگیا، اس کو فسخ کرانے کا اختیار نہیں، (۱) جب تک شوہر طلاق نہ دے، دوسری جگہ نکاح نہیں ہوسکتا۔ (۲) اگر لڑکی کا باپ نکاح کے وقت باؤلا تھا اور اسی حالت میں اس نے نکاح کیا ہے تو یہ نکاح اس کی والدہ کی اجازت پر موقوف تھا، (۳) اگر والدہ نے اجازت دے دی تو صحیح ہوگیا تھا، (۴) اگر والدہ نے اس سے ناراضی ظاہر کرکے انکار کردیا تھا تو وہ صحیح نہیں ہوا، اب لڑکی کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے، برادری میں اپنا نکاح کرلے۔ (۵) اگر والدہ نے نکاح کی اجازت دے دی تھی تو اگر چہ اس وقت نکاح صحیح ہوگیا؛ مگر لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہے؛ یعنی جب بالغ ہونے کے آثار دیکھے فوراً دو آدمیوں کو گواہ بنائے اور کہہ دے کہ میں اس وقت و بالغ ہوئی ہوں اور اس نکاح سے رضی نہیں ہوں اور پھر کسی مسلمان حاکم کی عدالت میں دعویٰ کرکے نکاح فسخ کرالے، (۶) اگر وقتِ بلوغ نکاح سے ناراضی ظاہر نہیں کی تو پھر یہ اختیار حاصل نہیں، (۷) اگر لڑکی جانا نہیں چاہتی تو کسی صورت سے طلاق لے لے۔ (۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۲/۶۱ ۱۳ھ۔

درست ہے: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/ صفر/ ۶۱ ۱۳ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/ ۴۹۰)

---

(۱) "اعلم أن الولی من کان أهلاً للمیراث وهو عاقل بالغ، لا یثبت للصبی والمجنون ولایة". (حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق: ۴۹۳/۲، باب الأولیاء والأکفاء، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۲) ﴿والمحصنٰت من النساء إلا ما ملکت أیمانکم﴾ والمراد بهن علی المشهور ذوات الأزواج أحصنهن التزوج أو الأزواج أو الأولیاء: أی منعهن عن الوقوع فی الإثم. (روح المعانی: ۲/۵، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۳) "ویثبت للأبعد التزوج بعضل الأقرب". (الدر المختار: ۸۲/۳، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(۴) "وإن زوج الصغیر أو الصغیرة أبعد الأولیاء فإن کن الأقرب حاضراً ... وإن لم یکن من أهل الولایة بأن کان صغیراً أو کان کبیراً مجنوناً، جاز". (الفتاویٰ العالمگیریة: ۲۸۵/۱، کتاب النکاح، الباب الرابع، رشیدیه)

(۵) "الولی (هو) ... (البالغ العاقل الوارث)". (الد المختار) "أن الصبی خرج بقوله: البالغ، والمجنون والمعتوه بالعاقل". (ردالمحتار: ۵٤/۳، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(۶) "(وإن کان المزوج غیرهما): أی غیر الأب وأبیه، ولو الأم ... وإن کان من کفء وبمهر مثل صح، و) لکن (لهما): لصغیر وصغیرة وملحق بهما (خیار الفسخ بالبلوغ أو العلم بالنکاح بعده بشرط القضاء) للفسخ". (الدر المختار: ۶۷/۳ـ۷۰، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(۷) "ویبطل الخیار فی جانبها بالسکوت إذا کانت بکراً، ولا یمتد إلی آخر المجلس حتی لو سکتت کما بلغت وهی بکر، بطل الخیار". (الفتاویٰ العالمگیریة: ۲۸۶/۱، کتاب النکاح، الباب الرابع، رشیدیه)

(۸) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿فإن خفتم ألا یقیما حدود اللّٰه فلا جناح علیهما فیما افتدت به﴾ (سورة البقرة: ۲۳۰) ==

ترتیب در ولی مجنوں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ نے انتقال کیا اور کچھ جائداد وغیرہ منقولہ ترکہ میں چھوڑی ہے؛ لیکن کوئی اولاد نہیں چھوڑی، صرف ایک بھائی حقیقی چھوڑا ہے، جو مجنوں ہے اور ایک بھائی متوفی کی، جن کا انتقال ہندہ کی موجودگی میں ہو چکا ہے، اولاد از قسم ذکور واناث ہے اور ایک پوتی حقیقی ہے اور چند باپ شریک بھائی اور بہن چھوڑے ہیں اور ایک سوتیلی ماں ہے، اس مجنون حقیقی بھائی کی اولاد میں از قسم اناث صرف ایک لڑکی سلمہ ہے اور از قسم ذکور کوئی دیگر اور اولاد نہیں ہے، از روئے شرع شریف مسماۃ ہندہ مرحومہ کے وارث کون کون قرار دیئے جا سکتے ہیں اور کس قدر حصص ہر ایک کو پہونچتے ہیں، اس بھائی حقیقی مجنون کا حق ولایت کس کو پہونچتا ہے، مسماۃ سلمہ کے خاوند اپنے مجنون خسر کی جائداد کے ولی ہونا چاہتے ہیں، از روئے شرع شریف ان کو ولایت پہونچتی ہے، یا باپ شریک بھائی سے کسی کو پہونچتی ہے، یا بھائی متوفی کی اولاد ذکور میں سے کسی کو پہونچتی ہے، مع حوالہ کتب جواب تحریر فرمایا جاوے؟

الجواب

بعد تقدیم ما یتقدم علی المیراث کل ترکہ ہندہ کا دو حصے پر منقسم ہو کر ایک حصہ حقیقی پوتی کو اور ایک حصہ حقیقی بھائی کو ملے گا اور باقی سب محروم ہیں اور ولایت مال مجنوں کی دو قسم ہے: ایک ولایت تصرف، دوسری ولایت حفظ، قسم اول میں یہ ترتیب ہے:

(وولیہ أبوہ، ثم وصیہ)... (ثم) ... (جدہ) الصحیح ... (ثم وصیہ) ... (ثم القاضی أو وصیہ)، کذا فی الدرالمختار. (۱)

اور یہ اس وقت ہے، جب کہ وہ بلوغ کے قبل سے مجنون ہو، ورنہ یہ ولایت صرف قاضی کو، یا جس کو قاضی تجویز کردے، حاصل ہوگی۔

کما فی الدرالمختار: ثم ہذا إذا بلغ معتوہا أما إذا بلغ عاقلا ثم عَتِہَ لاتعود الولایۃ إلی الأب قیاسا بل إلی قاضی أو السلطان. (۱۶۹/۵)(۲)

اور بعض کے نزدیک پھر بھی ان کی طرف عود کرے گی اور قسم دوم اس شخص کے لیے ہے، جو اس مجنون کی نگرانی وخدمت کرے اور اگر اس میں نزاع ہو تو حاکم، یا عامہ اہل اصلاح وخیر خواہ اقارب، یا اجانب شخص کو متدیّن ومعتمد قرار دے کر تجویز کردیں، وہ ولی ضروریات اس کے لیے خرید کرنا اور چیز منقول زائد ہو، یا بگڑنے لگے، اس کا فروخت کرنا یہ جائز ہے۔

== "(ولاباس بہ عند الحاجۃ للشقاق بعدم الوفاق)". (الدرالمختار)

"أی لوجود الشقاق وہو الاختلاف والتخاصم ... السنۃ إذا وقع بین الزوجین اختلاف أن یجمع أہلہما لیصلحوا بینہما ،فإن لم یصطلحا،جاز الطلاق والخلع". (ردالمحتار: ۴۴۱/۳، کتاب الطلاق،باب الخلع ،سعید)

(۱-۲) الدرالمختار ،مبحث فی تصرف الصبی ومن لہ الولایۃ علیہ: ۱۷۴/۶،دارالفکر بیروت،انیس

فی ردالمحتار:قال فی السابع والعشرین من جامع الفصولین:ولولم یکن أحدمنهم، فلوصی الأم الحفظ وبیع المنقول من الحفظ ولیس له بیع عقاره ولاولایة الشراء علی التجارة إلا شراء ما لا بد منه من نفقة وکسوة،الخ.(۱۷٤/٥)(۱)

وفی الدرالمختار:وعند عدمهم تتم قبض من یعوله کعمه (وأمه وأجنبی) ولوملتقطا (لوفی حجرهما) وإلالا.(۷۸٤/٤)(۲)

۲/جمادی الثانی ۱۳۳۳ھ (تتمہ ثالثہ،ص:۴۱)(امدادالفتاویٰ جدید:۲/۳۴۹-۳۵۱)

ولی اقرب کا صبی یا مجنون ہونا:

سوال: اگر ولی قرب کی موجودگی میں ولی ابعد نے صغیرہ کو نکاح کر دیا؛مگر ولی اقرب صبی،یا مجنون تھا تو نکاح جائز ہوگا،یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے۔عالمگیریہ میں ہے:

وإن زوج الصغیر أوالصغیرة أبعد الأولیاء، فإن کان الأقرب حاضراً، وهو من أهل الولایة توقف نکاح الأبعدعلی إجازته وإن لم یکن من أهل الولایة بأن کان صغیراً أوکان کبیراً مجنوناً جاز،إنتهیٰ.(۳)(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو:۲۷۵)

غلام اور باندی کا نکاح:

سوال: اگر غلام اور باندی اپنا نکاح خود کرلیں،یا مالک کے علاوہ کوئی دوسرا کر دے تو کیا حکم ہوگا؟

الجواب

یہ نکاح مولیٰ کی اجازت پر موقوف رہے گا۔اب اس کو اختیار ہے کہ اجازت دے،یا نہ دے۔

عالمگیریہ میں ہے:

ونکاح القن والمکاتب والمدبر والأمة وأم الولد بلا إذن السید موقوف إن أجازه نفذ وإن رد بطل فإن نکحوا بالإذن فالمهر علیهم وبیع القن فیه لا الآخران بل یسعان،کذا فی الوقایة.(۴)

درمختار میں ہے:**وأطلق النکاح یشتمل مالوزوج بنفسه وزوجه غیره،إنتهیٰ.**(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو:۲۴۱)

(۱) ردالمحتار،فرع أقر الصبی والمعتوه المأذونان:۱۷٥/٦،دارالفکربیروت،انیس
(۲) الدرالمختار،کتاب الهبة:٦۹٥/٥،دارالفکربیروت،انیس
(۳) الفتاویٰ الهندیة،الباب الرابع فی الأولیاء فی النکاح:۲۸٥/۱،دارالفکربیروت،انیس
(۴) الفتاویٰ الهندیة،الباب التاسع فی نکاح الرقیق:۳۳۱/۱،دارالفکربیروت،انیس

ولایتِ نکاح میں شافعیہ کے قول پر فتویٰ:

سوال: امام شافعی کے نزدیک بغیر ولی کے نکاح نہیں ہوتا اور ہمارے علاقہ میں ایسا ہوتا چلا آرہا ہے، جو علما کے نزدیک ہوجاتا ہے؛ مگر جن لڑکیوں نے فرار ہوکر بغیر ولی کے اپنا نکاح کرلیا ہے، صاحب اولاد بھی ہیں، ان کے بارے میں امام شافعی کے نزدیک کیا حکم ہے، نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ جواب امام شافعی کے حوالہ سے تحریر کریں، ہمارے علاقہ میں دنیاوی علم بہت ہے اور دینی کم؛ اس لیے ایسے نکاح کثیر تعداد میں ہوتے ہیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اتنا تو آپ کو بھی معلوم ہے کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بغیر ولی کے نکاح درست نہیں ہوتا، (۱) پھر ایسے نکاح اور ایسے نکاح سے اولاد کا حکم جو کچھ دریافت کرنا ہو، علمائے شافعیہ ہی سے دریافت کیا جائے، بمبئی جامع مسجد سے بھی حکم مذہب شافعیہ کا معلوم ہوسکتا ہے، آپ کے مقامی علمائے شافعیہ اگر خود نہ بتائیں تو بمبئی سے دریافت کرلیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۷/۱۴۰۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۹۲)

ولی سے اجازت کی ایک صورت:

سوال: بکر نے مولوی عمر سے کچھ نااتفاقی کی وجہ سے اپنے لڑکے سے کہا: مولوی صاحب سے کہہ دو میری لڑکی کا نکاح پڑھادیں۔ یہ اجازت معتبر ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اس طرح اجازت بھی معتبر ہے، (۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۲/۱۳۹۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۱۱)

باپ جب صحیح الحواس نہ ہو تو لڑکی کا ولی کون ہے:

سوال: زید بوقت شادی صحیح الحواس تھا، کچھ عرصہ بعد مجنوط الحواس ہوگیا اور دختر خورد سالہ اور زوجہ کو گھر سے نکال

---

(۱) "الولي عن المرأة مطلقاً عند الشافعية لصحة أي عقد من عقود الزواج، فلا تزوج امرأة نفسها بإذن وليها، ولا غيرها بوكالة، ولا تقبل زواجاً لأحد". (الفقه الأسلامي وأدلته: ۶۶۹۵/۹، أنواع الولاية عند الشافعية، رشيديه)

(۲) "(فإن وكل)الوكيل غيره (بدونهما) بدون إذن وتفويض (ففعل الثاني) بحضرته أو غيبته (فأجازه)(الوكيل الأول،صح)". (الدرالمختار: ۵۲۸/۵، كتاب الوكالة، فصل: لا يعقد وكيل البيع والشراء والإجارة،الخ، سعيد)

"(أمر)الأب (رجلاً أن يتزوج صغيرته، فزوجها عند رجل أو امرأتين) والحال أن (الأب حاضر صح)؛ لأنه يجعل عاقداً حكماً، وإلا لا". (الدرالمختار: ۲۴/۳، مطلب في عطف الخاص على العام، سعيد)

دیا، طلاق نہیں دی، کیا زید کی رضا مندی اس کی دختر نابالغہ کے عقد میں ضروری ہے؟

الجواب

اگر زید صحیح الحواس ہو تو اس کی اجازت ورضا مندی اس کی دختر نابالغہ کے نکاح کے جواز کے لیے ضروری ہے اور اگر زید صحیح الحواس نہیں، دیوانہ یا مجنون الحواس ہے تو اس کی اجازت ورضا کی ضرورت نہیں ہے، (۱) اور رضا وعدم رضا برابر ہے، چچا، تایا وغیرہ جو اولیا باپ، دادا کے بعد کے ہیں، نکاح نابالغہ کا کر سکتے ہیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۶/۸)

لڑکی کا سکوت اجازت ہے، یا نہیں:

سوال (۱) اگر لڑکی نے اجازت نکاح لفظوں میں نہ دی ہو اور صرف سکوت کیا تو یہ اجازت شمار ہوگی، یا نہیں؟

دوسرا نکاح صحیح نہیں:

(۲) اب لڑکی اپنی ماں، یا کسی اور رشتہ دار کے کہنے سننے سے اگر دوسری جگہ نکاح کر لے تو یہ دوسرا نکاح صحیح ہوگا، یا نہیں؟

باپ کے نکاح کر دینے پر لڑکی اپنی رضا مندی ظاہر کر دی تو کیا حکم ہے:

(۳) لڑکی کے باپ کو عمر کے لڑکے سے نکاح کرتے ہوئے دیکھ کر خاموش رہنا اور بعد میں لڑکی کا یہ کہنا کہ جو ہونا تھا ہو گیا، موجب نکاح ہے، یا نہیں؟

لڑکی غائب رہی تو کوئی حرج نہیں:

(۴) دو دن لڑکی کے غائب رہنے اور اپنی ماں کے ساتھ کسی رشتہ دار کے یہاں رہنے سے نکاح میں کچھ خلل ہے، یا نہیں؟

نکاح ہونے کے بعد فسخ نہیں کیا جا سکتا:

(۵) باوجود صحت نکاح زید اپنی بیوی کے کہنے سننے، یا لڑکی اپنی ماں کے کہنے سننے سے نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

رخصتی کا شوہر کو حق ہے:

(۶) زید کے اپنی بیوی، یا کسی اور کے کہنے سننے سے نکاح سنے نارضا مند ہونے سے اور لڑکی کے زوج کے ساتھ نہ رخصت کرنے پر شرعی مطالبہ شوہر کو ہے، یا نہیں؟

---

(۱) وللولی الأبعد التزویج بغیبة الأقرب. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۴۳۲/۲، ظفیر)

الجواب

(۱) سکوت لڑکی کا اس موقع پر کافی ہے اور اجازت سمجھی جاتی ہے۔ (کذا فی الدر المختار)(۱)

(۲) دوسرا نکاح صحیح نہ ہوگا۔(۲)

(۳) لڑکی کا یہ کہنا بھی اجازت نکاح کی ہے اور زید نے تو خود ناکح کو امر نکاح خوانی کا کیا ہے، اس کی اجازت ظاہر ہے۔

(۴) کچھ خلل نہیں آتا۔

(۵) فسخ نہیں کر سکتے۔

(۶) جب کہ معلوم ہوا کہ نکاح صحیح ہوگیا تو شوہر کو رخصت کرانے کا شرعاً حق ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۸۵۔۸۶)

باپ کے مرنے کے بعد نکاح کے باب میں اس کی وصیت کا اعتبار نہیں:

سوال: ایک شخص نے وصیت کی کہ میری لڑکی کا ناطہ میری برادری میں نہ کیا جاوے، باہر غیر قوم میں کر دیا جاوے، اب اس لڑکی کا وارث اسکا چچا ہے، اس کو اس لڑکی کا ناطہ کہاں کرنا چاہیے؟

الجواب

اس وصیت کا اعتبار نہیں ہے، اولیا کو اختیار ہے کہ ہم قوم میں جہاں سمجھیں، نکاح کر دیں، متوفی کی وصیت کا بالکل خیال نہ کیا جاوے، کیوں کہ یہ وصیت غیر معتبرہ ہے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۱۰۵۔۱۰۶)

ولی پر ضروری نہیں کہ وہ دوسرے کی بات مانے:

سوال: زید کی برادر نے زید کے نام اقرار نامہ لکھ دیا ہے کہ برادری کے سرپنچ اور قاضی ہیں، بغیر ان کی رضامندی کے دوسرا نکاح نہیں پڑھا جا سکتا؛ مگر بکر لڑکی کا ولی ہو کر زید کو نکاح نہیں پڑھانے دیتا، بکر کی اس حرکت سے برادری میں تفرقہ اور فساد ہوتا ہے۔ شرعاً اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

بکر جس لڑکی کا ولی ہے، وہ اس کا نکاح خود کر سکتا ہے، کسی نکاح خوان کو اس کی ضرورت نہیں ہے؛ لیکن تفرقہ ڈالنا

---

(۱) (فإن استأذنها هو)أی الولی ... (فسكتت) .... (فهو إذن).(الدر المختار،باب الولی:۲/۴۱۰،ظفیر

(۲) أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته،الخ،لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا.(ردالمحتار،کتاب النکاح،باب المحرمات:۲/۴۸۲،ظفیر)

(۳) وليس للوصی من حيث هو وصی أن يزوج اليتيم مطلقا وإن أوصى إليه الأب بذلک على المذهب.(الدر المختار علی هامش ردالمحتار،باب الولی:۲/۴۳۱،ظفیر)

بھی برادری میں اچھا نہیں ہے، بکر کو ایسی بات نہ کرنی چاہیے، جس سے تفرقہ برادری میں لازم آوے۔ فقط (مگر زید کو بھی لازم ہے کہ ولی کی بات، مانے، اس کے اختیار میں خواہ مخواہ دخل نہ دے۔ ظفیر) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۱۲/۸۔۱۱۳)

جعلی اجازت نامہ ولی کی طرف سے بنوا کر نکاح پڑھایا تو کیا حکم ہے:

سوال: سترہ سال ہوئے کہ زید نے اپنے پسر کا لڑکا رشتہ عمر کی دختر ہندہ سے پیغام دیا، چوں کہ زید رذیل قوم کا تھا؛ اس لیے عمر نے اس درخواست اور پیغام کو ترشی کے ساتھ رد کر دیا۔

کچھ عرصہ بعد عمر برہما چلا گیا، اس کے پیچھے عمر کی طرف سے ایک جعلی خط بنایا گیا کہ عمر اپنی لڑکی ہندہ کو بخوشی زید کے پسر خالد کے نکاح میں دیتا ہے اور نکاح پڑھوا دیا جائے۔

غرضیکہ ہندہ نو سالہ کا نکاح خالد سے کر دیا گیا، جب عمر کو اس نکاح کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت ناراض ہوا اور یہ لکھا کہ میں ہرگز اس امر کی اجازت نہیں دیتا اور لڑکی کو مت بھیجو۔

یہ نکاح شرعاً جائز ہوا، یا نہیں؟ کچھ عرصہ کے بعد یعنی بالغہ ہونے کے چند سال بعد ہندہ نے باسط سے نکاح کرلیا، یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب

خلاصۂ جواب یہ ہے کہ چوں کہ عمر اس نکاح سے راضی نہ تھا اور اس کی طرف سے جعلی خط بنایا گیا اور جس وقت عمر کی اطلاع ہوئی، اس نے انکار کر دیا، (۱) لہذا وہ نکاح جو خالد سے کیا گیا، باطل ہو گیا، لہذا ہندہ کا نکاح جو باسط سے کیا گیا، وہ صحیح ہے، خالد کو دعویٰ زوجیت اس پر نہیں پہنچتا اور چوں کہ اس صورت میں خالد سے ہندہ کا نکاح صحیح نہیں ہوا، لہذا اس کے بعد دیگر سوالات کے جواب کی ضرورت نہیں ہے، جو کہ نکاح سابق کے صحیح ہونے پر متفرع ہیں۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۱۲۸/۸۔۱۲۹)

پہلا نکاح صحیح ہے اور تعلیق کالعدم ہے:

سوال: زید کے والد نے زید کے روبرو اس کی دختر کا نکاح گواہوں کی موجودگی میں عمر کے بیٹے سے کر دیا، زید ساکت صامت رہا، اب سہ ماہ کے بعد غصہ کی حالت میں ناراض ہو کر کہہ دیا کہ اگر میں عمر کے لڑکے کو ناطہ دوں تو مجھ پر میری عورت بہ سہ طلاق حرام ہے۔ اب اگر کوئی شخص خواندہ معتمد علیہ زید کو ن سی دیوے کہ تیری لڑکی کا شرعی نکاح عمر کے لڑکے سے ہو چکا ہے، یہ تمہاری تعلیق لغو ہے، تم کو بغرض تشہیر دوبارہ جدید نکاح کر دینے میں کوئی حرج نہیں، زید

(۱) ونكاح عبد وأمة بغير إذن السيد موقوف على الإجازة كنكاح الفضولي سيجيء في البيوع توقف عقوده كلها إن مجيز حالة العقد وإلا تبطل. (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة، مطلب في الوكيل والفضولي: ۴۹/۲ ٤، ظفير)

نے اس پر اعتماد کرکے دوبارہ نکاح اپنی لڑکی کا عمر کے لڑکے سے کر دیا گیا، زید کی منکوحہ زید پر حرام ہو جائے گی؟

الجواب

فلوزوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته،الخ. (الدرالمختار)(۱)

قال في الشامي: فَلَا يَكُونُ سُكُوتُهُ إِجَازَةً لِنِكَاحِ الْأَبْعَدِ وَإِنْ كَانَ حَاضِرًا فِي مَجْلِسِ الْعَقْدِ مَا لَمْ يَرْضَ صَرِيحًا أَوْ دَلَالَةً تَأَمَّلْ. (شامی: ۳۱۵/۲)(۲)

پس اگر زید نے صراحۃً، یا دلالۃً اپنی رضا کا اظہار کر دیا، مثلا اپنی دختر کو اس کے شوہر کے گھر بخوشی بھیج دیا، یا مہر طلب کیا وغیرہ تو نکاح زید کے باپ کا کیا ہوا صحیح ہو گیا اور دوبارہ زید کا نکاح کرنا لغو اور فضول اور کالعدم ہے، لہٰذا اس کی زوجہ اس پر بہ سہ طلاق حرام نہ ہوگی لعدم تحقق الشرط اور اگر زید نے محض سکوت کیا تھا اور اجازت صراحۃً نہ دی تھی اور نہ دلالۃً اظہار رضا کیا تھا تو نکاح سابق منعقد نہ ہوا تھا، پس زید نے جو نکاح کیا، وہ صحیح ہو گیا اور شرط سہ طلاق پائی گئی، لہٰذا اس کی زوجہ مطلقہ ثلٰثہ ہو گئی۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۰/۸-۱۴۲)

ولی کی طرف اضافت کی ایک صورت کا حکم:

سوال: ایک نکاح خوان نے مجلس نکاح میں لڑکی کے باپ سے کہا کہ تو نے اپنی لڑکی سکینہ اس عبداللہ کے ساتھ نکاح کے لیے دی ہے، اس کے لڑکے شریف اللہ کے لیے۔ لڑکی کے باپ نے کہا: دی ہے شریف اللہ کے لیے۔ پھر نکاح خوان نے عبداللہ کو کہا تو نے قبول کی ہے اپنے لڑکے شریف اللہ کے لیے؟ وہ بولا: میں نے قبول کی ہے شریف اللہ کے لیے، نکاح خوان نے اضافت نکاح کی عبداللہ کی طرف کی ہے اور لڑکی کے باپ نے نہیں کی تو اعتبار نکاح خواں کے الفاظ کا ہوگا اور لڑکی کے باپ کے الفاظ بھی ان کے ساتھ مقید ہوں گے اور نکاح خود عبداللہ کا منعقد ہو جائے گا، نہ اس کے لڑکے شریف اللہ کا۔

كما قال الشامي: وبقي أيضاً قولهم: زوجتک بنتي لابنک، فيقول: قبلت، ويظهر لي أنه ينعقد للأب لإسناد التزويج وقول أبي البنت لابنک معناه لأجل ابنک فلا يفيد وكذا لو قال الآخر: قبلت لابني لايفيد أيضاً. (۳)

یا اعتبار لڑکی کے باپ کے الفاظ کا ہوگا اور نکاح عبداللہ کے لڑکے شریف اللہ کا منعقد ہوگا، نہ عبداللہ کا۔

كما قال الشامي: نعم لو قال: اعطيتک بنتي لابنک، فيقول: قبلت، فالظاهر أنه ينعقد للإبن؛ لأن قوله أعطيتک بنتي لابنک معناه في العرف أعطيتک بنتي زوجة لابنک وهذا

---

(۱) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۳۲/۲، ظفير

(۲) ردالمحتار، باب الولي: ۴۳۳/۲، ظفير

(۳) ردالمحتار، كتاب النكاح: ۲۶/۳، دارالفكر بيروت، انيس

المعنی وإن کان هو المراد عرفا من قولهم زوجتک بنتی لابنک؛ لکنه لایساعده اللفظ کما علمت والنیة وحدها لا تنفع کما مر والله سبحانه أعلم. (۱)

حاصل سوال یہ ہے کہ نکاح بطریقہ مذکوہ عبداللہ کا ہوا ہے، یا اس کے لڑکے شریف اللہ کا؟ بینوا لوجہ اللہ العظیم فإنہ یجزی بمغفرۃ ورزق کریم۔

الجواب

صورت مسئولہ میں شریف اللہ کا نکاح صحیح ہوگیا ہے اور نکاح خوان کے کلام میں جو ساتھ نکاح کے واقع ہے، وہ شریف اللہ سے متعلق کہا جاوے گا، پس زوجتک بنتی لابنک پر اس کا قیاس کرنا صحیح نہیں ہے، کمالا تخفی ونیز اس استفہام کو تو ایجاب نہیں کہہ سکتے؛ بلکہ ایجاب وہ ہے، جو ولی نے کہا ہے اور ولی کے قول میں عبداللہ کے نکاح کا احتمال ہی نہیں اور رہا یہ شبہ **وکذا لو قال الآخر: قبلت لابنی لایفید أیضاً** معلوم ہوتا ہے کہ قول اول کا اعتبار ہوتا ہے، سواس کا جواب یہ ہے کہ قول اول سے مراد ایجاب ہے، قبول ایجاب کے تابع ہوگا، قول ولی کو قول نکاح خوان کے تابع کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ واللہ اعلم

احقر عبدالکریم عفی عنہ۔ الجوب صحیح۔ ظفر احمد عفا عنہ۔ ۲۱/ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ۔ (امداد الاحکام: ۲۳۹/۳۔۲۴۰)

اولیا کی رضامندی کی صورت میں کفو، یا غیر کفو میں نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک لڑکی کے رشتے کے متعلق اس کے بھائی نے استخارہ کیا تو استخارہ میں جس لڑکے کا انتخاب ہوا تو اس لڑکے کے متعلق تقریباً دس آدمیوں نے تحقیق کی تو لڑکا بالکل صحیح نہیں نکلا اور لڑکی کے اولیاء اس لڑکے سے رشتہ کرنا نہیں چاہتے ہیں، جب کہ لڑکی کے بھائی کو اصرار ہے کہ ہم نے استخارہ سے انتخاب کیا ہے؛ اس لیے شادی وہیں سے ہوگی تو اس مسئلہ کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

(المستفتی: محمد شعیب، متعلم مدرسہ شاہی، مراد آباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب وبالله التوفيق

اگر لڑکی بالغہ ہے اور وہ مذکور لڑکے کے ساتھ نکاح پسند نہیں کرتی تو وہاں نکاح نہیں کرنا چاہیے، لڑکی کی رضا پر بھائی کے استخارے کو ترجیح نہیں ہوگی اور اگر لڑکی اسی لڑکے کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہے تو اسی کے ساتھ زیادہ اولیٰ رہے گا اور اگر لڑکی اور اس کے اولیا وہاں نکاح کرنا پسند نہ کریں، تب بھی بھائی کے استخارہ کا اعتبار نہ ہوگا اور لڑکی اور اس کے اولیا کے منشا کی مطابق لڑکے کا انتخاب کرنا ہوگا۔ حاصل یہ ہے کہ اگر لڑکی کی مرضی نہ ہو تو کسی کے انتخاب کا اعتبار نہ ہوگا اور اگر لڑکی کی مرضی ہے تو کسی کے اعتراض وانتخاب وناگواری کا اعتبار نہ ہوگا۔ (مستفاد: بہشتی زیور: ۶/۴)

(۱) ردالمحتار، کتاب النکاح: ۲۶/۳-۲۷، دارالفکر بیروت، انیس

اوراگرلڑکا غیر کفو ہے تو اولیا کی رضامندی کے بغیر نکاح درست نہ ہوگا۔

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي. (الدرالمختار)

ويفتي في غير الكفء بعدم جوازه أصلاً وهو المختار للفتوىٰ لفساد الزمان. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي، زكريا ديوبند: ١٥٥/٤-١٥٦، كراتشي: ٥٥/٣-٥٦، الفتاوىٰ الهندية زكريا: ٢٩٢/١، جديد: ٣٥٨/١)

نفذ نكاح حرة مكلفة بلاولي؛ لأنها تصرف في خالص حقها، وهي من أهله لكونها عاقلة بالغة. (مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت: ٤٨٨/١، مصري قديم: ٣٣٢/١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۰/ربیع الاول ۱۴۱۰ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۵/۱۷۱۸) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۵۵۶-۵۵۷)

لڑکی کی عمر کی زیادتی کی وجہ سے اگر مناسب رشتہ نہ ملے تو کیا سرپرست گنہگار رہوں گے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر کسی لڑکی کی عمر پچاس کے قریب پہنچ چکی ہو تو کیا اُس کو نکاح کے لئے مجبور کرنا سرپرستوں کا فرض ہے؟ کیا دوسری صورت میں سرپرست گنہگار ہوں گے؟ یا یہ کہ بغیر نکاح رہنے کا کوئی وبال پڑے گا؟ آں جناب سے گزارش ہے مسئلہ ہذا کا قرآن وشریعت کی روشنی میں بالوضاحت جواب تحریر فرمادیں؟ جزاکم اللہ۔ اللہ رب العزت آپ کے مراتب کو مزید بلند فرمائیں، آمین۔

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ———————— وبالله التوفيق

بہتر یہی ہے کہ کوئی عورت بے نکاحی نہ رہے؛ اس لیے سرپرستوں کو چاہیے کہ مناسب جوڑ ملنے پر مذکورہ لڑکی کا نکاح کردیں؛ لیکن اگر کوشش کے باوجود لڑکی کے لیے مناسب رشتہ نہ ملے تو سرپرستوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا اور عمر زیادہ ہونے پر لڑکی کو نکاح پر مجبور کرنا صحیح نہیں؛ بلکہ اس کی رضامندی ضروری ہے۔

قال الله تعالى: }وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُم. (النور: ٣٢)

عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال له: يا عليّ! ثلاث لا تؤخرها: الصلاة إذا آنت، والجنازة إذا حضرت، والأيم إذا وجدت لها كفوا. (سنن الترمذي، النكاح، باب ما جاء في تعجيل الجنازة: ٢٠٦/١، رقم: ١٠٨١)

عن عبد الله بن دينار عمن حدثه عن الحسن قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أنكح الرجل ابنه وهو كارهٌ فليس بنكاح، وإذا زوجه وهو صغير جاز نكاحه. (المصنف لابن أبي شيبة: ٤٤٩/٣، رقم: ١٦٠٠٤، دار الكتب العلمية بيروت)

عن ابن طاؤس عن أبيه قال: لا يكره الرجل ابنته الثيب على نكاح هي تكرهه. (المصنف لابن أبي شيبة: ٤٤٦/٣، رقم: ١٥٩٦٩، دار الكتب العلمية بيروت)

ولا تجبر البالغة البكر على النكاح؛ لانقطاع الولاية بالبلوغ. (الدرالمختار: ١٥٩/٤)

ولا یزوج البکر البالغة أبوها علی کرہ منها. (الفتاویٰ التاتارخانیة: ۲۳/۳، خانیة: ۳۵۸/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۵/۱۱/۱۴۲۹ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۵۴/۸-۳۵۵)

عورت مہر مثل سے کم پر نکاح کرلے تو اولیا کے لیے فسخ کا اختیار:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک عورت نے ایک آدمی سے مہر مثل سے کم پر نکاح کیا تو کیا اولیا کو فسخ کا اختیار رہے؟

الجواب ———————— بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں اگر وہ مرد کفوء نہیں تو نکاح ہی کالعدم ہے اور اگر وہ شخص لڑکی کا کفو ہے تو اولیا کو حق اعتراض حاصل ہے، یا تو مہر مثل کو پورا کرے، یا نکاح فسخ کروالیا جائے، نکاح کو قاضی، یا جج فسخ کرے گا۔

لمافی الدرالمختار (۹٤/۳): (ولو نكحت بأقل من مهرها فللولی) العصبة (الاعتراض حتیٰ يتم) مهر مثلها (أويفرق) القاضی بينهما دفعا للعار.

وفی الشامية تحته: قوله (بأقل إلخ) أی بحيث لا يتغابن فيه وقدمنا تفسيره فی الباب السابق قوله (فللولی العصبة) أی لا غيره من الأقارب ولا القاضی... قوله (دفعا للعار) أشارإلی الجواب عن قولهما ليس للولی الاعتراض لأن ما زاد علیٰ عشرة دراهم حقها ومن أسقط حقه لا يعترض عليه ولأبی حنيفة أن الأولياء يفتخرون بغلاء المهور ويتعيرون بنقصانها فأشبه الكفائة بحر و المتون علی قول الإمام. (نجم الفتاویٰ: ۳۲/۵)

بلا اجازت جو نکاح ہوا، وہ موقوف ہے:

سوال: زید کا سوتیلا لڑکا اپنے نکاح کے موقعہ پر راضی نہیں ہے، باہر کسی شہر میں نوکری پر ہے، زید چالیس پچاس آدمیوں کا جرگہ لے کر بکر کے گھر جاتا ہے؛ تاکہ اپنے سوتیلے بیٹے بکر کی لڑکی سے کرے حسب معمول نکاح پڑھایا گیا اور زید نے اپنے سوتیلے بیٹے کی طرف سے جو حاضر نہیں تھا، قبول کیا؛ لیکن جب لڑکی کی رضامندی حاصل کرنے کی نوبت آئی تو بکر نے یہ کہہ دیا کہ لڑکی نابالغہ ہے، اس پر لڑکی سے اجازت حاصل نہیں کی گئی، حالاں کہ لڑکی اس وقت عاقلہ بالغہ تھی، ایسی صورت میں نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب ————————

لڑکے کو جس وقت یہ اصلاح اور خبر پہونچے گی کہ میرے سوتیلے باپ نے میرا نکاح فلاں لڑکی سے کردیا ہے تو اگر اس وقت وہ نکاح مذکور کو جائز رکھے، بشرطیکہ وہ لڑکا بالغ ہو تو وہ نکاح صحیح ہوجاویگا، کما ھو حکم نکاح الفضول، اسی طرح لڑکی کو اگرچہ وہ بالغہ ہے اور قبل نکاح اس سے اجازت نہ لی گئی، جس وقت خبر نکاح کی پہونچے گی کہ میرے باپ نے

میرا نکاح فلاں لڑکے سے کر دیا ہے اور وہ سکوت کرلے گی تو نکاح صحیح ہو جاوے گا، الغرض نکاح مذکور موقوف ہے، لڑکے اور لڑکی کی اجازت پر؛ مگر لڑکی کا سکوت بھی اس صورت میں اجازت شمار ہوتا ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے:

(...أوزوجها) وليها وأخبرها رسوله أوفضولي عدل (فسكتت) عن رده مختارةً ...فهو إذن. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۸/۸-۱۰۹)

حکومت کا مقرر کردہ ولی، نکاح کا ولی نہیں ہے؛ بلکہ مال کا ہے:

سوال: ایک یتیمہ نابالغ کا ولی اس کا چچازاد بھائی تھا اور جائداد نابالغہ پر قابض تھا اور سالہا سال سے اس کی کل آمدنی اپنے مصرف میں لاتا تھا، نابالغہ کو ایک پیسہ بھی نہ دیتا تھا، اس کی بددیانتی کی وجہ سے حاکم وقت نے نابالغہ کے ماموں کو ولی مقرر کیا اور نابالغہ کے چچازاد بھائی نے مرنے سے سات روز قبل نابالغہ کا عقد اپنے پوتے سے کرایا، یہ عقد درست ہے، یا نہیں؟ باوجود حاکم کے دوسرا ولی مقرر کے ولی سابق کو اختیار نکاح کا رہتا ہے، یا نہ؟

الجواب

نابالغہ مذکور کا نکاح جو اس کے چچازاد بھائی نے اپنی ولایت سے اپنے پوتہ کے ساتھ وہ صحیح ہے اور ولایت نکاح نابالغہ کی اس کے چچازاد بھائی ہی کو ہے، ماموں کو نہیں ہے، (۲) البتہ اس کے مال میں تصرف کا اختیار چچازاد بھائی کو نہیں ہے، مال میں تصرف کا اختیار ماموں کو ہے، جس کو حاکم نے مقرر کیا، یا کسی اور امانت دار کے متعلق کیا جاوے۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۷/۸-۱۱۸)

عصبہ کسی بھی پشت کا ہو، اس کے ہوتے ہوئے ماں ولی نہیں:

سوال: اگر کسی نابالغہ کا کوئی عصبہ پانچویں پشت کا موجود ہو تو والدہ کا کیا ہوا نکاح جائز ہوگا، یا نہیں؟ اور وہ نابالغہ بعد بلوغ کے اس نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ نابالغہ کا کوئی عصبہ کسی پشت کا موجود ہو تو والدہ کو ولایت نکاح نہیں ہے، پس اگر ایسی حالت میں والدہ نابالغہ کا نکاح کرے گی تو وہ نکاح اس عصبہ کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر وہ اجازت دے گا تو وہ نکاح صحیح ہوگا اور اگر وہ انکار کردے گا تو وہ باطل ہوگا اور اگر ولی عصبہ اس نکاح کو جائز رکھے تو نابالغہ کو بعد بالغ ہونے کے اختیار ہوگا کہ اس نکاح کو فسخ کرادے؛ مگر بذریعہ قاضی وحاکم کے فسخ کرا سکتی ہے، خود فسخ نہیں کر سکتی۔ (کذا فی الشامی) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۱/۸)

---

(۱) الدر المختار، باب الولي: ۵۹/۳، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) (الوالي في النكاح) لا المال (العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الإرث والحجب)، الخ. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الولي: ۴۲۷/۲، ظفير)

نکاح کے بعد انکار معتبر نہیں:

سوال: ہندہ کو کچھ روپے کی ضرورت تھی، کسی طریقے سے کوئی سبیل روپیہ ملنے کی نہ تھی۔ ہندہ کی ایک لڑکی زینت جس کا نکاح ہمراہ زید کے اس بات پر طے پایا کہ مبلغ ۲۴/روپے ہندہ کو ادا کرے؛ تاکہ اس کی ضرورت رفع ہو اور ہندہ اپنی لڑکی کا نکاح ہمراہ زید کے کر دے اور یہ روپیہ علاوہ مہر کے قبل نکاح زید کو دینا پڑا۔ لڑکی زینت کے والد کا انتقال ہو گیا تھا۔ ولی اس نابالغ لڑکی کا اس کا چچا جو کہ اس سے علاحدہ رہتا تھا اور دوسری ولی اس کی والدہ تھی، جو ہمراہ اپنی لڑکی کے تھی، بروقت نکاح قاضی نے زینت کے چچا کو جو کہ چند قدم کے فاصلے پر تھے بلایا، چچا نے کہا کہ میں سنتا ہوں، تم نکاح پڑھو، میں اسی جگہ پر بیٹھا ہوں، نکاح میں قاضی نے کچھ الفاظ غلط استعمال کئے، جس کی درستی کے واسطے اس کے چچا نے لقمہ دیا اور الفاظ کو درست کرایا اور قاضی نے اسی وقت اس کے چچا نے یہ کہا کہ آپ ۲/روپے اور لا دو؛ تاکہ اس کی ضرورت رفع ہو جائے۔ بعد ازاں مبلغ ۲۵/۱۰/روپے مہر مقرر رہوا اور نکاح پڑھایا گیا۔ اب عرصہ چھ سال کا ہوا، دولہا دلہن دونوں بالغ ہوئے۔ اب یہ بات رخصتی لڑکی کے جھگڑا پڑا، چچا کہتا ہے کہ میں ولی ہوں، میری اجازت سے نکاح نہیں ہوا؛ اس لیے میں رخصت نہیں کر سکتا اور لڑکی کو اور لڑکی کی والدہ کو سکھلایا، لڑکی نے اور لڑکی کی والدہ نے رخصتی سے انکار کر دیا، اس فساد پر تمام اطراف کے مسلمان جمع ہوئے اور پنچایت ہوئی، مسلمانوں نے زینت کو سمجھایا کہ تو اپنے شوہر کے مکان پر جا؛ مگر اس نے انکار کیا، جب اس کو دوبارہ پھر سمجھایا تو اس نے یہ کہا کہ جو روپیہ ہماری والدہ نے قبل از نکاح لیا ہے، اس کو معاف کریں ہمیں طعنہ وغیرہ کے الفاظ نہ کہیں تو آپ پنچ لوگ کا کہا مجھے منظور ہے۔ بعد ازاں اس کے چچا نے سکھایا، اب وہ پھر شوہر کے ہاں جانے سے انکار کرتی ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۹۰۹، مقصود علی (ضلع گونڈہ) ۱۱/صفر ۱۳۵۵ھ مطابق ۳/مئی ۱۹۳۶ء)

الجواب

نکاح تو چچا کی اجازت اور شرکت کی وجہ سے صحیح ہو گیا تھا؛(۱) لیکن لڑکی کو بوقت بلوغ انکار کر دینے کا حق حاصل تھا، اگر لڑکی نے بوقت بلوغ ناراضی کا اظہار کر دیا تھا تو وہ اپنے نکاح کو فسخ کر سکتی ہے،(۲) اور اس کی ماں نے جو روپیہ نکاح سے پہلے لیا تھا، وہ واپس کرنا لازم ہے۔(۳)

محمد کفایت اللہ (کفایۃ المفتی: ۵/۷۴)

---

(۱) وينعقد بإيجاب وقبول ... كزوجت نفسي أو بنتي أو موكلتي وفي الرد: (قوله كزوجت نفسي، الخ) أشار إلى عدم الفرق بين ان يكون الموجب اصليا أو وليا أو وكيلاً.(رد المحتار، كتاب النكاح: ۹/۳، سعيد)

(۲) وإن فعل غيرهما فلهما أن يفسخا بعدا لبلوغ.(رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۶۸/۳، سعيد)

(۳) خطب بنت رجل وبعث إليها أشياء ولم يزوجها أبوها فما بعث للمهر سيترد ... وكذا ما بعث هدية وهو قائم.(الدرالمختار، باب المهر: ۱۵۳/۳، سعيد)

دھوکہ سے غیر کفو میں نکاح ہو گیا تو لڑکی اور اولیا کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہوگا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بالغہ کا نکاح اس کے سوتیلے باپ نے زید کے ساتھ کر دیا، جس نے اپنے کو شیخ انصاری بتلایا، بعد نکاح معلوم ہوا کہ زید نور باف ہے، چوں کہ یہ نکاح لاعلمی غیر کفو میں ہو گیا۔ کیا شرعاً یہ نکاح درست اور جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں نکاح تو ہو گیا؛ لیکن چوں کہ زید نے ہندہ کو اور اس کے اولیا کو دھوکہ دیا کہ اپنے کو انصاری ظاہر کیا اور یہی سمجھ کر وہ لوگ نکاح پر راضی ہوئے؛ اس لیے ہندہ کو اور اس کے اولیا کو اس نکاح کے فسخ کرانے کا حق حاصل ہے، وہ عدالت میں دعویٰ کر کے نکاح کو فسخ کرا سکتے ہیں، اگر حاکم عدالت مسلمان ہو تو اس کا فسخ شرعاً بھی معتبر ہے، اگر مسلمان نہ ہو تو اس کے بعد ہندہ کو اپنا مقدمہ برادری کی پنچایت کے سامنے بھی پیش کرنا چاہیے، جس میں کسی عالم کو بھی شریک کیا جائے، برادری اس نکاح کو فسخ کر دے گی تو شرعاً نکاح فسخ ہو جائے گا، جس کے بعد ہندہ دوسری جگہ اپنا نکاح کفو میں کر سکے گی۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: رسالہ الحیلۃ الناجزۃ) واللہ تعالیٰ اعلم

ظفر احمد عفا عنہ، ۲۶ / شعبان ۱۳۵۶ھ۔ (امداد الاحکام: ۳/ ۳۲۶)

لڑکی کب بالغہ شمار ہوگی اور اس سے قبل نکاح کا حق کس کو ہوگا:

سوال: سید محمد خداداد (جو حضور کے والد ماجد سے مرید تھے) بگذاشت دو دختر ایک موسومہ ہاجرہ، دوسری سنجیدہ فوت کئے۔ ہاجرہ بڑی لڑکی نے بعد حد بلوغیت کے عقد کر لیا اور چھوٹی لڑکی سنجیدہ بوجہ خردسنی کے اپنی خالہ کے یہاں پرورش پا کر بارہ برس ایک ماہ کے سن تک پہنچی، بعد اس کے سنجیدہ کے خالو نے فوت کیا اور ہاجرہ اپنی بہن سنجیدہ کو اپنے سسرال لے گئی اور بعد اس کے ہاجرہ کے شوہر یعنی سنجیدہ کے بہنوئی نے بمد زوجہ مسمّٰی ہاجرہ یہ چاہا کہ اپنے بھائی کا عقد ساتھ سنجیدہ کے کر دے، ہاجرہ نے کہا کہ لڑکی نابالغہ ہے، اس کا ولی چچا موجود ہے، بغیر اجازت چچا کے عقد کس طرح سے ہوگا؟ تم جا کر ان سے اجازت لے آؤ، چناں چہ ہاجرہ کے شوہر مع تین آدمی کے موضع مظفرہ جوان کے مسکن سے چھ کوس کے فاصلہ پر ہے، بغرض لینے اجازت کے تاریخ یکم جمادی الثانیہ کو پہنچے، سنجیدہ کے چچا نے جواب دیا کہ ہم اس لڑکی کی نسبت دوسری جگہ پختہ کر چکے ہیں، یہ نسبت ہم کو منظور نہیں ہے۔ اس پر ہاجرہ کے شوہر نے غصہ سے یہ کہا کہ اچھا اپنی بھتیجی سنجیدہ کو سواری بھیج کر بلوالیں۔ چناں چہ اس کے چچا مطابق کہنے کے ۶/ جمادی الثانیہ کو سواری لے کر سنجیدہ کو لانے گئے۔ معلوم ہوا کہ ہاجرہ کے شوہر نے ایک سوال نزد ایک مولوی مسمّٰی مولوی دیانت اللہ صاحب کے سامنے پیش کر کے فتویٰ لے کر سنجیدہ کا عقد بتاریخ ۵/ جمادی الثانیہ کو اپنے بھائی سے کر دیا۔ سوال پیش کردہ شوہر ہاجرہ یہ ہے:

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں: ذکیہ جس کی عمر تیرہ برس دس ماہ دس روز کی ہے اور نموداری سینہ اور موئے بغل بھی موجود ہے، صرف ایام کا سلسلہ ابھی شروع نہیں ہوا ہے، صورت مسئولہ میں وہ بالغہ ہے، یا نہیں؟ اور اس کی ولایت اس کے عقد کے لیے کافی ہے، یا نہیں؟ مولوی صاحب ممدوح نے فتویٰ دیا کہ وہ لڑکی بالغہ ہے، ولی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ پس ان صورتوں میں حضور عالی سے فتویٰ طلب کیا جاتا ہے کہ سنجیدہ لڑکی بارہ برس ایک ماہ، یا تیرہ برس دس ماہ دس روز کی لڑکی صرف نمود پستان وموئے بغل ظاہر ہونے پر از روئے شرع شریف کے بالغہ ہے، یا نہیں؟ اور اس کا عقد بغیر اجازت ولی کے جائز ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ براہ وفور کرم جہاں تک جلد ممکن ہو، جواب اس کا مع دلائل قویہ مطابق نص وحدیث شریف دیں، تعویق وتاخیر ہونے سے خرابی ہوگی۔ ایسا نہ ہو کہ ہاجرہ کا شوہر بددزوجہ سنجیدہ کو رخصتی کرا کر اپنے گھر لے جائے، ایسی حالت میں مفت میں سنجیدہ گناہ میں گرفتار ہو جائے گی؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں وہ لڑکی نابالغہ ہے۔ بلوغ کے لیے حیض ضروری ہے۔

درمختار میں ہے:

”والجارية بالاحتلام والحيض والحبل“. (۱)

البتہ پندرہ سال گزر جانے کے بعد اگر حیض نہ آئے تو حکم بلوغ کا شرعاً دے دیا جائے گا۔ اسی کو بلوغ بالسن کہتے ہیں۔

باقی رہے وہ اشارات جن کو کسی مجیب نے جواب میں لکھا ہے، اس کا شرعاً اعتبار نہیں ہے، چناں چہ ردالمحتار میں ہے:

”مفاده أنه لا اعتبار لنبات العانة خلافا للشافعي ورواية عن أبي يوسف ولا اللحية وأما نهود الثدي فذكر الحموي أنه لا يحكم به في ظاهر الرواية وكذا ثقل الصوت، كما في شرح النظم الهاملي أبو السعود وكذا شعر الساق والإبط والشارب (قوله به يفتىٰ) هذا عندهما وهو رواية عن الإمام وبه قالت الأئمة الثلاثة. (۲)

لہٰذا موجودہ حالت میں بغیر اجازت ولی سنجیدہ کا نکاح صحیح نہیں ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

محمد نور الحسن۔ الجواب صحیح: محمد نظام الدین۔

الجواب صواب: ابوالمحاسن محمد سجاد۔ محمد قمر الدین پھلواری، ۱۰؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۶۱/۴-۲۶۳)

صورت ولایت نکاح وجائداد نابالغاں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ محمودہ نے انتقال کیا اور حمیدہ سعیدہ اور صالحہ تین لڑکیاں نابالغاں اور مسماۃ واحدہ ماں اور زید باپ کو وارث شرعی چھوڑا۔ حمیدہ، سعیدہ اور صالحہ نابالغاں کے

(۱) الدر المختار، كتاب الحجر، فصل في بلوغ الغلام: ۹۷/۵

(۲) ردالمحتار: ۹۷/۵

نکاح کے ولی ان کے حقیقی چچا کے لڑکے ہیں اور نابالغاں کے پرورش کا حق شرعاً مسماۃ واحدہ کو ہے، جو کہ نابالغان کی نانی ہے، مسئلہ جواب طلب یہ ہے کہ نابالغان حمیدہ، سعیدہ اور صالحہ کے مال واسباب وجائداد کی ولایت کس کو حاصل ہے، آیا نانی جائداد کا انتظام کریں، جو کہ نکاح کے ولی ہیں، اس مسئلہ میں سخت اختلاف واقع ہو رہا ہے، جس سے نابالغان کو نقصان پہونچنے کا خطرہ ہے، لہذا مفصل اور مدلل جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں اور جو کچھ تحریر فرماویں، اس کی دلیل شرعی بھی تحریر فرماویں، ورنہ یتیموں اور نابالغوں کو نقصان پہونچے گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ولایت مال؛ یعنی تصرف وحفظ کی اصل میں باپ کے لیے ہے، وہ نہ ہو تو اس کا وصی، وہ نہ ہو تو دادا اور دادا کے بعد دادا کا وصی ولایت مال کا متحقق ہے، ان چار میں سے اگر کوئی موجود ہو تو مال پر کسی قسم کی ولایت دوسرے شخص کو حاصل نہیں ہوتی؛ لیکن جب یہ چاروں نہ ہوں تو پھر جس کو پرورش کا حق ہے، اس کو حفظ مال کی ولایت حاصل ہوتی ہے، نہ ولایت تصرف؛ یعنی جس کو ولایت حفظ حاصل ہے، وہ بلاضرورت مال یتیم میں تصرف نہیں کرسکتا، نہ بلاضرورت کوئی شے خریدنا جائز ہے، نہ کسی شے کا فروخت کرنا جائز ہے؛ بلکہ فقط ضرورت کی وجہ سے خرید وفروخت جائز ہے، مثلاً کھانا کپڑا وغیرہ خریدنا جائز ہے اور اسی طرح نفقہ وغیرہ کی ضرورت سے کسی شے کا فروخت کرنا بھی جائز ہے، البتہ جائداد غیر منقولہ کو کسی حال میں فروخت کرنے کی اجازت نہیں۔

فی کتاب الهبة للهداية:(وإن وهب لليتيم هبة فقبضها له وليه وهو وصی الأب أوجد اليتيم أووصيه جار) لأن لهؤلاء ولاية عليه لقيامهم مقام الأب (وإن كان فی حجر أمه فقبضها له جائز) لأن لها الولاية فيما يرجع إلٰى حفظه وحفظ ماله، وهذا من بابه لأنه لا يبقى إلا بالمال فلا بد من ولايته التحصيل. (۱)

وقال صاحب الكفاية تحت(قوله:لأن لهؤلاء،الخ)وفی الإيضاح: ولا يجوز قبض غير هؤلاء الأربعة، أراد بتلك الأربعة الأب ووصيه والجد أب الاب ووصيه، فأما مع وجود واحد منهم،فلا، سواء كان الصبی فی عيال القابض، أولم يكن، وسواء كان ذارحم محرم منه، أوأجنبياً، لأنه ليس لهؤلاء ولاية التصرف فی ماله، فقيام ولاية من يملك التصرف فی المال يمنع ثبوت حق القبض له، ثم قال:وإن لم يكن واحد من هؤلاء الأربعة جاز قبض من كان الصبی فی حق حجره وعياله ولم يجز قبض من لم يكن فی عياله لأنه إذا كان فی عياله فله ضرب ولاية،الخ. (فتح القدير:۴۹۴/۷)

وفی الهداية: ونوع آخر ما كان من ضرورة حال الصغار وهو شراء مالابد للصغير منه وبيعه وإجارة الآظار، وذلک جائز ممن يعوله وينفق عليه كالأخ والعم والأم والملتقط إذا كان فی حجرهم وإذا ملک هؤلاء هذا النوع فالولی أولی به إلا أنه لا يشترط فی الولی أن يكون الصبی فی حجره. (الهداية آخرين،ص: ۴۶۰،متفرقات كتاب الكراهية)

(۱) الهداية:۲۲۴/۲،دارإحياء التراث العربی بيروت،انيس

وفی الفتاوی الحامدیة (۲۹۶/۲): ثم إن مامر من أن عائل الیتیم یملک بیع ما لا بد منه خاص بغیر العقار من نحو المنقولات، أما العقار فلیس له بیعه ولو مع وجود المسوغات لما فی الدرالمختار حیث قال:قلت: وهذا أی بیع العقار للمسوغ لو البائع وصیاً لا من قبل أم أو أخ فإنهما لا یملکان بیع العقار مطلقا ولا شراء غیر طعام وکسوة،الخ، تأمل،آه.(۱)

وقال صاحب البدائع فی تعلیل هذه المسئلة:لأن الوصی خلف الموصی قائم مقامه فلا یثبت له إلا قدر ما کان للموصی وهو قضاء الدین والحفظ،الخ.(بدائع:۱۵۵/۵)(۲)

جب معلوم ہوگیا کہ اولیاء اربعہ کے بعد ولایت مال اس کو پہنچتی ہے،جس کو حق حضانۃ حاصل ہواور یہ ظاہر ہے کہ صورت مسئولہ میں حق حضانۃ نانی کو حاصل ہے،پس ولایت حفظ مال بھی نانی کو حاصل ہے۔واللہ اعلم

احقر عبدالکریم عفی عنہ،۱۴رشوال ۱۳۴۳ھ،الجواب صحیح:ظفراحمد عفاعنہ،۱۵رشوال ۱۳۴۳ھ۔(امدادالاحکام:۳۰۰/۳۔۳۰۱)

نابالغہ کے نکاح میں ولی قریب وبعید کے اختیارات وغیرہ کا حکم:

سوال: لیاقت النساء بیگم جہانگیر النساء نابالغہ کی علاتی ہمشیرہ ہیں اور تلاوت علی خان جو بالغہ موصوفہ کے علاتی ماموں ہوتے ہیں،والدین کی وصیت کے بموجب انہوں نے اپنی وصایت ولایت سے جہانگیرالنساء نابالغہ کا عقد نکاح میر احمد علی خان کے ساتھ جو نابالغہ کے قریب عزیز ہوتے ہیں کردیا،اس واقعہ کے بعد نابالغہ اوراس کی معاش وجائیداد پر کورٹ آف وارڈر کی نگرانی قائم ہوئی،اب نابالغہ کی علاتی ہمشیرہ لیاقت النساء بیگم کو باجلاس عدالت مجاز یہ عذر ہے کہ میں بہ حیثیت علاتی ہمشیرہ ہونے کے بمقابل علاتی ماموں نابالغہ سے قریب تر اور مستحق ولایت ہوں؛اس لیے عقد نکاح صحیح نہیں ہوا،مخفی مباد کہ لیاقت النساء بیگم ہمشیرہ علاتی کو نابالغہ سے ایک عرصہ سے سلسلہ مخالف ہے؛یعنی بمقابل نابالغہ محکمہ جات سرکاری میں مقدمات دائر ہیں،ایسی حالت میں نقطہ نظر سے حسب ذیل تفصیلات کی ضرورت ہے:

(۱) کیا ایسے ولی یا ولیہ کی ولایت (جسے نابالغ نابالغہ سے وجہ مخالفت اوراس کے مقابل مقدمہ بازی ہورہی ہو) قابل تنسیخ ہے،یا نہیں؟

(۲) کیا وہ عقد جو ولی بعید نے بحالت موجودہ مخالف ولی قریب کے بلا اجازت اپنی ولایت سے کردیا ہو،صحیح اور قابل نفاذ ہے،یا موقوف،یا سرے سے باطل ہے۔

(۳) کیا لیاقت النساء بیگم کو صورت مسئولہ میں عقد کے انفساخ کا اختیار حاصل ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مفتی صاحب حیدرآباد۔۔۔۔شریعت مطہرہ میں وصی کو نابالغ نابالغہ کے مال وجائیداد کی نگرانی کا حق حاصل ہے

(۱) العقود الدریة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة،باب الوصی:۲۹۶/۲،دارالمعرفة بیروت،انیس

(۲) بدائع الصنائع،فصل فی ترتیب الولایة:۱۵۵/۵،دارالکتب العلمیة بیروت،انیس

کہ وہ مجاز عقد نہیں؛ یعنی وہ اپنی وصایت سے نابالغ، یا نابالغہ کا نکاح کرسکتا۔

(قوله: لا المال) فإنه الولی فیه الأب ووصیه والجد ووصیه والقاضی ونائبه. (الدرالمختار، باب الولی: ۴۸۰/۲)

الوصی لا ولایة له فی إنکاح الصغیر والصغیرة سواء أوصی إلیه الأب أو لم یوص. (الفتاویٰ الهندیة، الباب الرابع فی الأولیاء فی النکاح: ۱۳/۲)

علاتی بہن اور علاتی ماموں دونوں اولیاء ذوی الارحام میں شامل ہیں اور عصبات کی عدم موجودگی میں انہیں حق ولایت حاصل ہے؛ لیکن علاتی بہن بہ نسبت علاتی ماموں کے قرابت قریبہ رکھتی ہے؛ اس لیے بمقابل علاتی ہمشیرہ علاتی ماموں ولی بعید ہوں گے۔

(وإن لم تکن عصبة فالولایة للأم ثم للاخت لأب وأم ثم لأب ثم لولد الأم ثم لذوی الأرحام ثم للحاکم. (البحرالرائق، باب الأولیاء والأکفاء فی النکاح: ۱۲۴/۳)

اگر ولی نابالغ، یا نابالغہ کا مخالف ہو، یا بعض خاندانی حالات ونزاعات کی وجہ سے نابالغین کے لیے کسی بھلائی کی توقع نہ ہوتو ولایت باقی نہ رہے گی۔

لأنه لیس کل ولی یحسن المرافعة والخصومة، ولا کل قاضی یعدل ولوأحسن الولی وعدل القاضی فقد یترک أنفة للتردد علی أبواب الحکام واستثقالا لنفس الخصومات فیتقرر الضرر فکان منعه دفعاً له، فتح. (ردالمحتار، باب الولی: ۴۵۹/۲)

اگر ویسے ولی قریب کے موجود ہونے پر جو ولایت کی اہلیت رکھتا ہو، ولی بعید نے اپنی ولایت سے نابالغ کا عقد نکاح کرادیا تو نفس نکاح جائز ومنعقد ہوجائے گا؛ لیکن اس کا نفاذ ولی قریب کی اجازت پر موقوف رہے گا۔

وإن زوج الصغیر أوالصغیرة أبعد الأولیاء فإن کان الأقرب حاضراً وهو من أهل الولایة توقف نکاح الأبعد علی إجازته. (الفتاویٰ الهندیة، الباب الرابع فی الأولیاء فی النکاح: ۱۳/۲)

صورت مسئولہ میں تلاوت علی خان جہانگیر النساء بیگم نابالغہ کے والدین کی طرف سے وصی ہونے کے لحاظ سے ان کی جائیداد ودیگر مالی نگرانی کا حق رکھتے تھے؛ لیکن عقد کرادینے کے مجاز نہ تھے، البتہ ان کی حیثیت علاتی ماموں ہونے کی وجہ سے بمقابل لیاقت النساء بیگم نابالغہ ولی بعید کی ہے، انہوں نے جہانگیر النساء بیگم نابالغہ کا جو عقد نکاح اپنی ولایت سے میر احمد علی خان سے کردیا وہ صحیح ہے؛ لیکن لیاقت النساء بیگم ہمشیرہ علاتی ولی قریب کی اجازت پر موقوف رہے گا، ولی قریب نابالغہ کے مقابل مقدمات سرکاری میں فریق ہیں اور بلحاظ اس دیرینہ مخالف کے ظاہر ہے کہ ان سے نابالغہ کے متعلق کسی بھلائی کی توقع نہیں؛ اس لیے ان کی ولایت اس معاملہ میں لیاقت النساء بیگم ہمشیرہ علاتی کا بمقابلہ نابالغہ فریق ہونے کے ثبوت مکمل ہوجانے کے بعد ولی بعید تلاوت علی خان کی ولایت سے جو عقد ہوا ہے، وہ موقوف بھی نہ رہے گا؛ بلکہ نافذ ہوجائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: مفتی اول بلدہ صدارت العالیہ سرکاری عالی

الجواب

از: حضرت مفتی صاحب، دارالعلوم دیوبند

یہ صحیح ہے کہ تلاوت علی خان کو بہ حیثیت وصی ہونے کے نکاح صغیرہ کا اختیار شرعا نہ تھا، کما صرح بہ فی العالمگیریۃ والشامی؛ لیکن ولی بعید ہونے کی حیثیت سے ان کا کیا ہوا نکاح منعقد ہوگیا؛ مگر ولی قریب؛ یعنی لیاقت النساء بیگم کی اجازت پر موقوف رہا، کما ہو مصرح فی الدرالمختار وعامۃ الکتب۔

اب جب کہ لیاقت النساء بیگم اس نکاح موقوف کو جائز نہیں رکھتی تو حسب قاعدہ یہ نکاح باطل وغیر موقوف ہوگیا باقی رہا، یہ کہ عداوت کی وجہ سے لیاقت النساء کا حق ولایت ساقط کر دیا جائے یہ بچند وجوہ محل نظر ہے:

(الف) محض اتنی بات سے کہ جہانگیر النساء اور لیاقت النساء بیگم کے درمیان مقدمات وخصومات عدالت میں دائر رہے ہیں۔ شرعاً عداوت کا ثبوت نہیں ہوتا؛ کیوں کہ عدالت میں کسی کے مقابل اپنے جائز حقوق کو طلب کرنے کے لیے مقدمہ دائر کرنا شرعاً کوئی عداوت نہیں۔

قال فی الدرالمختار من أول القضاء: ثم إنما يثبت العداوة بنحو قذف وجرح وقتل ولی لا بمخاصمة، نعم هی تمنع الشهادة فيما وقعت فيه المخاصمة.

قال الشامی من ابن وهبان:"وقد يتوهم بعض المتفقهة من الشهود أن من خاصم شخصا فی حق أو ادعی عليه يصير عدوه، فيشهدون بينهما بالعداوة وليس كذلک وإنما تثبت بنحو إلخ،آه. (ردالمحتار، کتاب القضاء: ۳۳۲/٤)

(ب) ثانیا ولی کی عداوت، یا خیانت، یا فسق ثابت ہو جانے سے بھی ولایت کا حق ساقط نہیں ہوتا، البتہ جو تصرف نکاح وہ کرتا ہے، اگر اس تصرف میں قصدا اضرار، یا عداوت ثابت ہو جائے تو قاضی اور حاکم قبل البلوغ بھی اس تصرف کو رد کر سکتے ہیں اور بعد البلوغ لڑکی کو فسخ کرانے کا اختیار ہوگا؛ بلکہ اگر نکاح غیر کفو میں، یا مہر میں غبن فاحش کے ساتھ کیا گیا ہے تو نکاح ہی منعقد نہیں ہوگا، اس پر فتوی ہے اور محققین کے نزدیک بھی مختار ہے۔

لما فی الدرالمختار: (ويفتی) فی غير الكفء (بعدم جوازه أصلا) وهو المختار للفتوی (لفساد الزمان).(۱)

وقال فی الفتح بعد ذكره برواية الحسن: واختيرت للفتوی لما ذُكر أن كم من واقع لا يرفع وليس كل ولی يحسن المرافعة والخصومة ولا كل قاض يعدل ولو أحسن الولی وعدل القاضی فقد يترک أنفة للتردد علی أبواب الحكام واستثقالا لنفس الخصومات فيتقرر الضرر فكان منعه دفعا له. (فتح القدير، باب الأولياء والأكفاء: ۱۵۷/۳)

---

(۱) الدرالمختار، باب الولی: ۵٦/۳ ـ ۵۷، دارالفکر بیروت، انیس

یہ عبارت دراصل اس صورت کا بیان ہے کہ عورت بالغہ اپنا نکاح غیر کفو میں خود کرے تو یہ نکاح بقول مفتی بہ منعقد نہ ہوگا اور یہی حکم اس صورت کا ہے، جب کہ نابالغہ کا نکاح علاوہ باپ دادا کے کوئی دوسرا ولی ہوگا کہ غیر کفو میں کردے، یا باپ اور دادا کا فاسق اور خائن ہونا ثابت ہوجائے تو پھران کا بھی یہی حکم ہوگا کہ غیر کفو میں، یا غبن فاحش کے ساتھ نکاح کیا تو منعقد نہیں ہوگا، صرح بہما فی الدر المختار والشامی وسیاتی بیانہ۔

الغرض ولی کی اگر عداوت ثابت ہوجائے تو خاص وہ معاملہ جس میں عداوت کا ظہور اور قصدِ اضرار پایا جائے، وہ معاملہ نافذ نہ ہوگا؛ لیکن مطلقاً حق ولایت اس سے ساقط نہیں ہوتا۔

والدليل عليه ما في الدر المختار: بَابُ الْوَلِيِّ (هُوَ) لُغَةً: خِلَافُ الْعَدُوِّ، وَعُرْفًا: الْعَارِفُ بِاللَّهِ تَعَالَى وَشَرْعًا: (الْبَالِغُ الْعَاقِلُ الْوَارِثُ) وَلَوْ فَاسِقًا عَلَى الْمَذْهَبِ مَا لَمْ يَكُنْ مُتَهَتِّكًا.

فِي الْقَامُوسِ: رَجُلٌ مُنْهَتِكٌ وَمُتَهَتِّكٌ وَمُسْتَهْتِكٌ لَا يُبَالِي أَنْ يَتَهَتَّكَ سِتْرُهُ، آه، قَالَ فِي الْفَتْحِ عَقِبَ مَا نَقَلْنَا عَنْهُ آنِفًا، نَعَمْ إذَا كَانَ مُتَهَتِّكًا لَا يَنْفُذُ تَزْوِيجُهُ إيَّاهَا بِنَقْصٍ عَنْ مَهْرِ الْمِثْلِ وَمِنْ غَيْرِ كُفْءٍ وَسَيَأْتِي هَذَا، آه، وَحَاصِلُهُ أَنَّ الْفِسْقَ وَإِنْ كَانَ لَا يُسْلَبُ الْأَهْلِيَّةَ عِنْدَنَا، لَكِنْ إذَا كَانَ الْأَبُ مُتَهَتِّكًا لَا يَنْفُذُ تَزْوِيجُهُ إلَّا بِشَرْطِ الْمَصْلَحَةِ وَمِثْلُهُ مَا سَيَأْتِي مِنْ قَوْلِ الْمُصَنِّفِ وَلَزِمَ وَلَوْ بِغَبْنٍ فَاحِشٍ أَوْ بِغَيْرِ كُفْءٍ إنْ كَانَ الْوَلِيُّ أَبًا أَوْ جَدًّا لَمْ يُعْرَفْ مِنْهُمَا سُوءُ الِاخْتِيَارِ وَإِنْ عُرِفَ لَا، آه، وَبِهِ ظَهَرَ أَنَّ الْفَاسِقَ الْمُتَهَتِّكَ وَهُوَ بِمَعْنَى سَيِّءِ الِاخْتِيَارِ لَا تَسْقُطُ وِلَايَتُهُ مُطْلَقًا لِأَنَّهُ لَوْ زَوَّجَ مِنْ كُفْءٍ بِمَهْرِ الْمِثْلِ صَحَّ كَمَا سَيَأْتِي بَيَانُهُ. (ردالمحتار، باب الولی: ۳۰۳/۲، وبمثله صرح فی ج: ۲/ص: ۴۱۸)

ثم قال: قُلْت: وَمُقْتَضَى التَّعْلِيلِ أَنَّ السَّكْرَانَ أَوْ الْمَعْرُوفَ بِسُوءِ الِاخْتِيَارِ لَوْ زَوَّجَهَا مِنْ كُفْءٍ بِمَهْرِ الْمِثْلِ صَحَّ لِعَدَمِ الضَّرَرِ الْمَحْضِ. (۱)

وفي الفتاوى الخيرية في تفسير سوء الاختيار مانصه: قال ابن فرشته في شرح المجمع: لو عرف من الأب سوء الاختيار لسفهه او لطمعه لا يجوز عقده اتفاقا ومثله في الدرر والغرر (إلى قوله) قال في فتح القدير: من زوج ابنته الصغيرة القابلة للتخلق بالخير والشر ممن يعلم أنه شرير أوفاسق فهو ظاهر سوء اختياره. (الفتاویٰ الخيرية، باب الأولياء والأكفاء: ۲۳/۱)

وقال في الفتح: حاصله ان القرابة مع قصور الشفقة مقتضاها ولاية غير ملزمة (إلى قوله) وهذا لما اثبتنا فيه من الخيار عند البلوغ والرد من القاضي عند الاطلاع على عدم النظر من تنقيص مهر أوعدم كفاءة. (فتح القدير، مصری، باب الأولياء والأكفاء: ۱۷۴/۳)

عبارت مذکورہ شامی وفتاوی خیریہ وفتح القدیر اس قدر مشترک کے لیے تقریباً صریح ہیں کہ ولی سے اگر عدم شفقت ونظر؛ بلکہ خیانت وطمع، یا فسق بھی ثابت ہوجائے تو ولایت مطلقاً ساقط نہیں ہوتی، البتہ اگر ایسا ولی کوئی خلاف مصلحت

(۱) ردالمحتار، باب الولی: ۶۷/۳، دارالفکر بیروت، انیس

غبن فاحش کے ساتھ، یا غیر کفو میں کردے تو وہ نکاح نافذ نہ ہوگا، اگر چہ ولی باپ دادا ہی کیوں نہ ہو، جس سے معلوم ہوا کہ اگر بالفرض لیاقت النساء بیگم کی عداوت ثابت بھی ہو جائے، تب بھی حق ولایت ساقط نہیں ہوتا اور جو عبارت ''لیس کل ولی یحسن المرافعة، الخ'' سقوط ولایت کے لیے پیش کی جاتی ہے، اس سے اس کا ثبوت نہیں ہوتا اور نہ وہ اس کے متعلق ہے؛ بلکہ اس کا محل اور مفہوم وہی ہے، جو اوپر بحوالہ فتح القدیر نقل کیا گیا ہے۔

(ج)　البتہ ایک بات باقی ہے کہ بتصریح فقہاء اگر کسی کفو کی جانب سے منگنی کی جائے اور ولی اقرب بلا وجہ اس کو رد کردے تو ولی اقرب کی ولایت ساقط ہو جاتی ہے؛ لیکن اس صورت میں صحیح و مفتی بہ قول کے موافق ولایت کا حق ولی اقرب سے منتقل ہو کر ہر ولی وبعید کو نہیں پہنچتا؛ بلکہ صرف قاضی کو پہنچتا ہے۔

قال فی البحر: قالوا: وإذا خطبها کفء وعضلها الولی تثبت الولایة للقاضی نیابة عن العاضل، الخ. (البحر الرائق، باب الأولیاء والأکفاء فی النکاح: ۱۳۶/۳)

وقال العلامة ابن عابدین فی حواشی البحر ومثله فی فتاواه الشامیة فی تفسیر العضل بل ینبغی التفصیل بأن یقال: إن کان الکفء الآخر حاضراً أو امتنع الأب من تزویجها من الأول وأراد تزویجها من الثانی لایکون عاضلاً لأن شفقته دلیل علی أنه اختیار لها الأنفع أما لو حضر کفء وامتنع من تزویجها له وأراد انتظار کفء آخر فهو عاضل لأنه متی حضر الکفء لا ینتظر غیره خوفاً من فواته ولذا تنتقل الولایة إلی الأبعد إذ غاب الأقرب، انتهٰی. (۱)

نیز یہ بات کہ حق ولایت صورت عضل میں ہر ولی بعید کی طرف منتقل نہیں ہوتا؛ بلکہ صرف قاضی کو پہنچتا ہے، اس کی تصریح بحر سے اوپر مذکور ہو چکی ہے اور علامہ شامی نے حواشی بحر اور در المختار میں اس پر نہایت مفصل کلام کیا ہے اور

---

(۱)　قُلْتُ: وَيُؤَيِّدُهُ مَا مَرَّ عَنِ التَّسْهِيلِ، وَكَذَا قَوْلُهُمْ فَلَهُ التَّزْوِيجُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي مَنْشُورِهِ وَيَجِبُ حَمْلُ مَا فِي الْمُجَرَّدِ عَلَى مَا إذَا كَانَ الْعَاضِلُ الْأَبَ أَوْ الْجَدَّ لِثُبُوتِ الْخِيَارِ لَهَا عِنْدَ تَزْوِيجِ غَيْرِهِمَا فَكَذَا عِنْدَ تَزْوِيجِ الْقَاضِي نِيَابَةً عَنْهُ (قَوْلُهُ عِنْدَ فَوْتِ الْكُفْءِ) أَيْ خَوْفَ فَوْتِهِ (قَوْلُهُ أَيْ بِامْتِنَاعِهِ عَنْ التَّزْوِيجِ) أَيْ مِنْ كُفْءٍ بِمَهْرِ الْمِثْلِ، أَمَّا لَوْ امْتَنَعَ عَنْ غَيْرِ الْكُفْءِ، أَوْ لِكَوْنِ الْمَهْرِ أَقَلَّ مِنْ مَهْرِ الْمِثْلِ، فَلَيْسَ بِعَاضِلٍ ط وَإِذَا امْتَنَعَ عَنْ تَزْوِيجِهَا مِنْ هَذَا الْخَاطِبِ الْكُفْءِ لِيُزَوِّجَهَا مِنْ كُفْءٍ غَيْرِهِ اسْتَظْهَرَ فِي الْبَحْرِ أَنَّهُ يَكُونُ عَاضِلًا قَالَ وَلَمْ أَرَهُ وَتَبِعَهُ الْمَقْدِسِيَّ وَالشُّرُنْبُلالی، وَاعْتَرَضَهُ الرَّمْلِيُّ بِأَنَّ الْوِلَايَةَ بِالْعَضْلِ تَنْتَقِلُ إلَى الْقَاضِي نِيَابَةً لِدَفْعِ الْأَضْرَارِ بِهَا وَلَا يُوجَدُ مَعَ إرَادَةِ التَّزْوِيجِ بِكُفْءٍ وَغَيْرِهِ، آه، قُلْتُ: وَفِيهِ نَظَرٌ لِأَنَّهُ مَتَى حَضَرَ الْكُفْءُ الْخَاطِبُ لَا يَنْتَظِرُ غَيْرَهُ خَوْفًا مِنْ فَوْتِهِ وَلِذَا تَنْتَقِلُ الْوِلَايَةُ إلَى الْأَبْعَدِ عِنْدَ غَيْبَةِ الْأَقْرَبِ كَمَا مَرَّ، نَعَمْ لَوْ كَانَ الْكُفْءُ الْآخَرُ حَاضِرًا أَيْضًا وَامْتَنَعَ الْوَلِيُّ الْأَقْرَبُ مِنْ تَزْوِيجِهَا مِنْ الْكُفْءِ الْأَوَّلِ لَا يَكُونُ عَاضِلًا لِأَنَّ الظَّاهِرَ مِنْ شَفَقَتِهِ عَلَى الصَّغِيرَةِ أَنَّهُ اخْتَارَ لَهَا الْأَنْفَعَ لِتَفَاوُتِ الْأَكْفَاءِ أَخْلَاقًا وَأَوْصَافًا فَيَتَعَيَّنُ الْعَمَلُ بِهَذَا التَّفْصِيلِ وَاَللَّهُ أَعْلَمُ (قَوْلُهُ وَلَا يَبْطُلُ تَزْوِيجُهُ) يَعْنِي تَزْوِيجَ الْأَبْعَدِ حَالَ غَيْبَةِ الْأَقْرَبِ، وَكَانَ الْأَوْلَى ذِكْرَ هَذِهِ الْجُمْلَةِ بَعْدَ قَوْلِهِ وَلِلْوَلِيِّ الْأَبْعَدِ التَّزْوِيجُ بِغَيْبَةِ الْأَقْرَبِ ط. (ردالمحتار، فروع لیس للقاضی تزویج الصغیرة بنفسه: ۸۲/۳-۸۳، دارالفکر بیروت، انیس)

شرنبلالی کے رسالہ کشف العضل فی من عضل سے اس کی بہت سی تائیدات نقل فرمائی ہیں۔ (فمن رام التفصیل فلیراجعه حواشی البحر: ۱۳۶/۳)(۱)

---

(۱) (قَوْلُهُ وَإِذَا خَطَبَهَا كُفُءٌ وَعَضَلَهَا الْوَلِيُّ تَثْبُتُ الْوِلَايَةُ لِلْقَاضِي) قَالَ الرَّمْلِيُّ تَقَدَّمَ الْإِجْمَاعُ عَلَى أَنَّهَا تَنْتَقِلُ إِلَى الْأَبْعَدِ فَيُحْمَلُ مَا هُنَا عَلَى مَنْ لَيْسَ لَهَا وَلِيٌّ أَبْعَدُ،آه.وَيُؤَيِّدُهُ قَوْلُ الْمُؤَلِّفِ وَبِهِ انْدَفَعَ مَا ذَكَرَهُ السُّرُوجِيُّ إلَخْ لَكِنْ لِلشُّرُنْبُلَالِيِّ رِسَالَةٌ سَمَّاهَا"كَشْفُ الْمُعْضَلِ فِيمَنْ عَضَلَ"حَقَّقَ فِيهَا عَكْسَ مَا فَهِمَهُ الْمُؤَلِّفُ وَالرَّمْلِيُّ وَأَيَّدَهُ بِالنُّقُولِ فَلَا بَأْسَ بِإِيرَادِ حَاصِلِهَا هُنَا فَنَقُولُ: قَالَ ابْنُ الشِّحْنَةِ عَنْ الْغَايَةِ عَنْ رَوْضَةِ النَّاطِفِيِّ إنْ كَانَ لِلصَّغِيرَةِ أَبٌ امْتَنَعَ عَنْ تَزْوِيجِهَا لَا تَنْتَقِلُ الْوِلَايَةُ إلَى الْجَدِّ،آه.وَنَقَلَهُ أَيْضًا عَنْ أَنْفَعِ الْوَسَائِلِ عَنْ الْمُنْتَقَى وَنَصُّهُ: إذَا كَانَ لِلصَّغِيرَةِ أَبٌ امْتَنَعَ عَنْ تَزْوِيجِهَا لَا تَنْتَقِلُ الْوِلَايَةُ إلَى الْجَدِّ بَلْ يُزَوِّجُهَا الْقَاضِي،آه.وَكَذَا نَقَلَ الْمَقْدِسِيُّ عَنْ الْغَايَةِ أَنَّهُ ثَبَتَ لِلْقَاضِي نِيَابَةً عَنْ الْعَاضِلِ فَلَهُ التَّزَوُّجُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي مَنْشُورِهِ، وَكَذَا نَقَلَ فِي النَّهْرِ عَنْ الْمُحِيطِ أَنَّهُ تَنْتَقِلُ إلَى الْحَاكِمِ وَنَصَّ فِي الْفَيْضِ بِمَا مَرَّ عَنْ الْمُنْتَقَى وَقَالَ الزَّيْلَعِيُّ عِنْدَ قَوْلِهِ وَلِلْأَبْعَدِ التَّزْوِيجُ بِغَيْبَةِ الْأَقْرَبِ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ بَلْ يُزَوِّجُهَا الْحَاكِمُ اعْتِبَارًا بِعَضْلِهِ وَقَالَ فِي الْبَدَائِعِ.وَالشَّافِعِيُّ يَقُولُ إنَّ وِلَايَةَ الْأَقْرَبِ بَاقِيَةٌ كَمَا قَالَ زُفَرُ إلَّا أَنَّهُ امْتَنَعَ دَفْعُ حَاجَتِهَا مِنْ قِبَلِ الْأَقْرَبِ مَعَ قِيَامِ وِلَايَتِهِ عَلَيْهَا بِسَبَبِ الْغَيْبَةِ فَتَثْبُتُ الْوِلَايَةُ لِلسُّلْطَانِ كَمَا إذَا خَطَبَهَا كُفُءٌ وَامْتَنَعَ الْوَلِيُّ مِنْ تَزْوِيجِهَا مِنْهُ لِلْقَاضِي أَنْ يُزَوِّجَهَا، وَالْجَامِعُ دَفْعُ الضَّرَرِ عَنْهَا، ثُمَّ قَالَ فِي تَقْرِيرِ دَلِيلِنَا وَبِهِ تَبَيَّنَ أَنَّ نَقْلَ الْوِلَايَةِ إلَى السُّلْطَانِ أَيْ حَالَ غَيْبَةِ الْأَقْرَبِ بَاطِلٌ؛ لِأَنَّ السُّلْطَانَ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ وَهَاهُنَا لَهَا وَلِيٌّ أَوْ وَلِيَّانِ فَلَا تَثْبُتُ الْوِلَايَةُ لِلسُّلْطَانِ إلَّا عِنْدَ الْعَضْلِ مِنْ الْوَلِيِّ وَلَمْ يُوجَدْ،آه.وَقَالَ فِي التَّسْهِيلِ وَلَيْسَ هَذَا كَالْعَضْلِ فَإِنَّهُ ثَمَّةَ صَارَ ظَالِمًا بِالِامْتِنَاعِ فَقَامَ السُّلْطَانُ مَقَامَهُ فِي دَفْعِ الظُّلْمِ وَالْأَقْرَبُ غَيْرُ ظَالِمٍ فِي سَفَرِهِ خُصُوصًا الْحَجَّ،آه.وَنَحْوُهُ فِي شَرْحِ الْمَجْمَعِ الْمَلَكِيِّ فَهَذِهِ النُّقُولُ تُفِيدُ الِاتِّفَاقَ عِنْدَنَا عَلَى ثُبُوتِهَا بِعَضْلِ الْأَقْرَبِ لِلْقَاضِي فَقَطْ، وَأَمَّا مَا فِي الْخُلَاصَةِ وَالْبَزَّازِيَّةِ مِنْ أَنَّهَا تَنْتَقِلُ إلَى الْأَبْعَدِ بِعَضْلِ الْأَقْرَبِ إجْمَاعًا فَالْمُرَادُ بِالْأَبْعَدِ الْقَاضِي؛ لِأَنَّهُ آخِرُ الْأَوْلِيَاءِ فَالتَّفْضِيلُ عَلَى بَابِهِ وَإِلَّا نَاقَضَهُ مَا مَرَّ الْمُفِيدُ وِلَايَةَ الْقَاضِي إجْمَاعًا وَيَدُلُّ عَلَيْهِ ذِكْرُ صَاحِبِ الْفَيْضِ كَلَامَ الْخُلَاصَةِ بَعْدَ قَوْلِهِ إنَّ تَزْوِيجَهُ هُنَا نِيَابَةٌ عَنْ الْعَاضِلِ بِإِذْنِ الشَّرْعِ لَا بِغَيْرِهِ فَهُوَ نَصٌّ فِي أَنَّ الْمُرَادَ بِالْأَبْعَدِ الْقَاضِي وَمَا ذَكَرَ فِي الْبَحْرِ وَرَدَّ بِهِ عَلَى السُّرُوجِيِّ لَوْ نَظَرَ إلَى مَا مَرَّ مَا وَسِعَهُ أَنْ يَقُولَهُ بَلْ صَارَ كَالْمُتَنَاقِضِ حَيْثُ ذَكَرَ بَعْدَهُ بِنَحْوِ سَطْرٍ مَا يُخَالِفُهُ،آه،مُلَخَّصًا،وَمَنْ رَامَ الزِّيَادَةَ فَلْيَرْجِعْ إلَى تِلْكَ الرِّسَالَةِ فَإِنَّ فِيهَا زِيَادَةَ تَحْقِيقٍ.وَيُمْكِنُ أَنْ يُجَابَ بِحَمْلِ مَا فِي الْخُلَاصَةِ عَلَى مَا إذَا لَمْ يَكُنْ قَاضٍ، هَذَا وَمَا فِي الْمِنَحِ مِنْ قَاضِي خَانْ أَنَّهُ مَا دَامَ لِلصَّغِيرِ قَرِيبٌ فَالْقَاضِي لَيْسَ بِوَلِيٍّ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَعِنْدَ صَاحِبَيْهِ مَا دَامَ عَصَبَةً آه.

قَالَ الْمَرْحُومُ حَامِدٌ أَفَنْدِي الْعِمَادِيُّ فِي فَتَاوِيهِ إنَّ قَاضِي خَانْ ذَكَرَ هَذِهِ الْعِبَارَةَ فِي تَعْدَادِ الْأَوْلِيَاءِ فِي مَسْأَلَةِ الْعَضْلِ فَفِي نَقْلِ الْمِنَحِ لَهَا فِي هَذَا الْمَحَلِّ تَسَامُحٌ،آه.أَيْ: أَنَّ مَا فِي الْخَانِيَّةِ بَيَانٌ لِرُتْبَةِ وِلَايَةِ الْقَاضِي وَأَنَّهَا مُؤَخَّرَةٌ عَنْ الْعَصَبَاتِ وَذَوِي الْأَرْحَامِ وَعِنْدَهُمَا عَنْ الْعَصَبَاتِ فَقَطْ، وَقَدْ عَلِمْت أَنَّ تَزْوِيجَ الْقَاضِي عِنْدَ عَضْلِ الْأَقْرَبِ لَيْسَ بِطَرِيقِ الْوِلَايَةِ بَلْ بِطَرِيقِ النِّيَابَةِ وَلِذَا يَثْبُتُ لَهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي مَنْشُورِهِ، وَاَللَّهُ أَعْلَمُ (قَوْلُهُ وَهُوَ الظَّاهِرُ وَلَمْ أَرَهُ صَرِيحًا) قَالَ الرَّمْلِيُّ هَذَا الظَّاهِرُ غَيْرُ ظَاهِرٍ إذْ الْوِلَايَةُ بِالْعَضْلِ نِيَابَةً إنَّمَا انْتَقَلَتْ لِلْقَاضِي لِدَفْعِ الْأَضْرَارِ بِهَا وَلَا يُوجَدُ مَعَ إرَادَةِ التَّزْوِيجِ بِكُفْءٍ غَيْرِهِ تَأَمَّلْ،آه.

قُلْتُ: فِيهِ أَنَّهُ قَدْ يُرِيدُ أَنْ يُزَوِّجَهَا مِنْ كُفْءٍ آخَرَ لَا تُحِبُّهُ وَلَا تَرْضَى بِهِ فَإِذَا امْتَنَعَ مِنْ تَزْوِيجِهَا مِمَّنْ تَرْضَى بِهِ يَلْزَمُ مَنْعُهَا عَنْ التَّزَوُّجِ أَصْلًا.وَقَدْ يُقَالُ إنَّ الْكَلَامَ فِي الصَّغِيرَةِ وَلَا عِبْرَةَ بِرِضَاهَا وَعَدَمِهِ بَلْ يَنْبَغِي التَّفْصِيلُ بِأَنْ يُقَالَ إنْ كَانَ الْكُفْءُ الْآخَرُ حَاضِرًا وَامْتَنَعَ الْأَبُ مِنْ تَزْوِيجِهَا مِنْ الْأَوَّلِ وَأَرَادَ تَزْوِيجَهَا مِنْ الثَّانِي لَا يَكُونُ عَاضِلًا؛ لِأَنَّ شَفَقَتَهُ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ اخْتَارَ لَهَا الْأَنْفَعَ أَمَّا لَوْ حَضَرَ كُفْءٌ وَامْتَنَعَ مِنْ تَزْوِيجِهَا لَهُ وَأَرَادَ انْتِظَارَ كُفْءٍ آخَرَ فَهُوَ عَاضِلٌ؛ لِأَنَّهُ مَتَى حَضَرَ الْكُفْءُ لَا يُنْتَظَرُ غَيْرُهُ خَوْفًا مِنْ فَوْتِهِ وَلِذَا تَنْتَقِلُ الْوِلَايَةُ إلَى الْأَبْعَدِ إذَا غَابَ الْأَقْرَبُ كَمَا مَرَّ وَاَللَّهُ أَعْلَمُ.(منحة الخالق على البحر الرائق،باب الأولياء والأكفاء فی النكاح:۱۳۶/۳-۱۳۷،دارالكتاب الإسلامی بيروت،انيس)

خلاصہ حکم:

لہذا جب ایک کفو کی طرف سے مسماۃ جہانگیر النساء بیگم کے نکاح کی طلب ہوئی اور اس کے ماموں تلاوت علی خانے جو ولی بعید ہیں، اس کا نکاح کردیا تو یہ نکاح ولی اقرب یعنی لیاقت النساء بیگم کی اجازت پر موقوف تھا تو اب غور طلب امر یہ ہے کہ جس وقت لیاقت النساء کو اس نکاح کا علم ہوا، انہوں نے اس کی اجازت صراحتاً دی، یا نہیں اور اگر نہیں دی تو کوئی معقول عذر ایسا پیش کیا کہ کوئی دوسری جگہ کفو کے اندر موجود ہے، جس سے وہ نکاح کرنا چاہتی ہے اور اس طرف سے بھی طلب موجود ہے، یا ایسا عذر پیش نہیں کیا؛ بلکہ بلا وجہ انکار کیا۔

صورت اولی میں کہ لیاقت النساء بیگم اجازت صراحتاً دے دی ہو، نکاح نافذ وصحیح ہوگیا، اب اس کو نکاح فسخ کرانے کا کوئی حق نہیں۔

صورت ثانیہ میں کوئی عذر معقول انکار کے لیے پیش کیا ہے تو جو نکاح تلاوت علی خان نے کیا تھا، باطل ہوگیا اور اب لیاقت النساء کے ہوتے ہوئے کسی کو جہانگیر النساء کا نکاح بحالت صغرسنی کرانے کا حق نہیں۔

صورت ثالثہ میں کہ نکاح مذکور سے انکار بلا وجہ کیا، اس کی جگہ اجازت بجائے لیاقت النساء قاضی شرعی کی طرف منتقل ہوگئی، اگر قاضی نے جائز رکھا تو وہ نکاح جائز ونافذ ہوگیا؛ لیکن درصورت جواز بھی بعد بلوغ لڑکی کو فسخ نکاح کا اختیار ہوگا، **صرح به الشامي و الدر المختار.**

ہاں اس جگہ ایک چوتھی صورت بھی محتمل ہے، وہ یہ کہ قاضی اس جگہ موجود نہ ہو، جیسا کہ عام بلاد ہند میں ہے تو پھر ولی اقرب سے ولایت منتقل ہوکر قاضی کے ولی بعید ہی کی طرف پہنچتی ہے تو اس صورت میں جو نکاح ولی بعید تلاوت علی خان نے کیا تھا، نافذ وصحیح ہوجائے گا، بشرطیکہ اب مکرر اس کی اجازت دے، **كما في الدر المختار: ولو تحولت الولاية إليه؛ يعني الأبعد لم يجز إلا بإجازته بعد التحويل، انتهى.**

پھر اس صورت میں بھی لڑکی کو خیار بلوغ دیا جائے گا۔

والدليل عليه ما في حواشي البحر للشامي: ويمكن ان يجاب بحمل ما في الخلاصة على ما إذا لم يكن قاضي، انتهٰى. (البحر الرائق: ۱۳۶/۳)

يعني: أن الانتقال إلى الولي البعيد الذي صرح به في الخلاصة إنما يكون إذا لم يكن ثم قاض والله تعالٰى أعلم

کتبہ: محمد شفیع غفرلہ، الجواب صحیح بندہ اصغر حسین عفا اللہ عنہ، الجواب صحیح: محمد رسول خان عفی عنہ۔ (امداد المفتین: ۴۵۰/۲)

نابالغ کی طرف سے ولی کا ایجاب وقبول:

سوال: ایک شخص اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح لڑکی کی رضامندی سے ایک تین سال عمر کے لڑکے کے ساتھ جائز ولی

کی قبولیت سے کر دیتا ہے، چند یوم بعد فریقین علما سے دریافت کرتے ہیں کہ آیا ایسی صورت میں یہ لڑکا اپنی منکوحہ کو طلاق دینے کا اختیار رکھتا ہے، یا نہیں؟ اس قسم کے فتوے طلب کرنے کے بعد بالآخر لڑکے کے نکاح کو کالعدم تصور کر کے لڑکے سے طلاق حاصل کئے بغیر لڑکے کی منکوحہ کا نکاح ایک دوسری جگہ کر دیتے ہیں اور عذر گناہ یہ تراشتے ہیں کہ اگرچہ لڑکے کی طرف سے جائز ولی قبول کنندہ ہو، لڑکے کا نکاح عندالشرع مسلم نہ ہوگا۔

(۲) یا بصورت دیگر اگر لڑکے سے بالفرض طلاق حاصل کی جائے تو لڑکے کی طلاق مشروع ہوگی، یا غیر مشروع۔

(۳) مذکورہ بالا صورت میں نکاح اول صحیح رہا، یا دوسرا؟ نکاح ثانی کے نکاح خواں اور حاضرین مجلس کے اپنے نکاح باقی رہیں گے، یا ان کو تجدید نکاح و تجدید کلمہ ضروری ہے؟

(۴) اگر ان کو تجدید نکاح وغیرہ ضروری ہے اور وہ اس کے لیے تیار نہ ہوں تو ایسے محرمات الٰہیہ کو مستحل سمجھنے والے سے مجلسی اور خانگی تعلقات رکھنے کیسے ہیں؟

(المستفتی: ۲۱۱۰، ایم۔ حافظ عبدالستار (ملتان) ۹؍شوال ۱۳۵۶، مطابق ۱۳؍دسمبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

یہ عذر کہ بوقت نکاح شوہر بچہ تھا؛ اس لیے نکاح صحیح نہیں ہوا، اگرچہ قبول اس کے جائز ولی نے کیا تھا، غلط اور مہمل ہے، جائز ولی کے قبول کرنے سے نکاح صحیح ہوگیا، (۱) اور حنفیوں کے نزدیک نابالغ، (۲) اور اس کے ولی کی طلاق غیر معتبر ہے۔ (۳) پس صورت مسئولہ میں نکاح اول قائم ہے اور اس کی صحت اور قیام کی صورت میں نکاح ثانی ناجائز ہے، (۴) جو لوگ نکاح ثانی میں شریک تھے اور ان کو نکاح اول کا علم تھا، وہ سب گنہگار ہوئے، ان پر توبہ واجب ہے، ان کے کفر کا حکم کرنا لازم نہیں، ہاں توبہ کرنی لازم ہے۔ (۵)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۸۶/۵)

---

(۱) وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة. (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۶۵/۳، سعید)

(۲) فلایصح طلاق صبی. (الدرالمختار، کتاب الحجر: ۱۴٤/٦، سعید)

(۳) وأھلہ زوج عاقل بالغ، الخ) وفی الرد: احترز بالزوج عن سید العبد ووالد الصغیر. (ردالمحتار، کتاب الطلاق: ۲۳۰/۳، سعید)

(۴) لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیرہ وکذلک المعتدة. (الفتاویٰ الھندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث فی المحرمات: ۲۸۰/۱، ماجدیة)

(۵) یجب ان یعلم انہ إذا کان فی المسئلة وجوہ توجب التکفیر ووجہ واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی أن یمیل إلی الوجہ الذی یمنع التکفیر تحسینا للظن بالمسلم إن کانت نیة القائل الوجہ الذی یمنع التکفیر فھو مسلم ... وإن لم تکن لہ نیة حمل المفتی کلامہ علی وجہ لا یجوب التکفیر ویؤمر بالتوبة والاستغفار واستجداد النکاح. (الفتاویٰ التتارخانیة: ٤٥۸/۵))

بچوں کی پرورش کرنے والا ولی نکاح نہیں:

سوال: لڑکی کی پرورش ابتدا سے دوسرے شخص نے کی ہے اور ولی زندہ ہے۔ اب شرعاً لڑکی ولی کون ہے؟

الجواب

محض پرورش کرنے سے آدمی ولی نہیں بن جاتا، جس کو شریعت نے ولی مقرر کیا ہے، وہ ہی ولی ہے۔

"ولو كان الصغير والصغيرة في حجر رجل يعولهما كالملتقط ونحوه، فإنه لا يملك تزويجهما، كذا في فتاویٰ قاضي خان". (عالمگیری: ۲۹۲/۲)(۱)

پس اس پرورش کرنے والے کو بغیر ولی کی اجازت کے نکاح کر دینے کا اختیار نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۶/۲/۷ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۸/صفر/۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۸۷/۱۱)

پرورش سے حق ولایت حاصل نہیں ہوتا:

سوال: ہندہ کو ایک عورت اور اس کے شوہر نے حالت یتیمی میں چھ سات برس کی عمر سے بوجہ نہ ہونے ماں باپ کے پرورش کیا۔ جب ہندہ کی عمر بارہ برس کی یا کچھ زیادہ کی ہوگئی تو ایک شخص نے اپنی وکالت سے نکاح کر دیا اور رخصت نہیں کیا۔ اقرار بالغ ہو جانے کا کیا۔ بعد میں اس شخص کے فعل لڑکی کے مصنوعی ماں باپ کو بھی معلوم ہوئے کہ لڑکا چور ہے۔ علاوہ ازیں جو کچھ اس کے متعلق فعل ہیں سب کرتا ہے۔ اب ہندہ بالغ ہوئی ہے اور اس کو وہ نکاح جو کہ مصنوعی ماں باپ نے کیا ہے منظور نہیں ہے۔ آیا وہ نکاح عند اللہ وعند الرسول فسخ ہو سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

(از مولوی محمد ابراہیم دہلوی)

صورت مذکورہ میں ہندہ کو اختیار فسخ نکاح حاصل ہے اور صورت اس کی یہ ہے کہ وہ معاً بلوغ؛ یعنی ایام شروع ہوتے ہی دو گواہوں کے سامنے کہے کہ میں نے اپنے اس نکاح کو فسخ کر دیا، پس یہ نکاح فسخ ہو جائے گا، (۲) اور بہتر یہ ہے کہ اس فتوے کو حاکم وقت کے یہاں پیش کر کے تصدیق کرالے؛ تاکہ شوہر کو کوئی فساد کا موقع نہ رہے۔ (محمد ابراہیم)

(۱) الفتاویٰ العالمگيرية: ۲۸٤/۱، الباب الرابع في الأولياء، رشيديه

"والرجل الذي يعول الصغير أو الصغيرة، فلا ولاية له في إنكاحهما". (المحيط البرهاني: ۱٥۸/۳، الفصل التاسع في معرفة الأولياء، غفارية)

(۲) فإن زوجها غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء قام على النكاح وإن شاء فسخ. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، باب في الأولياء: ۲۱۷/۲، شركة علمية)

(از حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ)

ہوالموفق، سوال سے ظاہر ہے کہ ہندہ کو ایسے شخصوں نے پالا جو اس کے ساتھ کوئی تعلق نسبتی نہیں رکھتے۔ نیز سائل سے معلوم ہوا کہ ہندہ کا کوئی ولی نسبتی موجود نہیں ہے، نہ قریب نہ بعید۔ ایسی حالت میں ہندہ کا نکاح، یا تو بعد بلوغ خود ہندہ کی اجازت سے، (۱) یا قاضی شرعی کی اجازت سے صحیح ہوسکتا تھا، (۲) یہ لوگ جنہوں نے نکاح کیا ہے، محض فضولی ہے، (۳) اور ہندہ وقت نکاح خود نابالغ تھی اور فضولی کا کیا ہوا نکاح اس وقت موقوف ہوتا ہے، جب کہ کوئی مجیز یعنی کوئی نافذ کرنے والا عقد کے وقت موجود ہو اور صورت سوال میں ایسا نہیں ہے؛ کیوں کہ یہاں مجیز عقد، یا تو خود ہندہ ہوسکتی تھی (اگر بالغ ہوتی)، یا قاضی شرعی؛ لیکن ہندہ نابالغ ہے اور قاضی شرعی ہندوستان میں موجود نہیں، لہٰذا یہ نکاح باطل ہے، منعقد ہی نہیں ہوا، فسخ کرنے کرانے کی ضرورت ہی نہیں۔

وما لا مجيز له أي ما ليس له من يقدر على الإجازة يبطل كما إذا كانت تحته حرة فزوجه الفضولي أمة أواخت امرأته أوخامسة أوزوجة معتدة أومجنونة أوصغيرة يتيمة فی دارالحرب أوإذا لم يكن سلطان ولا قاض لعدم من يقدر على الإمضاء حالة العقد فوقع باطلاً،انتهى. (رد المحتار نقلاً عن الفتح) (۴)

محمد کفایت اللہ، مدرس مدرسہ امینیہ، دہلی۔ (کفایۃ المفتی: ۵/۵۵)

تین برس کی بچی کا نکاح:

سوال: زید وعمر میں دنیاوی معاملات میں جھگڑا وفساد ہوگیا، اس فساد میں زید کے ہاتھ سے عمر مارا گیا۔ بعد اس میں اتفاق کرنے کی غرض سے زید کے برادر سے اپنی لڑکی نابالغہ جس کی عمر تین سال یا چار سال ہوگی، عمر مقتول کے برادر خالد سے نکاح کروایا، اس واقعہ کو ۱۲/سال کا عرصہ گزر گیا ہے اور لڑکی اپنے والدین کے ہاں موجود ہے۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ اس نابالغہ لڑکی کا نکاح خالد مذکور کے ساتھ جائز ہے، یا نہیں؟ اگر ہے تو نکاح کے فسخ کی کیا صورت کی جائے؟ مہربانی فرماکر تمام شبہات کو دفع فرماکر مکمل جواب بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں۔

الجواب ———————— حامداً ومصلیاً

یہ نکاح لازم ہوگیا، اس کو خیار، بلوغ کے ذریعے بھی فسخ کرانا درست نہیں، البتہ اگر خالد طلاق دے دے، تب دوسری جگہ نکاح درست ہوگا۔

---

(۱) صغيرة زوجت نفسها ولاولى ولا حكم ...توقف ونفذ بإجازتها بعدبلوغها. (الدرالمختار، باب الولی: ۸۰/۳، سعید)

(۲) وإذا عدم الأولياء فالولاية إلى الإمام والحاكم لقوله عليه السلام: "السلطان ولى من لا ولى له". (الفتاویٰ الهندية، باب فی الأولياء: ۳۱۹/۲، شركة عليمة)

(۳) ولو كان الصغير والصغيرة فى حجر يعولها كالملتقط ونحوه فإنّه لايملك تزويجها. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع: ۲۸٤/۱، ماجدية)

(۴) فروع ليس للقاضى تزويج الصغيره نفسه: ۸۰/۳، دارالفكر بيروت، انيس

"إذا زوجهما: أی الصغیر ة الأب أو الجد، فإنه لا خیار لهما بعد بلوغهما". (البحر الرائق:۳/۱۴۰)(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۴۷۰)

نابالغ کا نکاح ولی کے ایجاب وقبول سے ہوتا ہے:

سوال: نابالغ بچوں کا نکاح صرف والد کے ہی ایجاب وقبول سے ہوتا ہے، یا ہر جائز ولی بھائی چچا وغیرہ کے ایجاب وقبول سے بھی؟

الجواب

صغیر اور صغیرہ کا نکاح ان کے ہر ولی جائز کے ایجاب وقبول سے منعقد ہوجاتا ہے؛ لیکن ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد کو نکاح کا حق حاصل نہیں ہے، پس اس میں اب وجد ودیگر اولیا حسب درجات یکساں ہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۳۸)

بلا ولی اصلی کی اجازت کے نابالغہ کا نکاح درست نہیں:

سوال: محمد بخش فوت ہوگیا، ایک لڑکی صغیرہ سالہ اور ایک عورت اور دو چچازاد بھائی محمد سعید محمد صالح، محمد سعید جو ولی اصلی ہے، اس کے فرزند نے بغیر رضا واجازت باپ کے نابالغہ کا نکاح کردیا، جب ولی اصلی کو خبر ہوئی تو اس نے مجلس عام میں کہہ دیا کہ یہ نکاح جو میرے لڑکے نے کردیا ہے، اس پر میں راضی نہیں ہوں۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

بدون ولی اصلی کی رضامندی واجازت کے نابالغہ کا نکاح صحیح نہیں ہوسکتا، پس ولی کے فرزند نے بموجودگی ولی کے جو نکاح نابالغہ کا بدون اجازت ورضامندی ولی کے اور بعد نکاح کے ولی نے اس نکاح سے انکار کردیا اور اس کو رد کردیا تو وہ نکاح باطل ہوگیا۔ (ہکذا فی الدر المختار وغیرہ) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۴۱-۴۲)

بغیر اجازت ولی نابالغہ کا نکاح درست نہیں:

سوال: ہندہ کا نکاح بحالت نابالغی زید کے ساتھ ہوا اور کوئی ولی ہندہ کا بوقت نکاح موجود نہیں تھا، آیا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) البحر الرائق، باب الأولیاء والأکفاء:۳/۲۱۱، رشیدیہ/"فإن زوجها الأب أو الجد؛ یعنی الصغیر والصغیرة، فلا خیالهما بعد بلوغهما، الخ" (الهدایة) باب فی الأولیاء والأکفاء: ۲/۳۱۷، شرکة علمیه، ملتان)

(۲) فلو زوج الولی الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته. (الدرالمحتار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۲/۴۳۲، ظفیر)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــ

نابالغہ کا نکاح بدون اجازت ولی کے نہیں ہوتا۔

کذا فی الدر المختار: (وھو)أی الولی(شرط)صحة (نکاح صغیر ،الخ). (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۸/۷۱)

اگر ولی نابالغہ کا نکاح نہ کرے تو اس کا نکاح کیسے ہوگا:

سوال: نابالغہ کے اولیاء مساوی کئی ہوں اور ہر ایک دوسرے کو یہ الزام دے کہ نابالغہ کا مال تلف کرنے کے لیے یہ فلاں شخص سے نکاح کر دینا چاہتا ہے، یا اپنا حقیقی بھائی اور حقیقی چچا ایک دوسرے کو اسی الزام کی وجہ کر نکاح میں تعویق ڈالیں تو ایسی صورت میں نابالغہ کا نکاح کیا باجازت قاضی ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

ولی اقرب اگر عاضل ہو تو ولی ابعد ولایت نکاح کا حقدار ہے اور ولی ابعد سے مراد قاضی ہے۔ صورت مسئولہ میں جب قاضی کے نزدیک ولی کا عضل ثابت ہو، تب وہ نابالغہ کے نکاح کا حق رکھتا ہے، محض الزام سے عضل ثابت نہیں ہوگا۔ بھائی اور چچا کی ولایت مساوی نہیں ہے۔ بھائی ولی اقرب ہے اور چچا ولی ابعد؛ اس لیے بھائی کے رہتے ہوئے چچا کو نکاح کر دینے کا حق ہی نہیں ہے۔

عالمگیری، کتاب النکاح: ۴۰۲ میں ہے:

وأجمعوا أن الأقرب إذا عضل ینتقل الولایة إلی الأبعد، کذا فی الخلاصة، غاب الولی أو عضل أو کان الأب والجد فاسقا فللقاضی أن یزوّجها من کفء، کذا فی الوجیز للکردری. (۲) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۸/۸/۱۳۵۰ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۳۰۱-۳۰۲)

نابالغہ کا نکاح ولی نہ کرے تو کون کرے:

سوال: ایک نابالغہ لڑکی کے نکاح کی چند وجوہ سے نانی کو ضرورت پیش آئی کہ ولی لڑکی کا حقیقی چچا ہے، جو عرصہ دراز سے صریح دشمن ہے، جب نانی نے اجازت طلب کی تو اس نے کہا ہم سے کوئی تعلق نہیں، ہم نہیں جانتے۔ علاوہ ازیں ایک اور دور کے رشتہ کے چچا ہیں اور ماں تو ایسی صورت میں یا غیر حقیقی چچا کی طرف ولایت، یا اختیار اجازت منتقل ہوگا، یا نہیں؟ یا کوئی ایسی صورت نکل سکتی ہے کہ نابالغہ ہونے کی صورت میں نکاح ہو سکے، جب کہ چچا کا یہ قول ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں جب لڑکی کا حقیقی چچا اس لڑکی کے نکاح کرنے کا منکر ہے اور نکاح کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو

---

(۱) الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۲/۴۰۷، ظفیر

(۲) الفتاویٰ الهندیه: ۲/۲۸۵، طبع بیروت لبنان

اس کے نکاح کرنے کی یہ صورت ہے کہ کسی مسلمان با اختیار حاکم کے یہاں درخواست دی جاوے اور وہ حاکم اس لڑکی کا نکاح اپنی طرف سے کردے، شامی: عن المفتی:

''إذا کـان للصغیرة أب امتنع عن تزویجها ،لا تنتقل الولایة إلی الجد، بل یزوجها القاضی... وأما ما فی الخلاصة والبزازیة من أنها تنتقل إلی الأبعد بعضل الأقرب، فالمراد بالأبعد القاضی؛ لأنه اٰخر الأولیاء ،الخ''.(۴۳۳/۲)(۱)

صورتِ مذکورہ میں ماں یا غیر حقیقی چچا کو خود اس لڑکی کے نکاح کرنے کا حق شرعاً حاصل نہیں۔فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ،۱۳۵۲/۳/۴ھ۔

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ،صحیح:عبداللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔(فتاویٰ محمودیہ:۵۰۷/۱۱)

جس کا کوئی ولی نہ ہو، حاکم ولی ہے:

سوال: ایک عورت جو بطور طوائف اپنا پیشہ کرتی تھی، اسی اثنا میں اس کے ایک لرکی پیدا ہوئی، جس کا باپ معلوم نہیں، بعد اس عورت نے اپنا نکاح ایک شخص سے کرلیا اور آٹھ روز بعد انتقال کرگئی، عمر لڑکی کی دس سال ہے، سوتیلے باپ نے لڑکی کو ایک طوائف کے ہاتھ فروخت کرنا چاہا، اہل محلّہ نے مزاحمت کی، سوتیلے باپ نے جوانٹ مجسٹریٹ کے یہاں نالش کردی، حاکم نے بعد تحقیقات لڑکی کو ایک معمر شخص کے سپرد کرکے ہدایت کردی کہ اس کا نکاح کسی محتاج شخص سے کردیا جائے، لہذا اس لڑکی کا نکاح ایک لڑکے سے کردیا، اب یہ نکاح جو سوتیلے باپ کی بلا اجازت ہوا، شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

سوتیلا باپ اس لڑکی کا ولی نہیں ہے؛ بلکہ ایسے لاوارث بچوں کے نکاح کا ولی حاکم ہی ہوتا ہے، لہذا نکاح مذکور درست ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۸/۸)

جس نابالغہ کا کوئی ولی نہ ہو، اس کا ولی قاضی ہوگا:

سوال: ایک لڑکی بارہ سالہ نابالغہ ہے، اس کی پرورش غیر شخص کررہا ہے، اس کی برادری کا کوئی آدمی نہیں ہے، باپ اس کا مجنون ہوکر کہیں چلا گیا ہے، اس کے نکاح کی اجازت کون دے گا؟

---

(۱) رد المحتار:۸۲/۳،باب الولی ،سعید

''وأجمعوا أن الأقرب إذا عضل ، تنتقل الولایة إلی الأبعد ، غاب الولی أوعضل ، أو کان الأب أو الجد فاسقاً ، فللقاضی أن یزوجها من کفء''. (الفتاویٰ العالمگیریة: ۲۸۵/۱، الباب الرابع فی الأولیاء ، رشیدیه)

(۲) ثم للسلطان ثم لقاضی نص له فی منشوره ثم لنوابه.(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار،باب الولی:۴۳۰/۲،ظفیر)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

منتظم نکاح کو چاہیے کہ دارالقضاء، پھلواری شریف میں قاضی شریعت سے اجازت لے کر نکاح کریں؛ کیوں کہ ایسی لڑکی کا ولی قاضی شریعت ہی ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲۹۸/۴-۲۹۹)

باپ شرابی ہو تو قاضی کے نکاح کرادینے کا حکم:

سوال: ایک شخص شرابی ہے اور دوسرے برے کاموں میں مبتلا ہے، اس کی ایک بچی ہے، جو اس وقت تقریباً ۹/سال کی ہے، وہ اپنی بیٹی کا نکاح ایک ایسے شخص سے کرنا چاہتا ہے، جو اس سے بھی زیادہ فاسق وفاجر ہے، جب اس شخص کے بھائیوں کو علم ہوتا ہے تو وہ اس کو تسلیم نہیں کرتے اور فیصلہ کو عدالت میں لے جاتے ہیں اور قاضی اس بچی کا نکاح ان بھائیوں کے ایک لڑکے سے کردیتا ہے اور والد اس نکاح پر راضی نہیں ہے، آیا اس طرح قاضی کا نکاح کرنا درست ہے، یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورتِ مسئولہ میں (جب کہ ایک شرابی شخص اپنی نابالغہ بچی کو اپنے ہی جیسے ایک فاسق وفاجر شرابی کے نکاح میں دینا چاہتا ہے تو) قاضی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس بچی کا نکاح اس کے کفوء میں مہر مثل، یا اس سے کچھ زیادہ میں کرادے۔ قاضی نے اس بچی کا نکاح چوں کہ اس کے چچازاد بھائی سے کردیا ہے، لہٰذا یہ نکاح درست اور منعقد ہے۔

لمافي المحيط البرهاني (٥٦/٤): (كتاب النكاح الفصل التاسع في معرفة الأولياء): وفي المنتقى قال محمد رحمه الله: إن كان للصغيرة والد أو جد لم يزوجهما القاضي، وإن كان الجد أو الأب فاسقاً ينبغي للقاضي أن يزوجهما من الكفء.

وفي الهندية (٢٩٤/١، النكاح، الباب الخامس في الأكفاء): ولو زوج ولده الصغير من غير كفء بأن زوج ابنه أمة أو ابنته عبداً أو زوج بغبن فاحش بأن زوج البنت ونقص من مهرها أو زوج ابنه وزاد على مهر امرأته جاز وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى، كذا في التبيين، وعندهما لا تجوز الزيادة والحط إلا بما يتغابن الناس فيه قال بعضهم فأما أصل النكاح فصحيح والأصح أن النكاح باطل عندهما هكذا في الكافي والصحيح قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى... والخلاف فيما إذا لم يعرف سوء اختيار الأب مجانة أو فسقا أما إذا عرف ذلك منه فالنكاح باطل إجماعا وكذا إذا

(۱) (ثم لقاض نص له عليه في منشوره). (تنوير الأبصار)

وسنذكر في مسئلة عضل الأقرب أنه تثبت الولاية فيها للقاضي وإن لم يكن في منشوره. (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ٣١٣/٢)

كان سكران لا يصح تزويجه لها إجماعا، كذا في السراج الوهاج.

وفي الشامية (٦٧/٣): قلت ومقتضى التعليل أن السكران أو المعروف بسوء الاختيار لو زوجها من كفء بمهر المثل صح لعدم الضرر المحض ومعنى قوله والظاهر من حال الصاحي أنه يتأمل أي أنه لوفور شفقته بالأبوة لا يزوج بنته من غير كفء أو بغبن فاحش إلا لمصلحة يزيد على هذا الضرر كعلمه بحسن العشرة معها وقلة الأذى ونحو ذلك وهذا مفقود في السكران وسيىء الاختيار إذا خالف لظهور عدم رأيه وسوء اختياره في ذلك. (نجم الفتاویٰ: ۵/۳۳-۳۴)

ولی اقرب بدنیتی کی وجہ سے نکاح نہ کرے تو ولایت نکاح قاضی کو حاصل ہوگا:

سوال: شیخ وزیر علی نے انتقال کیا، دولڑکی محل اولیٰ سے ایک بالغہ اور دوسری نابالغہ اور محل ثانی سے ایک لڑکی نابالغہ، زوجہ اور ایک چچازاد بھائی کو جو ہمیشہ سے علاحدہ رہتا تھا چھوڑا۔ وزیر علی نے کافی جائداد چھوڑ کر انتقال کیا ہے۔ اب لڑکی نابالغہ محل اولیٰ سے اس کی شادی درپیش ہے، جس کو تمام برادری کے لوگ چاہتے ہیں کہ لڑکی کی شادی لڑکی کے ماموں زاد بھائی سے ہو، اس لڑکی کا چچا بلا رضامندی برادری کے اپنے لڑکے سے جس کی شادی ہو چکی ہے اور بیوی موجود ہے، اس سے بسبب طمع مال کے زبردستی اپنی ولایت سے کرنا چاہتا ہے۔ قانونی ولی اس کی بہن ہے اور شرعاً چچا ہوگا۔ ایسی حالت میں بہن اس کا نکاح کرا سکتی ہے، یا نہیں؟ کیوں کہ چچا کہتا ہے کہ اگر برادری والے میرے لڑکے سے نہیں ہونے دیتے ہیں تو ہم دوسرے سے کر دیتے ہیں، حالاں کہ وہ مرد بھی شادی شدہ اور بیوی موجود ہے۔ اب حکم شریعت کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

صورت مسئولہ میں ولی قریب چچا ہے؛(۱) مگر جب وہ بدنیتی سے ایک اچھی نسبت کو پسند نہ کر کے بُری جگہ کرنا چاہتا ہے تو وہ عاضل ہے اور عضل سے ولایت منقطع ہو جاتی ہے اور ولایت قاضی کی طرف لوٹتی ہے؛ اس لیے اس کی بہن محکمۂ قضاء پھلواری شریف میں درخواست دے اور پورے واقعات کو لکھے۔ اگر قاضی پر تحقیقات کے بعد چچا کا عضل ثابت ہوگا تو وہ خود اپنی ولایت سے نکاح کی اجازت دیں گے۔ (۲) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۲/۴/۱۳۴۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۲۹۹-۳۰۰)

چچا بدخواہ ہو تو نکاح کس کی اجازت سے ہوگا:

سوال: لڑکی کا ولی لڑکی کا بدخواہ ہو تو کوئی دوسرا ولی ہو سکتا ہے؟ تفصیل یہ ہے کہ مرحوم عبدالغفور کی آٹھ سالہ لڑکی

---

(۱) (الوالي في النكاح)... (العصبة بنفسه)... (على ترتيب الإرث والحجب). (الدر المختار: ٣١١/٢)

(۲) لو لم يزوّج الأقرب زوّج القاضي عند فوت الكفء (التزويج بعضل الأقرب) أي بامتناعه عن التزويج إجماعاً، خلاصة. (الدر المختار: ٣١٥/٢-٣١٦)

ہے، اس کا چچا اس کو اور اس کی ماں کو مرحوم عبدالغفور کے ترکہ سے حصہ دینا نہیں چاہتا ہے؛ بلکہ مرحوم عبدالغفور کی بڑی لڑکی کو سسرال سے بلوا کر بہکا کر ترکہ رجسٹری سے زائل کر دیا ہے اور عبدالغفور کی دوسری بیوی اور نابالغہ لڑکی مذکور کو اپنے مکان پر ناقابل برداشت تکلیف دی، یہاں تک کہ وہ اپنی لڑکی کو لے کر میکہ چلی آئی؛ اس لیے لڑکی کی ماں چاہتی ہے کہ اس کی شادی ایسی جگہ ہو کہ اس کا ترکہ لینے میں آسانی ہو تو کیا ماموں کی ولایت سے نکاح ہو سکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں جب کہ اچھا لڑکا مل رہا ہو اور چچا اس سے نکاح کی اجازت نہ دے تو ایسی صورت میں وہ عاضل ہوگا اور حق ولایت ساقط ہوگا اور ولایت نکاح قاضی شریعت کو حاصل ہو جائے گی؛ اس لیے ایسی صورت پیش آئے تو قاضی شریعت پھلواری شریف سے اجازت طلب کی جائے تو نکاح درست ہوگا اور کسی ولی بعید کی اجازت سے نکاح درست نہ ہوگا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۰۰/۴)

حکم تولیت نکاح یتیمہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمی زید فوت ہو گیا، اس نے ایک بنت صغیرہ مسماۃ کریمہ زوجہ مسماۃ ہندہ اور ام مسمات زینب چھوڑی اور اپنے حیات میں ایک ذی علم متدین شخص وصی مقرر کیا اور صغیرہ مسماۃ کریمہ کی تزویج کو بھی اپنے وصی کے حوالے کر دیا، اب سوء اتفاق سے زندگی زوجہ ہندہ کو ایک شخص مفلس قلاش بغرض طبع اس کے جائداد کے بدراہ کر کے اس کو اس پر آمادہ کیا ہے کہ اپنا نکاح اس سے اور صغیرہ کریمہ کا نکاح اس کے بیٹے سے کر دے؛ لیکن صغیرہ کریمہ کی جدہ صحیحہ مسماۃ زینب کو اس امر سے سخت صدمہ اور الم اور ضطراب ہوتا ہے اور صغیرہ کو بھی تمام ضرر اور نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے، پس اس صورت میں جب وصی کو ولایت نکاح نہیں اور متون عند عدم العصبات ام کو ام الاب پر مقدم لکھتے ہیں؛ لیکن صاحب الدرالمختار نے ولی کی تعریف میں **مالم یکن متھتکا** کا قید بھی لگایا ہے اور مسماۃ زینب یتیمہ کریمہ کا نکاح کسی اہل علم متدین مالدار سے کر دے تو نکاح صحیح ہوگا، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ مہربانی فرما کر جواب شافی مدلل عنایت فرمادیں، جو مسئلہ واقعی اور ضروری ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ

قال فی الدر: فإن یکن عصبة فالولایة للأم ثم لأم الاب وفی القنیة عکسه، آه.

قال الشامی: أی حیث قال فیها: أم الأب أولی فی التزویج من الأم، قال فی النهر: وحکی عن خواهر

---

(۱) لولم یزوّج الأقرب زوّج القاضی عند فوت الکفء. (الدرالمختار) إذا کان للصغیرة أب امتنع عن تزویجها لاتنتقل الولایة إلی الجد بل یزوّجها القاضی. (ردالمحتار، باب الولی: ۳۱۵/۲)

زاده وعمر النسفي تقديم الأخت على الأم؛ لأنها من قوم الأب أي فيكون من اعتبر ترجيح قو م الأب يرجح الجدة للأب والأخت على الأم؛ لكن المتون على ذكر الأم عقب العصات،آه.(۱۲/۲ ۵)

قال في الدر: أباً أوجداً لم يعرف منهما سوء الاختيار مجانة وفسقا وإن عرف لم يصح النكاح إتفاقا،آه.

قال الشامي: والحاصل أن المانع هو كون الأب مشهوراً بسوء الاختيار قبل العقد فإذا لم يكن مشهوراً بذلك ثم زوج بنته من فاسق صح وإن تحقق بتلك أنه سيىء الاختيار واشتهر به عند الناس، فإن زوج بنتا أخرى من فاسق لم يصح العقد الثاني لأنه كان مشهوراً بسوء الاختيار قبله بخلاف العقد الأول لعدم وجود المانع قبله،آه.(۴۹۹/۲)

قلت: فعلى هذا لا يمكن سلب الولاية عن الأم بمجرد تهتكها، نعم لو افتى مفت في مثل تلك الحالة بتقديم أم الاب على الأم فللافتاء بذلك مجال لذهاب بعض المشائخ إلىٰ تقديم قو م الأب على الأم فلينظر والله أعلم

صورت مسئولہ میں اگر جدہ صحیحہ یتیمہ مذکورہ کا نکاح بدون اجازت ام کردے اوراس کے مصالح دینیہ ودنیویہ کی پوری طرح رعایت کرے تو جدہ صحیحہ کا کیا ہوا نکاح صحیح ہوگا اوراگر بحالت عدم بلوغ نکاح کیا جائے تو لحاظ کفواورمہر مثل ضروری ہے غیرکفو میں، یا مہر مثل سے کم میں نکاح نہ کیا جاوے۔ واللہ اعلم

۲۶ رجمادی الاولی ۱۳۴۲ھ (امدادالاحکام:۲۹۹/۳)

سوتیلا بھائی نابالغہ کے نکاح کی اجازت نہ دے تو قاضی اس کا ولی نکاح ہوگا:

سوال: زید نے مسماۃ مقیمن سے نکاح کیا اوراس سے ایک لڑکی ہندہ اورایک لڑکا اظہار عالم پیدا ہوا، بعدہ مسماۃ مقیمن مادراظہار عالم نے انتقال کیا اور بعد انتقال مقیمن کے زید نے داشتہ رکھا، جس کا نام مسماۃ مجیدن ہے اور بعد عرصہ کے مسماۃ مجیدن سے نکاح کرلیا اوراس محل ثانیہ سے چارلڑکیاں پیدا ہوئیں، اس کے بعد زید نے بھی انتقال کیا۔ بعد انتقال زید اظہار عالم نے اپنی جائداد متروکہ پدری میں داخل خارج میں صرف نام اپنا اوراپنی حقیقی بہن ہندہ کا درج کرایا اوراپنی سوتیلی ماں مسماۃ مجیدن کو پانچ روپیہ ماہانہ واسطۂ خرچ خانہ داری دیتا رہا؛ مگر نام اپنی سوتیلی ماں وسوتیلی بہنوں کا جائداد پدری میں درج نہیں کرایا۔ داخل خارج صرف بنام مسماۃ ہندہ اخت عینی وبنام اظہار عالم ہوگیا۔ اب مسماۃ مجیدن اپنی بڑی لڑکی کوجس کی عمر بارہ سال ہے اور ہنوز کوئی علامات بلوغ ظاہر نہیں ہوئے ہیں، بیاہ دینا چاہتی ہے، چناں چہ اظہار عالم سے اجازت عقد نکاح طلب کی، اس نے اجازت نہ دی اور کہا کہ دو برس کے بعد ہم شادی کردیں گے؛ لیکن مسماۃ مجیدن کا گمان ہے کہ اظہار عالم اجازت اس خیال سے نہ دیتا ہے کہ اگر ہم اجازت دیں گے اوراس بہن علاتی کی جب شادی ہوجائے گی تو بعد شادی کے اس کا شوہر میری جائداد متروکہ پدری میں

درخواست عذرداری کی نسبت داخل خارج کے دے دے گا، جس سے داخل خارج ٹوٹ جائے گا، چناں چہ مسماۃ مجیدن خود ولیہ ہوکر عقد کردینا چاہتی ہے۔ اب آپ لوگوں سے ہم لوگ مستفتی ہیں کہ اس نابالغہ کی ماں بلا اذن اخ علاتی دختر نابالغہ کی ولیہ نکاح ہوسکتی ہے، یانہیں؟ اور باوجود اخ علاتی عاقل بالغ جو ولی عصبہ ہے اور بالفعل اپنی اخت علاتی کا نکاح کرنا نہیں چاہتا ہے، ماں کی اجازت سے اس لڑکی نابالغہ کا نکاح منعقد ہوگا، یانہیں؟ اور " **النکاح إلی العصبات** " کا لحاظ ہوگا، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں بھائی " ولی عاضل " ہے؛ یعنی مناسب جوڑا میسر ہوجانے کے باوجود وہ محض اپنے ذاتی مفاد کے پیش نظر اس نکاح کو روک رہا ہے تو ایسی صورت میں اس کی ولایت باطل ہوجاتی ہے اور قول راجح کے مطابق قاضی اس لڑکی کا ولی ہوگا اور اس کی اجازت سے اس لڑکی کا نکاح ہوگا اور ایک قول کے مطابق اس ولی اقرب عاضل کے بعد جس کو ولایت حاصل ہے، اس کی اجازت سے نکاح ہوگا۔

درمختار میں ہے:

(ویثبت للأبعد) من أولیاء النسب، شرح وھبانیة، لکن فی القھستانی عن الغیاثی: لولم یزوّج الأقرب زوّج القاضی عند فوت الکفء (التزویج بعضل الأقرب) أی بامتناعه عن التزویج إجماعاً، خلاصة. (الدرالمختار: ۲/۳۱۵-۳۱۶)

اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کے لیے دیکھئے: ردالمحتار: ۲/۳۱۵-۳۱۶، فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

مجاہدالاسلام قاسمی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۱۹۷-۱۹۸)

نابالغ نکاح کا ولی نہیں ہوسکتا، اس کا کیا ہوا نکاح درست نہیں:

سوال: ایک یتیم نابالغ لڑکی کے دو چچا حقیقی سفر میں تھے، اس کی تیسرے چچا مرحوم کے لڑکے نابالغ نے اپنی چچازاد بہن کا نکاح غیر خاندان میں کردیا، نکاح سے پہلے جب ان کو خبر ہوئی تھی تو بذریعہ خط کے انکار کرچکے تھے اور اب بھی اس نکاح کو منظور نہیں کرتے۔ آیا نابالغ بموجودگی چچا کے ولی ہوسکتا ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

نابالغ کسی حال میں ولی نہیں ہوسکتا، لہٰذا نکاح مذکور صحیح نہیں ہوا، (۱) ولی اس نابالغہ کا اس صورت میں اس کا ہر ایک چچا ہے، بموجودگی چچا کے چچا کا بیٹا ولی نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۱۰۳)

---

(۱) **بشرط حریة وتکلیف. (الدرالمختار) واحترز بالحریة عن العبد، الخ، وبالتکلیف عن الصغیر، الخ، علل الزیلعی عدم الولایة لمن ذکر بأنھم لاولایة لھم علی أنفسھم فأولٰی أن لایکون لھم ولایة علی غیرھم لأن الولایة علی الغیر ذرع الولایة علی النفس.** (ردالمحتار، باب الولی: ۲/۴۲۸، ظفیر)

نابالغ لڑکی کا نکاح جو دلیوں کے ذریعہ ہوا درست ہے، دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں:

سوال: نابالغ لڑکا جس کی عمر چھ سال کی ہے اور نابالغہ لڑکی عمر پانچ سال کی ہے، ان کا نکاح پڑھا دیا گیا؛ لیکن لڑکا و لڑکی کلمہ نہیں پڑھ سکتے اور لفظ ''قبول'' اچھی طرح نہیں کہہ سکتے ہیں، اس صورت میں بعد بلوغ نکاح ثانی کی ضرورت ہے، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ وہ دونوں بچے مسلمانوں کی اولاد ہیں تو بوقت نکاح ان کو کلمہ پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ان کا ایجاب وقبول معتبر ہے؛ بلکہ ان کے اولیا کے ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہو جائے گا اور بعد بلوغ نکاح ثانی کی ضرورت نہ ہوگی، (۱) اور اگر اس وقت دونوں کے ولیوں نے ایجاب وقبول نہیں کیا، صرف بچوں سے کہلا دیا تو اب تجدید نکاح ضروری ہے۔ فقط (جب خود ولیوں نے کہلوایا تو یہ دلیل ہے کہ انہوں نے اپنی رضا کے بعد ایسا کیا، یا ان کے حکم سے کیا، یا اجازت سے اور ولی کا اس قدر کہنا ایجاب وقبول میں کافی ہے؛ اس لیے ہمارے ملک میں رواج یہ ہے کہ بچی کے والد قاضی سے کہتے ہیں: میری لڑکی کا ان کے اس لڑکے سے نکاح کر دیجئے۔ لڑکے کا باپ بچے سے کہتا ہے: بیٹا کہہ میں نے قبول کیا اور وہ خود مجمع کے سامنے کہتا ہے۔ واللہ اعلم۔ ظفیر) (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۹۹/۸-۱۰۰)

صرف نابالغ کے ایجاب وقبول سے نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال (۱) نابالغ کے اور لڑکی سے ایجاب وقبول کرانے سے نکاح صحیح ہوتا ہے، یا نہیں؟

اس صورت میں کیا حکم ہے:

(۲) یہاں دستور ہے کہ نکاح خواں نابالغ کے باپ، یا اور کسی ولی سے اجازت لے کر دو گواہوں کے ساتھ نابالغہ دولہن کے پاس آتے ہیں اور اس کو کلمہ پڑھا کر کہتے ہیں کہ تمہارا نکاح بعوض ۸ر مہر کے فلاں کے لڑکے مسمی فلاں سے ہوتا ہے، تم نے قبول کیا، کہو: ہاں قبول کیا، اسی طرح لڑکے سے کہلاتے ہیں، غرض دونوں جانب قبولیت ہوتی ہے، ایجاب کا پتہ نہیں۔ کیا شرعاً یہ نکاح صحیح ہو جاتا ہے؟ شرعاً جو طریقہ نکاح مسنون کا ہو تحریر فرمائیں۔

نابالغ کا ولی غیر سے ایجاب وقبول کرا دے تو کیا حکم ہے:

(۳) اگر ولی خطبہ پڑھنے، یا صرف ایجاب وقبول کرنے پر قادر نہ ہو بوجہ شرم کے تو ایک غیر سے ایجاب وقبول کرانا کیسا ہے؟

---

(۱) (وللولي) ...(إنكاح الصغير والصغيرة) جبراً (ولو ثيباً) ... (ولزم النكاح ولو بغبن فاحش).(الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۱۷/۲، ظفير)

الجواب

(۱) نابالغوں کے ایجاب وقبول کو اگر ولی نے جائز رکھا تو نکاح صحیح ہوگیا۔

(۲) جب کہ نکاح خواں نے ولی نے کی اجازت سے ایسا کیا تو یہ نکاح صحیح ہوگیا اور ان دونوں طرف کے کلام میں سے پہلا ایجاب اور دوسرا قبول سمجھا جائے گا اور اصل تو یہ ہے کہ نابالغ سے ایجاب وقبول کرانے کی ضرورت ہی نہیں ہے، ان کا ولی، یا جس کو ولی اجازت دیئے، ایجاب وقبول کرلیوے۔

(۳) اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷۹/۸)

نابالغ کا ولی ایجاب وقبول کے بعد مرجائے تو کیا حکم ہے:

سوال: زید نے اپنے پسر نابالغ کے لیے ایک دختر نابالغہ عقد نکاح میں قبول کی زید کا پسر نابالغ ہی تھا کہ زید مرگیا اور ولایت وقبولیت نکاح کسی ولی دیگر نہیں دے گیا تو شرعا کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر زید نے اپنی حیات میں اپنے نابالغ پسر کا نکاح جو کہ نابالغہ لڑکی کے ولی کی ولایت سے ہوا تھا، قبول کرلیا تھا اور ایجاب وقبول نکاح کا باقاعدہ شاہدین کی روبرو ہوگیا تھا تو وہ نکاح منعقد ہوگیا کہ کیوں کہ نابالغوں کی طرف سے ان کا ولی ہی ایجاب وقبول کرتا ہے؛ یعنی مرجانے کے بعد نکاح میں خلل نہیں ہوا، نکاح ہوچکا تھا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۰/۸)

نابالغہ کے لیے کی اجازت کافی ہے، مجلس میں اس کی موجودگی ضروری نہیں:

سوال: ایک نکاح میں یہ صورت کہ لڑکی کا باپ بارات میں نہیں آیا اور نکاح لڑکے کے مکان پر ہوا، قاضی لڑکی کے باپ سے اجازت لے کر آیا، تب نکاح پڑھایا گیا تو یہ نکاح درست ہوا، یا نہیں؟

الجواب

اگر دختر کا باپ اس نکاح ہونے کے بعد اس نکاح سے راضی رہا اور اجازت دے دی تو نکاح صحیح ہوگیا۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۱/۸)

قاضی نے صرف نابالغ لڑکے سے قبول کرایا تو نکاح ہوا، یا نہیں:

سوال: ایک شخص نے اپنی لڑکی نکاح پڑھنے کے واسطے قاضی کو اجازت دی، قاضی نے صرف لڑکے سے جو نابالغ ہے، قبول کرایا، حالاں کہ اس کا باپ بھی مجلس میں موجود تھا، نہ اس سے قاضی نے کچھ کہا اور نہ بولا، اس صورت میں نکاح منعقد ہوا، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ لڑکے کا باپ اس نکاح سے راضی تھا اور لڑکے کے قبول کرنے کو اس نے جائز رکھا تو نکاح منعقد ہوگیا؛

کیوں کہ نکاح ان تصرفات میں سے ہے کہ صبی (بچہ) ممیّز (تمیز دار) اپنے ولی کی اجازت سے ان کو کرسکتا ہے۔

فی الدرالمختار: (...وماتردد) من العقود (بين نفع وضرر كالبيع والشراء توقف على الإذن) ... (فإن أذن لهما الولي فهما في شراء وبيع كعبد مأذون،الخ. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۴۳-۴۴)

نابالغہ کی شادی اس کی مرضی کے بغیر ولی نے کردی تو وہ جائز ہے:

سوال: ایک لڑکی بعمر دس سالہ کا نکاح اس کے بھائی نے بلا رضامندی نابالغہ لڑکے چھ سالہ کے ساتھ کردیا۔ اس وقت سے اب تک وہ لڑکی ناراض ہے اور وہ اپنے شوہر کے گھر نہیں جاتی، اب اس لڑکی کی عمر پندرہ سال کی ہے اور لڑکے کی عمر دس سال کی ہے، آیا اس لڑکی کا نکاح بلا طلاق دوسری جگہ پڑھا سکتے ہیں، یا نہیں؟ اس لڑکی مذکورہ کے تین بھائی ہیں، ان میں سے دو بھائی پہلے بھی ناراض تھے اور اب بھی وہ ناراض ہیں۔

الجواب______________

اگر بھائیوں کے سوا اور کوئی ولی اقرب اس لڑکی نابالغہ کا نہ تھا تو جس بھائی نے نکاح اس کا اپنی ولایت سے کفو میں کردیا، وہ صحیح ہوگیا، (۲) نابالغہ کی ناراضی شرع میں معتبر نہیں ہے، (۳) اور جب تک شوہر بالغ نہ ہو، اس کی طلاق بھی واقع نہ ہوگی اور بدون طلاق کے دوسرا نکاح اس لڑکی کا صحیح نہ ہوگا۔ (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۸۴)

ولی کی اجازت سے نابالغ کا ایجاب وقبول:

سوال: جب کہ لڑکا لڑکی نابالغ ہیں تو ولی ایجاب وقبول کرسکتا ہے، یا نہیں؟ یا یہ خود ایجاب وقبول کرسکتے ہیں، یا نہیں، جب کہ ان کو معلوم ہو کہ نکاح کے فوائد کیا ہیں؟

الجواب______________ حامداً ومصلیاً

یہ بھی درست ہے کہ ولی نابالغ لڑکے لڑکی کے لیے ایجاب قبول کرلے اور یہ بھی درست ہے کہ ولی کی جازت سے نابالغ ایجاب وقبول کرلے۔ (کذا فی الشامی: ۲/۳۱۴) (۵) واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۲/۷ ۱۳۸ھ۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۵۰۱)

---

(۱) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب المأذون: ۵/۱۵۰، ظفير

(۲) ولو زوجها الأقرب حيث هو جاز النكاح (وفيه قبله) ولو زوجها وليان مستويان قدم السابق. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۲/۴۳۲-۴۳۳، ظفير)

(۳) وهي نوعان: ولاية ندب على المكلفة وولاية إجبار على الصغيرة، الخ، وهو أي الولي شرط صحة نكاح صغير ومجنون، الخ. (الدرالمختار، باب الولي: ۲/۴۰۷، ظفير)

(۴) وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدته ...لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا. (ردالمحتار، باب المهر: ۲/۴۸۲، ظفير)

(۵) نعم لو كان لها أب أو جد، زوجت نفسها، كذلک توقف؛ لأن له مجيزا وقت العقد؛ لأن الأب والجد يملكان العقد بذلک والصغير كالصغيرة". (ردالمحتار: ۳/۸۰، كتاب النكاح، باب الولي، مطلب: لايصح تولية الصغير، سعيد)==

نابالغ کا نکاح باپ کی اجازت سے ہوا؛ مگر قبول صرف نابالغ نے کیا تو کیا حکم ہے:

سوال: زید اپنے بیٹے کی عمر بارات کی تیاری کر کے مع عمر خالد کے مکان پر گیا، تمام لوگوں کو مجلس نکاح میں جمع کیا اور ملا کو یہ کہا کہ میرے بیٹے عمر کا نکاح خالد کی لڑکی سے کر دو۔ ملا نے باجازت زید نکاح عمر کا کر دیا اور زید وقت ایجاب وقبول کے موجود تھا؛ مگر قبول عمر نابالغ غیر عاقل نے کیا، بموجودگی اپنے باپ زید کے، کیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

نکاح شرعاً صحیح ہے؛ کیوں کہ باپ کی رضا واجازت دلالۃً معلوم ہے۔

في الدر المختار: ويثبت الإذن دلالةً. (۱)

وفيه أيضا: وما تردد من العقود بين نفع وضرر كالبيع والشراء توقف على الإذن، الخ، فإن أذن لهما الولي فهما في شراء وبيع كعبد مأذون في كل أحكامه.

وفيه: ولا يتزوج إلا بإذن، الخ. (من كتاب المأذون) (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۸۶-۸۷)

نابالغہ کا نکاح بلا مرضی ولی درست نہیں، ہاں بالغہ اپنی مرضی سے کر سکتی ہے:

سوال: ایک لڑکی کی عمر تیرہ، یا چودہ سال ہے، اس کا باپ، دادا، تایا حیات ہیں، دادا تایا نے مشورہ کر کے لڑکی کا نکاح خفیہ کر دیا اور پہلے لڑکی کے باپ نے دوسری جگہ نسبت کر دی تھی، آیا بلا اجازت باپ کے یہ نکاح صحیح ہو سکتا ہے؟

الجواب

اگر لڑکی بالغہ ہے، مثلاً اس کو حیض آ گیا ہے تو خود لڑکی کی اجازت ورضا سے اس کا دادا، یا تایا وغیرہ نکاح اس کا کر سکتے ہیں اور نکاح صحیح ہے اور اگر لڑکی نابالغہ ہے، جیسا کہ اس کی عمر سے ظاہر ہے تو بدون اس کے باپ کی اجازت کے دادا اور تایا نکاح بموجودگی باپ کے نہیں کر سکتے اور وہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر وہ جائز رکھے تو صحیح ہوگا اور اگر انکار کرے تو باطل ہوگا، (۳) اور لڑکی کے بالغہ ہونے کی علامت اول تو حیض وغیرہ علامات کا ظاہر ہونا ہے، اگر کوئی ایسی علامت موجود نہ ہو تو پندرہ برس کی عمر میں بالغہ شمار ہوتی ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۱۰۰)

== "الصبي إذا تزوج، يتوقف على اجازه الولي في حالة الصغر". (فتح القدير: ۳/۳۰۹، كتاب النكاح، فصل في الوكالة بالنكاح، مصطفى البابي الحلبي مصر)

"لولي الصغير والصغيرة أن ينكحهما وإن لم يرضا بذلك، سواء كانت بكرا أو ثيبا". (الفتاوى العالمكيرية: ۲/۲۸۵، كتاب النكاح، الباب الرابع، رشيديه)

(۱) الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب الماذون، ص: ۱۲۵، ظفير

(۲) الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب المأذون: ۵/۱۴۰-۱۵۱، ظفير

(۳) فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته. (الدر المختار) فلا يكون سكوته إجازة لنكاح الأبعد وإن كان حاضرا في مجلس العقد ما لم يرض صريحا أو دلالةً. (ردالمحتار، باب الولي: ۲/۴۳۲-۴۳۳، ظفير)

ولی کی اجازت کے بغیر نابالغہ کا نکاح ماموں کردے اور خلوت بھی ہوجائے تو کیا حکم ہے:

سوال: لڑکی نابالغہ کا نکاح اوس کا ماموں بلا اجازت علاتی بھائی اور باپ کے چچا کے کردیوے تو احناف کے نزدیک وہ نکاح درست ہوگا، یا نہیں؟ اگر درست نہیں ہوا تو اس سے طلاق لینے کی ضرورت ہے، یا نہیں؟ کیوں کہ لڑکی اس کے مکان پر گئی اور خلوۃ صحیحہ بھی ہوچکی ہے اور مہر لازم ہوگا، یا نہیں؟ اور عورت پر عدت ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

احناف کا مذہب یہ ہے کہ ولی اقرب کی موجودگی میں اگر ولی ابعد نابالغہ کا نکاح کردے تو وہ نکاح صحیح ہوگیا ہے اور اگر اوس نے اس کو رد کردیا تو وہ نکاح باطل ہوگیا ہے،(۱) پس بصورت اجازت کے بدون اس کی طلاق کے وہ نکاح فسخ نہ ہوگا اور طلاق کے بعد عدت لازم ہوگی اور مہر لازم ہے اور اگر اس نے باطل کردیا تھا اور انکار کردیا تھا تو وہ نکاح باطل ہوگیا، اس صورت میں طلاق کی ضرورت نہیں ہے؛ مگر بوجہ موطوءۂ بالشبہ کے تحت میں آنے کے عدت لازم ہوگی اور مہر مثل دینا ہوگا۔(درمختار وغیرہ) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۳۲/۸-۱۳۳)

نابالغہ کا نکاح طوائف کے یہاں کردیا، حکم کیا کرے:

سوال: ایک شخص نے اپنی لڑکی نابالغہ کا نکاح کچھ روپیہ لے کر ایک طوائف کے یہاں کردیا، وہ خود بھی گروہ طوائف سے تھا، اب فوت ہوگیا ہے۔لڑکی اس وقت سوتیلی والدہ اور سوتیلے والد کے قبضہ میں ہے، وہ گروہ طوائف سے نہیں ہے اور سسرال جانا نہیں چاہتی؛ اس لیے اس نے تنسیخ نکاح کا دعویٰ عدالت میں کیا ہے، مجسٹریٹ صاحب کے ایما سے ہر دو فریق نے اس دعویٰ میں مجھ پر حصر کیا ہے کہ جو فیصلہ میں کروں، مجھ کو منظور ہوگا، میں اس میں کیا فیصلہ کروں؟

الجواب

لڑکی بعد بالغہ ہونے کے اس نکاح کو فسخ کراسکتی ہے، لہٰذا آپ بوجہ حکم مسلم فریقین ہونے کے ان میں تفریق کرادیں۔
درمختار میں ہے:(وَلَزِمَ النِّكَاحُ وَلَوْ بِغَبْنٍ فَاحِشٍ) بِنَقْصِ مَهْرِهَا وَزِيَادَةِ مَهْرِهِ (أَوْ) زَوَّجَهَا (بِغَيْرِ كُفُءٍ إِنْ كَانَ الْوَلِيُّ) الْمُزَوِّجُ بِنَفْسِهِ بِغَبْنٍ (أَبًا أَوْ جَدًّا) وَكَذَا الْمَوْلَى وَابْنُ الْمَجْنُونَةِ (لَمْ يُعْرَفْ مِنْهُمَا سُوءُ الِاخْتِيَارِ) مَجَانَةً وَفِسْقًا (وَإِنْ عُرِفَ لَا) يَصِحُّ النِّكَاحُ اتِّفَاقًا،انتهىٰ ملخصا.
وفی الشامی: ثُمَّ اعْلَمْ أَنَّ مَا مَرَّ عَنِ النَّوَازِلِ مِنْ أَنَّ النِّكَاحَ بَاطِلٌ مَعْنَاهُ أَنَّهُ سَيَبْطُلُ كَمَا فِي الذَّخِيرَةِ، لِأَنَّ الْمَسْأَلَةَ مَفْرُوضَةٌ فِيمَا إِذَا لَمْ تَرْضَ الْبِنْتُ بَعْدَمَا كَبِرَتْ كَمَا صَرَّحَ بِهِ فِي الْخَانِيَّةِ وَالذَّخِيرَةِ وَغَيْرِهِمَا.(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۳۱/۸-۱۳۲)

(۱) فلوزوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته.(الدرالمختار على هامش ردالمحتار،باب الولي:۴۳۲/۲،ظفير)
(۲) ردالمحتار باب الولي:۴۱۸/۲-۴۱۹،ظفير

نابالغہ کا نکاح جس ولی نے پہلے کیا، وہ درست اور بعد والا باطل ہے:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ کے دو ولی مساوی ہیں اور اس لڑکی سے دو شخص نے نکاح کا دعوی کیا اور ہر ایک نے اپنی سند ایک ایک ولی کی طرف سے پہونچائی اور اولیا نے بھی اقرار کیا اور درحقیقت جس شخص کا نکاح بعد میں ہوا تھا، اس نے کسی طرح سے عدالت میں اپنے نکاح کو پہلے ہونا ثابت کر دیا اور لڑکی بھی بعد بلوغ اسی کے ساتھ رضامند ہے تو اب وہ لڑکی زوج اول کو ملنی چاہیے، یا زوج ثانی کو؟

الجواب

درمختار میں ہے:

ولو زوجها وليان مستويان قدم السابق.(۱)

پس جس ولی نے پہلے نکاح کیا، وہ صحیح ہوا اور وہ لڑکی زوجہ شوہر اول کی ہے، اسی کو ملنی چاہیے اور جس نے بعد میں نکاح کیا، وہ باطل ہے، جب تک شوہر اول بالغ ہو کر طلاق نہ دیوے، اس وقت تک دوسرے شخص سے نکاح صحیح نہ ہوگا فقط (غلط طور پر پہل ثابت کرنے سے حکم نہیں بدلتا۔ظفیر) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۵/۸۔۱۴۶)

نابالغی کی حالت کا انکار معتبر نہیں:

سوال: جولائی سن ۱۹۱۷ء میں ہندہ پیدا ہوئی، اس کا باپ کچھ دنوں بعد فوت ہو گیا، مارچ ۱۹۲۹ء میں ہندہ کے چچا نے اپنی حق ولایت کی بنا پر اس کا نکاح اپنے بیٹے زید سے بعمر (۷) سال کر دیا؛ مگر رسم نکاح کی ادائیگی کے وقت ہندہ برابر کہتی رہی کہ میں اس نکاح پر راضی نہیں ہوں، میرے چچا مجھے ذبح کر رہے ہیں، میں ہرگز یہ نکاح قبول نہیں کرتی۔ادھر ولی نے ایجاب وقبول کے سب مراحل ومراسم طے کر دیئے، ادھر ہندہ اپنی نفرت وناراضی کا اظہار کرتی رہی اور جہاں تک معلوم ہے کہ آج تک زید وہندہ میں باوجود ایک گھر میں رہنے سہنے کے کوئی تعلق، یا برتاؤ زن وشوہر کا عمل میں نہیں آیا؛ بلکہ ہندہ زید کی صورت سے سخت متنفر اور بیزار رہتی ہے، اگست ۱۹۳۵ء میں ایک ناگوار واقعہ اور پیش آیا کہ ہندہ کے بطن سے ایک بیٹی پیدا ہوئی، جس کی بابت ہندہ نے نہایت صفائی سے کہہ دیا کہ یہ لڑکی زید کی نہیں ہے۔ ہمدردان ہندہ اب تک اس امید میں تھے کہ شاید امتداد زمانہ سے ہندہ اس تعلق پر کسی طرح راضی ہو جائے؛ مگر ہنوز روز اول ہے۔مجبوراً اب انہوں نے باب شریعت پر دستک دی ہے اور اس کا سوال ہے کہ کیا از روئے شرعی ہندہ اس نکاح کی پابند ہے؟ اور کیا ہندہ بغیر طلاق کیے ہوئے دوسرے نکاح کی مجاز مختار ہے؟ اور کیا وہ نکاح شرعاً صحیح وجائز ہوگا؟

(المستفتی: ۲۶۳۱، محمد یوسف اعظمی، اعظم گڑھ، ۳/ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۰/ جولائی ۱۹۴۰ء)

(۱) الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۳۲/۲، ظفیر

الجواب

سوال سے ثابت ہے کہ ہندہ نکاح کے وقت بارہ سال کی تھی اور نابالغہ تھی اور نکاح چچا نے اپنی ولیت سے کیا تھا، لہٰذا نکاح صحیح ہوگیا تھا،(۱) اس وقت کا انکار ہندہ کا معتبر نہ تھا۔

پھر یہ ثابت نہیں کہ اس نے خیار بلوغ کے ماتحت اپنا نکاح فسخ کرایا، پس وہ ابھی شوہر کے نکاح میں ہے؛ اس لیے جب تک شوہر سے طلاق نہ لے، یا کوئی مسلمان حاکم ایکٹ نمبر ۸ سن ۱۹۳۹ء کے ماتحت اس کا نکاح فسخ نہ کردے، دوسرا نکاح نہیں کرسکتی، اگر کرلے گی تو ناجائز ہوگا۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۵/۹۱-۹۲)

مسلمان کنندہ کے ولایت سے نابالغہ نومسلمہ کے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ مسماۃ عیدیا جس کی عمر اس وقت میں ۱۱/سال کی ہے، چمار کی لڑکی تھی، اس کی ماں مسماۃ جھنکوریا نے بلا معاوضہ مسماۃ نصیباً کو (جو پیشتر قوم کی ڈھمیر تھی اور قریب ۱۵/سال ہوئے کہ مسلمان ہوگئی تھی) جبکہ مسماۃ عیدیا ۴/ماہ کی تھی نصیباً کو دے دیا، مسماۃ نصیباً نے ۴/ماہ کی عمر مسماۃ عیدیا لڑکی کو مسلمان کرایا، اب مسماۃ عیدیا ۱۱/سال کی ہے، ۹/سال کی عمر میں نکاح برضامندی اپنے شوہر مسمی کریم کی اجازت سے زید کے نکاح میں دے دی گئی تو ایسی حالت میں نکاح جائز ہے، یا نہیں، یا پھر دوبارہ مسلمان ہوکر نکاح ہونا چاہیے؟ بینوا توجروا۔

تنقیح:

(۱) یہ نکاح مسماۃ عیدیا کے مسلمان ہونے کے بعد ہوا، یا مسلمان ہونے سے پہلے۔

(۲) اس وقت مسماۃ عیدیا بالغ تھی، یا نابالغ؟ کیوں کہ بعض لڑکیاں نو سال کی عمر میں بھی بالغ ہوجاتی ہیں، جس کی علامت حیض کا آنا ہے۔

(۳) اگر مسماۃ عیدیا نکاح کے وقت بالغ تھی تو اس نے اپنی زبان سے نکاح کی اجازت دی تھی، یا نہیں؟ ان تنقیحات کے جواب کے بعد حکم نکاح بتلایا جائے گا، جواب کے ساتھ یہ دونوں پرچے بھی بجنسہ واپس ہوں۔ فقط

۳۰/محرم ۱۳۴۵ھ

جواب تنقیحات:

(۱) مسماۃ عیدیا ۴/ماہ کی عمر میں مسلمان ہوئی تھی اور اسی مسلمانی کی حالت میں جب عمر ۹/سال ہوئی تو نکاح کیا گیا۔

---

(۱) وللولي إنكاح الصغير والصغيرة. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/۶۵، سعيد)

(۲) لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث في المحرمات: ۱/۲۸۰، ماجدية)

(۲)　مسماۃ عیدیا اس وقت میں نابالغ تھی، کوئی علامت سن بلوغ کی نہیں تھی (یعنی نکاح کے وقت وہ بالغ نہ تھی)۔

(۳)　مسماۃ عیدیا اس وقت میں؛ یعنی نکاح کے وقت نابالغ تھی، اگر بالغ ہوتی تو اجازت دیتی، نابالغی کی صورت میں تعلقات زوجین اور زناشوئی کے معاملات سے قطعاً ناواقف تھی، اجازت دینا کیا؟

الجواب

مسماۃ عیدیا کا نکاح جو بحالت نابالغی مسمی زید سے ہوتا تھا، وہ نکاح شرعاً درست نہیں ہوا؛ کیوں کہ اس وقت مسماۃ عیدیا نابالغ تھی اور مسماۃ نصیباً، یا اس کا شوہر کریم بخش شرعاً اس کے ولی نہیں تھے تو یہ نکاح صغیرہ بدون ولی ہوا اور نکاح صغیر بدون ولی کے باطل ہے، لہذا یہ نکاح باطل ہوا اور جب تک مسماۃ عیدیا بالغ نہ ہو جائے، اس وقت تک اس کا نکاح کسی کی ولایت سے نہیں ہوسکتا؛ إلا بولایة القاضي والي هو في بلادنا.

قال في الدر: (ولاینفذ للملتقط علیه نکاح وبیع و) کذا (إجارة) في الأصح [لأن الولایة علیه في ماله ونفسه للسلطان] لأن السلطان ولي من لا ولي له، آه.

قال الشامي (قوله: ولا ینفذ للملتقط علیه نکاح) لأنه یعتمد الولایة من القرابة والملک والسلطنة ولا وجود لواحد منها، نهر. (۴۹۰/۳)(۱)

بعد بلوغ کے مسماۃ عیدیا کی صریح رضا وصریح اجازت سے اس کا نکاح دوبارہ کیا جائے، خواہ مسمیٰ زید ہی سے، یا جس کے ساتھ مسماۃ مذکور راضی ہو اور بلوغ کے بعد بھی اس کا سکوت قبل نکاح اذن نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

۷/صفر ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام: ۲۹۵/۳)

اگر کسی لڑکی کے بلوغ اور عدم بلوغ پر شبہ ہو تو اس کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر غیر ولی کرسکتا ہے:

سوال:　مسماۃ فاطمہ کو جس کی عمر میں اختلاف ہے، اس کا چچا کہتا ہے کہ وہ نابالغ ہے اور بظاہر وہ لڑکی بالغ معلوم ہوتی ہے اور اس کی منگنی بھی اس کے باپ نے اپنی زندگی میں کردی تھی، اس کا بہنوئی زید چچا کے گھر سے اپنے گھر لے گیا اور اپنے بھائی کے ساتھ بلا اجازت فاطمہ چچا کے نکاح نکاح کردیا، لڑکی یہ کہتی ہے کہ میں نے یہ نکاح اپنی رضامندی سے کیا ہے۔

(۱)　شرعاً یہ نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟

(۲)　بصورت صحت اس کے خاوند سے طلاق دلوا کر پہلی منگنی والے کی طرف رد کی جائے، یا اسی نکاح پر قائم رکھی جائے اور اختیار تجدید نکاح کی جاوے، یا نہیں؟

(۳)　پہلی منگنی والے کو اس کا تمام خرچ واپس دلوایا جائے گا، یا نہ؟ اور اگر لڑکی کو جو زیور وغیرہ تقریب منگنی میں دیا گیا تھا، وہی دلوایا جائے گا۔

---

(۱)　الدر المختار مع رد المحتار، کتاب اللقیط: ۲۷۴/٤، دار الفکر بیروت، انیس

(۴) صورت مذکورہ میں یہ چند خرابیاں معلوم ہوتی ہیں۔

(۱) فاطمہ کو دھوکہ سے لے جا کر نکاح کر دینا۔

(۲) باپ کی منگنی کے بعد دوسری جگہ نکاح کر دینا۔

(۳) ولایت اب کو بے وقعت جان کر بغیر اجازت ولی کے نکاح کر دینا۔

(۴) منکوحہ کا وقاحت اور بے شرمی پر اجرت کرنا، سوان خرابیوں کا مرتکب صرف زید کے بھائی اور زید کو قرار دیا جائے گا اور ان پر کیا سزا جاری ہوگی۔

الجواب

اگر لڑکی بوقت نکاح نابالغہ تھی تو یہ نکاح ولی کی اجازت پر موقوف تھا، جب ولی نے خبر نکاح سن کر اس کو در کر دیا تو باطل ہوگیا۔

قال في الدر المختار: (هو) أي الولي (شرط) صحة (نكاح صغير ومجنون ورقيق) لا مكلفة. (۱)

اور اگر بوقت نکاح لڑکی بالغہ تھی تو نکاح صحیح ہوگیا، البتہ اگر نکاح غیر کفو میں، یا مہر مثل سے کم پر کیا گیا ہو تو لڑکی کے اولیا چچا وغیرہ کو اس وقت تک نکاح فسخ کرنے کا حق رہے گا، جب اس سے اولاد پیدا نہ ہو جائے

كما في الدر المختار: (فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا) رضا (ولي) ... (وله) أي للولي (إذا كان عصبة) إلى قوله (الاعتراض في غير الكفء) ... (مالم) ... (تلد منه). (۲)

(۲) اگر نکاح بوجہ مذکور صحیح نہیں ہوا تو اس شخص سے علاحدہ کرنا فرض ہے اور پھر اختیار ہے کہ جس سے چاہے نکاح کرے اور اگر لڑکی اسی سے نکاح کرنے پر راضی ہے تو اسی سے تجدید نکاح باضابطہ کرنا ضروری ہے اور اگر بوجہ مذکور نکاح ہوگیا تو اب تجدید کی حاجت نہیں۔

(۳) پہلی منگنی والے کو کوئی کسی قسم کا خرچ کسی سے دلوانے کا حق نہیں، اس نے اپنی خوشی سے فضول خرچ کیا، اس کا وہی ذمہ دار ہے۔

(۴) اگر لڑکی نابالغ تھی تو دھوکہ دینے کا، نیز جائز طور پر شرع نکاح کا نام کر کے اپنے گھر میں رکھنے کا سخت گناہ ان دھوکہ دینے والوں کو ہوگا اور اگر نکاح پڑھنے والے اور شاہدین کو بھی اس دھوکہ کے واقعہ کا علم ہو تو ان کو گناہ اعانت معصیت کا ہوگا، **لقوله ﴿ولا تعاونوا على الاثم والعدوان﴾** (۳) اور اگر لڑکی بوقت نکاح بالغہ تھی تو وقاحت و بے شرمی پر جرأت کرنے سے، نیز بلا اذن نکاح کرنے سے یہ لڑکی گناہ گار ہوئی، نکاح کرنے والے اور پڑھنے والے

(۱) الدر المختار، باب الولي: ۵۵/۳، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) الدر المختار، باب الولي: ۵۵/۳-۵۶، دار الفكر بيروت، انيس

(۳) سورة المائدة: ۲، انيس

اورشاہدین کو پہلی قسم کے شاید گناہ سے بری ہوگئے، البتہ وقاحت وبے شرمی پرلڑکی کی امداد کرنے سے ان کوبھی یہ کہا جاتا ہے کہ ان کو ایسا کرنا نہ چاہیے تھا اور اگرلڑکی کو انھوں نے کوئی فریب، یا دھوکہ دیا ہے، اس کا گناہ اس کے سرعلاحدہ ہے۔ (امدادالمفتین:۲/۴۴۴)

ربیبہ کے نکاح کی ولایت:

سوال: خالد نے ایک ایسی عورت سے نکاح کیا ہے، جو اپنے ساتھ ایک نابالغہ لڑکی لائی، جو پہلے شوہر سے ہے۔ اب خالد نے اس نابالغہ صغیرہ کا نکاح کردیا ہے تو بالغ ہونے کے بعد اس لڑکی کو فسخ نکاح کا حق ہے، یا نہیں؟ اگر نابالغہ تو ہے؛ لیکن صغیرہ نہیں ہے، ہوشیار ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

خالد کو اپنی اس بیوی کی نابالغہ لڑکی پر ولایت حاصل نہیں، جو کہ اس کے پہلے شوہر سے ہے۔

"ولو كان الصغير والصغيرة في حجر رجل يعولهما كالملتقط ونحوه، فإنه لا يملك تزويجهما، كذا في فتاوىٰ قاضي خان". (عالمگیری:۲/۲۹۲)(۱)

لہٰذا لڑکی بالغہ ہونے پر اگر اس سے ناخوشی ظاہر کردے اور کہہ دے کہ مجھے یہ منظور نہیں تو اس نکاح کا کوئی اثر باقی نہیں رہے گا؛ بلکہ کالعدم ہوجائے گا اور اس کے لیے عدالت، یا پنچایت کی بھی ضرورت نہیں ہوگی۔ (۲) واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۹/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۱۳۸۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۴۸۸)

ولی کو نابالغ کی منکوحہ کو طلاق دینے کا اختیار نہیں:

سوال: نابالغ کے ولی کو طلاق دینے کا اختیار ہے، یا نہیں؟

(المستفتی:۲۷۰۲، منشی عبداللطیف (ضلع جسر بنگال) ۲۰/محرم ۱۳۵۳ھ مطابق ۵/مئی ۱۹۳۴ء)

الجواب ــــــــــــــــــــ

حنفیہ کے نزدیک نابالغ کے ولی کو یہ حق واختیار نہیں کہ نابالغ کی منکوحہ کو طلاق دے دے۔ (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی:۵/۶۸)

---

(۱) الفتاوىٰ العالمگرية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۱/ ۲۸۴، رشيدية

(۲) "(لهما) أي لصغير وصغيرة وملحق بهما (خيار الفسخ) ولو بعد الدخول (بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده) لقصور الشفقة". (الدرالمختار: ۳/ ۶۹، باب الولي، سعيد)

(۳) (قوله: وأهله زوج عاقل، الخ) احترز بالزوج عن سيد العبد، ووالده الصغير. (ردالمحتار، كتاب الطلاق: ۳/ ۲۳۰، سعيد)

شوہر بالغ ہونے کے بعد شرابی اور ڈاکو بن گیا تو نکاح کے فسخ کی کیا صورت ہے:

سوال: ایک بالکل ہی کمسن اور نابالغ لڑکی کا نکاح اس کے باپ نے ایک نابالغ لڑکے سے کردیا، جو بالغ ہونے کے بعد چور، ڈاکو اور شرابی کبابی بن گیا اور انہیں جرائم کی وجہ سے اکثر و بیشتر جیل میں سزا کاٹتا رہتا ہے اور قلیل آمدنی تو درکنار چوری اور ڈکیتی کی آمدنی سے بھی اپنی منکوحہ کو نان نفقہ نہیں دے سکتا اور نہ اس کے سکنی کا انتظام کرسکتا ہے۔ یہ لڑکی جب سن شعور کو پہنچی تو اس نے اسی وقت سے اس شوہر کی زوجیت کو قبول کرنے سے نفرت کا اظہار؛ بلکہ انکار شروع کردیا تھا۔ نیز جب وہ شرعی قاعدہ کی مطابق ہوئی، اس وقت بھی اس نے اس کی زوجیت میں رہنے اور اس کو قبول کرنے سے صاف انکار کردیا اور اب بھی وہ یہ چاہتی ہے کہ اس شوہر سے چھٹکارا حاصل ہوجائے۔

سوال یہ ہے:

(۱) کیا اس لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد انکار سے یہ نکاح شرعی طور پر غیر معتبر اور فسخ سمجھا جائے گا، یا نہیں؟

(۲) اور اگر یہ نکاح منعقد ہو ہی گیا ہے تو اس سے نجات حاصل کرنے کی کیا صورت شرعی ہوسکتی ہے؟

(المستفتی: ۲۶۷۳، آدم عیسیٰ صاحب ہادی منزل (دیو بند) ۱۹/ جمادی الاول ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۶/ جون ۱۹۴۱ء)

الجواب

اگر اس لڑکی کا باپ نے غیرتی، یا سفاہت میں معروف و مشہور ہے تو یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا۔

وإن عرف (أى سوء الاختيار من الأب والجد) لا يصحّ النكاح اتفاقًا. (الدر المختار)(۱)

اگر باپ ان امور مذکورہ میں معروف نہ تھا اور اسے زوج کے خاندان کے فسق و فجور کی اطلاع نہ تھی اور اس نے اس کو مناسب سمجھ کر نکاح کردیا تو یہ نکاح مسلمان حاکم کی عدالت سے فسخ کرایا جاسکتا ہے۔

رجل زوج ابنته الصغيرة من رجل، على ظن أنه صالح لا يشرب الخمر، فوجده الأب شريباً مدمنًا وكبرت الابنة فقالت: لا ارضى بالنكاح إن لم يعرف أبوها بشرب الخمر وغلبة بيته الصالحون فالنكاح باطل أى يبطل وهذه المسئلة بالاتفاق، كذا فى الذخيرة. (الفتاویٰ العالمكيرية)(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۹۲/۵)

☆☆☆

(۱) الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولى: ٦٧/٣، سعيد

(۲) الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الخامس فى الاكفاء: ٢٩١/١، ماجدية

ولایت اقرب کے مسائل

اَولاد کا شرعی ولی کون ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر میاں بیوی کے بیچ طلاق ہوجائے، اور اُن کی صرف ایک اولاد نابالغ لڑکی عمر قریب چار سال کی ہو، جو اپنے باپ کے پاس رہتی ہو، اُس کی ذات کا شرعاً ولی ماں باپ، دادا دادی میں سے کون ہوگا؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــ وبالله التوفيق

مذکورہ بچی کا ولی اُس کا باپ ہے اور بلوغ تک پرورش کا حق ماں کو حاصل ہے۔

والولی هو العصبة. (الهداية: ٣١٦/٢، البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء: ٢٠٦/٣-٢١١، زكريا)

أی المراد بالولی هنا الولی فی النكاح، سواء كان له ولاية فی المال أيضًا كالأب والجدّ والقاضی، أو لا كالأخ لا الولی فی المال فقط. (شامی، باب الولی: ١٩١/٤، زكريا: ٧٦/٣، كراتشی)

والولی هو العصبة نسبًا وسببًا على ترتيب الإرث. (مجمع الأنهر: ٤٩٨/١، بيروت)

أحق بالولد أمه قبل الفرقة وبعدها ثم أم لأم. (البحر الرائق: ١٦٧/٤، زكريا، شامی: ٢٦٢/٥، زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۸/۱۰/۱۴۱۶ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۳۸/۸)

صغیر اولاد کا ولی باپ ہے:

سوال: ہم اپنی اولاد پر خود قادر ہیں، جہاں چاہیں شادی کریں، یا شریعت کے محتاج ہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

اولاد کا اختیار اللہ تعالیٰ نے باپ کو دیا ہے، جہاں وہ مصلحت دیکھے نکاح کردے، شرعاً اس میں کچھ روک نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۷۱)

(۱) نابالغ ہے تو باپ کی صواب دید پر ہے اور بالغ ہے تو اولاد کی اجازت ضروری ہے، بالغ پر شادی میں جبر کا اختیار نہیں ہے۔

الولی (شرط) صحة (نكاح صغير...) لامكلفة (فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا) رضا (ولی) ... (ولا تجبر البالغة البكر على النكاح). (الدر المختار، باب الولی: ٤٠٧/٢، ظفير)

والدین میں سے حق ولایت کس کو حاصل ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کی بیوی جاہلہ نافرمان اور گستاخ ہے، وہ لڑکی کی شادی اپنی مرضی کے مطابق کر رہی ہے، تجویز شدہ لڑکا معمولی دنیوی تعلیم رکھتا ہے، اس کے اندر دینی تعلیم نہیں ہے، اس کو قرآن پاک یاد نہیں ہے، وہ پابند صوم وصلوۃ نہیں ہے، اہل مال ہے، زید کی رائے کے مطابق لڑکا عالم، یا حافظ قرآن اور دیندار اور پابند صوم وصلوۃ ہونا چاہیے، اگرچہ اس کی مالی حیثیت (توکلت علی اللہ) معمولی ہو، زید کی منشا ہے کہ لڑکی کو فروعی اور فالتو سامان دے کر اس کی مالی مدد کر کے کسی حد تک اپنا اطمینان کر لیا جائے تو وہ بہتر ہے، (واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب) زید کا منشا ہے کہ بیوی کو اس کا حکم اور نیک خیال تسلیم کرنا چاہیے، یا مطمئن کرنا چاہیے؟ زید کی بیوی خود بھی شوہر کے ساتھ گستاخانہ اور نافرمانی کا عمل پیش کر رہی ہے اور اپنی اولاد لڑکے لڑکیوں کو بھی باپ کے خلاف گستاخی اور بے ادبی پر اور نافرمانی پر اُکسا رہی ہے، ایسی صورت میں زید بیوی بچوں کے مقابلہ میں زور وزبردستی کرے، یا راہ فرار اختیار کرے، شرعاً کیا کرے، ایسی سرکش اور گستاخ بیوی کے بارے میں شریعت کا کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟ (المستفتی: اظہار خاں، پیپل سانہ، مراد آباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وبالله التوفيق

لڑکی کی شادی میں رشتہ پسند کرنے کا اختیار باپ کو ہوتا ہے، ماں کو نہیں، لہٰذا اگر ماں جس کو پسند کرتی ہے، اس کو باپ پسند نہ کرے تو ماں کو کوئی اختیار نہیں ہے کہ باپ کی مرضی کے بغیر رشتہ کر دے، لہٰذا باپ جس کو پسند کرے گا، اسی کے ساتھ لڑکی کا نکاح ہونا چاہیے، اس معاملہ میں شرعی طور پر سارے اختیارات باپ کو حاصل ہیں، ماں کو نہیں، لہٰذا باپ ماں کی مرضی کے خلاف اور اپنی مرضی کے مطابق رشتہ کرنے پر زور دے سکتا ہے۔

ولا ولاية... بغير العصبات من الأقارب، ولاية التزويج عند أبي حنيفة،الخ. (الهداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء، اشرفي ديوبند: ۳۱۸/۲)

وليس بغير العصبات من الأقارب ولاية التزويج. (تبيين الحقائق،امدادية ملتان: ۱۲۶/۲، زكريا: ۵۱۳/۲)

وفي القهستاني: وعندهما وفي رواية عن الإمام لاولاية لغير العصبات وعليه الفتوى. (مجمع الأنهر، مصري قديم: ۳۳۸/۱، دارالكتب العلمية بيروت: ۴۹۸/۱، الموسوعة الفقهية الكويتية: ۲۷۶/۴۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۳۰ر صفر المظفر ۱۴۱۷ھ (فتویٰ نمبر: الف ۴۶۴۰/۳۲)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۳۰/۲/۱۴۱۷ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۵۵۲/۱۳-۵۵۳)

باپ اگر اجازت دے تو نانا نابالغہ نواسی کا نکاح کر سکتا ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنے خسر کو اسٹامپ لکھ دیا اور کہہ دیا کہ میری دختر نابالغہ کا نکاح میرا خسر جہاں چاہے

کردے، اب اگر شخص مذکور کا خسر اپنی نواسی کا نکاح کرادے تو بلا اجازت اس کی والد کے درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ولی اس صورت میں نابالغہ کے نکاح کا اس کا باپ ہے؛ لیکن اگر باپ نے نابالغہ کے نانا کو اجازت دے دی اور اس نے نکاح کر دیا تو وہ نکاح صحیح ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۸/۸)

باپ اپنے لڑکے کو اجازت دے تو اس کی اجازت سے نکاح جائز ہے:

سوال: والد کی موجودگی میں بھائی اجازت نکاح کی دی سکتا ہے اور نکاح کر سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر باپ نے اپنے پسر؛ یعنی نابالغہ کے بھائی کو اجازت دے دی اور اختیار دے دیا تو بھائی کی اجازت سے نکاح نابالغہ کا صحیح ہوگا، ورنہ نہیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۱/۸)

باپ نے نشہ کی حالت میں لڑکی نابالغہ کا نکاح کیا، ہوا، یا نہیں:

سوال: ایک عورت کا نکاح صغرسنی میں ہوا تھا، لڑکی کا والد اس روز نشہ میں تھا تو یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ بعد بلوغ لڑکی خاوند کے یہاں نہیں رہی، مقدمہ عدالت میں چلا، لڑکی کے باپ نے یہ ثابت کیا کہ نکاح نہیں ہوا تھا؛ مگر ہوا ضرور تھا، عدالت نے نکاح کو فسخ کر دیا، خاوند نے طلاق نہیں دی، اب عورت نے نکاح ثانی کر لیا، یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ اور جو لوگ اس نکاح میں شریک ہوئے، ان کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ نکاح ضرور ہوا تھا اور باپ جو نکاح کرنے والا تھا، وہ نشہ میں تھا؛ لیکن نکاح کفو میں ہوا اور مہر مثل کے ساتھ ہوا تو ہو نکاح صحیح ہوگیا، اس صورت میں بدوں طلاق دینے شوہر اول کے دوسرا نکاح صحیح نہ ہوا، جیسا کہ شامی میں ہے:

ومقتضى التعليل أن السكران أو المعروف بسوء الاختيار لو زوجها من كفء بمهر المثل صح لعدم الضرر المحض، الخ.(۲)

پس جو فتویٰ دوسرے فریق نے عدم جواز نکاح ثانی بدون طلاق دینے شوہر اول اور بدوں گزرنے عدت کے دیا اور یہ نکاح اول بسبب کفو میں ہونے کے صحیح ہوگیا، یہ فتویٰ صحیح ہے اور موافق ہے روایات کتب فقہ کے اور جو لوگ نکاح

---

(۱) (الوالي في النكاح) لا المال (العصبة بنفسه) ...(على ترتيب الارث والحجب)... فلو زوج الأبعد حال قيام الاقرب توقف على إجازته. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۳۲/۲، ظفير)

(۲) ردالمحتار: ۳۰۵/۲، ظفير

ثانی میں شریک ہوئے، ان کا نکاح نہیں ٹوٹا؛ لیکن اگر باوجود علم اس امر کے کہ اس عورت کو شوہر اول نے طلاق نہیں دی، شریک نکاح ثانی ہوئے تو گنہگار رہوئے، توبہ کریں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۲/۸-۱۴۳)

مرتد باپ کو نابالغ لڑکا لڑکی پر کوئی حق ولایت نہیں:

سوال (۱) ایک شخص مسلمان آریہ ہوگیا ہے اس کے ایک لڑکی دس سال اور لڑکا بعمر ۸/سال ہے، لڑکی اپنی ماں کے ہمراہ اپنے نانا کے مکان پر پرورش پاتی ہے اور دادا بھی موجود ہے، کیا باپ کو کوئی حق اولاد کے بارے میں حاصل ہے، لڑکی کا نکاح دادا کی اجازت سے ہوسکتا ہے، یا نانا کی اجازت سے؟

مرتد مسلمان ہوجائے تو وہ اپنی بیوی سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں:

(۲) اگر باپ پھر مسلمان ہوجائے اور تائب ہوجائے تو اپنی پہلی بیوی سے نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟ اور اپنی اولاد پر قابض ہوسکتا ہے، یا نہ؟

الجواب

(۱) باپ چوں کہ مرتد ہوگیا اس کو کچھ حق اور تعلق اولاد سے نہیں رہا، ولی اولاد نابالغہ کا اس صوورت میں ان کا دادا ہے، دادا کی اجازت سے نکاح ان نابالغوں کا صحیح ہوسکتا ہے، نانا کی اجازت سے نہیں ہوسکتا۔(۱)

(۲) اگر باپ مسلمان ہوجائے اور تائب ہوجائے تو اپنی زوجہ سابقہ سے نکاح کرسکتا ہے اور اولاد بھی اس کا حق ہوجائے گا اور ولایت ثابت ہوجاوے گی۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۵/۸-۴۶)

مسلم پر کافر کو ولایت نہیں:

(اخبار الجمعیۃ، مورخہ ۱۰/فروری ۱۹۲۷ء)

سوال: ایک نابالغہ مسلمہ کو ایک غیر مسلم نے بوصیت والدین نابالغہ پرورش کیا ہے۔ اب اس غیر مسلم نے اس کا نکاح کردیا ہے تو وہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟

---

(۱) (الوالی فی النکاح) لاالمال (العصبة بنفسه) ... (علی ترتیب الإرث والحجب) فیقدم ابن المجنونة علی أبیها. (الدرالمختار)

هذا عندهما خلافا لمحمد رحمه الله حیث قدم الأب...ثم یقدم الأب، ثم أبوه. (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۴۲۷/۳-۴۲۸، ظفیر)

(۲) اس لیے کہ مرتد ہونے کی وجہ سے دین اسلام سے خارج ہوگیا تھا اور سارے حقوق سے محروم ہوگیا تھا، جب مسلمان ہوگیا تو پھر اسے باپ کے حقوق حاصل ہوجائیں گے اور شادی کا حق بھی حاصل ہوجائے گا؛ اس لیے کہ فقہا صراحت کرتے ہیں:

(وبقی النکاح إن ارتد معا) بأن لم یعلم السبق فیجعل للغرقی (ثم أسلما کذلک)، الخ. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب نکاح الکافر: ۵۴۱/۲، ظفیر)

الجواب

نابالغہ کا نکاح بغیر ولی کے درست نہیں ہوتا،(۱) اور غیر مسلم کو کسی حال میں مسلم پر ولایت حاصل نہیں ہوتی،(۲) پس نکاح مذکور درست نہیں ہوا۔

محمد کفایت اللہ غفر لہ (کفایۃ المفتی:۹۸/۵)

مشرک والد کی وجہ سے حاکم کا کسی مسلمان شخص کو لڑکی کا ولی بنایا کیسا ہے:

سوال: ایک لڑکی برس ڈیڑھ برس کی تھی، اس کے والدین مشرک تھے، وہ مرگئے، حاکم نے ایک مسلمان کے سپرد کردیا، اب وہ مسلمان اس کی شادی کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

قال فی الدرالمختار: (ولاینفذ للملتقط علیه نکاح وبیع و) کذا (إجارة)، الخ.

وفی الشامی: لأنه یعتمد الولایة من القرابة والملک والسلطنة ولا وجود لواحد منها، نهر. (۳)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ وہ مسلم اس لڑکی نابالغہ کا نکاح نہیں کرسکتا، البتہ بعد بلوغ اس کی اجازت سے نکاح صحیح ہوجاوے گا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷۵/۸)

مرزائی باپ نابالغہ کا ولی نہیں ہوسکتا:

سوال: ایک کنواری لڑکی عاقلہ بالغہ نے جس کے (والدین اور دادا اور دیگر رشتہ دار موجود ہیں) اپنے دادا کو ولی بنا کر اپنا نکاح اپنی برادری کے ایک لڑکے سے احکام شرعی کے مطابق کرلیا ہے، لڑکی کا باپ کچھ عرصہ سے مرزائی ہوگیا ہے، وہ کہتا ہے کہ میں لڑکی کسی مرزائی کو دوں گا، قادیان والوں نے حکم دیا ہے کہ اگر لڑکا مرزائی مذہب اختیار کرے، تب لڑکی دی جاسکتی ہے، اس صورت میں جو نکاح لڑکی کا دادا کی ولایت سے نکاح ہوا، جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں اول تو لڑکی خود بالغہ عاقلہ ہے تو خود اس کی اجازت سے اس کا نکاح کفو میں صحیح ہے، کسی ولی کی ضرورت نہیں ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے:

(وهو) أی الولی (شرط) صحة (نکاح صغیر)... لامکلفة (فنفذ نکاح حرة مکلفة بلا) رضا (ولی). (۴)

---

(۱) وهو أی الولی شرط صحة نکاح صغیر ومجنون. (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی:۵۵/۳، سعید)

(۲) ولا ولایة لصغیر ولامجنون ولا لکافر علی مسلم. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع: ۲۸٤/۱، ماجدیة)

(۳) ردالمحتار، کتاب اللقیط: ۲۷٤/٤، دارالفکر بیروت، انیس

(۴) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ٤۰۷/۲، ظفیر

اور ثانیا یہ کہ اگر ولی کے ذریعہ سے ہی نکاح اس کا کیا جاوے، جیسا کہ سنت ہے تو ولی اس کا اس صورت میں اس کا دادا ہے، باپ بوجہ مرزائی ہو جانے کے ولی نہیں رہا، ولایت اس کی باطل ہوگئی، (۱) پس دادا نے جو نکاح اس بالغہ کا اس کی اجازت سے کیا، وہ صحیح ہوگیا، باپ کو اس نکاح کو توڑنے کا اختیار اور دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار نہیں ہے اور مرزائی لڑکے سے نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ الحاصل جو نکاح بولایت دادا ہوگیا، وہ صحیح ہے، قادیان والوں کا حکم باطل ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۰/۸)

باپ کے رہتے ہوئے ماں نے نابالغہ لڑکی کی شادی اور باپ نے انکار کردیا تو نکاح درست نہیں ہوا:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اسکی ماں کی اجازت سے ہوا، لڑکی کا باپ انکار کرتا رہا، حتیٰ کہ مجلس نکاح میں بھی شریک نہیں ہوا، لڑکی اب بالغہ ہوئی اور اس نے کہا کہ میں اب بالغہ ہوئی اور شریعت کے قاعدہ سے میں اس شخص کے نکاح سے باہر ہوئی، جس کے ساتھ میری ماں نے نکاح پڑھایا جائے، اب میں نے اپنے باپ کی مرضی سے نکاح کروں گی۔ لڑکی کا نکاح فسخ ہوا، یا نہیں؟ اور اس کا باپ اس کا دوسرا نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

باپ کی موجودگی میں ماں کی ولایت اور اختیار نکاح کرنے کا نہ تھا، اگر ماں نے بلا اجازت باپ کے نابالغہ کا نکاح کیا تو باپ کی اجازت پر موقوف تھا، اگر باپ نے رد کردیا اور انکار کردیا تو نکاح باطل ہوگیا۔ (۲) اس صورت میں دوسرا نکاح لڑکی کا باپ کرسکتا ہے اور خیار بلوغ کی صورت اس وجہ سے نہیں چل سکتی کہ اس میں قاضی شرعی کی ضرورت ہوتی ہے، بدون قضاء قاضی نکاح فسخ نہیں ہوتا اور قاضی شرعی اس زمانہ میں نہیں ہے، (۳) اور اگر حکم کو بھی اختیار فسخ ہونا مان لیا جائے تو حکم بتراضی فریقین ہوتا ہے۔ (ھکذا فی الدر المختار) (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۹/۸-۶۰)

---

(۱) مرزائی مرتد کافر ہوتا ہے؛ اس لیے وہ ولی نہیں ہوسکتا؛ اس لیے کہ ولی کے لیے اسلام کی شرط ضروری ہے۔
(بشرط حرية وتكليف وإسلام في حق مسلمة) تريد التزوج (وولد مسلم) لعدم الولاية. (الدر المختار)
يعني: أن الكافر لا يلي على المسلمة وولده المسلم لقوله تعالىٰ ﴿ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا﴾. (ردالمحتار، باب الولي: ۴۲۸/۲-۴۲۹، ظفير)

(۲) فلوزوج الأبعد على حال قيام الأقرب توقف على إجازته. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۴۳۲/۲، ظفير)

(۳) (لهما) أي لصغير وصغيرة وملحق بهما (خيار الفسخ) ولو بعد الدخول (بالبلوغ أو العلم النكاح بعده)... (بشرط القضاء) للفسخ. (الدر المختار)
وحاصله أنه إذا كان المزوج للصغير والصغيرة غير الأب والجد فلهما الخيار بالبلوغ أو العلم به فإن اختار بالفسخ لايثبت الفسخ إلابشرط القضاء. (ردالمحتار، باب الولي: ۴۲۱/۲، ظفير)

(۴) خیار بلوغ کی تفصیل کے لیے دیکھئے: الحیلۃ الناجزۃ للتھانویؒ

نابالغہ لڑکی کے باپ کے ایجاب اور نابالغ کے باپ کے قبول سے نکاح ہو گیا:

سوال: لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کے باپ نے نابالغ لڑکے سے کر دیا، لڑکے نابالغ کے باپ نے ایجاب کیا، پھر لڑکے کا باپ لڑکے کو اجازت دیوے، تب لڑکے کا حق ہوتا، یا دوسری دفعہ اجازت دے دینے کی ضرورت نہیں ہوئی؟

الجواب

دوسری دفعہ ایجاب دینے کی ضرورت نہیں ہے، پس جب کہ دختر نابالغہ کے اب نے ایجاب کے ساتھ تکلم کیا اور شوہر نابالغ کے باپ نے قبول کرلیا تو نکاح صحیح ہو گیا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۲/۶)

باپ کا کیا ہوا نکاح درست ہے، بغیر طلاق دوسرا نکاح جائز نہیں:

سوال: مسماۃ کریمن کا نکاح سات برس کی عمر میں اس کے باپ نے ایک شخص سے کر دیا تھا؛ لیکن بعد دو سال کے اس کی ماں اپنی لڑکی کریمن کو لے کر بھاگ گئی اور بعد دو تین سال کے جب اس کی عمر گیارہ برس کی ہوتی تو اس کی ماں نے اس کا نکاح دوسری جگہ کر دیا، باپ مر چکا تھا، پھر وہاں سے بھی نکل گئی، اب زید اس سے عقد کرنا چاہتا ہے اور ہر دو خاوند میں سے کسی نے طلاق نہیں دی تو زید عقد کر سکتا ہے، یا کیا حکم ہے؟

الجواب

پہلا نکاح جو باپ نے کیا تھا، وہ صحیح ہو گیا تھا، وہ فسخ نہیں ہوا، زید اگر اس عورت سے نکاح کرنا چاہے تو شوہر اول سے طلاق دلوائے، اس وقت زید نکاح کر سکتا ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۷/۸-۶۸)

نابالغہ لڑکی کا ولی اس کا باپ ہے، نانا اس کا نکاح نہیں کر سکتا:

سوال: ایک شخص کی لڑکی ابتدائے سے اپنے نانا کے زیر پرورش رہتی ہے، باپ نے اول سے اس لڑکی سے تعلق قطع کر رکھا ہے، کسی قسم کی خبر نہیں لیتا، اس حالت میں اس لڑکی کا عقد اس کا نانا کر سکتا ہے، یا نہیں؟ اور علامات بلوغ کیا ہیں؟

الجواب

جب کہ ابھی وہ لڑکی نابالغہ ہے، بدون باپ کی رضامندی واجازت کے اس کا نکاح نہیں ہو سکتا ہے؛ کیوں کہ ولی شرعی اس حالت میں باپ ہے،(۲) البتہ جب وہ لڑکی بالغہ ہو جاوے تو خود اس لڑکی کی اجازت س کفو میں اس کا نکاح

---

(۱) ویجوز نکاح الصغیر والصغیرۃ إذا زوجهما الولی بکراً کانت الصغیرۃ أوثیباً،الخ،فإن زوجهما الأب والجد ... فلا خیار لهما بعد البلوغ.(الهدایة،باب فی الأولیاء:۲/۲۹۵-۲۹۶،ظفیر)

(۲) (الوالی فی النکاح) لاالمال بنفسه ...(علی ترتیب الإرث والحجب).(الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الولی:۲/۴۲۷،ظفیر)

صحیح ہوجاوے گا اور بالغہ ہونا لڑکی کا حیض سے معلوم ہوگا، یا اگر حیض نہ آوے تو پندرہ برس کی عمر ہونے پر شرعاً بالغہ ہوجاوے گی، یعنی سولھویں برس کے شروع ہونے پر۔(ھکذا فی کتب الفقه)(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۷۰)

باپ کے رہتے ہوئے دوسرا ولی نہیں ہوسکتا:

سوال: زید کی دختر صالحہ کو جب کہ صالحہ کی ماں فوت ہوگئی تھی، عمر نے پرورش کیا، زید نے عمر کے حوالہ کردی تھی، صالحہ کو عمر نے حالت نابالغی میں بکر کے ساتھ واسطے مناکحت منسوب کیا، زید زندہ ہے، کسی وجہ سے صالحہ کو بکر کے ساتھ منسوب کرنے میں رضامند نہیں، اب عقد صالحہ نابالغہ کا باجازت عمر بکر کے ساتھ ہوسکتا ہے، یانہیں؟

الجواب

صالحہ نابالغہ دختر زید کا ولی زید ہے، عمر کی اجازت سے بلا اجازت زید کے صالحہ کا نکاح درست نہیں ہے۔(ھکذا فی عامة کتب الفقه)(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۷۶)

بھائی کے رہتے ہوئے سوتیلا باپ ولی نہیں ہے:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ کا سوتیلا باپ اور حقیقی ماں موجود ہے اور لڑکی کا حقیقی بڑا بھائی بالغ ایک روز کی مسافت پر ہے، اگر سوتیلا باپ اور حقیقی ماں کسی شخص سے نابالغہ کا نکاح کردیں اور حقیقی بھائی کو عقد کے بعد خبر ہوا اور وہ اجازت نہ دے اور راضی ہو تو ایسی حالت میں نکاح درست ہوسکتا ہے، یانہیں؟

الجواب

ایسی حالت میں ولی شرعی اس نابالغہ کا اس کا حقیقی بھائی ہے، اگر اس نے اجازت نہ دی تو نکاح نہیں ہوا۔(کذا فی الدر المختار وغیرہ)(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/۷۷)

نابالغ کا نکاح والد کی موجودگی میں دوسرا شخص کرسکتا ہے، یانہیں:

سوال: نابالغ بچوں کا نکاح والدین کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص کرسکتا ہے، یانہیں؟

(۱) وبلوغ الجارية بالحيض وبالاحتلام والحبل فإن لم يوجد ذلك فحتى يتم لها سبع عشرة سنة وهذا عند أبي حنيفة وقالا: إذا تم للغلام والجارية خمس عشرة سنة فقد بلغا وهو رواية عن أبي حنيفة. (الهداية، كتاب الحجر، فصل في حد البلوغ:۳/۳٤۱، ظفير)

(۲) (الوالي في النكاح) لا المال (العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الإرث والحجب) ... فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي:۲/٤۲۷، ظفير)

(۳) فلو زوج الأبعد حال قيام الاقرب توقف على اجازته الدر الالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي:۲/٤۲۷، ظفير)

الجواب

نابالغ بچہ کے نکاح کا ولی اول باپ ہے، پھر دادا، پھر بھائی، وغیرہ۔ پس باپ کی موجودگی میں اگر کوئی دوسرا شخص نابالغ کا نکاح کرے تو نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہے، اگر باپ اجازت دے گا تو نکاح ہوگا، ورنہ نہیں۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷۹/۸-۸۰)

باپ کی اجازت سے نابالغ کا نکاح ہوا اور نابالغ نے قبول کیا تو حکم ہے:

سوال: زید نے اپنی لڑکی نابالغہ کے نکاح پر اور عمر نے اپنے لڑکے نابالغ کے نکاح پر راضی ہوکر نکاح خواں کو کہا کہ نکاح پڑھو، نکاح خواں نے زید وعمر کی موجودگی میں روبرو شاہدین نکاح کر دیا، عمر نے قبول نہیں کیا؛ بلکہ لڑکے نے قبول کیا، لہذا یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ باپ اس نابالغ کا اس مجلس میں موجود تھا اور اس نے نابالغ کے قبول کو تسلیم رکھا تو وہ قبول باپ کی طرف سے منسوب ہوکر نکاح صحیح ہوگیا؛ کیوں کہ صبی نابالغ ممیز کے اس قسم کے تصرفات جو متردد ہیں بین النفع والضرر، ولی کے قبول پر موقوف رہتے ہیں، اگر ولی جائز رکھے جائز ہوتے ہیں۔

(وما تردد)من العقود(بین نفع وضرر کالبیع والشراء توقف علی الإذن.(الدرالمختار، کتاب المأذون)(۲)

اور نکاح بھی مثل بیع وشرا کے ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۰/۸)

نابالغی میں باپ نے جو نکاح لڑکی کا کیا، وہ درست ہے، دوسرا نکاح بعد بلوغ نہیں کرسکتی:

سوال: ایک شخص نے اپنی لڑکی نابالغہ کا ایجاب وقبول اپنے بھتیجے کے لیے روبرو گواہان کے مجلس عام میں کیا؛ یعنی شخص مذکور کے حقیقی بھائی نے قبول کیا، اب جب کہ لڑکی بالغہ ہوئی تو اس کے باپ نے اس کا نکاح دوسری جگہ کر دیا، آیا نکاح اول بحال رہا، یا فاسد ہوگیا اور نکاح ثانی کے لیے اور اس شخص کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر ایجاب وقبول اول بطریق نکاح و مجلس نکاح میں کیا گیا روبرو گواہوں کے تو وہ پہلا نکاح صحیح ہوگیا، دوسرا نکاح اس کا باطل اور ناجائز ہوا، وہ لڑکی پہلے شوہر کو ملنی چاہیے اور دوسرے شوہر سے علاحدہ رکھی جاوے اور شخص مذکور جس نے ایسا کیا، اس فعل سے توبہ کرلے، یہی کفارہ اس گناہ کا ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۳/۸)

(۱) فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته.(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۴۳۳/۲، ظفیر)

(۲) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار کتاب الماذون: ۱۵۰/۵، ظفیر

باپ نابالغہ کا نکاح جہاں بھی کر دے، صحیح ہے:

سوال: زید نے اپنی عورت کو طلاق دے دی، اس سے ایک چھوٹی لڑکی تھی، زید کو چوں کہ اپنی بیوی اور لڑکی سے ایک گونہ عداوت ہے، اس نے فوراً لڑکی کی شادی لڑکی کی غیبت میں خفیہ طور پر کر دی، ایسی صورت زید اپنی لڑکی کا نکاح بغیر رضا والدہ کے کر سکتا ہے اور وہ نکاح صحیح ہے، جب کہ زید کی نیت بد ہو اور طمع نفسانی سے روپیہ وغیرہ بھی لے لیا ہو تو زید لڑکی کا ولی رہ سکتا ہے اور اس کا کیا ہوا نکاح جائز ہے؟ کیا زید لڑکی کا نکاح ایسی جگہ کر سکتا ہے، جہاں لڑکی کا دینی و دنیاوی نقصان متصور ہو اور ہو نکاح باقی رہ سکتا ہے؟

الجواب

جب کہ وہ لڑکی نابالغہ ہے تو ولایت نکاح نابالغہ کی اس صورت میں اس کے باپ کو ہے، بدون رضامندی والدہ وغیرہ کے نابالغہ کا نکاح کر سکتا ہے اور وہ نکاح صحیح ہو جاوے گا اور نیت کا حال چوں کہ معلوم نہیں ہو سکتا؛ اس لیے اس پر مدار ولایت وعدم ولایت کا نہیں ہو سکتا۔ شریعت میں باپ لڑکی کا خیر خواہ ہی سمجھا جاتا ہے؛ اس لیے فقہا نے لکھا ہے کہ اگر باپ اپنی نابالغہ دختر کا نکاح غیر کفو میں بھی کر دے اور مہر میں مہر مثل سے کمی کر دے تو پھر نکاح صحیح ہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۰۲/۸)

باپ ولی ہے، پھوپا پھوپی نہیں ہیں:

سوال: ایک شخص کی عورت انتقال کر گئی، ڈھائی برس کی لڑکی چھوڑی، اس لڑکی کی اس شخص کی بہن لے گئی اور اس کی پرورش کی، جب لڑکی کی عمر ساڑھے گیارہ برس کی ہوگئی، تب بلا اجازت لڑکی کے باپ کے لڑکی کی پھوپی اور پھوپا نے اس کا نکاح کر دیا، باپ اور بھائی کی وہاں مرضی نکاح کرنے کی نہیں ہے؟

الجواب

پھوپی اور پھوپا کو اختیار اس نابالغہ کے نکاح کا نہیں ہے، پس جو نکاح انہوں نے کیا، وہ باپ کی اجازت پر موقوف ہے، اگر باپ اجازت دے گا تو نکاح صحیح ہوگا اور اگر باپ انکار کر دے گا تو نکاح باطل ہو جاوے گا اور باپ کی موجودگی میں بھائی کو بھی اختیار نکاح کا نہیں ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۰۴-۱۰۵)

---

(۱) (وللولي) ...(إنكاح الصغير والصغيرة)...(ولو ثيبا) ...(ولزم النكاح ولو بغبن فاحش) بنقص مهرها وزيادة مهره (أو) زوجها (بغير كفء إن كان الولي) ... (أبا أو جداً) ... (لم يعرف منهما سوء الاختيار) مجانة وفسقا.(الدر المختار على هامش ردالمحتار،باب الولي: ۴۱۷/۲،ظفير)

(۲) (الوالي في النكاح) ... (العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الإرث والحجب) فيقدم ابن المجنونة على أبيها.(الدر المختار) وابن الإبن كالإبن،ثم يقدم الأب ثم أبوه، الخ.(ردالمحتار،باب الولي: ۷۶/۳،دارالفكربيروت،انيس)

فلوزوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته.(الدر المختار، باب الولي: ۴۲۷/۲-۴۳۲،ظفير)

نابالغہ کے نکاح کا اختیار باپ کو ہے، یا نہیں:

سوال: پدر را اختیار نکاح دختر نابالغہ خود ہست، یا نہ؟ و نکاح حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا بعمر چند سال شدہ؟

الجواب

پدر اختیار نکاح دختر نابالغہ خود ہست و نکاح حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا بعمر ہفتہ سال شدہ است۔ (کذا فی حدیث رواہ مسلم) (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۸/۸)

لڑکی کا باپ لڑکے سے روپیہ لے لے تو ولی رہتا ہے، یا نہیں:

سوال: لڑکی اور لڑکے کا نکاح نابالغی کی حالت میں والدین نے کر دیا اور لڑکی کے والد نے لڑکے کے باپ سے پچاس روپے، یا کچھ کم وبیش طمع نفسانی سے لے لیے، ایسی حالت میں یہ دختر کا ولی رہا، یا نہیں؟ اور نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟ بغیر طلاق لڑکی بعد بلوغ نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

نابالغی کی حالت میں جو نکاح ان کے والد نے کیا صحیح ہے اور لڑکی کے باپ نے جو روپیہ شوہر کے والد سے لیا، یہ رشوت ہے اور حرام ہے، واپس کرنا چاہیے؛ مگر اس لینے کی وجہ سے ولایت باطل نہیں ہوئی، اب بدون طلاق کے عورت کا نکاح ثانی نہیں ہو سکتا اور نہ اس صورت میں لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۱/۸-۱۲۲)

ماں نابالغہ لڑکی کا نکاح کر دے اور باپ اجازت نہ دے تو نکاح نہیں ہوا:

سوال: ایک لڑکی نو سالہ کا نکاح اس کی والدہ نے بلا اجازت ورضامندی اس کے باپ کے کر دیا تھا، اب وہ لڑکی بالغہ وجوان ہے، اس کو شوہر نان نفقہ نہیں دیتا؛ بلکہ ایک خط میں لکھتا ہے کہ میں نے اس کو دل سے طلاق دے دی ہے اور تحریری طلاق نامہ اس کو کچھ مدت خوار کر کے دوں گا؛ مگر وہ خط کم ہو گیا ہے؛ لیکن ایک اور خط موجود ہے، جس میں چند الفاظ طلاق کنایہ کے موجود ہیں، مثلاً: (۱) وہ میری عورت نہیں، (۲) اس کو کہو میرے گھر سے چلی جا، جدھر مرضی ہو، میں بالکل خرچ نہ دوں گا، (۳) چند سال خراب کر کے تحریری طلاق دوں گا، وغیرہ وغیرہ۔

کیا عورت مذکورہ کو نکاح مذکورہ کالعدم سمجھ کر نکاح ثانی کی اجازت ہے؟

---

(۱) عن عروة عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت: إن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم تزوجها وهی بنت سبع سنین وزفت إلیه وهی نبت تسع سنین ولعبها معها وهی بنت ثمان عشرة. (الحدیث) (صحیح لمسلم: ۴۵٦/۱، ظفیر) (باب تزویج الأب البکر الصغیرة، رقم الحدیث: ۱۴۲۲، انیس)

(۲) أخذ اهل المرأة شیئا عندالتسلیم فللزوج أن یستوده لأنه رشوة. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب المهر: ۵۰۳/۲، ظفیر)

نقل خط جو زوج نے بھیجا ہے:

جناب والا اکرم میاں پیر محمد

از جانب عبدالقیوم

خط آپ کا پہنچا، حال معلوم ہوا، دل کو خوشی ہوئی اور مجھ کو آپ نے دل کی بات ظاہر کریں، کیا بات ہے؟ اگر آپ کے ساتھ سلوک سے رہے گی، تب میری عورت ہے، ورنہ کوئی نہیں، آپ جس طرح کہیں، وہی بات کروں گا؛ لیکن چند سال خراب کرکے، اگر میری والدہ کو برا سمجھے گی، میری سخت دشمن ہے۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ

از جائے دیگر:

صورت مذکور بالا میں عورت مذکورہ کو شرع محمدی کی رو سے نکاح ثانی کی اجازت ہے؛ کیوں کہ ماں ولی ابعد ہے اور باپ ولی اقرب اور ولی اقرب کے ہوتے ہوئے ولی ابعد نابالغہ کا نکاح نہیں کرسکتا۔

وللولي إنكاح الصغير والصغيرة والولي العصبة بترتيب الإرث (إلى أن قال) وإن لم تكن عصبة فالولاية للأم. (كنز الدقائق،باب الأولياء،ص:۹۸)(۱)

اور باب الکنایات میں ہے کہ جو شخص طلاق کے ذکر کے وقت اور عورت کے سوال کرنے کے وقت اپنے خاوند سے طلاق اور غضب کی حالت میں اگر مرد اپنی بیوی کو کہے کہ تو چلی جا، جدھر تیری مرضی ہو، یا تو میری عورت نہیں ہے اور مانند اس کے تو عورت پر طلاق بائن پڑ جاتی ہے، جس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔

پس اگر بالفرض والتقدیر پہلے نکاح کو صحیح بھی مانا جاوے تو اس خط اور دوسرے خط کے الفاظ سے نکاح فسخ ہوگیا اور شریعت محمدیہ کی رو سے عورت مذکورہ کو نکاح ثانی کی اجازت ہوگی۔

درمختار، باب العنین میں ہے کہ لیکن قہستانی میں ہے کہ امام محمدؒ کے نزدیک اگر زوج کو جنون، یا جذام، یا برص ہو تو عورت کو فرقت کا اختیار ہے اور اسی طرح ہر عیب زوج سے کہ عورت بدون ضرر کے اس کے پاس نہ ٹھہر سکے تو عورت کو اختیار ہے جدائی کا۔(۲)

الجواب از حضرت مفتی صاحب:

اقول وباللہ التوفیق، بے شک یہ صحیح ہے کہ ولی اقرب کے ہوتے ہوئے ولی ابعد کو نابالغ کے نکاح کا اختیار نہیں ہے

---

(۱) دیکھئے: البحر الرائق،باب الأولياء:۱۲۶/۳،ظفیر

(۲) (ولايتخير أحدهما) أى الزوجين (بعيب الآخر) ولو فاحشا كجنون وجذام برص ورتق وقرن وخالف الأئمة الثلاثة فى الخمسة لو بالزوج ولو رضى بالرد صح،فتح.(الدر المختار) والظاهر أن اصلها:وخالف الأئمة الثلاثة فى الخمسة مطلقا ومحمد فى الثلاثة الأول لو بالزوج.(ردالمحتار،باب العنين: ۸۲۲/۲،ظفير)

اور اگر ولی ابعد ایسا کرے تو وہ نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف رہتا ہے، اگر وہ اجازت دے گا تو نکاح صحیح ہوگا، ورنہ باطل ہوجائے گا۔

درمختار میں ہے:

فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته.(۱)

اور شامی میں ہے:

فلايكون سكوته إجازة لنكاح الأبعد وإن كان حاضرا في مجلس العقد مالم يرض صريحاً أو دلالةً، تأمل. (۲)

اور جواب کا جزو ثانی جو کنایات سے بحالت غصہ ومذکراہ طلاق طلاق بائنہ واقع ہونے کے متعلق ہے، اس میں یہ تفصیل ہے کہ دوسرے خط کے مطابق جو کہ موجود ہے کہ والدہ سے پوچھو، تمہاری کیا رائے ہے؟ اگر آپ کے ساتھ سلوک سے رہے گی، تب میری عورت ہے، ورنہ'' اس میں اس کی عورت نہ رہنے کو والدہ کے ساتھ سلوک سے نہ رہنے پر معلق کیا ہے، ایسی حالت میں اگر شوہر کی نیت ان الفاظ سے طلاق کی ہو اور شرط پائی جائے تو طلاق رجعی واقع ہوتی ہے، ورنہ نہیں اور شامی کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ولایت حال کافی نہیں ہے، نیت شوہر کی ضرورت ہے۔

وقيد بالنية لأنه لايقع بدونها اتفاقا لكونه من الكنايات وأشار إلى أنه لايقوم مقامها دلالة الحال لأن ذلک فيما يصلح جوابا فقط وهو الفاظ ليس هذا منها وأشار بقوله طلاق إلى أن الواقع بهذه الكناية رجعي،الخ. (۳)

اور نیز شامی وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عیوب شوہر مثل جنون وبرص وغیرہ میں مفتی بہ قول شیخین ہے، امام محمد کا مذہب مفتی بہ نہیں ہے، چناں چہ شامی میں ہے:

وقد تكفل في الفتح برد مااستدل به الأئمة الثلاثة ومحمد بما لا مزيد عليه.(۴)

الحاصل صرف وجہ اول ایسی ہے کہ اس کی وجہ سے حکیم بطلان نکاح مذکور کا کیا جاسکتا ہے اور اجازت نکاح ثانی کی اس عورت کو ہوسکتی ہے، وہ یہ کہ والدہ نے جو نکاح دختر نابالغہ کا کیا، اگر باپ نے اس کو جائز نہیں رکھا اور انکار کردیا تو وہ نکاح باطل ہوگیا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۵/۸-۱۲۸)

چودہ سالہ لڑکی کا نکاح باپ اس کی موجودگی کے بغیر کرسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: ایک لڑکی چودہ سال کی اندور میں اپنی بہن کے پاس ہے اور اس کا باپ بریلی میں رہتا ہے تو وہ بغیر

(۱) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۳۲/۲،ظفير

(۲) ردالمحتار،باب الولي: ۳۱۵/۲،ظفير

(۳) ردالمحتار: ۲۸۳/۳،قبيل باب طلاق غير المدخول به،دارالفكربيروت،ظفير

(۴) ردالمحتار، باب العينين وغيره: ۵۹۷/۲،ظفير

موجودگی لڑکی کے اپنی اجازت سے اس کا نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

چودہ برس کی عمر میں لڑکی کے بالغ ہونے کا حکم نہیں دیا جاتا، اگر حیض وغیرہ نہ ہوا اور نابالغہ لڑکی نکاح اس کا باپ بدون موجود ہونے لڑکی کے کرسکتا ہے اور اگر لڑکی بالغہ ہوا اور اس کا نکاح دور بیٹھے بدون اطلاع کرنے لڑکی کے کردے اور جس وقت لڑکی کو خبر ہو، وہ سکوت کرے، تب بھی باپ کا کیا ہوا نکاح صحیح ہے۔ الغرض دونوں صورتوں میں باپ اپنی دختر کا نکاح دور بیٹھے کرسکتا ہے اور سکوت اس کا (بالغہ کا) اذن شمار ہوتا ہے۔(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۵/۸)

بدچلن ولی باپ ولی باقی رہتا ہے، یا نہیں:

سوال: اگر دختر کا ولی بدچلن ہو اور خبر گیراں نہ ہو تو اس کی ولایت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

کوئی ولی اگر بدچلن ہو، یا خبر گیراں خور ونوش کا نہ ہو، بوجہ ترک کرنے اپنے فرض منصبی کے، وہ عاصی وفاسق ہے؛ لیکن ولایت اس کی مطلقاً اس سے سلب نہیں ہوتی اور خاص صورت میں اس کی ولایت بھی سلب ہوجاتی ہے، بہر حال بالغہ لڑکی پر ولایت اجبار کسی ولی کو نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۵/۸)

باپ نے نکاح کردیا، پھر لڑکی نے بالغ ہونے کا دعویٰ کیا اور نکاح کرلیا، کون سا نکاح جائز ہوگا:

سوال: زید نے اپنی لڑکی ہندہ کو خالد کے لڑکے بکر سے منسوب کر رکھا تھا اور لڑکی اپنی نانی کے پاس رہتی تھی، زید سخت بیمار ہوا؛ اس لیے اپنی لڑکی ہندہ کا عقد عمرو کے لڑکے ولید سے کردیا، بولایت خود نانی نے چند وجہوں سے ناخوش ہوکر عقد اسی لڑکے بکر بالغ سے کردیا، جس سے باپ نے پہلے سے نسبت کر رکھی تھی اور باپ کو خبر کردی کہ لڑکی نے اپنا عقد آپ ہی بکر مذکور سے کرلیا اور بوجہ بالغہ ہونے کے اس کو کسی ولایت کی ضرورت نہیں پڑی، اس وقت لڑکی کا سن قریب گیارہ برس کے بمقاصد چند روز کے بکر ہندہ کو رخصت کرا کر اپنے گھر لایا اور اڑھائی تین برس کے بعد انتقال کیا، جب لڑکی ہندہ کے دوسری عقد کی تیاری اور تجویز ہوئی تو نہ معلوم لڑکی نے کس مصلحت سے یہ بیان کیا کہ نانی نے جو ہمارا عقد بکر کے ساتھ کیا تھا، اس وقت میں بالغ نہ تھی، لوگوں کے بہکانے سے میں نے اپنے کو بالغ قرار دے دیا تھا، بالغ تو میں بعد نکاح بکر کے ہوئی ہوں۔ آیا ایسی حالت میں باپ نے جو ولید سے نکاح کیا تھا، وہ صحیح سمجھا جاوے، یا نانی کے عقد کو؟ اگر نکاح ولید سے صحیح ہوگیا تھا تو اب دوسری جگہ نکاح کے لیے ولید کی طلاق کی ضرورت ہے، یا فسخ نکاح کی؛ کیوں کہ ولید اس کو اب اپنے نکاح میں رکھنا نہیں چاہتا اور ولید اس وقت مراہق ہے۔

---

(۱) (...أوزوجها وليها) وأخبرها رسوله أوالفضولي عدل (فسكتت) عن رده مختارةً، الخ، (فهو إذن).(الدر المختار، باب الولي: ۲/ ۴۱۰ ـ ۴۱۱، ظفير)

الجواب

مسئلہ یہ ہے کہ اگر ہندہ بوقت نکاح کے جوکہ اس کے باپ نے ولید سے کیا، نابالغہ تھی تو باپ کا کیا ہوا نکاح صحیح ہوگیا اور وہ فسخ نہیں ہوسکتا اور اگر درحقیقت ہندہ بالغہ تھی اور باپ نے جو نکاح اس کا ولید سے کیا، اس کو سن کر وہ خاموش رہی، تب بھی ولید سے نکاح اس کا صحیح ہوگیا، البتہ اگر اس کو باپ کے نکاح کردینے کی خبر نہ ہوئی، باخبر ہونے پر اس نے انکار کردیا اور اسی حالت میں اپنی رضامندی سے بکر سے نکاح کیا تو بکر سے نکاح صحیح ہوا کہ اگر ہندہ بوقت نکاح از بکر مراہقہ تھی اور اس نے اقرار اپنے بالغ ہونے کا کرلیا تھا تو وہ بالغہ سمجھی جاوے گی، پھر انکار کرنا اس کا بلوغ سے معتبر نہ ہوگا تو اس حالت میں جب کہ اس نے باپ کے نکاح کو پسند نہ کیا تھا اور انکار کردیا تھا، یا خبر سے پہلے بکر سے نکاح باجازت خود کرلیا تھا تو بکر سے نکاح صحیح تھا، ولید کی طلاق کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ نکاح ہوا ہی نہیں تھا اور نہ کسی قاضی وغیرہ سے فسخ کرانے کی ضرورت ہے اور نہ طلاق مراہق کا مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت ہے اور نابالغ اگرچہ مراہق ہو، طلاق اس کی واقع نہیں ہوتی۔ (كذا في عامة كتب الفقه)

اب اگر ولید سے نکاح کرنا مناسب و مصلحت ہو، کیا جاوے، ورنہ کسی دوسرے شخص سے نکاح ہندہ کا کردیا جائے۔

درمختار میں ہے:

(فإن راهقا)بأن بلغا هذا السن (فقالا: بلغنا،صدقا إن لم يكذبهما الظاهر). (۱)فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۱۴۴-۱۴۵)

باپ نکاح کروانے کے بعد فسخ کا اختیار نہیں رکھتا:

(اخبار الجمعیۃ، مورخہ ۲۲/اپریل ۱۹۲۷ء)

سوال: ایک شخص اپنی دو نابالغ لڑکیوں کا باقاعدہ نکاح پڑھا دینے کے بعد رشتہ داروں کی باہم ناچاقی کی وجہ سے فسخ کرنا چاہتا ہے، دولہاؤں میں سے ایک بالغ اور ایک نابالغ ہے، دلہنیں دونوں نابالغ ہیں؟

الجواب

باپ کو نابالغ اولاد کے نکاح کردینے کا تو اختیار ہے؛ مگر کرنے کے بعد نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں، (۲) جو لڑکا بالغ ہے، اس سے طلاق حاصل کرکے نکاح کو رفع کیا جاسکتا ہے؛ مگر جو لڑکا نابالغ ہے، اس کے بالغ ہونے سے پہلے اس کا نکاح بحالہ قائم رہے گا۔ (۳)

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایۃ المفتی: ۵/۹۸)

---

(۱) الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب الحجر،فصل بلوغ الغلام: ۵/۱۳۲،ظفير

(۲) وأهله زوج عاقل.وفي الرد: احترز بالزوج عن سيد العبد والد الصغير.(ردالمحتار،كتاب الطلاق:۳/۲۳۰، سعيد)

(۳) ولا يقع طلاق الصبى والمجنون.(الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق: ۱/۳۲۹، ماجدية

اقرارنامہ پر عمل نہ کرنے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا:

(اخبارالجمعیۃ، مورخہ ۲/ اکتوبر ۱۹۲۷ء)

سوال: لڑکی جس کی شادی وقت نابالغ ہوئی تھی اوراس کے والدین نے اپنی مرضی سے شادی کی تھی، ولی حاضر تھا،اس نے اجازت دی تھی، شوہر نے اقرارنامہ لکھ دیا تھا کہ لڑکی اس وقت نابالغ ہے؛ اس لیے وہ اس سال تک اپنے میکے میں رہ سکتی ہے، اس نے مبلغ دس روپے ماہانہ خوراک ودیگر اخراجات کے لیے دینا اقرارنامہ میں لکھ دیا تھا اور یہ کہ میں کسی قسم کی تکلیف نہیں دوں گا؛ لیکن اس نے اقرارنامہ پر عمل نہیں کیا؛ یعنی ایک سال کے اندر ہی اس کو جبراً اپنے گھر لے گیا، جس رقم کا اقرار کیا تھا، وہ ادا نہیں کی اور بہت تکلیف دی، لڑکی ابھی نابالغ ہے اور نکاح سے ناراض ہے اور طلاق لینا چاہتی ہے اور شوہر طلاق نہیں دینا چاہتا۔

الجواب

اگر لڑکی نابالغہ کے باپ نے اس کا نکاح کیا تھا تو لڑکی کو نکاح کے فسخ کرانے کا حق نہیں ہے۔(۱) ہاں اگر کوئی اور وجہ ایسی ہو، جس سے فسخ نکاح کی خواہش پیدا ہوئی ہو تو اسے بیان کرنا چاہیے، صرف نابالغی کا نکاح وجہ فسخ نہیں ہوسکتا، اقرارنامہ کی خلاف ورزی بھی فسخ نکاح کے لیے کافی وجہ نہیں ہوسکتی، (۲) اگر نباہ نہ ہوسکنے کا اندیشہ ہو تو طلاق لینے کی صورت کرنی چاہیے۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ (کفایۃ المفتی: ۹۹/۵)

جو شخص شرعی باپ نہیں، وہ ولی بھی نہیں:

سوال: ایک عورت اپنا خاوند چھوڑ کر دوسرے کے یہاں رہنے لگی، اس کے پاس ایک لڑکی اپنے خاوند کی بھی ہے اوراس کا نکاح نہیں ہوا، اس کے نکاح کو میاں جی انکار کرتے ہیں، گاؤں کے لوگ ناراض ہیں تو اس کا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ لڑکی نابالغہ ہے تو اس کا ولی اس کا والد ہے، بغیر اس کی اجازت کے اس کا نکاح درست نہیں، (۳) جس شخص

---

(۱) فإن زوجهما الأب والجد يعني الصغير والصغيرة فلا خيار لهما بعد بلوغهما.(الهداية،باب في الأولياء: ۱۹۳/۱، دارإحياء التراث العربي بيروت،انيس)

(۲) ولا يبطل بالشرط الفاسد ... القرض والنكاح.(الدرالمختار، كتاب النكاح: ۲۴۹/۳، سعيد)

(۳) "وولي المرأة في تزويجها أبوها ،وهو أولى الأولياء". (خلاصة الفتاویٰ، كتاب النكاح،الفصل الثامن في نكاح الصغيرة والصغيرة: ۱۸/۲،رشيديه)

کے پاس اس کی والدہ ناجائز طریقے پر رہتی ہے، وہ ولی شرعی نہیں، (۱) اس کا باپ نہیں، اس کو اس کے نکاح کرنے کا حق نہیں اور اس عورت کو دوسرے شخص کے پاس رہنا حرام ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۴۶۵)

والد اور حقیقی نانی میں سے ولایتِ نکاح کس کو ہے:

سوال: والدہ نے اپنی دختر کے نام اپنے روپیوں سے مکان خریدا اور لڑکی کو فوت ہوگئی، متوفیہ کی تین نابالغ لڑکیاں زندہ ہیں۔ آیا شرعاً نانی حقیقی، یا والدِ نابالغاں، ان میں سے کن کو حقِ ولایت نابالغاں حاصل ہے، خصوصاً نانی قابض مکان ہے؟ اور مکان کس کی ملکیت ہوگا۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

ان نابالغ لڑکیوں کی ولایتِ نکاح ان کے والد کو حاصل ہے، نانی کو نہیں، اسی طرح ان کی ملک میں جو مال ہو، اس پر بھی والد ہی کو ولایت حاصل ہوگی۔ (کذا في رد المحتار) (۲) وہ مکان خریدنے والے کی ملک ہے، محض لڑکی کے نام خریدنے سے لڑکی کی ملکیت نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۲/۱۰/۱۳۸۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۴۶۷)

اپنے بچہ کا نکاح بغیر اپنے باپ کی اجازت کے:

سوال: ماں باپ کوئی شخص اپنی لڑکی یا لڑکے کی شادی کسی سے نہیں کرتا؛ لیکن اگر لڑکے کے ماں باپ کبھی راضی نہ ہوں؛ کیوں کہ ابھی بڑے بھائی بغیر شادی کے بیٹھے ہیں تو خود بھی کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

بہتر طریقہ تو یہی ہے کہ سرپرست بڑے موجود ہیں تو ان کے مشورہ سے ہی اپنی لڑکی اور لڑکے کا نکاح کرنا چاہیے؛ لیکن نابالغ کے والد کو ولایتِ نکاح حاصل ہے، اگر مصلحت کا تقاضا ہو تو ہر شخص اپنے لڑکے اور لڑکی کا نکاح بغیر اپنے والد سے دریافت کئے بھی کرسکتا ہے، (۳) اگر مصلحت کا تقاضا ہو تو چھوٹے لڑکے کی شادی بڑے لڑکے سے پہلے بھی

---

(۱) الولی هو العصبة". (الهداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء: ۳۱۶/۲، شركت علميه)

(۲) "(قوله: لا المال) فإنه الولي فيه الأب ووصيه، والجد ووصيه، والقاضي ونائبه فقط". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۷۶/۳، سعيد)

"وولي المرأة في تزويجها أبوها وهو أولى الأولياء". (خلاصة الفتاویٰ، كتاب النكاح، الفصل الثامن في نكاح الصغير والصغيرة: ۱۸/۲، رشيديه)

"والولي هو العصبة". (الهداية، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳۱۶/۲، رشيديه)

(۳) "والولي هو العصبة". (الهداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء: ۳۱۶/۲، شركت علميه)

کرنا درست ہے اور جس کو خود ضرورت ہو، وہ معصیت سے بچنے کے لیے خود بھی اپنی شادی کر سکتا ہے، اگر چہ والدین نہ کریں۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۵/۱۰/۲۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۶۷)

نابالغ بچی کا بذریعہ والد ایجاب وقبول:

سوال (۱) میں نے اپنے چھوٹے کمسن بچے کے لیے ایک چھوٹی لڑکی (جس کی عمر لگ بھگ تین سال تھی) کا رشتہ طلب کیا تو لڑکی کے دادا نے لڑکی کے والد کی موجودگی میں میرے لڑکے کے لیے اس لڑکی کا رشتہ منظور کر لیا۔ اس امر کا گواہ ماسوا لڑکی کے والد، ماں اور میری بیوی کے اور کوئی نہ تھا، یہ ایجاب اور قبول صحیح ہے، یا نہیں؟ اور یہ گواہ معتبر ہے، یا نہیں؟ نیز یہ لڑکی بعد بعد بلوغت اس لڑکے پر راضی ہے۔

(۲) اسی اثنا میں اس لڑکی کو ایک شخص نے جنگل کی طرف اغوا کر لیا اور جبر یہ نکاح کر لیا؛ مگر لڑکی کچھ دنوں کے بعد بھاگ گئی اور اس معاملہ پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ اس واقعہ کے وقت لڑکی کی ماں کے بقول لڑکی نابالغ تھی، ان وجوہات کی بنا پر جبریہ نکاح ثابت ہوا، یا نہیں؟ براہ کرم مفصل جواب سے نوازیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(۱) رشتہ کرنا درحقیقت نکاح نہیں، وعدۂ نکاح ہے، (۲) اس کے لیے گواہی کی ضرورت نہیں، وعدہ پورا کرنا چاہیے، جب تک کوئی مانعِ قوی نہ ہو۔(۳)

(۲) اگر لڑکی اغوا کے وقت نابالغ تھی تو اس کا ایجاب وقبول شرعاً معتبر نہیں؛ بلکہ وہ نکاح لڑکی کے والد کی اجازت پر موقوف ہے، اگر اس نے اس کو نامنظور کر دیا تھا تو وہ جب ہی ختم ہو گیا تھا۔(۴) اب والد، دادا اور خود لڑکی سب ہی اس بچپن کے رشتہ پر رضامند ہیں تو ان حالات میں یہ نکاح کر دیا جائے۔(۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۱/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۱/۱۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۶۸)

(۱) "(ویکون واجباً عند التوقان) فإن تیقن الزنا إلا به فرض، نهایة، ... (و) یکون (سنة) مؤکدة فی الأصح فیأثم بترکه ویثاب إن نوی تحصیناً وولداً". (الدر المختار: ۳/۶-۷، کتاب النکاح، سعید)

(۲) "إن المجلس للنکاح فنکاح وإن للوعد فوعد". (الدر المختار: ۳/۱۲، قبیل مطلب التزوج بإرسال کتاب، سعید)

(۳) قال اللّٰه تعالیٰ ﴿وأوفوا بالعهد إن العهد کان مسئولا﴾ (سورة بنی اسرائیل: ۳۴)

(۴) "الأصل عندنا أن العقود تتوقف علی الإجازة، إذا کان لها مجیز حالة العقد جازت، وإن لم یکن، تبطل ... الصبی إذا تزوج ... یتوقف علی إجازة الولی فی حالة الصغر". (فتح القدیر: ۳/۳۰۸-۳۰۹، کتاب النکاح، فصل فی الوکالة بالنکاح، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(۵) "لولی الصغیر والصغیرة أن ینکحهما، وإن لم یرضیا بذلک، سواء کانت بکراً، أو ثیباً". (الفتاویٰ الهندیة: ۱/۲۸۵، کتاب النکاح الباب الرابع، رشیدیه)

==

باپ نے نکاح کردیا توحقِ فسخ نہیں ہے:

سوال: مسماۃ وہاب نوری کا عقد اس کے والد نے یونس لوہار سے کردیا، اس بات کو تین سال ہوگئے ، والدہ کا انتقال ہو چکا ہے۔آج مسماۃ نوری کو وہ عقد نا منظور ہے، وجہ یہ بیان کرتی ہے کہ میں کسی اور جگہ نکاح کروں گی، یونس لوہار مجھے پسندنہیں۔سوال یہ ہے کہ کیا مسماۃ مذکورہ کے اپنے باپ کے لیے نکاح کوکسی وقت بھی کالعدم کرانے ، یا کرنے کی مجاز ہے، یانہیں؟ فقط

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

سوال سے معلوم نہیں ہوسکا کہ مسماۃ وہاب نوری کا جس وقت اس کے والد نے عقد کیا تھا تو اس وقت مسماۃ کی عمر کیا تھی، وہ بالغہ تھی اور والد نے اس سے دریافت کیا کہ میں تمہارا عقد فلاں شخص سے کرتا ہوں،تم کومنظور ہے،اس پر مسماۃ نے اگر اجازت دے دی، یا خاموش رہی، انکار نہیں کیا، یا والد نے دریافت ہی نہیں کیا؛ بلکہ بغیر مسماۃ سے دریافت کیے اس کا عقد یونس لوہار سے کردیا اور مسماۃ نے اس عقد کی خبر معلوم ہونے پر اس کو رد نہیں کیا؛ بلکہ خاموش رہی تو ان سب صورتوں میں نکاح لازم اور صحیح ہوگیا۔اب مسماۃ وہاب نوری محض شوہر ناپسند ہونے پر والد کے کیے ہوئے نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہیں رکھتی اور بغیر یونس سے طلاق حاصل کیے اس کو دوسری جگہ نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں۔

”ولا تجبر البالغة البكر على النكاح، لا نقطاع الولاية بالبلوغ، فإن استاذنها هو، أي الوكيل وهو السنة أو وكيله أو زوجها وليها وأخبرها رسوله، فسكتت عن رده مختارة فهو إذ ن إن علمت بالزوج،آه“ .(الدرالمختار)(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۱۱/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۴۷)

والدین کے ذمہ اولاد کا نکاح:

سوال: والدین، یا اوراعزہ کے ذمہ اولادِ صغار، یا کبار کا نکاح بہر حال سنت ہے، یا واجب،خواہ رسوم و بدعات

== ”(وللولی إنكاح الصغير والصغيرة)جبراً (ولو ثيباً (ولزم النكاح)“.(الدر المختار:۳/۶۵،باب الولی،سعید)

(۱) الدر المختار:۳/۵۸-۶۱،باب الولی ،سعید

”لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها ، بكراً كانت أوثيباً ، فإن فعل ذلک فالنكاح موقوف على إجازتها ، فإن أجازتة جاز،وإن ردته بطل ... إن استاذن الولی البکر البالغة فسکتت ، فذلک إذن منها ... وإذا قال لها الولی : أريد إن أزوجک من فلان بألف ، فسكتت ، ثم زوجها ،فقالت : لا أرضى ، أو زوجها ثم بلغها الخبر، فسكتت ، فالسكوت منها رضا فی الوجهين جميعاً إذا كان المزوج هو الولی “.(الفتاویٰ العالمگيرية: ۱/۲۷، الباب الرابع فی الأولياء ، رشيديه)

کے ساتھ ہو؟ اگر نکاح بطریق سنت نہ ملے اور مفاسد مروجہ کا انسداد محال ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اولادِ صغار کا نکاح واجب یا سنت نہیں ؛ بلکہ محض مباح ہے اور امرِ مباح کے لیے بدعات کا ارتکاب خلافِ شرع وعقل ہے اور کبار خود مکلّف ہیں، بذمہ والدین ان کا نکاح شرعاً ضروری نہیں، محض تبرع ہے۔

اگر اس درجہ غلبہ شہوت ہے کہ بلا نکاح ابتلائے زنا کا یقین ہے اور ادائے مہر ونفقہ پر قادر ہے تو نکاح فرض ہے، اگر قادر نہیں تو فرض نہیں اور اعتدالِ شہوت کے وقت سنتِ مؤکدہ ہے اور خوفِ جور کے وقت مکروہ ہے۔

"فإن تيقن الزنا إلا به فرض، وهذاإن ملك المهر و النفقة وإلا فلا إثم بتركه، بدائع، ويكون سنة موكدة فى الأصح، فيأ ثم بتركه، ويثأب إن نوى تحصيناً و ولداً حال الأعتدال ...ومكروهاً لخوف الجور". (الدرالمختار: ۲/ ۲۶۰)(۱)

اگر بدعات کے چھوڑنے کا پختہ عہد کرلیا جاوے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہوگی اور طریق سنت کے موافق ان شاءاللہ نکاح میسر ہوگا اور جو بدعات ورسوم کہ شرعاً ناجائز ہے، وہ برادری کے رواج کی وجہ سے جائز نہ ہوں گی ؛ بلکہ ناجائز رہیں گی، حتی الوسع محورسوم کی بھی کوشش کرنی چاہیے، اگر باوجود امکانِ سعی کے پھر رسوم کی گئیں تو ان شاءاللہ اس سعی کرنے والے سے مؤاخذہ نہ ہوگا۔

﴿ولا تزروا وازرة وزراً اخرى﴾ (سورة الفاطر: ۱۸) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود حسن عفا اللہ عنہ، معین الحق مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۲/۱۲/۱۸ھ۔

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/ ۵۱۵)

تبرع کا مطلب:

سوال: آنجناب نے تحریر فرمایا ؛ یعنی بجوابِ سوال نکاح اولاد کہ کبار کا نکاح والدین کے ذمہ شرعاً ضروری نہیں، محض تبرع ہے اور یہ کہ کبار اولاد، یا غیر والدین خود نکاح کا اہتمام کریں اور انجام کو پہونچائیں، جیسا کہ رواج ہے، یا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کا اہتمام فرمایا تھا تو یہ لوگ متابعت سنت عامل بالسنہ ہوں گے، یا نہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کا اہتمام فرمانا بطورِ سنت عادیہ کے تھا، یا صرف بطور مباح، یا بیانِ جواز کے لیے؟

نیز یہ کہ جو امر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور بیانِ جواز ثابت ہو، اس کو سنت کہیں گے، یا مستحب، یا مندوب، یا مباح؟ یا سنت کہیں گے اور سنت کون سی؟ فقط

---

(۱) الدر المختار كتاب النكاح : ۳/ ۶-۷، سعيد

پہلا سوال وجواب آنے پر جواب دیا جائے گا۔اس کا نمبر:۲۹۲/۱۲ ہے۔

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

''نکاح اولاد کبار کا والدین کے ذمہ ضروری نہیں''، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح نماز، روزہ وغیرہ عبادات فرض عین ہیں کہ نص قطعی سے ثابت ہیں، ان کے منکر کی تکفیر کی جاتی ہے، ہر شخص خود ادا کرنے کا مکلّف ہے، کسی دوسرے کے ادا کرنے سے بری الذمہ نہ ہوگا، نکاح کی شان نہیں؛ مگر نکاح میں ایک جہت عبادت کی بھی ہے، پھر جیسا کہ درجہ کی عبادت اور اعانت ہوگی، اسی درجہ کا ثواب بھی ہوگا، اگر اس عبادت میں فرضیت کی شان آ جائے؛ یعنی اولاد پر نکاح کرنا فرض ہو جائے اور بغیر نکاح کے معصیت میں مبتلا ہونے کا یقین، یا ظنِ غالب ہو تو اس وقت اعانت بھی ضروری ہو جائے گی۔

لقوله تعالیٰ: ﴿تعاونوا على البر والتقوىٰ﴾(۱)

اگر نکاح ممنوع ہے تو اعانت بھی ممنوع ہوگی، جب کہ نکاح میں عبادت کی جہت موجود ہے تو اعانت کو صرف سنتِ عادیہ نہیں کہا جائے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام کرنا محض بطور عادت نہیں تھا، اسی طرح صرف بیان جواز کے لیے بھی نہیں تھا؛ بلکہ بیانِ سنیت، یا مستحبات کے لیے تھا۔

جو امر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محض بیانِ جواز کے لیے ثابت ہو، وہ صرف مباح ہوتا ہے، اس کی علامت یہ ہے کہ کرنے والا ثواب اور نہ کرنے والا عقاب کا مستحق نہیں ہوتا، (۲) اور جس امر کا کرنے والا مستحق ثواب ہو اور نہ کرنے والا مستحقِ عتاب وعقاب نہ ہو، وہ مستحب ہے، مندوب بھی اسی کو کہتے ہیں۔

(۳) اور جس کے نہ کرنے سے عتاب ہو، وہ مسنون ہے، (۴) اور جس کے نہ کرنے سے عقاب ہو، وہ واجب ہے اور منکر اس کا کافر نہیں ہوتا، (۵) اور جس کا منکر کافر ہو، وہ فرض ہے۔(۶)

---

(۱) سورة المائدة: ۲

(۲) "المباح هو ما خير الشرع المكلف بين فعله وتركه ... وحكمه: أنه لا ثواب ولا عتاب على فعله أو تركه". (الفقه الإسلامي وأدلته، المطلب الرابع: إصطلاحات الفقه والمؤلفين فيه: ۶۹/۱، رشيديه)

(۳) "لا فرق بين المندوب والمستحب والنفل والتطوع". (الفقه الإسلامي وأدلته، المطلب الرابع: إصطلاحات الفقه والمؤلفين فيه: ۶۸/۱، رشيديه)

(۴) "وحكمها أن يطالب المرء بإقامتها من غير افتراض ولا وجوب". (المغني في أصول الفقه، باب النهي، فصل في العزيمة والرخصة: ۸۵/۱، أم القرى، مكة المكرمة)

(۵) "وحكمه وجوب العمل لا الاعتقاد، حتى لا يكفر جاحده، ويفسق تاركه". (المغني في أصول الفقه، باب النهي، فصل في العزيمة والرخصة: ۸۴/۱-۸۵، ام القرى، مكة المكرمة)

(۶) وحكمه لزوم الاعتقاد والعمل، حتى يكفر جاحده، ويفسق تاركه بلا عذر". (المغني في أصول الفقه، فصل في العزيمة والرخصة: ۸۴/۱، مكتبه ام القرى، مكة المكرمة)

البتہ استخفاف واستہزا اگرچہ فعلِ مندوب، یا مسنون کا ہو، موجب کفر ہے۔(هكذا فى كتب الأصول والكلام) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود گنگوہی، ۸/ربیع الاول/۱۳۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ربیع الاول/۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۱۷)

اَولاد کے نکاح کی ذمہ داری باپ پر ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کیا زید کی بیوی زید کے بچوں کی شادی اس کی اجازت کے بغیر کرسکتی ہے، یا نہیں؟ براہِ کرم شریعت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

باپ کی موجودگی میں بیوی بچوں کے نکاح کی ذمہ داری اوراس بارے میں مناسب فیصلہ کا حق ماں کوحاصل نہیں؛ بلکہ باپ کواختیار ہے، وہ جہاں چاہے اپنے بچے بچیوں کا رشتہ کرے، اس کی اجازت کے بغیر ماں کا اپنی مرضی سے رشتہ کرنا صحیح نہیں ہے۔

مستفاد: وللولي إنكاح الصغير والصغيرة جبرا ولو ثيبًا، ولزم النكاح ولو بغبن فاحش أو بغير كفء إن كان الولي أبا أوجدًا. (الدر المختار مع الرد المحتار: ۴/ ۱۷۰ـ ۱۷۱، زكريا)

ولزم النكاح بلا توقف إجازة أحد وبلا ثبوت خيار في تزويج الأب والجد والمولى. (شامي: ۴/۱۷۱، زكريا)

(وإن كان المزوج غيرهما) أي غير الأب وأبيه ولو الأم [إلى] لا يصح النكاح من غير كفء أوبغبن فاحش. (وتحته في الشامية) ولو الأم أو القاضي هو الأصح؛ لأن ولايتهما متأخرة عن ولاية الأخ والعم، فإذا ثبت الخيار في الحاجب ففي المحبوب أولى، بحر، ولقصور الرأي في الأم. (شامي: ۴/ ۱۷۳، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴/۶/۱۴۳۵ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۳۴۰)

کیا اولاد کی شادی کرانا والدین کی ذمہ داری ہے:

سوال: زید کا ایک لڑکا ہے، عمر تقریباً ۲۲/سال ہے بیٹا بار بار کہتا ہے کہ میری شادی میں جلدی کرو، ورنہ فتنہ میں مبتلا ہوجاؤں گا؛ لیکن زید کے پاس اتنی رقم نہیں کہ شادی کرسکے، قرض دینے کے لیے کوئی تیار نہیں، اب پوچھنا یہ

---

(۱) **فإن كان على وجه الاستخفاف بالدين، ينبغي أى يكون كفراً عند الكل".** (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فيما يتعلق بالصلاة والزكاة، الخ": ۵/۴۹۶، إدارة القرآن، كراتشي)

"الاستهزاء بحكم من أحكام الشرع كفر". (شرح الفقه الأكبر للملا على القاري، فصل في العلم والعلماء، ص: ۱۷۶، قديمي)

ہے کہ میں نے سنا ہے کہ اگر والدین اپنی اولاد کی شادی میں تاخیر کردیں، دریں اثنا بچے سے جو گناہ سرزد ہوجائے، اس میں والدین کا بھی حصہ ہے، کیا یہ درست ہے؟ اگر ہے تو زید اپنے بیٹے کی شادی میں تاخیر سے گناہ گار ہوگا؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

والدین کے ذمہ لازم ہے، وہ اپنے بچوں کی اچھی تربیت کریں اور انہیں اپنی زندگی دین کے مطابق گزارنے کی ترغیب دیں اور بچوں کے بالغ ہوجانے کے بعد جیسے ہی ممکن ہو، مناسب رشتہ نظر آتے ہی ان کی شادی کرادیں۔ کنز العمال میں حدیث مبارک ہے:

"حق الولد على والده أن يحسن اسمه ويزوجه إذا أدرك ويعلمه الكتاب". (كنز العمال: ٤١٧/١٦)

(باپ پر بچے کا یہ حق ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور بالغ ہونے کے بعد اس کی شادی کرائے اور اسے قرآن کا علم سکھائے۔)

لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ والد کی ذمہ داری فقط اتنی ہے، جو اوپر ذکر کی گئی، اس سے آگے (ولیمے کا خرچہ، مہر، نفقہ وغیرہ غرض) ہر قسم کا مالی خرچ لڑکے کے اپنے اوپر ہے، یہ باپ کی ذمہ داری نہیں کہ لڑکے کی شادی میں اپنے پیسے خرچ کرے، بالغ ہوجانے کے بعد یہ تمام ذمہ داریاں لڑکے کے اپنے اوپر عائد ہوتی ہیں کہ کمائے اور اپنی شادی کے لیے پیسوں کا بندوبست کرے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو یہ لڑکے کی ذمہ داری ہے کہ اتنا قرض کہیں سے حاصل کرے کہ اس کی شادی میں مہر اور دیگر شرعی امور انجام پاسکیں، نیز لڑکے کو ایسی ملازمت وغیرہ بھی اختیار کرنا ضروری ہے، جس سے اس کے گھر کا نفقہ وغیرہ چل سکے۔ اگر لڑکا یہ تمام مذکورہ بالا وسائل مہیا کرلیتا ہے اور مالی اعتبار سے کوئی مانع باقی نہ رہے، نیز باپ کو اچھا رشتہ بھی نظر آجائے؛ لیکن اب اگر باپ تاخیر کرے اور لڑکا بلوغت سے کہولت (ادھیڑ عمری) کی عمر کی طرف منتقل ہونے لگے تو اب لڑکے سے سرزد گناہ کا باپ بھی ذمہ دار ہوگا۔ باپ کی یہ ذمہ داری تھی کہ جب لڑکا مالی اعتبار سے بےغم ہے تو بلوغت کے بعد جلد از جلد اس کی شادی کردے اور اس فرض سے سبکدوش ہوجائے۔ یہ ایک وبا ہے، جو ہمارے معاشرے میں پھیلتی جارہی ہے کہ والدین اپنی اغراض کی وجہ سے اولاد کے نکاح میں تاخیر کرتے جاتے ہیں اور اولاد ناجائز ذرائع استعمال کرنے لگتی ہے، ایسے والدین کو متنبہ ہونا چاہیے کہ کل بروزِ قیامت اولاد کے گناہوں کا سوال ان سے بھی ہوگا۔

البتہ اگر لڑکے کے پاس پیسے نہ ہوں اور نہ وہ قرض لے سکتا ہو تو اسے چاہیے کہ روزے رکھے اور روزوں کے ذریعے اپنی شہوت کو مٹائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"من استطاع منكم الباءة فليتزوج، فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج، ومن لم يستطع فعليه بالصوم فإنه له وجاء". (مشكاة، ص: ٢٦٧)

(جو تم میں سے نکاح (اور اس کے حقوق ادا کرنے کی) طاقت رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ شادی کرے؛ کیوں کہ اس سے نظر کی حفاظت اور شرمگاہ کے لیے عفت کا حصول ہوتا ہے اور جو طاقت نہ رکھتا ہو تو اسے روزے رکھنے چاہئیں؛ کیوں کہ روزے ہی اس کے لیے شہوت کو توڑنے والی چیز ہیں۔)

لہٰذا گھریلو حالات اگر شادی کی اجازت نہ دیتے ہوں تو باپ کو چاہیے کہ بیٹے کو بتا دے کہ شریعت میں آپ کے مسئلے کا یہ حل ہے کہ آپ روزے رکھیں، نیز اگر والد کے پاس مال وافر مقدار میں موجود ہے اور لڑکا فی الحال شادی سے قبل اتنا مال حاصل کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو اور باپ اپنی خوشی سے (بغیر کسی ادھار کا بوجھ اٹھائے) خرچ کر دیتا ہے تو امید ہے کہ عنداللہ ماجور ہوگا؛ لیکن باپ کا یہ خرچ کرنا تبرعاً ہوگا، نہ یہ کہ اسے والد کی ذمہ داری سمجھا جائے۔

یہ تفصیل جو ذکر کی گئی لڑکے کی شادی کے بارے میں ہے۔لڑکی کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اس کی شادی بلوغ کے بعد جلد از جلد کفو (دینداری، مال اور پیشہ کے اعتبار سے برابر) میں رشتہ میسر آتے ہی کرا دینا والد کی ذمہ داری ہے، البتہ لڑکی کا نفقہ والد پر شادی تک ہے (جب کہ لڑکے کا نفقہ صرف بلوغ تک ہے، بالغ ہونے کے بعد باپ لڑکے پر خرچ کرنے میں متبرع ہے) اور شادی کے بعد لڑکی کا نفقہ اس کے شوہر کے ذمے ہوتا ہے، باپ کی ذمہ داری فقط اتنی ہے کہ بلوغ کے بعد اچھا رشتہ میسر آتے ہی لڑکی کا نکاح کر دے اور بقدرِ استطاعت جو جہیز دے سکتا ہے، دے دے، (آج کل مروّج جہیز جس میں مکمل فرنیچر وغیرہ داخل ہوتا ہے، باپ کی ذمہ داری نہیں؛ بلکہ معاشرے میں پھیلتا ہوا ناسور ہے) اگر باپ بلوغ کے بعد رشتہ میسر آجانے پر لڑکی کی شادی کے فرض سے سبکدوش نہیں ہوتا اور لڑکی کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے تو اس کا ذمہ دار باپ بھی ہوگا۔

اس لیے صورتِ مسئولہ میں دو باتوں میں فرق کو ذہن نشین رکھیے، وہ یہ کہ ایک ہے بچوں کی اچھی تربیت (چاہے لڑکا ہو، یا لڑکی) اور بلوغ کے بعد اچھا رشتہ میسر آجانے پر بلا تاخیر ان کی بات پکی کرا کے شادی کرا دینا یہ والد کی ذمہ داری ہے، اس میں تاخیر باعثِ پکڑ ہے؛ لیکن دوسری طرف لڑکے کی شادی میں مہر، نفقہ اور دیگر خرچ وغیرہ یہ باپ کے ذمے نہیں، ان سب کے بندوبست کے لیے نوکری کرنا، قرض لینا یہ سب لڑکے کے اپنے ذمے ہے، اگر باپ کر دیتا ہے تو یہ باپ کا احسان ہے، فرض نہیں۔حدیث شریف میں ہے:

قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ’’من ولد له ولد فليحسن اسمه وأدبه فإذا بلغ فليزوجه فإن بلغ ولم يزوجه فأصاب إثما فإنما إثمه علىٰ أبيه‘‘. (مشكاة المصابيح، ص: ۲۷۱)

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے ہاں بچہ پیدا ہو، اسے چاہیے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اسے ادب سکھائے اور جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کرا دے، اگر وہ بالغ ہو گیا اور باپ نے شادی نہ کرائی، پھر کسی گناہ کا مرتکب ہو جائے تو اس کا گناہ باپ پر ہوگا۔)

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں سوال یہ نہیں کہ زید (باپ) کے پاس لڑکے کی شادی کی رقم ہے، یا نہیں؛ بلکہ اصل یہ دیکھا جائے کہ لڑکے کے پاس مہر وغیرہ کی رقم ہے، یا نہیں؟ نیز وہ اتنا برسرِ روزگار ہے کہ گھر کا خرچ چلا سکے، یا نہیں؟ اگر لڑکے کے پاس اتنی رقم نہیں تو قرض لے اور قرض نہ لے سکتا ہو تو روزے رکھے۔اگر لڑکا اتنی رقم کا مالک ہے، نیز اچھا

رشتہ بھی میسر ہے، پھر باپ تاخیر کر رہا ہے تو باپ زید کی پکڑ عند اللہ ہوگی، اسے چاہیے کہ اپنے لڑکے کا رشتہ جلد از جلد مکمل کر کے اس ذمہ داری کو اپنے کاندھوں سے اتار دے۔

لما في إعلاء السنن (٤/١١): الحديث ورد في باب من تاقت نفسه إلى النكاح فأما أن ينكح إن قدر على مؤنة وأما أن يصوم إن لم يقدر عليها.

وفي الدر المختار (٦/٣): (ويكون واجبا عند التوقان) فإن تيقن الزنا إلا به فرض، نهاية، وهذا إن ملك المهر والنفقة وإلا فلا إثم بتركه، بدائع ... ويندب إعلانه وتقديم خطبة وكونه في مسجد يوم جمعة بعاقد رشيد وشهود عدول والاستدانة له. (نجم الفتاویٰ: ۵/۱۶-۱۸)

شریعت نے باپ کو کیا حقوق دیئے ہیں:

سوال: میری ازدواجی زندگی میں بیوی سے علاحدگی ہوگئی ہے، میں نے اسے طلاق دے دی تھی، (بیٹی ۱۸/سال، بیٹا ۱۳/سال اور بیٹا ۶/سال) تین اولاد ہیں۔ گزارش یہ ہے کہ قرآن وشریعت کی روشنی میں بتایا جائے کہ:

(۱) اولاد کے لیے باپ سے ملنا چھوڑ دینا گویا کہ باپ مر چکا ہو، کیا یہ جائز ہے؟

(۲) اولاد پر باپ کا کتنا حق ہوتا ہے، بیوی کہتی ہے کہ اگر بچے میرے پاس رہیں گے تو تم ان کے لیے مر چکے ہو۔

(۳) اسلامی احکام کے مطابق بچے اگر ماں کے پاس ہوں تو بچوں کی پرورش کو دیکھنا باپ کے ذمہ ہے، یا نہیں؟

(۴) اولاد کے عمل کا باپ جوابدہ ہے، اپنے رب کے پاس، جب کہ بچے ماں کے پاس ہیں۔

(۵) باپ اپنی اولاد سے مل سکتا ہے، شریعت کیا کہتی ہے؟ جبراً باپ کو روکنا کیسا ہے؟

(۶) میرا بیٹا ۶ سال کا ہے پیدائش سے قبل میں نے اسے حافظ بنانے کی منت مانی تھی کہ اللہ اگر تو بیٹا عطا کرے گا تو اسے حافظ بناؤں گا۔ اب جب داخلے کا وقت آیا ہے تو بیوی کہتی ہے کہ ملاّ بنا کر کیا کروگے، سخت مخالفت کرتی ہے اور بچے کو اسکول میں ڈال دیا ہے۔ منت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور جو منت میں نے مانی تھی، اس کا حساب مجھے دینا پڑے گا؟

(۷) بچی کا رشتہ طے کرنے اور جانچ پڑتال کرنے میں باپ کا عمل دخل ہے، شریعت اجازت دیتی ہے، یا باپ کو جبراً روکا جاسکتا ہے؟ برائے مہربانی شریعت کے مطابق ان سوالوں کے جوابات مرحمت فرمادیں۔

الجواب ــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

بچے کی عمر سات سال ہوجائے اور بچی کی عمر ۹/سال ہوجائے تو ماں کا حق پرورش ختم ہوجاتا ہے اور اس کے بعد حق پرورش باپ کی طرف منتقل ہوجاتا ہے، البتہ بچے کی عمر اگر سات سال سے کم ہے تو اس کا حق پرورش ماں کو حاصل ہے؛ لیکن اگر ماں فاسقہ ہو تو اس صورت میں یہ قوی یقین ہونے کی وجہ سے کہ یہ سات سال کی عمر تک پہنچنے تک بچے کی صحیح

تربیت نہیں کر سکے گی اور اسے غلط عادات کا خوگر بنا دے گی، یا عورت بچے کے نامحرم سے نکاح کر لے تو ان دونوں صورتوں میں سات سال سے چھوٹے بچے کا حقِ پرورش بھی باپ کو حاصل ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ کی (۱،۲،۳،۴،۵) میں ۱۸ر سال کی بیٹی اور ۱۳ر سال کے بیٹے کا حق پرورش تو باپ کو ہے اور ۶ر سالہ بیٹے کا حق پرورش ماں کو ہے، اگر وہ فاسقہ نہ ہو اور بچے کے نامحرم سے نکاح نہ کر لیا ہو۔ بصورتِ دیگر اس کا حق پرورش بھی باپ (یعنی آپ کو) ہے، لہٰذا جس صورت میں بچہ ماں کے پاس ہو، اس میں بھی بچے کو ماں باپ سے حسن سلوک کا حکم ہے، لہٰذا اولاد کو باپ سے میل جول ترک نہیں کرنا چاہیے، نیز باپ کو جبراً اپنے بچوں سے ملنے سے منع کرنا بھی جائز نہیں اور بیوی کا یہ کہنا کہ ''اگر بچے میرے پاس رہیں گے تو تم ان کے لیے مر گئے'' یہ درست نہیں، اولاد کے لیے باپ سے کلیۃً میل جول ترک کر دینا جائز نہیں۔

(۶)　شرعاً نذر کے وجوب کے لیے فقہاء کرام نے چند شرائط ذکر کی ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ جس چیز کی نذر مانی جا رہی ہے، اس کا مثل کوئی واجب موجود ہو، ورنہ اس نذر کو پورا کرنا ضروری نہ ہوگا۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کام کے ہونے پر روزہ رکھنے کی نذر مانے تو یہ روزہ رکھنا واجب ہوگا؛ کیوں کہ اس کا مثل رمضان کے واجب (فرض) روزے موجود ہیں تو یہ نذر کا روزہ بھی ضروری ہوگا، البتہ اگر کوئی یہ نذر مانے کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں مثلاً پل بناؤں گا تو اس پر پل بنانا ضروری نہ ہوگا اور یہ نذر واجب نہ ہوگی؛ کیوں کہ خارج میں اس کی نظیر موجود نہیں ہے (یعنی یہ واجب کی جنس میں سے نہیں ہے)، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں چوں کہ بچے کو حافظِ قرآن بنانا واجب نہیں تو اس کی نذر ماننے سے بھی یہ نذر واجب نہ ہوگی، البتہ اگر تبرعاً پورا کر لیں تو اچھی بات ہے؛ کیوں کہ یہ بہت اونچا مرتبہ ہے اور خوش قسمتی کی واضح علامت ہے اور حافظ بچے کے والدین کے لیے بھی احادیث میں بہت سی بشارتیں ذکر ہوئی ہیں۔

(۷)　ساتویں نمبر میں بچی اگر نابالغہ ہو تو اس کے نکاح کا حق خالصۃً باپ کو ہوتا ہے، ماں کا اس میں کوئی دخل نہیں؛ لیکن اگر لڑکی بالغہ ہو تو وہ اپنے نکاح کے معاملے میں خود مختار ہے، جہاں چاہے خود اپنا نکاح کر سکتی ہے، البتہ بالغہ لڑکی کے لیے مستحب یہ ہے کہ اپنے نکاح کے معاملے کو اپنے ولی کے سپرد کر دے، یہی شرفا کا طریقہ ہے؛ لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ بالغہ لڑکی کفو میں نکاح کرنے میں خود مختار ہے، غیر کفو (دین، مال، پیشہ وغیرہ میں کم تر) سے نکاح باپ کی اجازت کے بغیر مفتیٰ بہ قول کے مطابق منعقد نہ ہوگا۔

لما في القرآن الكريم (البقرة: ۲۳۳): ﴿**وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا**﴾

(الاسراء: ۲۳): ﴿**وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا**﴾

(النساء: ٣٤): ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَا اَنفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصَّالِحَاتُ﴾(الآية)

وفی الدرالمختار (٣/٥٦٦-٥٦٧): (والحاضنة) أُمًّا أو غيرها(أحق به) أى بالغلام حتٰى يستغنى عن النساء وقدر بسبع وبه يفتي لأنه الغالب... (والأم والجدة) لأم أو لأب (أحق بها) بالصغيرة (حتى تحيض) أى تبلغ فى ظاهر الرواية... (وغيرهما أحق بها حتى تشتهى) وقدر بتسع وبه يفتي وبنت إحدى عشرة مشتهاة اتفاقا زيلعي (وعن محمد أن الحكم فى الأم والجدة كذلك) وبه يفتي لكثرة الفساد،زيلعي.

وفى الشامية (٣/٧٣٦):قوله (وهٰذا هو الضابط) الإشارة إلى ما ذكره من أن ما ليس من جنسه فرض لا يلزم وعبارة الدرر المنذور إذا كان له أصل فى الفروض لزم الناذر كالصوم والصلاة والصدقة والاعتكاف وما لا أصل له فى الفروض فلا يلزم الناذر كعبادة المريض و تشييع الجنازة ودخول المسجد وبناء القنطرة والرباط والسقاية ونحوها وهٰذا هو الأصل الكلى.(نجم الفتاویٰ:۵/۲۵-۲۷)

میرا نکاح والدین ایک جگہ چاہتے ہیں، میں دوسری جگہ، کیا کرنا چاہیے:

سوال: اگر میں شادی نہ کروں تو گناہ ہے، میرا یہ مقصد نہیں کہ میں گناہ کی زندگی بسر کروں؛ یعنی میں اپنے آپ کو قابو میں رکھوں، کیا پھر بھی مجھے گنا ہوگا؟

میں اپنی پسند کی شادی کرنا چاہتا ہوں، میرے والدین راضی نہیں ہوتے، وہ کسی اور جگہ کرنا چاہتے ہیں، اگر ان سے انکار کردوں تو میں گنہگار رہوگا، جب کہ اسلام میں لڑکا لڑکی کی مرضی کے بغیر شادی نہیں کرنا چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

اعتدال کے وقت نکاح کرنا سنت ہے، قدرت اور ضرورت کے باوجود جو شخص نکاح نہیں کرتا، وہ اس سنت سے محروم ہے، غلبہ جذبات کے وقت نکاح کرنا واجب ہے، اگر ادائے حقوق پر قدرت نہ ہو، ظلم کا خطرہ ہو تو نکاح کرنا منع ہے؛ اس لیے سب کا حال یکساں نہیں۔(۱)

شریعت میں ایک ہدایت تو اولاد کے لیے ہے، وہ یہ کہ والدین کی اطاعت کریں، (۲) اگر والدین کا حکم ہو کہ اپنی

---

(۱) ”(ويكون واجباً عند التوقان، وسنة) مؤكدة فى الأصح ، فيأثم بتركه ، ويثاب إن نوى تحصيناً وولداً (حال الاعتدال):أى القدرة على وطء ومهر ونفقه ... (ومكروها، لخوف الجور) فإن تيقنه حرم ذلك“.(الدر المختار: ٣/٦-٧، كتاب النكاح،سعيد)

(۲) قال اللّٰه تعالٰى:﴿ووصينا الإنسان بوالديه حسناً﴾(سورة العنكبوت:٨)

”ولا يفرض (على صبى) وبالغ له أبوان أو أحد هما ؛ لأن طاعتهما فرض عين“.(الدر المختار: ٤/١٢٤-١٢٥، كتاب الجهاد،سعيد)

بیوی سے الگ ہو جائے، تب بھی اطاعت چاہیے،(۱) ایک ہدایت والدین کے لیے ہے کہ جب اولاد بڑی ہو جائے تو اس کی طبیعت کے خلاف اس پر جبر نہ کیا جائے، ہاں مشورہ دے دیا جائے، پس اگر اولاد اور ماں باپ اپنے اپنے متعلق ہدایات پر عمل کریں تو صحیح زندگی گزرے، کوئی خلفشار نہ ہو؛ مگر مشکل یہ ہے کہ اولاد نے تو وہ ہدایت یاد کی جو والدین کے حق میں تھی اور والدین نے وہ ہدایت کہ جو اولاد کے حق میں تھی، اپنے اپنے متعلق ہدایت کو ہر ایک نے فراموش کر دیا، جس کی وجہ سے سکون ختم ہو گیا۔

بہر حال! اگر آپ والدین کی رضا مندی کو اپنی خواہش پر مقدم رکھیں تو بہت بڑی سعادت ہے،(۲) اس کی برکت سے زندگی بھی خوشگوار ہوگی، اگر اس پر قدرت نہ ہو تو ﴿لا یکلف اللّٰہ نفساً إلا وسعہا﴾(۳) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۱۹)

والدین کا لڑکے کو اس کی ناپسند جگہ نکاح کے لیے مجبور کرنا:

سوال (۱) ہمارے ایک عزیز ہیں، وہ اپنے لڑکے کی شادی اپنی عزیزہ کے یہاں کرنا چاہتے ہیں اور لڑکا اس جگہ شادی کرنے کو آمادہ نہیں اور کچھ عزیز بھی وہاں کرنے کو اچھا نہیں خیال کرتے؛ مگر والدین معلوم نہیں کہ کس دباؤ لالچ میں آ کر لڑکے کو زبردستی وہاں پھنسانا چاہتے ہیں، اگر لڑکا وہاں شادی کرنے کو منع کر دے تو لڑکے کو نافرمان تو نہیں کہا جائے گا ؟ اور گنہگار ہوگا، یا نہیں؟ اور لڑکا اپنی مرضی سے خود شادی کر سکتا ہے، یا نہیں؟ جب کہ والدین رضا مند نہ ہوں۔

(۲) لڑکے کو اس کی مرضی پر چھوڑنا والدین نہ چاہتے ہوں اور اس کو عاق کرنے کا دباؤ ناجائز دے کر اپنی من مانی پر تلے ہوئے ہوں، لڑکے کو کیا کرنا چاہیے، اس کو اپنی خوشگوار زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے، یا والدین کی تقلید ضروری ہے؟

الجواب ———————— حامداً و مصلیاً

(۱) والدین کو راضی رکھنا اور ان کو اپنی خوشی پر مقدم رکھنا سعادت ہے؛(۴) لیکن اگر وہ ایسی جگہ شادی کرنا

---

(۱) "عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما قال: کانت تحتی امرأۃ أحبہا و کان عمر رضی اللّٰہ عنہ یکرہہا، فقال لی: فأبیت، فأتی عمر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فذکر ذلک لہ ، فقال لی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "طلقہا". (مشکاۃ المصابیح، ص: ۴۲۱، باب البر والصلۃ، الفصل الثالث، قدیمی)

(۲) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وقضی ربک ألا تعبدوا إلا إیاہ وبالوالدین إحساناً ... فلا تقل لہما أف ولا تنہر ہما وقل لہما قولاً کریماً ٥ واخفض لہما جناح الذل من الرحمۃ﴾ (الآیۃ) (سورۃ بنی إسرائیل: ۲۳-۲۴)

(۳) سورۃ البقرۃ: ۲۸۶

(۴) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وقضی ربک ألا تعبدوا إلا إیاہ وبالوالدین إحساناً ... فلا تقل لہما أف ولا تنہر ہما وقل لہما قولاً کریماً ٥ واخفض لہما جناح الذل من الرحمۃ﴾ (الآیۃ) (سورۃ بنی اسرائیل: ۲۳-۲۴)

چاہتے ہیں، جہاں لڑکے کی طبیعت بالکل آمادہ نہیں اور وہ جانتا ہے کہ حقوقِ زوجیت ادا نہیں کر سکے گا، نباہ نہیں ہوگا جو کہ والدین کے لئے بھی کوفت کا سبب بنے گا، اس مجبوری سے وہ وہاں شادی سے انکار کردے تو ان شاءاللہ تعالیٰ وہ نافرمانی کا گنہگار نہیں؛ مگر نرمی سے والدین کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے پوری بات ان کے سامنے پیش کر دے، پھر بتادے کہ فلاں جگہ شادی کرنا مناسب ہے، گوخود بھی ایجاب وقبول سے نکاح ہو جائے گا؛(۱) مگر والدین کے مشورہ سے اوران کے انتظام سے ہوتو ان کے لیے زیادہ خوشی کی بات ہے۔

(۲) اس کو اپنی خوشگوار زندگی کی تدبیر اختیار کرنے کا پورا حق ہے، تدبیر اس کی نمبر (۱) میں آچکی ہے، والدین کو بھی لازم ہے کہ لڑکے کے جذبات کا خیال رکھیں، اس کی منشا کے خلاف ضد نہ کریں، عاق کرنے؛ یعنی وراثت سے محروم کرنے کا ان کو ہرگز حق نہیں، اگر وہ عاق کر بھی دیں گے، تب بھی وہ محروم نہیں ہوگا، (۲) ان کو سوچنا چاہیے کہ اگر زبردستی اس کی شادی کردی گئی اور اس نے بیوی کی طرف رخ نہ کیا تو اس کو سنبھالینا کس قدر دشوار ہوگا اور ایسی حالت میں طلاق یا خلع تک نوبت پہونچی تو پھر کیا ہوگا، دوسری شادی آسان نہیں ہوگی۔فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۲۲۱)

والد کا بیٹے کو فاجر شرابی کی بیٹی سے نکاح کرنے پر مجبور کرنا:

سوال: زید کے والدین نے زید کا پیام بغیر زید کے علم واطلاع کے ایک فاجر شرابی کی لڑکی سے کر دیا؛ یعنی ابھی شادی نہیں ہوئی، صرف ابتدائی بات چیت حسب رواج بالکل طے ہوگئی ہے، جس کی مدت تقریباً تین سال ہو چکی ہے، بات چیت طے ہونے کے بعد زید کو معلوم ہوا تو زید نے ناراضگی کا اظہار کیا کہ ان کے ذرائع آمدنی حلال نہیں ہے؛ اس لیے اس جگہ مجھے شادی کرنے سے انکار ہے؛ مگر زید کے والدین وہیں پر شادی کرنے پر مجبور کر رہے ہیں؛ اس لیے اس جگہ مجھے شادی کرنے سے انکار ہے؛ مگر زید کے والدین وہیں پر شادی کرنا پر مجبور کر رہے ہیں۔ اب زید کو کیا صورت اختیار کرنی چاہیے کہ پورا شریعت پر عمل ہو سکے؟

الجواب ________________ حامداً ومصلیاً

اگر والدین مجبور کر رہے ہیں، کسی دوسری جگہ پر رضا مند نہیں ہیں تو مجبوراً شادی کرلے، (۳) شراب کی آمدنی سے

---

(۱) "النكاح ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر". (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۹/۳، سعيد)

(۲) "وعن أنس رضى الله تعالىٰ عنه: قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة". (رواه ابن ماجه) (مشكاة المصابيح، باب الوصايا، الفصل الثالث: ۲٦٦/۱، قديمى)

"الإرث جبرى لا يسقط بالإسقاط". (تكملة ردالمحتار، كتاب الدعوى، مطلب: واقعة الفتوىٰ: ۵۰۵/۱، سعيد)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿وقضىٰ ربک ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحساناً﴾ (سورة بنى اسرائيل: ۲۳) ==

پورا پرہیز کرے، لڑکی کے والدین کو مشورہ دیا جائے کہ وہ کہیں سے حلال آمدنی قرض لے کر اس سے شادی کے مصارف پورے کریں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۵/۱۹ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۵۲۱/۱۱)

نکاح سے اگر تعلیم میں حرج ہو، مگر والدین مجبور کریں:

سوال: زید ابھی تعلیم حاصل کر رہا ہے اور زید عاقل بالغ ہے اور زید کے گھر والے مجبور کرتے ہیں، شادی کرنے پر اور زید ابھی شادی کرنا نہیں چاہتا ہے، حتی کہ اس کے والدین اور دیگر احباب بھی زور شور کر رہے ہیں کہ شادی ہو جانی چاہیے؛ لیکن زید چاہتا ہے کہ شادی مؤخر ہو جائے، ان حالات میں زید کیا کرے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر زید کو ابتلائے معصیت کا اندیشہ نہیں اور نکاح کے بعد اس کو تحصیلِ علم میں رکاوٹ کا ظنِ غالب ہے تو اس کو حق ہے کہ وہ نکاح کو مؤخر کردے، (۱) اگر والدین صرف نکاح پر اصرار کریں، رخصت کو مؤخر کردیں تو زید کو چاہیے کہ اس سے انکار نہ کرے، (۲) اگر ابتلائے معصیت کا اندیشہ ہے تو اس کو چاہیے کہ نکاح کرلے، (۳) پھر حسب موقع تعلیم کا سلسلہ جاری رکھے۔ زید کے سامنے تین چیزیں ہیں: تحصیل علم، حفاظتِ نفس، اطاعتِ والدین، ان تینوں کو جمع کرنے کی صورت میں تحریر کردی گئی۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۶/۱/۱۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۵۲۳/۱۱)

== "حدثنا أبو الوليد قال: حدثنا شعبة... قال: سألت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم: "أی العمل أحب إلی اللّٰہ؟ قال: "الصلاة علی وقتها " قال: ثم أی؟ قال: "ثم بر الوالدین". (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب قوله: ﴿ووصینا الإنسان بوالدیه﴾: ۸۸۲/۲، قدیمی)

(۱) قال الإمام البخاری: "وقال عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه: "تفقهوا قبل أن تسودوا"... وفسره شهر اللغوی بالتزوج، فإنه إذا تزوج صار سید أهله، ولا سیما إن ولد له". (فتح الباری، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم والحکمة: ۲۱۹/۱ـ۲۲۰، قدیمی)

"قال بشر الحافی: ضاع العلم فی أفخاذ النساء". (المصنوع فی معرفة الحدیث الموضوع، حرف الضاد المعجمة، ص: ۱۲۰، (رقم: ۱۸۱)، سعید)

(۲) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وقضی ربک ألا تعبدوا إلا إیاه وبالوالدین إحساناً﴾ (سورة بنی اسرائیل: ۲۳)

"حدثنا أبو الولید قال: حدثنا شعبة ... قال: سألت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم: أی العمل أحب إلی اللّٰہ؟ قال: الصلاة علی وقتها، قال: ثم أی ؟ قال: ثم بر الوالدین ". (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب قوله: ﴿ووصینا الإنسان بوالدیه﴾: ۸۸۲/۲، قدیمی)

(۳) "(ویکون أی النکاح واجباً عند التوقان)، فإن تیقن الزنا إلا به فرض". (الدرالمختار، کتاب النکاح: ۶/۳، ۷، سعید)

والدین کے اصرار کے باوجود دینی مشغولی کی وجہ سے نکاح نہ کرنا:

سوال: ایک شخص کی عمر اٹھائیس سال ہے اوراس کے ماں باپ نکاح کرنے پر زور دیتے ہیں اور یہ شخص اپنے دینی کام میں مشغول رہتا ہے اور اتنا کمانہیں رہا ہے کہ بیوی کو پال سکے اور نفس پر بھی قابو ہے، شادی کرنے کے لیے تیار نہیں ہے، جس سے اس کے ماں باپ ناراض ہیں تو اس حالت میں مسئلہ کیا ہے؟

الجواب______________ حامداً و مصلیاً

ابھی شادی نہیں کی تو بچوں کی ضرورت پوری کرنے کا کیا سوال ہے؟ اگر اس شخص کی حالت شہوت کے اعتبار سے اعتدال پر ہے اور اس کو اتنی قدرت ہے کہ شادی کر کے بیوی کا نفقہ واجبہ ادا کر سکے تو اس کو نکاح کرنا سنت ہے، (۱) اور جب والدین کا اصرار ہے اور نکاح نہ کرنے کی وجہ سے ناراض ہیں تو اس کا نکاح کرنا اور بھی مؤکد ہو جاتا ہے، دوسرے دینی کاموں وغیرہ کی وجہ سے اس کو ترک نہ کرے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۵/۱۳۹۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۲۳)

نکاح میں والدین کی اطاعت:

سوال: لڑکا شادی شدہ ہے؛ مگر ایک لڑکی محبت کرتی ہے کہ مجھ سے آپ شادی کر لیں تو بہتر ہے؛ مگر ماں باپ ایسا نہیں کرنے دیتے، لڑکی بالغ ہے جائز کام کرنے کی اجازت چاہیے۔

الجواب______________ حامداً و مصلیاً

اس لڑکی کے کہنے سے والدین کو ناخوش نہ کیا جائے۔ (۲) فقط (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۲۴)

نکاح میں کس کی اطاعت کی جائے، باپ کی، یا ماں کی:

سوال: ایک شخص نے اپنی زوجہ کو بالکل چھوڑ دیا، زوجہ نے اپنی لڑکی اور لڑکے کی پرورش کی، جب لڑکا جوان ہو گیا تو باپ کہتا ہے کہ میں تیری اچھی جگہ شادی کروں گا۔ اگر باپ کے کہنے پر لڑکا دوسری جگہ شادی کرے تو ماں کی جدائی کا اندیشہ ہے۔ اب یہاں لڑکے کو کس کی بات ماننا چاہیے؟

---

(۱) "ویکون سنة مؤكدة في الأصح ،فيأثم بتركه ، ويثاب إن نوى تحصيناً و والداً حال الاعتدال: أي القدرة على وطء ومهر ونفقه، الخ". (الدر المختار كتاب النكاح: ۳/۷، سعيد)

(۲) والدین کی ناراضگی سے اللہ رب العزت ناراض ہوجاتے ہیں:

عن عبد الله بن عمر رضى الله عنهما عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: "رضا الرب فى رضا الوالدين، وسخط الرب فى سخط والد". (جامع الترمذى، أبواب البر والصلة، باب ماجاء من الفضل فى رضا الوالدين: ۲/۱۲، سعيد)

"رضا الرب فى رضا الوالدين ،وسخطه فى سخطها". (فيض القدير، رقم الحديث: ۴۴۵۷) : ۷/۱/۳۴۰، مكتبه نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

باپ نے جو حق تلفی کی ہے، لڑکا اس کا انتقام نہ لے؛ بلکہ والد کی اطاعت کرے اور والد کے کہنے کے مطابق شادی کرلے، پھر والدہ کی بھی خدمت کرتا رہے، ان کے حقوق میں کوتاہی نہ کرے، اگر والد منع کریں تو اس میں والد کی اطاعت لازم نہیں؛ بلکہ والدہ کے ساتھ ہمیشہ احسان و ہمدردی لازم ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۶/۱۱/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۶/۱۱/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۲۴)

نکاح میں والدین کی پسند کا لحاظ رکھنا:

سوال: ایک شخص بالغ اور تعلیم یافتہ، صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے اور ملازمت پر ہے؛ مگر اس کے والد اپنے سالے کی لڑکی سے نہ معلوم کس دباؤ کے تحت شادی کرنا چاہتے ہیں، یہ لڑکا عاقل بالغ ہونے کے باوجود اس لڑکی سے ناراضگی ظاہر کرتا ہے اور دیگر لوگ بھی اس رشتہ سے ناخوش ہیں؛ مگر لڑکے کے والدین دباؤ ڈال کر زبردستی نکاح کرانے کے درپے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری نافرمانی نہ کرو، نیز عاق کرنے کو کہتے ہیں، کیا ایسی حالت میں جس نکاح کو لڑکا پسند نہیں کرتا کسی دباؤ کے تحت نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

والدین کو اپنے لڑکے سے طبعی محبت ہوتی ہے، وہ فطرۃً اس کے خیر خواہ ہوتے ہیں، اپنے نزدیک بہتر جگہ شادی کرتے ہیں؛ اس لیے بلا وجہ ان سے گمان خراب نہ کیا جائے، البتہ یہ ممکن ہے کہ لڑکے کی مرضی کسی دوسری جگہ ہو اور وہ اپنی پسند میں خیر سمجھتا ہو، والدین اپنے پسند میں خیر سمجھتے ہوں۔ لڑکے کی سعادت اس میں ہے کہ وہ والدین کی پسند کو اختیار کرے؛ لیکن اگر وہ مجبور ہو تو والدین کو اصرار نہیں کرنا چاہیے؛ بلکہ لڑکے کی رغبت کو اختیار کرلین، ورنہ اندیشہ ہے کہ نباہ نہ ہو اور سب ذمہ داری والدین پر عائد ہو جائے، ایسی ضد نہ کریں۔ اگر والدین نہ مانیں تو لڑکے کے لئے مناسب یہ ہے کہ ان کی اطاعت کرے، (۲) اللہ پاک اس میں خیر کرے گا، پھر اگر ایسی کوئی بات پیش آئے کہ دل نہ ملے اور حقوق ادا نہ ہوسکیں تو لڑکے کو شریعت نے بہت کچھ اختیار دیا ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱/۶/۱۳۹۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۲۵)

---

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وقضی ربک إلا تعبدوا إلا إیاہ وبالوالدین إحساناً﴾ (سورۃ بنی اسرائیل: ۲۳)

"عن أبی ہریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال: جاء رجل إلی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال: یا رسول اللّٰہ! من أحق بحسن صحابتی؟ قال: "أمک"، قال: ثم من؟ قال: "أمک" قال: ثم من؟ قال: "أمک" قال: ثم من؟ قال: "ثم أبوک، الخ" (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب من أحق الناس بحسن الصحبۃ: ۲/۸۸۳، قدیمی)

(۲) قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وقضی ربک ألا تعبدوا إلا إیاہ وبالوالدین إحساناً﴾ (سورۃ بنی اسرائیل: ۲۳) ==

فاتر العقل باپ کو نابالغ اولاد پر ولایت نہیں:

سوال: باپ فاتر العقل اور مخبوط الحواس ہے، اس کی ولایت نکاح کے بارے میں اس کی لڑکی نابالغہ کے متعلق صحیح ہے، یا نہیں؟ لڑکی نے بالغ ہوکر اس تعلق سے ناراض مندی ظاہر کی تو اس کے متعلق کیا حکم ہے، اگر خاموش رہی تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ باپ نے ہوش وحواس میں آنے کے بعد اس عقد سے اختلاف کیا ہو تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ اگر اختلاف نہ کیا ہو تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ اگر ہوش میں آنے کے بعد تھوڑے عرصے تک کچھ اختلاف نہ کیا ہو اور بعد میں غیر کفو ہونے کی وجہ سے، یا کسی اور وجہ سے اختلاف کیا ہو تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ نکاح فاصلہ بعید پر ہوا اور اس حالت میں کہ لڑکی کو، یا اس کی والدہ کو کچھ اطلاع نہیں، نکاح کے وقت لڑکی کا چچا موجود تھا، جو صحیح المزاج تھا؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ

فاتر العقل اور مخبوط الحواس والد کی ولایت نابالغ اولاد کے حق میں صحیح نہیں۔

وإذا جن الولی جنوناً مطبقا تزول ولايته وإن كان يجن ويفيق لا تزول ولايته وتنفذ تصرفاته فی حالة الإفاقة، كذا فی الذخيرة. (الفتاوىٰ الهندية: ۳۰۲/۱)(۱)

جب کہ والد کی ولایت صحیح نہیں اور چچا کی ولایت سے نکاح ہوا تو بعد بلوغ فوراً لڑکی کے انکار سے نکاح فسخ ہوجائے گا؛ لیکن حکم حاکم مجاز شرط ہے۔

وإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ ويشترط فيه القضاء، انتهى مختصراً. (الهندية: ۳۰۴/۱)(۲)

اور اگر چپ رہی تو اس کا یہ اختیار باطل ہوجائے گا۔

ويبطل هٰذا الخيار فی جانبها بالسكوت إذا كانت بكراً ولا يمتد إلى آخر المجلس حتى لو سكتت كما بلغت وهی بكر بطل الخيار. (الهندية: ۳۰۴/۱)(۳)

جب کہ باپ کی ولایت صحیح نہیں تو اس کا اختلاف کسی اعتبار سے ہو، معتبر نہیں۔

وتبطل ولاية الأبعد بمجئ الأقرب، لا ما عقده، لأنّه حصل بولاية تامة، كذا فی التبيين. (الهندية: ۳۰۲/۱) (۴)

== "عن عبد الله قال: سألت النبی صلى الله عليه وسلم أی العمل أحب إلى الله؟ قال: الصلاة على وقتها: قال: ثم أی؟ قال: "ثم بر الوالدين، ثم قال: أی؟ قال: الجهاد فی سبيل الله". (صحيح البخاری، كتاب الأدب، باب قوله ﴿ووصينا الإنسان بوالديه﴾: ۸۸۲/۲، قديمی)

(۱) الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع فی الأولياء: ۲۸۴/۱، ماجدية

(۲) الفتاوىٰ الهندية، النكاح، الباب الرابع: ۲۸۵/۱، ماجدية

(۳) الفتاوىٰ الهندية، النكاح، الباب الرابع: ۲۸۶/۱، ماجدية

(۴) الفتاوىٰ الهندية، النكاح، الباب الرابع: ۲۸۵/۱، ماجدية

اگر نکاح اتنے فاصلے پر ہو کہ وہ مسافت متعلقہ ہو تو نکاح نہیں ہوا۔

وذكر في البدائع اختلاف المشايخ فيه وذكر أن الأصح القول بزوالها وانتقالها للأبعد. (رد المحتار: ۳٤۱/۲) (۱)(کفایۃ المفتی: ۵۷/۵)

باپ نابالغہ کا نکاح کردے تو خلاصی کے لیے طلاق ضروری ہے:

سوال: مسماۃ جنت کا نکاح بعمر ۱۲/سال بقیام ہوش وحواس اس کے باپ یوسف نے برضا ورغبت عزیز محمد صدیق کے ساتھ بعوض مہر شرعی ۴۵۰ کر دیا تھا۔ بارہ سال سے بیس بائیس تک مسماۃ مذکورہ نے صدیق کے نکاح سے کبھی نفرت وکراہت وغیرہ ظاہر نہیں کی اور نہ اس کے باپ یوسف نے مسماۃ مذکورہ کو عزیز محمد صدیق کے ساتھ رخصت کرنے سے انکار کیا۔ عزیز محمد صدیق ایک دفعہ اپنی منکوحہ جنت کو یوسف کے پاس لینے کے لیے گیا تو یوسف نے کہا کہ جنت ابھی مولوی عبداللہ کے پاس قرآن پڑھ رہی ہے، جب قرآن مجید پڑھ کے فارغ ہوگی، تب تمہارے ہمراہ روانہ کروں گا، پھر کالا جو محمد صدیق کا باپ ہے، یوسف کے پاس گیا، تب یوسف نے کہا کہ میں نے تو جنت کا نکاح مولوی عبداللہ کے ساتھ کر دیا ہے، جس نے اس کو قرآن پڑھایا ہے اور مولوی عبداللہ نے کہا کہ جنت کا نکاح میرے ساتھ بلا طلاق جائز ودرست ہے؛ کیوں کہ جنت نے پہلے نکاح سے انکار کر دیا، لہٰذا شرعاً نکاح سابق فسخ ہو گیا، لہٰذا مندرجہ ذیل امور کا جواب مطلوب ہے:

(۱) کیا نکاح ثانی شرعاً بلا طلاق درست ہے، یا نہیں؟

(۲) کیا مدت مذکورہ کے بعد لڑکی کو خیال فسخ حاصل ہے۔

(۳) کیا مولوی عبداللہ کا کہنا کہ جنت کا نکاح میرے ساتھ بلا طلاق درست ہے۔ صحیح ہے، یا نہیں؟

(۴) کیا جنت بلا طلاق دوسرے کے لیے حلال ہوسکتی ہے؟

(۵) کیا مولوی مذکور نکاح پر نکاح کرنے سے شرعاً مسلمان رہا، یا کافر ہو گیا؟

(۶) خیار فسخ زوجہ کو ہے، یا زوج کو؟

(۷) مولوی مذکور کی اعانت وامداد کرنے اور جھوٹے مقدمات میں روپیہ پیسہ خرچ کرنے اور اس نکاح ثانی میں شہادت وغیرہ دینے والے کیسے ہیں؟

(۸) مولوی عبداللہ کے ساتھ میل جول کرنا مسلمانوں کو اور قوم اوڈان کو جائز ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۹، کالا ولد کریم بخش، قصبہ فاضلکا، ضلع فیروز پور، ۹/ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ، مطابق ۲/اگست ۱۹۳۳ء)

(۱) رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۸۲/۳، سعید

الجواب

(۱) پہلا نکاح جولڑکی کے باپ نے لڑکی کی بارہ سال کی عمر میں کیا تھا، صحیح درست ہو چکا ہے، (۱) اب اس لڑکی کا دوسرا نکاح بغیر اس کے کہ پہلا شوہر طلاق دے، جائز نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ منکوحۃ الغیر کا نکاح اتفاقاً باطل ہے، (۲) اور آیت ﴿والمحصنٰت من النساء﴾ (۳) کے خلاف ہے۔

(۲) جب کہ نکاح لڑکی کے باپ نے کیا ہے تو لڑکی کو خیار بلوغ حاصل نہیں تھا، (۴) اور جب کہ اس نے بائیس سال کی عمر تک نکاح سے نہ انکار کیا، نہ ناراضگی ظاہر کی تو اب تو اختیار فسخ کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہا۔ (۵)

(۳) مولوی عبداللہ کا یہ قول باطل ہے، جس کے لیے کتاب وسنت واقوال ائمہ میں کوئی دلیل نہیں۔

(۴) جنت بغیر طلاق، یا خلع دوسرے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوسکتی۔

(۵) تکفیر کرنی تو مشکل ہے، (۶) البتہ وہ اس فعل کی وجہ سے سخت گناہگار ہوسکتا ہے۔

(۷) لیکن جب صغیر، یا صغیرہ کے باپ نے نکاح کیا ہو تو اس صغیر یا صغیرہ کو خیار فسخ نہیں ہوتا، (۷) اور جب بلوغ کے بعد معاً انکار نہ کرے تو خیار باطل ہو جاتا ہے اور بہر صورت خیار بلوغ میں نکاح صرف بالغ ہونے والے کے انکار فسخ نہیں ہو جاتا؛ بلکہ قضائے قاضی ہوتا ہے۔ (۸)

(۷) شخص مذکور کے معاونین بھی ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (۹) کی خلاف ورزی کرنے والے اور ظالم وفاسق ہیں۔

---

(۱) وللولي إنكاح الصغير والصغيرة ... ولزم النكاح. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي: ٦٥/٣، سعيد)

(۲) لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع: ٢٨٠/١ ماجدية)

(۳) سورة النساء: ٢٤

(۴) فإن زوجهما الأب والجد ... فلا خيار لهما بعد بلوغهما. (الهداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء: ٣١٧/٢، شركة علمية ملتان)

(۵) ويبطل هذا الخيار في جانبها بالسكوت إذا كانت بكراً ولا يمتد إلى آخر المجلس حتى لو سكتت كما بلغت وهي بكر بطل الخيار. (الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع: ٢٨٦/١، ماجدية)

(۶) ويجب أن يعلم أنه إذا كان في المسئلة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنع التكفير فعلى المفتي أن يميل إلى الوجه الذي يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم ثم إن كانت نية القائل الوجه الذي يمنع التكفير فهو مسلم وإن لم تكن له نية حمل المفتي كلامه على وجه لا يوجب التفكير ويؤمر بالتوبة والاستغفار. (الفتاویٰ التتارخانية: ٤٥٨/٥)

(۷) ولكن لهما أي لصغير وصغيرة خيار الفسخ. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي: ٦٩/٣، سعيد)

(۸) ويشترط فيه القضاء بخلاف خيار العتق. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع: ٢٨٥/١، ماجدية)

(۹) سورة المائدة: ٢

(۸) ایسے لوگ جب تک تائب نہ ہوں اور اپنے افعال کی احکام شرعیہ کے مطابق اصلاح نہ کرلیں، مسلمانوں کو جائز ہے کہ ان سے تعلقات اسلامیہ ترک کردیں۔ (۱) اسی طرح ان کے معاونین (۲) سے بھی۔ واللہ اعلم

کتبہ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ، دہلی۔ (کفایۃ المفتی: ۶۲/۵)

باپ نے کہا ''میری لڑکی تمہارے لڑکے کے لیے ہے'' کیا حکم ہے:

سوال: زید نے اپنی لڑکی ہندہ عمرو کو بخش دی، زید نے عمرو سے کہا کہ میری لڑکی تمہارے لڑکے کے لیے ہے اور عمرو کا اس وقت ایک لڑکا بکر تھا۔ اتفاق سے چند سال بعد وہ رحلت کر چکا تھا اور عمرو کا دوسرا لڑکا پیدا ہوا تھا تو عمرو کہتا ہے کہ لڑکی میرے تصرف (یعنی اختیار) میں ہے؛ کیوں کہ مجھ کو بخش دی گئی ہے اور زید کہتا ہے کہ نہیں؛ بلکہ میرے اختیار میں ہے۔ منشا اختلاف کا یہ ہے کہ عمرو اپنے دوسرے لڑکے کو لڑکی دینا چاہتا ہے؟

(المستفتی: ۴۹، محمد اسلام خاں ضلع پشاور، ۱۸/جمادی الاخری ۱۹۵۲ھ مطابق ۹/اکتوبر ۱۹۳۳ء)

الجواب

زید کی لڑکی زید کے اختیار میں ہے اور وہ اپنی مرضی سے، (۳) یا وہ لڑکی اگر بالغہ ہو تو لڑکی کی مرضی سے جہاں چاہے اس کا نکاح کر سکتا ہے۔ (۴) عمرو کا یہ دعویٰ کہ لڑکی میرے تصرف میں ہے، غلط ہے۔

محمد کفایت اللہ (کفایۃ المفتی: ۶۵/۵)

باپ کی موجودگی میں اس کی رضا سے نابالغ کا ایجاب وقبول:

سوال: زید کا نکاح ہوا آٹھ برس کی عمر میں اور اس کی زوجہ کی عمر تین برس کی تھی۔ عمر کم ہونے کی وجہ سے زبان

---

(۱) وفی البخاری: باب ما یجوز من الهجران لمن عصی، قال محشية: أراد بهذا الترجمة بيان الهجر ان الجائز لأن عموم النهي مخصوص بمن لم يكن لهجره سبب شرعي فبين ههنا السبب المشروع وهو لمن صدرت عنه معصية. (صحيح البخاري: ۸۹۷/۲، قديمي)

(۲) ﴿فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين﴾ (سورة الأنعام: ٦٨)

(۳) ولي المرأة في تزويجها أبوها وهو أولى الأولياء. (خلاصة الفتاویٰ، كتاب النكاح: ۱۸/۲، بيروت)

(۴) وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وإن لم يعقد عليها ولي. (الهداية، كتاب النكاح: ۳۱۳/۲، شركة علمية)

اس لیے کہ یہاں منقش کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور اس سے نکاح اس وقت منعقد ہوتا ہے، جب یہ نکاح کی مجلس میں بولا جائے، منگنی وغیرہ کی مجلس میں بھی اس سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

كما في الرد: لو قال هل اعطيتنيها فقال: اعطيت، إن كان المجلس للوعد فوعد وإن كان للعقد فنكاح. (رد المحتار، كتاب النكاح: ۱۱/۳، سعيد)

دوم یہ کہ یہاں صرف کا ذکر ہے، قبول ہوا ہی نہیں، لہٰذا مجلس نکاح بھی ہو، تب بھی اس صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

لو قال: هب ابنتك لابني، فقال: وهبت، لم يصح، مالم يقل أبو الصغير: قبلت. (البحر الرائق، كتاب النكاح: ۸۸/۳، بيروت)

توتلی تھی، اس وجہ سے قبول کراتے وقت سمجھ میں نہ آیا تھا؛ لیکن قبول کررہا تھا۔اس کے بعد زید کے اخیافی بھائی کو قبول کرایا گیا۔اس کے بعد زید کی والدہ نے جو اس کی ولیہ ہے، اخیافی بھائی کے قبول کرنے کو سنا تو اس نے اس کو نامنظور نہیں کیا؛ بلکہ راضی رہی۔ زید کا خسر کہتا ہے کہ نکاح درست نہیں ہوا؛ مگر اس کے باوجود نابالغی کی حالت میں دومرتبہ لڑکی کو رخصت بھی کیا؛ یعنی شوہر کے ہاں بھیجا اور جہیز وغیرہ بھی دیا؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی:۸۷،عبدالمجید مالیگاؤں ۵/رجب ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۶/اکتوبر ۳۳ء)

الجواب

نابالغوں کا ایجاب وقبول معتبر نہیں ؛ بلکہ ان کے ولی کا کام ہے کہ وہ ایجاب وقبول کریں،اس نکاح میں اگر نابالغوں کے جائز ولی نے ایجاب وقبول کیا تھا تو نکاح صحیح ہوا، ورنہ نہیں۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی:۶۶/۵)

جواب مکرر:

لڑکی کے باپ کا کہنا کہ نکاح صحیح نہیں ہوا، جب کہ خود اس نے ایجاب کیا تھا، قابل سماعت نہیں ہے۔(۲) جہیز وغیرہ دے کر رخصت کیا، داماد کو بلایا اور دعوت کی تو اب صحت نکاح کا انکار غیر معتبر ہے،(۳) اور لڑکے کی طرف سے قبول اخیافی بھائی نے کیا؛ مگر ماں نے جو ولیہ تھی،اس کو زبانی یا عملی طور پر منظور کیا تو نکاح صحیح ہوا اور اب نکاح کے عدم جواز کا عذر ادھر سے بھی نہیں اٹھایا جاسکتا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی:۶۶/۵)

باپ ولی ہے، اگرچہ کفالت نہ کرتا ہو:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ جس کی حقیقی ماں لڑکی کا عقد کرنا چاہتی ہے۔لڑکی کا کفیل بجز ماں کے باپ، یا چچا، بھائی کوئی نہیں ہے، نہ کوئی موجود ہے، نابالغہ کی ماں غیر کفو میں نکاح کرنا چاہتی ہے،لڑکی کا باپ ہے؛ لیکن عرصہ چار پانچ سال سے اپنی عورت سے ترک تعلق کردیا ہے اور نہ کسی قسم کی کفالت اپنی لڑکی، یا عورت کی کرتا ہے،لڑکی کی پرورش وہر قسم کی کفالت ماں کرتی ہے، باپ،لڑکی اور لڑکی کی ماں دونوں سے بے خبر ہے۔

(المستفتی:۲۰۱، قاضی عبدالعزیز صاحب ریاست دتیا،۲۶/شوال ۱۳۵۲ھ،مطابق ۱۱/فروری ۱۹۳۴ء)

---

(۱) (وهو)أی الولی (شرط) صحة (نكاح صغير ومجنون...).(الدر المختار، باب الولی:۵۵/۳، سعيد)

(۲) وينعقد متلبسا بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر ... كزوجت نفسی او بنتی أو موكلتی.

وفی الرد:(قوله:كزوجت نفسی) أشار إلى عدم الفرق بين أن يكون الموجب اصليًا أو وليًا أو وكيلاً.(رد المحتار، كتاب النكاح:۹/۳، سعيد)

(۳) وقبض المهر ونحوه رضا لأنه تقدير لحكم العقد ... فشمل ما إذا جهزها به أولاً أما جهزها به،فهو رضا اتفاقاً.(البحر الرائق:۱۳۹/۳،بيروت)

الجواب

جب کہ لڑکی کا باپ موجود ہے، اگر چہ وہ لڑکی کا کفیل نہ ہو، تاہم لڑکی کے نکاح کی کفالت اور ولایت کا حق اسی کو ہے، نابالغہ لڑکی کے نکاح کا حق باپ کی اجازت کے بغیر کسی کو نہیں ہے۔(۱) ماں نابالغہ کا نکاح نہیں کر سکتی، اگر غیر کفو میں نابالغہ کا نکاح ماں کر دے گی تو نکاح درست نہ ہوگا۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی: ۶۷/۵)

باپ کا کیا ہوا نکاح درست ہے، طلاق لیے بغیر دوسری جگہ نکاح جائز نہیں:

سوال: زید نے تقریباً ایک سو آدمیوں کے سامنے بقائمی ہوش وحواس اپنی نابالغہ لڑکی کا عقد بکر کے لڑکے کے ساتھ کر دیا اور عام لوگوں کو معلوم کرایا گیا، اس سے پہلے اس کے پیر نے لڑکی کی منگنی اسی لڑکے کے ساتھ کی تھی، اب زید لڑکی کا رشتہ کسی دوسری جانب دینے کو تیار ہے۔ کیا از روئے شرع وہ مجاز ہے کہ وہ لڑکی کا رشتہ کسی غیر شخص سے کر دے؟

(المستفتی: ۱۸۶۹، صوبیدار مولا داد صاحب، ضلع گجرات، ۳/ شعبان ۱۳۵۶ھ، مطابق ۹/ اکتوبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

جب کہ باپ نے اپنی لڑکی کا نکاح ہوش وحواس کی حالت میں کر دیا تو اب اس لڑکی کا رشتہ کسی دوسری جگہ کرنا جائز نہیں ہے۔(۳) (کفایۃ المفتی: ۸۱/۵)

نابالغہ کا نکاح باپ کی اجازت کے بغیر درست نہیں:

سوال: سکینہ بیگم اپنی نابالغہ لڑکی رئیسہ بیگم کی شادی اپنی مرضی اور خوشی سے کر سکتی ہے، یا نہیں؟ اس صورت میں جب کہ رئیسہ بیگم کا والد و دادا و چچا رضا مند نہ ہوں اور موجود بھی ہوں اور اگر سکینہ بیگم اپنی لڑکی نابالغہ رئیسہ بیگم کے والد و دادا و چچا کے خلاف مرضی شادی کر دے تو وہ نکاح شرعاً جائز ہوگا، یا نہیں؟ اور رئیسہ بیگم کا ولی اس کا والد ضمیر الدین، یا اس کے چچا، یا اس کا دادا قاضی بشیر الدین، یا اس کی والدہ سکینہ بیگم مذکورہ بالا اشخاص میں سے کون ہیں؟

(المستفتی: ۲۲۹۶، قاضی محمد رفیع الدین صاحب میرٹھ، ۷/ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۷/ جون ۱۹۳۸ء)

الجواب

نابالغہ لڑکی کا نکاح اس کے باپ کی اجازت کے بغیر نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ باپ ولی ہے، باپ کی موجودگی میں ماں

---

(۱) ولی المرأة تزویجها أبوها وهو أولی الأولیاء.(خلاصة الفتاوی، کتاب النکاح: ۱۸/۲، بیروت)

(۲) وإن کان المزوج غیرهما أی غیر الأب والجد ... ولو الأم ... لا یصح النکاح من غیر کفء أو بغبن فاحش اصلاً.(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۶۷/۳-۶۸، سعید)

(۳) ولزم النکاح ... إن کان الولی ... أبا أو جداً.(الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۶۶/۳، سعید)

کو حق ولایت حاصل نہیں۔ باپ کے بعد اگر دادا موجود ہوگا تو وہ ولی ہوگا اور جب تک کوئی عصبہ موجود ہو، ماں ولی نہیں ہوگی۔(۱) اگر ماں ولی جائز کی اجازت کے بغیر نابالغہ لڑکی کی شادی کردے گی تو وہ شادی ولی کی اجازت پر موقوف ہوگی۔(۲) ولی اگر ناراضی کا اظہار کردے تو شادی باطل ہوجائے گی۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایۃ المفتی: ۸۷/۵)

باپ نے لالچ کی وجہ سے لڑکی کا نکاح اس کی رضا کے بغیر کردیا، یہ فسخ ہوسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: زید نے اپنی لڑکی کی شادی دولت کے لالچ میں خلاف مرضی لڑکی بکر سے ریاست بھرت پور میں کردی، لڑکی چار روز بکر کے پاس رہ کر واپس دہلی چلی آئی، زید سے لڑکی نے اصرار کیا کہ بکر سے فیصلہ کرادو، زید نے بکر اور اس کے سرپرستوں کو جو کہ غیر اشخاص ہیں، بلاکر ایک تحریر دوسری جگہ لکھوائی کہ بکر کا علاج کرو اور تین ماہ کا خرچہ خوراک ادا کردو گے تو لڑکی کو کسی نہ کسی صورت سے بھیج دوں گا۔ لڑکی کو زید نے وہی تحریر دکھا کر کہا کہ تم کو طلاق دلوائی ہے۔ دو تین روز بعد لڑکی کو شبہ ہوا اور زید سے کہا کہ طلاق نہیں دلوائی ہے؛ بلکہ مجھ کو دھوکہ دیا ہے۔ اس پر زید نے لڑکی کو زہریلی چیز کھانے میں کھلادی، جس سے لڑکی کی موت واقع نہ ہوئی۔ صحت یاب ہونے پر لڑکی نے پوشیدہ طور پر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ دہلی کو اس امر کی درخواست دی؛ لیکن پولیس کی پرائیویٹ ہدایت پر زید اور اس کے دوستوں نے لڑکی کو زبردستی موٹر میں ڈال کر رات ہی رات ریاست بھرت پور بکر کے سرپرستوں کے پاس چھوڑ آئے اور بکر کے سرپرستوں کو ہدایت کردی کہ لڑکی کو دہلی اس کی بہن و بھائی سے ملنے کے لیے نہ بھیجنا۔ اگر لڑکی جانے کے لیے اصرار کرے تو جان سے ماردینا؛ مگر دہلی نہ بھیجنا، زید نفس پرست شخص ہے اور اپنی بیوی کو بھی زہر دے کر ختم کرچکا ہے۔ کیا ایسی صورت میں لڑکی کا نکاح قائم رہا نہیں؟ اگر نہیں تو زید کس سزا کا مستحق ہے؟

(المستفتی: ۲۴۶۱، زہرہ بیگم کوچہ ناہرخان، دہلی، ۱۷/محرم ۱۳۵۸ھ، مطابق ۹/مارچ ۱۹۳۹ء)

الجواب

اگر یہ واقعات صحیح ہیں اور لڑکی بوقت نکاح نابالغہ نہیں تھی؛ بلکہ بالغہ تھی اور اس کی مرضی کے خلاف جبراً باپ نے نکاح کردیا اور جبراً وداع کردی تھی تو وہ نکاح ہی صحیح اور جائز نہیں ہوا،(۳) اور لڑکی بذریعہ عدالت اپنی گلوخلاصی کرسکتی ہے، باپ نے اگر لڑکی کو زہر دیا، یا دلوایا ہے تو وہ سخت ظالم اور قابل سزا ہے اور اس کی ولایت لڑکی پر باقی نہیں رہی۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایۃ المفتی: ۹۰/۵)

---

(۱) فإن لم یکن عصبة فالولایة للأم. (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۷۸/۳، سعید)

(۲) فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته. (الدر المختار، النکاح، باب الولی: ۸۱/۳، سعید)

(۳) لا ینفذ عقد الولی علیها بغیر رضاها عندنا. (البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء: ۱۱۸/۳، بیروت

(۴) وفی شرح المجمع: حتی لو عرف من الأب سوء الاختیار لسفهه أو لطمعه لا یجوز عقده إجماعًا. (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ٦٦/۳، سعید

باپ کا لڑکی پر روپیہ طلب کرنا اس کی رضامندی کی دلیل ہے، یا باپ کی صریح رضامندی بھی ضروری ہے:

سوال: ہندہ نابالغہ کا باپ جیل خانہ میں تھا، ہندہ کے برادر کلاں بالغ نے زید سے ہندہ کا نکاح کر دینے کی بات چیت درست کی، رخصتی کے روز باپ بھی آ گیا اور کہا کہ اگر زید مجھ کو ۳۰؍روپیہ دیوے تو میں نکاح کر دینے میں راضی ہوں، پس زید نے روپیہ دے دیا اور وہ راضی ہو گیا اور اس کی رضا پر برادر کلاں زید کے مکان میں ڈولی لے جا کر نکاح کر دیا، ہندہ ایک ماہ تک زید کے پاس رہی، باپ نے اپنے گھر بیٹھا رکھا اور کہا کہ میں تو زید کے ہمراہ نکاح کر دینے پر راضی نہ تھا، میرے بیٹے نے نکاح کر دیا ہے، پھر وہ لڑکی بکر کو دے دی۔ اس کے بعد ایک عالم کو ثالث مقرر کیا، اس نے **دعوی الرجلین علی امرأة واحدة** کا لحاظ کر کے دونوں زوج اور ہندہ کا باپ اور ہندہ کا وکیل اس کا برادر کلاں وغیرہ کے سامنے بڑی مجلس میں موافق طریقہ شرعیہ دعوی سنا، زید کی طرف سے نصاب شہود عدول مسلم جرح موثر سے پایا گیا کہ باپ ۳۰؍روپیہ ہمارے سامنے لے کر راضی ہوا اور بیٹے نے موافق مرضی باپ کے جا کر نکاح کر دیا۔ قاضی صاحب نے وکیل مسماۃ اور زوج ثانی اور باپ کو کہا کہ گواہوں کو قسم دیتے ہو، سب نے کہا کہ ہم نے اس کی بات پر اعتبار کر لیا، ہم ان کو قسم نہیں دیتے، پس قاضی نے بحضور وکیل ہندہ اور زوج ثانی و والد ہندہ و جلسہ عظیمہ حکم دے دیا کہ زید کا نکاح درست ہے اور بکر کا باطل ہے۔ بعدہ مسمات کے وکیل اور والد زوج ثانی نے کہا کہ ہم ۸۰؍روپیہ دیتے ہیں اور خلع ہو جانا چاہیے اور خلع کا معنی بھی سنایا گیا کہ خلع طلاق بائن ہوتی ہے۔ اب عرض یہ ہے کہ یہ شہادت باخذ دراہم واسطے راضی ہونے کے اور شہرت اس رضامندی کی عام وخاص پر اور عدم اعتراض باپ کا بوقت رخصتی کے اور ایک ماہ تک کمال اختلاط وانبساط اور بغیر قسم کے گواہی کی تصدیق اور التماس خلع بمعنی طلاق بائن نہ بمعنی طلاق مطلق صلح قاطع نزاع۔ آیا یہ کل امر مثبت رضاء والد ہندہ کے اور موجب صحت نکاح زید کے ہیں، یا نہیں؟ بصورت وجود وعدم عبارت کتاب وفصل وباب ضرور قلمبند فرما دیں۔ (جزاک اللہ تعالی خیر الجزاء) فقط

الجواب

قال في الدر: (وله) أي للولي (إذا كان عصبة) ... (الاعتراض في غير الكفء) ... (مالم) يسكت حتى (تلد منه)،آه.

قال الشامي: زاد لفظ يسكت للإشارة إلى أن سكوته قبل الولادة لايكون رضا وأن هذه ليست من المسائل التي نزل فيها السكوت منزلة القول،آه. (۲/۴۸۶)(۱)

ثم قال في الدر: (فرضا البعض) من الأولياء قبل العقد أوبعده (كالكل)[إلى أن قال] (وقبضه) أي ولي له حق الاعتراض (المهر ونحوه) مما يدل على الرضا (رضا) دلالةً،آه.

قال الشامي (قوله: قبل العقد أوبعده) فيه أن الرضا قبل العقد يصح على كل من الأول والثاني

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، باب الولي: ۳/۵۶، دار الفکر بیروت، انیس

[أی النكاح بالكفء وبغير الكفء]،آه، (وقوله:ونحوه) بالرفع عطفا على قبضه أی ونحو قبض المهر كقبض النفقة أو المخاصمة فی أحدهما وإن لم يقبض و كالتجهيز ونحوه،فتح.(۴۸۸/۲)(۱)

صورت مسئولہ میں ہندنا بالغہ کے باپ کا یہ قول کہ زید مجھ کو ۳۰/روپیہ دے دے تو میں نکاح کر دینے پر راضی ہوں،اس کی رضا پر دلالۃ دال ہے،جب کہ اس کو ۳۰/روپیہ دے دیا گیا،گو ان روپوں کا لینا اس کو جائز نہ تھا،اگر بطور مہر معجّل کے نہ ہوں،پھر روپیہ لینے کے بعد اس کے صریح الفاظ کی ضرورت نہیں؛ بلکہ یہ دلالت بھی کافی ہے کہ عبارت مذکورہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ قبض مہر وقبض نفقہ وتجہیز ومخاصمہ فی المہر والنفقہ بھی بمنزلہ قول رضا کے ہے اور چوں کہ آج کل ہندوستان میں جاہل لوگوں میں لڑکی پر کچھ رقم لینے بھی قرائن رضا سے ہے،پس زید کا نکاح صحیح ہوگیا اور بکر کا باطل ہوگیا،باقی انبساط آمد ورفت قائم مقام قول رضا کے نہیں،ایسے ہی بکر اور والد ہندہ کا یہ کہنا کہ خلع ہو جانا چاہیے،یہ بھی اقرار بالنکاح نہیں۔

قال فی الدر:(وقوله لعبده طلقها رجعية إجازة) للنكاح (الموقوف، لا طلقها أوفارقها) لأنه يستعمل للمتاركة،آه.

قال الشامی: أی قول المولى طلقها أوفارقها لأنه يستعمل للمتاركة أی فيكون رداً ويحتمل الإجازة فحمل على الرد لأنه أدنى لأن الدفع أسهل من الرفع،آه.(۶۱۳/۲)(۲)

قلت: وأيضاً فطلبه الخلع يحتمل الصلح فی الصورة المسئولة فلا يكون إقراراً بصحة النكاح والله أعلم

۲۲/ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام:۳۰۷/۳)

باپ نے ایک جگہ نکاح کی وصیت کی تو ولی دوسری جگہ لڑکی کا نکاح کرسکتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ پھول بہار کے والد بنام عبدالجلیل نے دختر مذکور نسبت زید سے کی تھی اور مرتے وقت یہ وصیت اس کی والدہ اور دادی سے کی تھی کہ پھول بہار کا نکاح زید سے کرنا،جس سے کہ میں نے نسبت کی،پس مذکور میں پھول بہار کا ولی نکاح بلا اس کی والدہ کی اطلاع کے اس کے والد کی وصیت کے خلاف پھول بہار کا عقد کسی دوسرے سے کرسکتا ہے،یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اس وصیت پر عمل ضروری نہیں ہے؛ اس لیے ولی بلا اطلاع والدہ کے وصیت کے خلاف کرسکتا ہے،البتہ اگر اس جگہ نکاح کرنے میں کوئی شرعی خرابی نہ ہو تو وصیت کا لحاظ کرنا جائز ہے؛ مگر واجب نہیں۔ فقط

احقر عبدالکریم عفی عنہ،۱۹/ جمادی الاخری ۱۳۴۵ھ۔

الجواب صحیح: ظفر احمد عفا عنہ،۱۹/ جمادی الاخری ۱۳۴۵ھ۔ (امداد الاحکام:۳۲۲/۳)

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار،باب الولی:۵۷/۳۔۵۸،دارالفکر بیروت،انیس

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار،باب نكاح الرقيق:۱۶۶/۳۔۱۶۷،دارالفکر بیروت،انیس

ولی بلا اجازت منکوحہ کے نکاح کر دے، اس کا کیا حکم:

سوال: بکر نے اپنی لڑکی کا نکاح جس کی عمر تیرہ برس کی ہو چکی تھی، جبراً عمرو کے ساتھ کر دیا، باوجودیکہ لڑکی نے قبل نکاح صاف کہہ دیا کہ میں ہرگز ہرگز عمرو سے راضی نہیں ہوں؛ مگر بکر نے بلا مرضی واطلاع بطور خود نکاح عمر کے ساتھ کر دیا، اب بعد نکاح بھی لڑکی کا وہی کلام ہے، جو قبل نکاح تھا، اب یہ نکاح بطور خود جو بکر نے اپنی لڑکی کا عمرو کے ساتھ کر دیا، جائز ہوا، یا نہیں؟ اور مدت ولایت کی شرع شریف میں کہاں تک لی جاتی ہے، جواب صاف ارقام ہو؟

الجواب

اگر وہ لڑکی بالغ ہے اور جس وقت اس کے باپ نے اس سے اذن طلب کیا، یا نکاح ہو جانے کی خبر پہونچی، اس نے انکار کر دیا تو یہ نکاح جائز نہیں ہوا؛ کیوں کہ ولایت اجبار ولی بلوغ تک ہے اور اگر نابالغ ہے، یا باوجود بالغ ہونے کے وقت طلب اذن، یا بلوغ خبر ساکت ہوگئی تو نکاح (۱) ہو گیا اور قبل نکاح، یا بعد نکاح کے انکار کا اعتبار نہیں، (۲) البتہ اگر باپ کے ہوتے ہوئے کسی اور نے اذن چاہا تو محض سکوت دلیل رضا نہیں، جب تک زبان سے اذن نہ دے، اس صورت میں بھی نکاح نہ ہوگا۔

ولایجوز للولی إجبار البکر البالغة علی النکاح ... فإذا استأذنها الولی فسکت أوضحک فهو إذن ... وإن فعل هذا غیر الولی ... أو ولی غیره أولی منه لم یکن رضا، حتی یتکلم به ... ولو زوجها فبلغها الخبر فسکت فهو علی ماذکرنا. (الهدایة) (۳)

اور بلوغ لڑکی کا احتلام اور حیض اور حاملہ ہونے سے ثابت ہوتا ہے اور اگر ان علامات میں سے کوئی علامات نہ پائی جاوے تو پندرہ سال کی عمر ہونے پر بلوغ کا فتویٰ دیا جاوے گا، البتہ اگر وہ لڑکی خود کہے کہ میں بالغ ہوں اور ظاہر حال اس کا مکذب نہ ہو، اس کی تصدیق کی جاوے گی۔ (۴)

(والجاریة بالاحتلام والحیض والحبل) ... (وان لم یوجد فیهما) شيء (فحی یتم لکل منهما خمس عشرة سنة، به یفتی) ... فإن راهقا) ... (فقالا: بلغنا، صدقا، إن لم یکذبهما الظاهر). (الدر المختار) (۵) **واللّٰه أعلم**

۲۴/ ذی قعدہ، پنجشنبہ ۱۳۰۳ھ (امداد: ۵/۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۴۷۱-۱۷۵)

---

(۱) یعنی جب کہ نکاح کرنے والا اذن لینے والا ولی ہو۔ منہ

(۲) یعنی جب کہ استیذان ولی کے وقت سکوت کیا ہو۔ منہ

(۳) الهدایة، باب الأولیاء والأکفاء: ۱/۱۹۱-۱۹۲، دار إحیاء التراث العربی بیروت، انیس

(۴) بشرطیکہ نو سال سے کم نہ ہو۔ منہ

(۵) الدر المختار، فصل بلوغ الغلام بالإحتلام: ۶/۱۵۳-۱۵۴، دار الفکر بیروت، انیس

نابالغہ کا نکاح اجازت ولی پر موقوف ہے:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ ۱۲/ یا ۱۳/ برس کی ہے، اس کا بھائی ۱۵/ یا ۱۶/ برس کا مکان سے دور کلکتہ میں نوکر ہے، اس لڑکی کے باپ ودادا نہیں ہیں، چچا وغیرہ ودیگر اقربا موجود ہیں؛ لیکن پورے طور پر کوئی بھی اس[کی] خبر گیری وخیر اندیشی نہیں کرتا، اس کی ماں جو ہنگام طفولیت سے پرورش کرتی آرہی ہے، اس نے بوجہ غربت وتکلیف کے بلحاظ پرورش اپنی دانست میں ایک اچھی جگہ اس لڑکی کی نسبت ٹھہرائی؛ لیکن چچا وغیرہ ودیگر اقارب نے بسبب حسد، یا رنجش، یا اور کوئی سبب سے ناپسند کر کے کنارہ کشی اختیار کرلی، ماں نے بدرجہ مجبوری خود ولی ہوکر اذن دیا اور نکاح کرادیا، پس ایسی صورت میں یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟ بصورت عدم جواز اب کیا کرنا چاہیے اور بصورت معلق رہنے کے اگر لڑکی بمجرد بلوغ اسی جلسہ میں رضا کو ظاہر کردیوے تو پھر یہ نکاح اس وقت درست ہوجائے گا، یا نہیں؟

الجواب ـــ

فی ردالمختار (الجلد الأول، ص: ٥٣٦): وأما إذا كان أی وجد سلطان أوقاض فی مكان عقد الفضولی علی المجنونة أوالیتیمة فلیتوقف أی ینفذ بإجازتها بعد عقلها أوبلوغها لأن وجود المجیر حالة العقد لایلزم كونه من أولیاء النسب، كما تقدم فی الباب السابق قبل قوله وللولی الأبعد الترویج بغیبة الأقرب، آه. (۱)

پس چوں کہ صورت مسئولہ میں مجیر نکاح کا موجود ہے، لہذا یہ نکاح اولاً موقوف رہا اور جب بعد بلوغ لڑکی رضا کو ظاہر کردے تو اب صحیح ونافذ ہوجائے گا، البتہ اگر ولی جائز اس کے بلوغ رضا سے پہلے اس نکاح کی خبر سن کر اس کو رد کردے، اب وہ معلق وموقوف نہ رہے گا؛ بلکہ باطل ہوجائے گا۔

۱۱/ربیع الاول ۱۳۲۵ھ (امداد ص:۳۴ ج:۲) (امداد الفتاویٰ جدید:۲/۱۸۰)

نابالغ کے نکاح کا علم کے باوجود ایک، یا دو سال تک ولی کی رضامندی پر موقوف رہنا:

سوال: اگر نابالغ کے ولی کو علم اس کے نکاح کا ہوا اور وہ اس کے نکاح میں شمولیت نہ کرے تو یہ ولی اس لڑکی کے نکاح کو ایک سال، یا دو سال کے بعد جائز رکھے تو کیا باوجود علم نکاح کے ایک سال، یا دو سال تک ولی کی رضامندی پر موقوف رہ سکتا ہے؟

الجواب ـــ

رہ سکتا ہے، جب تک رد نہ کیا ہو۔

(۱) ردالمحتار، باب الولی: ۹۸/۳، دار الفكر بیروت، انیس

في الدر المختار (باب الولي) : **صغيرة زوجت نفسها ، ولا ولي ولا حاكم ثمة ، توقف ونفذ بإجازتها بعد بلوغها لأن له مجيز وهو السلطان،آه.** (۱)

۱۸/محرم الحرام ۱۳۴۲ھ (تتمہ خامسہ،ص:۲۴۹) (امداد الفتاویٰ جدید:۲/۱۸۰)

حقیقی باپ کے ہوتے ہوئے سوتیلے باپ کی طرف سے نابالغہ کا نکاح کرنے کا حکم:

سوال: حقیقی باپ کے ہوتے ہوئے سوتیلے باپ کے ہندہ نابالغہ کا نکاح زید کے ساتھ کردیا اور جس وقت کہ ہندہ بالغہ ہوئی، اس مجلس میں چند آدمیوں کے سامنے ہندہ نے کہا کہ میں اپنے نکاح کو جو زید کے ساتھ بولایت میرے سوتیلے باپ کے ہوا تھا، فسخ کرتی ہوں، بعد اس کے شہر بمبئی میں قاضی محمد علی صاحب مدظلہ کے پاس عرضی داخل کی کہ میں نے ایسا ایسا کیا ہے، قاضی صاحب نے بعد ثبوت دعویٰ ہندہ کے یہ فیصلہ فرمایا کہ ہندہ کے فسخ کو ہم نے بھی قائم رکھا، آیا قاضی صاحب کا اس عذر سے فیصلہ کرنا موافق شرع شریف کے ہے، یا نہیں؟

الجواب

وہ نکاح موقوف تھا، جب حقیقی باپ نے بھی اجازت نہ دی اور اس منکوحہ نے بعد بلوغ رد کردیا تو وہ نکاح باطل ہوگیا، قاضی صاحب کا فیصلہ شرع کے موافق ہے، البتہ اگر کسی وقت حقیقی باپ نے زبان سے اس نکاح کو جائز رکھا ہو تو اس کی کیفیت ظاہر کرکے مکرر سوال کیا جاوے۔

۷/شعبان ۱۳۲۷ھ (تتمہ اولیٰ،ص:۸۷) (امداد الفتاویٰ جدید:۲/۳۵۹-۳۶۰)

باپ کے ہوتے ہوئے اگر ماموں نے کسی لڑکی کا نکاح کردیا تو وہ نکاح باپ کی اجازت ورضا پر موقوف ہوگا:

سوال: ایک لڑکی کا نکاح اس کے ماموں نے ماں باپ کی رضا کے بغیر کسی سے کردیا، جب کہ وہ لڑکی ابھی نابالغہ تھی۔ شادی کو ہوئے چودہ سال کا عرصہ ہوگیا؛ مگر وہ شخص ابھی تک اپنی عورت کو اپنے یہاں نہیں لے گیا۔ لڑکی بلوغ کو پہنچ کر اس پر پانچ سال گزر چکے ہیں۔ وہ لڑکی دوسرے سے نکاح کرنا چاہتی ہے اور اس کے ماں باپ بھی اس بات سے راضی ہیں تو کیا وہ لڑکی دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

هو الموفق للصواب: ماموں ذوی الارحام میں سے ہے اور ولی بعید ہے، باپ کے موجود ہوتے ہوئے اگر ولی بعید ماموں نے نکاح کیا تو وہ نکاح باپ کی اجازت ورضا پر موقوف ہے، چاہے وہ رضا صراحۃً ہو، یا دلالۃً، جیسا کہ درمختار میں ہے:

فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته. (۲)

---

(۱) الدر المختار،باب اولی:۳/۸۰،دار الفکر بیروت،انیس

(۲) الدر المختار،باب الولی:۳/۸۱،دار الفکر بیروت،انیس

اورشامی میں کہاہے:

فلا یكون سكوته إجازة لنكاح الأبعد وإن كان حاضراً فی مجلس العقد مالم یرض صریحاً أو دلالةً،انتهٰی.(۱)

بنابریں آپ کے سوال اوراس کے ساتھ والے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ماموں نے باپ کی رضا کے بغیر اس لڑکی کا نکاح کردیا اوراس کا باپ اس سے راضی ہوگیا؛ کیوں کہ خط میں لکھا ہوا ہے کہ دوتین مرتبہ لڑکی کا باپ اورلڑکی کا چھوٹا ماموں اس کو بلانے کے لیے گئے تھے کہ تم آکر اپنی عورت کو بلالے جاؤ، تب بھی وہ بُلا کرنہیں لے گیا، انتہیٰ۔

پس جب تک وہ خاونداس کوطلاق نہ دے، یااس سے خلع نہ کرلے، یاوہ خاوندنہ مرجائے اوراس کی عدت نہ گزرجائے، تب تک دوسرے خاوند سے نکاح کرلینا جائزنہیں۔ خلع یہ ہے کہ عورت کی طرف سے کچھ رقم وغیرہ خاوندکودے کرمہر بخش کر اس سے طلاق لے اوراس کی عدت گزرنے کے بعد جس سے چاہے نکاح کرلے۔ (فتاویٰ باقیات صالحات،ص:۱۳۸۔۱۳۹)

نابالغہ باکرہ لڑکی کے لیے حنفی شافعی دونوں مذہبوں میں اس کا باپ ولی جابر ہے:

سوال: ایک شافعی المذہب شخص نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح ایک ہم کفوشافعی المذہب شخص کے ساتھ بتقلید مذہب حنفی کردیاہے۔ یہ نکاح شرعاجائز ہے، یانہیں؟

الجواب ــ

هو الموفق للصواب: نابالغہ لڑکی اگر باکرہ ہےتواس کے نکاح کرنے میں شافعی اورحنفی دونوں مذہبوں کی رو سے اس کاباپ ولی جابر ہے، چناں چہ فتح المعین میں ہے:

فالبكر یجوز للأب والجد إجبارها علی النكاح،انتهٰی.(۲)

اورشرح الوقایۃ میں لکھاہے:

فالبكر الصغیرة تجبر إتفاقاً،انتهٰی.(۳)

اگروہ ثیبہ ہےتواحناف کے پاس اس کاباپ دادا ولی جابر ہے، چناں چہ اسی میں ہے:

والثیب الصغیرة تجبر عندنا، لاعنده،انتهٰی.(۴)

بہرحال صورتِ مسئولہ میں نکاح جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات،ص:۱۷۲)

---

(۱) ردالمحتار،باب الولی:۳/۸۱،دارالفكر بیروت،انیس

(۲) متن أبی شجاع المقدسی المسمی الغایة والتقریب،كتاب النكاح:۱/۳۱،عالم الكتب بیروت،انیس

(۳۔۴) شرح الوقایة،كتاب النكاح،باب الولی والكفء،ص:۱۸،مؤسسة الوراق للنشر والتوزیع،الأردن،انیس

لڑکی کا نکاح والد کی مرضی کے بغیر کرنا:

سوال(۱) زید نے اپنے بالغ لڑکے کی منگنی تین صدروپیہ بکر کو دیکر بکر کی چودہ سالہ لڑکی سے کی تھی، بکر کو عمر کی جانب سے پانچ صدروپیہ ملنے لگا، بکر نے زید کا تین صدروپیہ واپس کردیا تو زید کو فکر غالب ہوا، زید معہ چند شخصوں کے رات کے وقت بکر کے مکان پر جاکر بکر کی چودہ سالہ لڑکی کو اپنے مکان پر لے آیا اور راتوں رات قاضی کو بلاکر باقاعدہ عدم موجودگی لڑکی کے والد کے نکاح پڑھوالیا، آیا یہ نکاح درست ہے، یانہیں؟

(۲) شرع شریف سے لڑکا لڑکی کتنے سال کے بالغ سمجھے جاویں؟ بینوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب۔

الجواب

(۱) اگرلڑکی بوقت نکاح بالغ تھی اوراس نے نکاح کی اجازت بھی اپنی زبان سے دی تھی، اگرچہ جبروا کراہ کی وجہ سے دی ہوتو نکاح منعقد ہوگیا، **کما صرح به الشامی من إنعقاد النكاح مع الإكراه**، اوراگرنابالغ تھی، یااجازت نہ دی تھی تو نکاح منعقد نہیں ہوا۔**قال فی الدر المختار :(فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا) رضا (ولی)**،آه.(۱)

البتہ اگرزید کا لڑکا جس سے نکاح ہوا ہے بکر کی لڑکی کے لیے کفو نہ ہوتو اس کا باپ اور دوسرے اولیا قاضی، یامسلمان حاکم، یامسلمان کی پنچائت میں اپنا معاملہ پیش کرکے فسخ نکاح کراسکتے ہیں، صرح بہ الہدایۃ والدرالمختار وغیرہ۔

(۲) لڑکے کا بلوغ اصل میں احتلام اورانزال وغیرہ سے اورلڑکی کا احتلام، حیض، یاحاملہ ہونے سے ثابت ہوتا ہے اوراگران میں یہ علامات نہ پائی جائیں اور پندرہ برس کی عمر ہوجائے تو بلوغ کا حکم دیا جائے گا، الغرض لڑکے اورلڑکی دونوں کا بلوغ اگرسن وسال کے اعتبار سے کیاجائے تو دونوں میں پندرہ سال کی عمر کا اعتبار رہے۔

قال فی الدرالمختار :(بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال) والأصل هو الإنزال (والجارية بالإحتلام والحيض والحبل) [إلى قوله] **(فإن لم يوجد فيهما) شيء (فحتي يتم كل منهما خمس عشرة سنة به يفتی)**،آه.(الدرالمختار : ۱۳۲/۲، کتاب الحجر) واللہ اعلم (اضافہ)(امداد المفتین :۲/ ۴۴۱)

باپ کی موجودگی میں لڑکی کی ماں اور ماموں نکاح کرسکتے ہیں یانہیں:

سوال: عورت اوراس کے بھائی بلارضامندی احمد علی شاہ کے لڑکے کا نکاح کرسکتے ہیں اورنکاح جائز ہوگا، یانہیں؟

الجواب

باپ کے ہوتے ہوئے لڑکی کی ماں اور ماموں وغیرہ اس کا نکاح بحالت صغرسنی بغیراجازت باپ کے نہیں کرسکتے، البتہ بعد بلوغ وہ اپنا نکاح خود اپنی مرضی کے موافق کرسکتی ہے۔(درمختار، شامی)

۲۸/صفر ۱۳۵۰ھ (امداد المفتین :۲/ ۴۴۲)

(۱) الدرالمختار، باب الولی: ۵۵/۳-۵۶، دارالفکر بیروت، انیس

نابالغہ کا نکاح دادا نے والد کی موجودگی میں کر دیا:

سوال: مسماۃ بکھان دختر حسین کا نکاح بعمر چار پانچ سال اس کے والد کی موجودگی میں دادا نے کر دیا تھا، لڑکا خوردسال تھا، بعمر پانچ، یا چھ سال ایجاب وقبول نہ کرسکا، نہ لڑکے کے والد نے قبول کیا، مجلس نے کہا: کوئی بات نہیں، گھر کی بات ہے۔ اب لڑکی سولہ سترہ برس کی ہے، جب تیرہ چودہ برس کی تھی تو ناطہ والے ناطہ لینے آئے؛ مگر لڑکی نے والدین سے انکار کر دیا، والدین نے ناطہ والوں کو ٹال دیا، پھر ناطے والے دو تین سال متواتر آتے رہے، اس عرصہ میں والدین اپنی لڑکی کو سمجھاتے رہے کہ گھر اچھا ہے، بڑا اچھا ہے، خویشگی ہے، ضد اور ہٹ دھرمی ٹھیک نہیں، لڑکی نے جواب دیا: یا تو مفرور ہو جاؤں گی، یا پھر پھانسی کھا جاؤں گی، اس وجہ سے والدین لڑکی کے ساتھ متفق ہیں، اگر ایام نابالغی کا نکاح ناجائز ہو تو لڑکی کی منشا کے مطابق دوسری جگہ نکاح کر دیا جائے؟

الجواب ــ

صورت مسئولہ میں لڑکی کے باپ نے اس مجلس میں، یا اس کے بعد اگر صراحۃً زبانی اجازت اس نکاح کی دے دی ہے، یا عملاً اجازت دے دی، مثلاً اس نکاح کے مخصوص کاروبار کو خود اپنے ہاتھوں کیا اور جو جوڑا کپڑے، یا زیور وغیرہ خاوند کی جانب سے آتا ہے، اس پر قبضہ کیا، وغیرہ ذلک، تب تو یہ نکاح صحیح اور لازم ہو گیا، اب لڑکی کو بعد بلوغ بھی فسخ کا اختیار نہیں اور علاحدگی کی صورت بجز اس کے نہیں کہ خاوند طلاق دے اور اگر لڑکی کے والد نے اس نکاح کی اجازت نہ صراحتاً دی اور نہ عملاً تو پھر دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ بجائے اجازت کے انکار کر دیا ہو تو اس صورت میں یہ نکاح باطل ہو گیا، شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہ رہا اور نہ فسخ کرانے کی حاجت رہی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ نہ اجازت دی ہو اور نہ انکار کیا؛ بلکہ سکوت کیا تو اب بھی لڑکی کے بالغ ہونے تک یہ نکاح والدین کی اجازت پر اور لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد اس کی اجازت پر موقوف ہے، اگر اس نے اجازت دی تو جائز، ورنہ باطل ہو جائے گا۔

قال في الدر المختار: فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته.

قال الشامي: تقدم أن البالغة لو زوجت نفسها غير كفء فللولي الاعتراض مالم يرض صريحاً أو دلالةً كقبض المهر ونحوه ولم يجعلوا سكوته إجازة والظاهر أن سكوته هنا كذلك فلايكون سكوته إجازة لنكاح الأبعد وإن كان حاضراً في مجلس العقد مالم يرض صريحاً أو دلالةً. (ردالمحتار، باب الولي: ۳۲۳/۲، مصری)

لیکن عبارت مندرجہ سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ والد نے اس نکاح کی اجازت دے دی تھی، جیسا کہ الفاظ اس پر صریح ہیں کہ والدین لڑکی کو سمجھاتے رہے؛ اس لیے حاصل یہی ہوا کہ یہ نکاح نافذ اور لازم ہو گیا، اب فسخ کا اختیار کسی کو نہیں، سوائے اس کے کہ خلع یا طلاق کے ذریعہ رہائی حاصل کی جائے اور کوئی صورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۴۵۱/۲)

لڑکی کا باپ مجنون ہو تو اس کی ولایت ساقط ہوگی، یا نہیں:

سوال: ہندہ نابالغہ کا نکاح اس کی والدہ اور ماموں نے زید بالغ سے جو ہندہ کی والدہ کا ماموں زاد برادر ہوتا تھا، بلاخوشی ومرضی ولی جائز؛ یعنی پدر حقیقی مسماۃ ہندہ کے جو بقید حیات تھا، کردیا؛ مگر پدر ہندہ خلل دماغ کی بیماری سے کبھی سالم العقل رہتا تھا اور کبھی دیوانہ رہتا تھا، نکاح کے وقت صحیح العقل نہ تھا، اب ہندہ بالغ ہوگئی اور زید بدستور نابالغ ہے، ہندہ زید سے اپنا نکاح فسخ کرانے کی خواہش مند ہے۔ کیا دوسرا نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں جب کہ ہندہ کا والد کسی کسی وقت صحیح العقل والحواس بھی رہتا تھا تو اس کی ولایت ساقط نہیں ہوئی، لہذا اب جو نکاح کی اجازت اس کی والدہ نے کرادیا ہے، یہ والد کی اجازت پر موقوف ہے، ہوش میں آنے کے بعد اگر والد نے اس نکاح کی اجازت دے دی تو نکاح صحیح ولازم ہوگیا، یہاں تک کہ بعد بلوغ بھی لڑکی کو حق فسخ باقی نہ رہے گا اور اگر ہوش میں آنے کے بعد جب والد کو نکاح کی اطلاع ہوئی، اس نے اجازت نہ دی؛ بلکہ انکار کیا، یہ نکاح باطل ہوگیا، شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ فسخ کرانے کی کوئی حاجت۔

قال الشامي: لكن إن كان [أي الجنون] مطبقاً تُسلب ولايته فلا تنتظر إفاقته وغير المطبق الولاية ثابتة له فتنتظر إفاقته كالنائم، ومقتضى النظر أن الكفء الخاطب إذا فات بانتظار إفاقته تزوج موليته وإن لم يكن مطبقا، وإلا انتظر على ما اختاره المتأخرون في غيبة الولي الأقرب. (رد المحتار، باب الولي: ۴۲۸/۲)

عبارت مذکورہ تقریر مذکور کی تصریح کرتی ہے، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر منگنی کرنے والے لوگ جلدی کرتے ہوں اور وہ یہ کہیں کہ ہم باپ کے ہوش میں آنے کا انتظار نہیں کرتے اور یہ موقع نکاح کے لیے اچھا ہے اور کفو میں ہے، پھر اس کے ہاتھ سے جاتے رہنے کا اندیشہ ہو تو یہ والدہ اور ماموں کا کیا ہوا نکاح بھی نافذ ہوجائے گا، اگرچہ باپ ہوش میں آکر اجازت نہ دے؛ لیکن اس صورت میں بعد بلوغ لڑکی ہندہ کو اختیار ہوگا کہ بالغ ہوتے ہی اس نکاح سے بیزاری کا اعلان کردے اور پھر کسی مسلمان حاکم کی عدالت میں، یا مسلمانوں کی پنچائت میں اپنا مقدمہ پیش کرکے فسخ نکاح کا حکم حاصل کرے اور دوسری جگہ نکاح کرے، مہر کچھ واجب نہیں؛ کیوں کہ فسخ نکاح کی صورت میں نکاح کالعدم ہوجاتا ہے، مہر واجب نہیں رہتا۔ (صرح به الشامي: ۴۲۱/۲، استنبولی) واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۴۵۲/۲)

باپ دادا کا نابالغی میں کیا ہوا نکاح صحیح ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی چراغاً نے اپنی لڑکی مسماۃ کریماً کا نکاح حالت نابالغی میں ایک مرد بالغ مسمی چیکوڑ و ولد منگرو کے ساتھ کردیا اور بروقت نکاح حسب رواج برادری کے نکاح کی اجازت

مسماۃ مذکورہ کی ماں سے لی گئی اور اس کا باپ بھی حاضر محفل بارات تھا اور نکاح کے قبل نسبت کو بخوشی اس نے منظور کیا تھا اور نکاح ہو جانے تک و نیز بعد اس کے، کبھی اس نے اس منظوری سے انکار ظاہر نہیں کیا؛ بلکہ تمام رسم و رسومات شادی جیسے بارات کا کھانا دینا اور جہیز دینا اور لڑکی کو نوشہ کے حوالہ کرنا اور اس کو رخصت کر دینا، وغیرہ وغیرہ سب کچھ بخوشی خاطر باپ نے کیا اور بعد نکاح برابر آمد و رفت مسماۃ کے گھر رہی۔

بعد چند روز مسمیٰ چیکوڑ کلکتہ کو چلا گیا، وہاں کسی علت میں ایک برس کو قید ہو گیا اور ہنوز وہ قید ہی میں تھا کہ مسمیٰ چراغاً اور پدر مسماۃ نے پنچوں کو جمع کیا اور کہا کہ ہم اپنی لڑکی مسماۃ کریماً کا نکاح دوسری جگہ کرنا چاہتے ہیں، آپ کی کیا مرضی ہے، انہوں نے منع کیا اور کہا کہ اس کا شوہر ہنوز زندہ ہے اور طلاق بھی نہیں ہوئی ہے، لہٰذا ہم سب اس کے نکاح ثانی کی اجازت نہیں دے سکتے۔

اور پنچوں نے چراغاً سے پوچھا کہ تم اس کا نکاح دوسری جگہ کیوں کرنا چاہتی ہو، اس کی شادی تو چیکوڑ و سے ہو چکی ہے، اس کے گھر اس کو کیوں رخصت نہیں کر دیتی، اس نے جواب دیا کہ وہ کلکتہ میں ہے اور یہ لڑکی بالغ ہے اور اس کا خرچ اب ہم سے نہیں اٹھ سکتا ہے، اسی سبب سے دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ پنچوں نے اجازت نکاح ثانی نہیں دی اور کہا کہ اگر خلاف دستور برادری کوئی کام کرو گے تو حسب ضابطہ برادری تمہارا حقہ پانی بند ہو جائے گا اور بے ذات کر دیں گے۔ یہ کہہ کر وہ سب اٹھ گئے۔

اور بعد صبح ہونے کے منگرو کی زوجہ مسماۃ کریمہ کی ساس نے آ کر چراغاً سے کہا کہ رخصت کر دو اور سب پنچوں کو بھی جمع کر کے کہا کہ ہماری بہو کو تم رخصت کر دو، اس وقت چراغاً نے اقرار کیا کہ ہم پندرہ یوم میں رخصت کر دیں گے، پھر اسی روز مسماۃ کریماً کو چراغاً کی اجازت سے چراغاً کے گھر سے پوشیدہ، وہ لوگ جن کے یہاں نکاح ثانی کی تقرری ہوئی تھی، لے جا کر، وہیں اپنے مکان پر نکاح ثانی مسمیٰ بہادر سے کر دیا۔ ایسی حالت میں نکاح ثانی صحیح ہوا، یا نہیں؟ اور نکاح اول فسخ ہوا، یا نہیں؟ بینوا توجروا!

جواب مع الدلائل وعبارت کے ارشاد ہو اور نیز واضح ہو کہ ہر دو نکاح کفو میں ہیں اور لڑکی کے باپ کا خوشی سے نسبت کو قبول کرنا اور جہیز دینا اور لڑکی کو رخصت کرنا اور برادری کو کھانا دینا اور اس کی مرضی سے لڑکی کی آمد و رفت سسرال میں ہونا، اجازت بالدلالہ ہے، یا نہیں؟ اور ہے تو لزوم نکاح اول کو کافی ہے، یا نہیں؟ اور جب نکاح اول لازم ہو گیا تو نکاح ثانی جائز ہوا، یا نہ؟ بالتفصیل جواب ارقام فرماویں۔

الجواب

نکاح اول صحیح ہو گیا، اس کو کوئی فسخ نہیں کر سکتا، نہ والدین زوجہ کے فسخ کر سکتے ہیں اور نہ خود زوجہ جواب بالغ ہوئی، فسخ کرنے کی مختار ہے۔

قال في الدرالمختار وردالمحتار: ولزم النكاح،أي بلا توقف علىٰ إجازة أحدٍ وبلا ثبوت خيارفي تزويج الأب والجد،و إن كان الولي أبًا أوجداً، انتهىٰ. (۱)

پس اب چراغاً [نے] جو کریمہ کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا ہے، یہ نکاح باطل ہے، ہرگز درست نہیں اور پہلا نکاح اس سے فسخ نہیں ہوا اور یہ نکاح حرام محض ہے۔

قال الله تعالىٰ: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾(الآية) (۲)

(حرام کیا گیا خاوند والی عورتوں کا نکاح۔) فقط

کتبہ الاحقر رشید احمد عفی عنہ (مجموعۂ کلاں، ص:۱۷۵ سے ص:۱۷۷ تک) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص:۲۴۵-۲۴۶)

ولی نے نکاح خواں سے کہا: اجازت دی، اس نے لڑکے سے قبول کرایا تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص نے میانجی کو کہا کہ میں نے تجھ کو اجازت دی ہے، پھر میانجی نے مرد کو کہا کہ فلانی عورت تم نے قبول کی، اس نے کہا میں نے قبول کی، اس صورت میں نکاح منعقد ہوا، یا نہیں؟ یہاں ایجاب وقبول میں سے صرف ایک جزو موجود ہے۔

الجواب

اس صورت میں نکاح منعقد ہوگیا؛ کیوں کہ میانجی وکیل ہے ولی دختر کی طرف سے، پس میانجی نے جو کلام شوہر سے کیا کہ فلانی عورت کو تم نے قبول کیا، یہ ایجاب ہے اور جب شوہر نے کہا: میں نے قبول کیا تو یہ قبول ہوا، پس دونوں رکن یعنی ایجاب وقبل پائے گئے اور مطلب میانجی کے کلام کا یہ ہے کہ میں نے فلانی عورت دختر فلاں شخص کی تمہارے نکاح میں دی، تم نے اس کو قبول کی، اس پر شوہر نے کہا کہ میں نے قبول کی، پس ایجاب وقبول پورا ہوا۔

درمختار میں ہے:

(وينعقد) متلبساً (بإيجاب)من أحدهما (وقبول) من الآخر (وضعا للمضى) لأن الماضى أدل على التحقيق (كزوجت)نفسى أوبنتى أوموكلتى منک (و)يقول الآخر: (تزوجت)، الخ. (الدرالمختار)

أى أوقبلت لنفسى أو لموكلتى أو ابنى. (شامی) (۳)

(مگر یہ وقت صحیح ہوگا کہ اس وقت دو گواہ موجود رہے ہوں، ورنہ نہیں۔ظفیر) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۹/۷-۱۳۰)

---

(۱) الف: الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی، ص:۱۹۲، ج:۱، عکس مجتبائی ۱۳۳۱ھ، ب: شامی، ص:۳۰۴، ج:۲، م، باب الولی (مطبع مجتبائی دہلی: ۱۲۸۸ھ) نیز شامی ج:۲، ص:۳۳۰ [مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ: ۱۳۹۹ھ] نیز ردالمحتار، باب الولی: ص ۶۶ ج ۳ (دارالفکر بیروت: ۱۳۹۹ھ) [نور]

(۲) سورہ نساء، آیت نمبر: ۲۴

(۳) دیکھئے: ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳۶۱/۲، ظفیر

باپ دادا کے علاوہ کسی ولی کا نابالغہ کا نکاح غیر کفو میں کردینے کا حکم:

سوال: چچا نے اپنی نابالغہ بھتیجی کا نکاح ایک فاسق لڑکے سے کردیا، جب کہ لڑکی صالحہ، نیک سیرت ہے تو کیا شرعاً یہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

فسق چوں کہ عار بننے کا سبب ہے؛ اس لیے صالح عورت کا فاسق مرد کفو نہیں اور باپ دادا کے علاوہ ولیوں کا نابالغ صالحہ عورت کا فاسق اور غیر کفو کے نکاح میں دینے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا؛ بلکہ بالغ ہونے پر لڑکی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے، چاہے تو نکاح ختم کرسکتی ہے۔

قال العلامة الكاساني: وأما إنكاح الأب والجد الصغير والصغيرة فالكفاءة فيه ليست بشرط للزومه عند أبي حنيفة ... بخلاف إنكاح الأخ والعم من غير الكفء أنهٗ لايجوز بالاجماع لأنه ضرر محض. (بدائع الصنائع: ۳۱۸/۲، فصل فالنكاح الذى الكفاءة فيه شرط) (۱) (فتاوی حقانیہ: ۳۷۸/۴)

والد کی موجودگی میں بھائی کا غیر کفو میں بہن کا نکاح کرانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ سلطانہ خاتون بنت سید محمد اصغر علی کا نکاح سلطانہ کے ایک بھائی بنام سید پرویز علی نے ایک پٹھان شخص محمد عارف ولد حمید خاں کے ساتھ (جبکہ باپ سید محمد اصغر علی صاحب خود وہاں موجود تھے) لڑکی کے باپ سے خفیہ طور پر بغیر اجازت کے غیر کفو میں نکاح کردیا ہے تو شرعاً یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ اور باپ اب بھی ناراض ہے اور لڑکی کو ہرگز بھیجنا نہیں چاہتا تو شریعت کی روشنی میں یہ نکاح صحیح سمجھا جاسکتا ہے؟ مع حوالہ تحریر فرمائیں، نوازش ہوگی۔ نیز ابھی لڑکی کی رخصتی نہیں ہوئی۔

(المستفتی: سید محمد اصغر علی، اصالت پورہ، مرادآباد)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

باپ کی موجودگی میں باپ کے بغیر اجازت اور بغیر رضامندی سیدزادی کا نکاح غیر کفو (خاں صاحب) کے ساتھ شرعاً صحیح نہیں ہوا ہے اور باپ کی موجودگی میں بھائی کی ولایت شرعاً معتبر نہیں ہے؛ اس لیے سلطانہ خاتون کا نکاح محمد عارف خاں کے ساتھ درست نہیں ہوا ہے اور سلطانہ خاتون کا نکاح آئندہ دوسرے شخص کے ساتھ درست ہوجائے گا اور جب رخصتی نہیں ہوئی تو عدت گزارنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم: ۲۱۳/۷، ۲۱۲/۷)

ويفتى في غير الكفء بعدم جوازه أصلاً، وهو المختار للفتوىٰ لفساد الزمان، فلاتحل مطلقة ثلاثا

---

(۱) قال النسفي: ولو زوج طفله من غير كف أوبغبن فاحش صح ولم يجز ذلك لغير الأب والجد. (البحر الرائق: ۱۳٤/۳، فصل في الأكفاء) / ومثلهٗ في ردالمحتار: ٦٧/۳، باب الأولياء

نکحت غیر کفء بلارضا ولی (وقوله) لو استووا فی الدرجة وإلا فللأقرب منهم حق الفسخ.

وفی الشامی: وهذا إذا كان لها ولی لم یرض به قبل العقد فلا یفید الرضا بعده،الخ. (الدر المختار مع الشامی، کتاب النکاح، باب الولی، زکریا دیوبند: ۱۵۷/٤-۱۵۸، کراچی ٥٦/٣،هکذا فی البحر الرائق، کوئٹه:۱۱۰/۳، زکریا دیوبند:۱۹٤/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ،۲۳/ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ (فتویٰ نمبر: الف ۲۰۶۲/۳۶)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۲۳/۱۲/۱۴۱۰ھ۔ (فتاوی قاسمیہ:۱۳/۵۵۷-۵۵۸)

ولی لڑکی کے بدل نکاح پڑھے تو صحیح ہے، یا نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین، چھوٹی لڑکی کی شادی ہوئی ہے اوراس کے بدل نکاح اس کے ولی نے پڑھا ہے، پھر لڑکے سے جھگڑا ہوا تو لڑکی کو وداع نہیں کی، اب لڑکی کی دوسری جگہ شادی کرانی ہے تو طلاق لینے کی ضرورت ہے؟ اسی طرح طلاق کے بعد عدت بھی ضروری ہے؟

الجواب

نابالغ لڑکی کا نکاح اس کے باپ، یا دادا نے کرایا ہے تو یہ معتبر ہے، لڑکی بڑے ہونے کے بعد اس کو رد نہیں کرسکتی۔

"**فإن زوجهما الأب أو الجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما**". (الهداية: ۲۹۷/۲،باب فی الأولياء والأكفاء)

لہٰذا لڑکا بالغ ہونے کے بعد طلاق دے، تب ہی لڑکی دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے۔ خلوت سے پہلے طلاق دے تو عدت واجب نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/)

اولیا کی رضامندی کے بغیر لڑکی کا غیر کفو میں نکاح کرنا:

سوال: خلاصہ سوال کا یہ ہے کہ باپ کی مرضی کے خلاف میری لڑکی نے ایک جگہ ایک ایسے آدمی سے نکاح کیا جو نیک سیرت نہیں ہے، مزید براں اس کے پہلے سے ایک بیوی اور چار بچے بھی موجود ہیں، گھر میں جھگڑے وغیرہ کی بنا پر اب اس لڑکی کو میں عاق کرنا چاہتا ہوں، رہنمائی کیجئے؟

الجواب

سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی نے جس شخص سے شادی کی ہے، اس کو لڑکی کا باپ اپنے لیے کفو نہیں سمجھتا اور شرعاً لڑکی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ باپ کی اجازت ورضامندی کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرے، لہٰذا اگر وہ شخص واقعۃً کفو نہیں ہے تو اس کا نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، (۱) رشتہ داروں کو چاہیے کہ وہ لڑکی کو نرمی سے سمجھائیں کہ یہ نکاح درست نہیں

(۱) وفی الدر المختار، کتاب النکاح (باب الولی) ج:۳،ص:٥٦،ويفتیٰ فی غير الكفو بعدم جوازه أصلاً وهو المختار للفتویٰ لفساد الزمان. وفی المبسوط (باب الأكفاء، ج:٥،ص:٥٢،طبع دار المعرفة، بيروت) وإذا زوجت المرأة نفسها عن غير كفوء فللأولياء أن يفرقوا بينهما، لأنها الحقت العار بالأولياء.

ہوااوراس کے ساتھ رہ کروہ حرام کی مرتکب ہوگی۔

لما فی الدر المختار: فلا تحل مطلقة ثلاثاً نكحت غير كفء بلارضا ولى بعد معرفته إياه، فليحفظ. (شامی: ۲/ ۴۰۹)(۱)

لیکن عاق کرنے کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے، باپ کوکسی حال میں یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی اولاد کواپنی میراث سے محروم کرے۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ، ۱۶/ ۲/ ۱۳۸۸ھ (فتویٰ نمبر: ۱۹/۲۶۳ الف) (فتاویٰ عثمانی: ۲/ ۲۸۴-۲۸۵)

باپ اور دادا اگر نابالغہ کے نکاح کی اجازت نہ دیتے ہوں:

سوال: ایک لڑکی کا باپ اور دادا اس کی ماں سے ناراض ہیں، ماں اور وہ میکے میں رہتے ہیں۔ اب ماں اس لڑکی کا رشتہ اپنے بھائی کے لڑکے سے کرنا چاہتی ہے۔ لڑکی نابالغہ ہے۔ اب لڑکی کا باپ اور دادا کہتے ہیں: نکاح کرنا ہے تو کردو؛ لیکن ہماری اجازت نہیں، نہ ہم آئیں گے۔ مسئلہ یہ ہے کہ کسی نے یہ بتایا ہے کہ بغیر باپ اور دادا کی اجازت کے یہ نکاح کالعدم ہوگا، باپ اور دادا تو اجازت دے نہیں رہے ہے، لہذا مسئلہ کیسے حل کیا جائے؟ کیا نکاح کرا دیا جائے اور باپ دادا کچھ نہ کہیں تو یہ عملا اجازت نہ کہلائے گی؟ صرف منہ سے کہتے رہنا اجازت نہیں دیتا، کیا یہ عدم اجازت شمار ہوگی؟ تقریباً کئی سالوں سے باپ دادا بچی سے نہیں ملے، بس اب نکاح کے وقت یہ کہہ رہے ہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

بہتر یہ ہے کہ لڑکی کے بالغ ہونے کا انتظار کرلیا جائے اور بالغ ہونے کے بعد اس کی مرضی سے اس کا رشتہ طے کرلیا جائے، یہی اس مسئلے کا آسان حل ہے، بلوغت سے پہلے نکاح مفاسد سے خالی نہیں ہوتا، لہذا اس سے پرہیز کریں۔

لما فى الهندية(۲۸۵/۱، باب الأولياء إلخ): وأجمعوا أن الأقرب إذا عضل تنتقل الولاية إلى الأبعد، كذا فى الخلاصة، غاب الولى أوعضل أو كان الأب أو الجد فاسقا فللقاضى أن يزوجها من كفء، كذا فى الوجيز للكردرى ... وإن زوج الصغير أو الصغيرة أبعد الأولياء فإن كان الأقرب حاضراً وهو من أهل الولاية توقف نكاح الأبعد على إجازته وإن لم يكن من أهل الولاية بأن كان صغيرا أو كان كبيرا مجنونا جاز.

وفى الشامية (۸۲/۳): ذكر فى أنفع الوسائل عن المنتقى: إذا كان للصغيرة أب امتنع عن تزويجها لا تنتقل الولاية إلى الجد؛ بل يزوجها القاضى ونقل مثله ابن الشحنة عن الغاية عن روضة الناطفى وكذا المقدسى عن الغاية والنهر عن المحيط والفيض عن المنتقى وأشار إليه

(۱) الدر المختار، ج: ۳، ص: ۵۷ (طبع سعيد)

الزيلعي حيث قال في مسألة تزويج الأبعد بغيبة الأقرب وقال الشافعي بل يزوجها الحاكم اعتباراً بعضله وكذا قال في البدائع إن نقل الولاية إلى السلطان أى حال غيبة الأقرب باطل لأنه ولي من لا ولي له وها هنا لها ولي أو وليان فلا تثبت الولاية للسلطان إلا عند العضل من الولي ولم يوجد وكذا فرق في التسهيل بين الغيبة والعضل بأن العاضل ظالم بالامتناع فقام السلطان مقامه في دفع الظلم بخلاف الغائب خصوصا للحج ونحوه في شرح المجمع الملكي وبه أفتى العلامة ابن الشلبي فهذه النقول تفيد الاتفاق عندنا علٰى ثبوتها بعضل الأقرب للقاضي فقط، وأما ما في الخلاصة والبزازية من أنها تنتقل إلى الأبعد بعضل الأقرب إجماعاً فالمراد بالأبعد القاضي لأنه آخر الأولياء فالتفضيل علٰى بابه وحمله في البحر على الأبعد من الأولياء ثم ناقض نفسه بعد سطرين بقوله قالوا وإذا خطبها كفء وعضلها الولي تثبت الولاية للقاضي نيابة عن العاضل فله التزويج وإن لم يكن في منشوره ٥،آ. (نجم الفتاویٰ:۵/۳۰-۳۱)

مرحوم باپ کے کئے نکاح کو بھائیوں کا وعدہ نکاح کہنا:

سوال: اگر باپ نے اپنی چھوٹی بچی کا نکاح کسی لڑکے سے کردیا ہو اور باپ کے مرنے کے بعد اس لڑکی کے بھائی یہ کہیں کہ ہمارے باپ نے صرف وعدہ کیا تھا کہ میں فلاں لڑکے کو اپنی بیٹی دوں گا، نہ کہ یہ کہا تھا کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح فلاں لڑکے سے کردیا ہے، کیا ان بھائیوں کا یہ کہنا صحیح سمجھا جائے گا اور ان کی بات مانی جائے گی؟

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

جب باپ اپنی چھوٹی بچی کا نکاح گواہوں کی موجودگی میں کردے تو شرعاً یہ نکاح صحیح ہوجاتا ہے اور سن بلوغت کے بعد بھی بچی کو نکاح کے فسخ کا اختیار نہیں ہوتا، لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر باپ نے گواہوں کی موجودگی میں اپنی چھوٹی بچی کا نکاح کردیا تھا تو نکاح کے صحیح ہونے کی وجہ سے بھائیوں کی بات کا اعتبار نہیں ہوگا؛ لیکن اگر نکاح پر کوئی دلیل، یا گواہوں کی شہادت موجود نہیں ہے تو بھائیوں کی بات کا اعتبار ہوگا۔

لمافي الهندية (۲۸۵/۱):فإن زوجهما الأب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما وإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ وهٰذا عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما اللّٰه تعالٰى ويشترط فيه القضاء بخلاف خيار العتق،كذا في الهداية.

وفي الدرالمختار (۲۷/۳):(ولو بعث) مريد النكاح (أقواما للخطبة فزوجها الأب) أوالولي (بحضرتهم صح) فيجعل المتكلم فقط خاطبا والباقي شهودا به يفتى، فتح.

وفي الشامية (٦٥/٣):قوله (إنكاح الصغير والصغيرة) قيد بالإنكاح لأن إقراره به عليهما لا يصح إلا بشهود أو بتصديقهما بعد البلوغ. (نجم الفتاویٰ:۵/۳۱-۳۲)

باپ کا مجبوراً نابالغہ کا نکاح کرنا کالعدم ہے:

سوال: زید رات کے وقت عشا کے قریب بکر کے گھر میں گیا، کسی کام سے، بکر کے رشتہ دار نے گھر میں جا کر زید کو پکڑ لیا اور شور کر دیا کہ زید بکر کی والدہ سے زنا کر رہا تھا، جب کہ زید اور بکر کی والدہ اس بات کا انکار کر رہے ہیں، اگر شرعی گواہ بھی موجود ہوں، یا گواہ تو نہیں ہیں؛ مگر واقع میں زنا ہوا ہو تو اس جرم پر علاقہ کے سردار اور محلّہ والے جمع ہو کر زید کے بھائی سے کہتے ہیں کہ اپنی لڑکی جو کہ چھوٹی ہے؛ یعنی نابالغہ ہے، اس کا نکاح بکر کے کسی بھی رشتہ دار، یا شخص معین کے ساتھ کر دو، وگرنا ہم دونوں عورت اور مرد کو گولی مار دیتے ہیں، یا مرد کو یعنی زید کو گولی مارتے ہیں۔ زید کے رشتہ دار زید کے بھائی پر زبردستی کرتے ہیں کہ آپ لڑکی کا نکاح کر دو؛ تاکہ یہ لڑائی ختم ہو جائے، وگرنا بہت خون خرابہ ہوگا۔ زید کا بھائی اپنی نابالغہ لڑکی کا رشتہ بکر کے رشتہ دار سے کر دیتا ہے، کیا یہ نکاح شرعاً درست ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب ______________ بعون الملك الوهاب

لڑکی کے والد نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح اپنے بھائی کی ذاتی غرض کے لیے اور لڑکی کے مصالح پر نظر کئے بغیر کیا ہے، لڑکی پر عدم شفقت ظاہر اور متیقن ہونے کی وجہ سے لڑکی کے لیے خالص ضرر و نقصان ہے اور اس طرح بغیر کسی جائز مصلحت کے نکاح کر دینے کی وجہ سے اس کے ساتھ سوءِ اختیار معروف و غیر مشتبہ ہو گیا ہے؛ اس لیے اس کا کیا ہوا نکاح باطل ہوگا۔

لما في الفتاویٰ الخيرية (ص:٢٣): لو زوج بنته من فقير أو محترف حرفة دنيئة ولم يكن كفوئا فالعقد باطل فقصر المحقق ابن الهمام كلامهم على الفاسق مما لا ينبغي وقد وقع في أكثر الفتاویٰ في هذه المسئلة أن النكاح باطل فظاهره أنه لم ينعقد وفي الظهيرية يفرق بينهما ولم يقل أنه باطل وهو الحق ولذا قال في الذخيرة في قولهم فالنكاح باطل أي يبطل.

وفي الشامية (٦٦/٣): قوله (مجانة وفسقا) نصب على التمييز وفي المغرب الماجن الذي لا يبالي ما يصنع وما قيل له ومصدره المجون والمجانة اسم منه والفعل من باب طلب اه وفي شرح المجمع حتى لو عرف من الأب سوئالاختيار لسفهه أو لطمعه لا يجوز عقده إجماعا، آه. (نجم الفتاویٰ: ۳۵/۵)

مذکورہ بالا معروف بسوء الاختیار کا مسئلہ اور ایک استدراک کا جواب:

سوال: مفتی صاحب! مجھے آپ سے ملحقہ فتویٰ سے متعلق چند تحفظات کا اظہار کرنا ہے:

(۱) فتوے میں لڑکے کا پتہ نہیں کہ صالح ہے، یا بے دین؟ کفو ہے، یا عدم کفو، پھر اسے کس قانون کے تحت غیر کفو قرار دے کر خیریہ کا غیر کفو کا حوالہ درج کیا گیا ہے؟

(۲) اگر لڑکا صورت مسئولہ میں حقیقتاً کفو ہو تو نکاح منعقد ہوگا، یا نہیں؟

(۳) ولی اگر غیر کفو میں نابالغہ کا نکاح کر دے تو یہ نکاح منعقد کہا جاتا ہے، جب کہ یہاں فتاویٰ خیریہ کے حوالے سے تو یہ نکاح باطل معلوم ہوتا ہے، کیا یہ تضاد نہیں؟

(۴) فقہ میں تو مشہور اصطلاح معروف بسوء الاختیار ہونے کی ہے اور معروف تو دو، یا تین بار کے بعد ہونا چاہیے تو آیا پہلی بار میں ہی اسے معروف قرار دینا درست ہے؟ کیا قاعدہ ہے؟ تفصیلاً ذکر کر دیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

مذکورہ صورت درحقیقت نکاح ہی نہیں؛ بلکہ یہ ایک طرح کی خرید وفروخت ہے، جس میں کسی قسم کی شفقت اور مصلحت کو مد نظر نہیں رکھا گیا؛ بلکہ معصوم بچی کو اپنے مقاصد کی بھینٹ چڑھایا گیا ہے، جو کہ انتہائی خطرناک اور خدا کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے، باپ یا دیگر کوئی ولی اس طرح ذاتی غرض کے لیے نابالغہ کا نکاح غیر کفو، یا مہر مثل سے کم پر کر دے تو یہ نکاح باطل ہوتا ہے اور کفو میں بھی کرے تو نابالغہ کو خیارِ بلوغ ملتا ہے۔

(۱) عام طور پر ایسے مواقع پر لڑکا غیر کفو ہی ہوتا ہے، جو کہ بعد میں لڑکی کو مستقل ضرر اور خریدی ہوئی چیز سمجھ کر لعن طعن کا نشانہ بناتا ہے، اسی بنیاد پر مذکورہ فتوے میں نکاح کو باطل قرار دیا گیا ہے اور باطل قرار دینے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ ایک ایسا شنیع فعل ہے، جو معاشرے میں بہت سی برائیوں اور جھگڑوں کے پیدا کرنے کا سبب ہے، بظاہر تو یہ عمل جھگڑا ختم کرتا ہے؛ لیکن حقیقتاً اس میں ایک لڑکی کی زندگی داؤ پر لگا دی جاتی ہے، جو کہ ظلم کی انتہا ہے، لہٰذا اس معاملے میں کوئی لچک دکھانا درست نہیں لگتا؛ بلکہ جن علاقوں میں یہ قبیح حرکت رواج بن چکی ہے، ادھر ایسے نکاح سے متعلق (باطل کو بمعنی فاسد لینے کے بجائے) مطلقاً باطل قرار دینا اور ممکن ہو تو ایسے افراد کو قانون کے ہاتھوں سزا دلوانا ضروری ہے۔ شرعاً ایک شخص زنا کرے تو سزا کسی اور کو نہیں ملتی، اسی طرح قصاص میں فقط قاتل کو قتل کیا جا سکتا ہے؛ لیکن یہ ایک ایسا بھیانک رواج ہے، جہاں جرم کی سزا مجرم کے بجائے کسی عاقل بالغ انسان کو بھی نہیں؛ بلکہ ایک معصوم سی بچی کو اس سزا کی بھینٹ میں حوالے کر دیا جاتا ہے، یہ دین و دنیا کے ہر قانون سے ہٹ کر ایک بدترین اور غیر فطری حرکت ہے، جس سے مکمل اجتناب ضروری ہے۔

(۲) باپ، یا دادا اگر نابالغہ کا نکاح غیر کفو میں عام حالات میں کر دیں تو یہ نکاح منعقد ہوتا ہے اور اسے ہی عام طور پر منعقد کہا جاتا ہے۔ باقی خیریہ میں ایسے لالچی اور مفاد پرست ولی (باپ وغیرہ) کا ذکر ہے، جو اپنی غرض کے لیے نابالغہ کو حوالے کر دیں اور بظاہر نکاح کر دیا جائے، جب کہ حقیقتاً اپنے جرم کی سزا بچی کو دی جا رہی ہو، ایسے باپ کا نکاح باطل ہے، لہٰذا کوئی تضاد نہیں۔

(۳) سوءِ اختیار کا معروف ہونا کئی مرتبہ ایسی قبیح حرکت کرنے کا متقاضی نہیں؛ بلکہ ایک مرتبہ بھی طمعِ زر، یا ذاتی لالچ کے لیے ایسا نکاح کرنے سے باپ خود ہی معروف بسوء الاختیار ہو جائے گا۔ فقہا کی عبارات میں اس عمل کا

معروف ہونا مراد ہے، نہ کہ اس شخص کا معروف ہونا۔ الغرض بعض علاقوں میں یہ ایسی قبیح رسم کی شکل اختیار کر چکی ہے کہ وہاں یہ کہنا کہ ایک لڑکی کا اس طرح نکاح معاف ہوگا، پھر دوسری لڑکی کا اس طرح نکاح کرانے کے بعد ایسا باپ معروف بسوءِ الاختیار قرار دیا جائے گا، یہ بعید از عقل اور اس شنیع رسم کو اور تقویت دینا ہے، البتہ اگر کوئی ایسی جگہ ہو، جہاں اس رسم کا رواج (چچا وغیرہ کے کئے گناہ میں چھوٹی بھتیجی کو عوض میں دیا جانا) نہ ہو اور وہاں ایسی صورت پیش آجائے اور باپ کا شریف اور اچھا انسان ہونا معروف ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ پہلی بار یہ عمل مفعوعنہ ہے، دوسری بار میں نکاح باطل ہوگا۔

بہر حال یہاں ایسے رواج کے پائے جانے کے وقت زنا اور قتل کے عوض میں نابالغہ بیٹی کو حوالے کرنا کسی طرح جائز نہیں قرار دیا جا سکتا؛ بلکہ اس بچی کی پوری زندگی داؤ پر لگائی جا رہی ہے، اسے پوری زندگی زنا کے عوض، یا قتل کے بدلے حاصل لڑکی کے طعن سننے ہوں گے، لہٰذا یہ نکاح قطعاً باطل ہے۔ بعض فقہا نے ایک سے زائد مرتبہ ایسی حرکت کرنا معروف بسوء الاختیار ہونے کے لیے شرط قرار دیا ہے، جو کہ محلّ نظر ہے۔ حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''باپ کا سوء اختیار ایسا واضح ہے کہ مشہور بسوء الاختیار ہونے میں بھی ایسا یقین نہیں ہوسکتا اور علامہ شامیؒ نے فتح القدیر کی ایک بحث کے ذیل میں معروف بسوء الاختیار ہونے کی تشریح یہ کی ہے کہ باپ معروف بسوء الاختیار اس صورت میں قرار دیا جائے گا، جب کہ ایک مرتبہ اس سے پہلے اس نے یہ حرکت کی ہو کہ ایک لڑکی کا نکاح جانتے بوجھتے ہوئے اس کے مصالح کے خلاف کر چکا ہو، پہلی لڑکی کا نکاح صحیح اور نافذ ہوگیا؛ کیوں کہ اس وقت وہ سوء اختیار میں مشہور نہیں تھا، دوسری لڑکی کا اس طرح نکاح کردے گا تو اب وہ مشہور بسوء الاختیار ہوگا، یہ تشریح جمہور فقہاء کی تصریحات سے مختلف ہونے کی وجہ سے محل نظر ہے''۔ (منقول از احسن الفتاویٰ: ۱۰۹/۵)

اس سے آگے صفحے پر مسئلہ ہذا پر مزید بحث کرنے کے بعد فتاویٰ خیریہ کی تفصیلی عبارت نقل کرکے حضرت مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''عبارتِ مذکورہ میں یہ بات واضح کردی گئی ہے کہ جب کسی باپ، دادا کے متعلق نابالغہ کے نکاح میں ترک شفقت اور مسامحت یقینی ہو جائے تو اس کا کیا ہوا نکاح بھی لازم نہ ہوگا، خصوصاً فتح القدیر کے حوالے سے یہ جو لکھا گیا ہے: ''**لأن ترک النظر ههنا مقطوع به**''، اس میں یہ کوئی قید نہیں کہ پہلی مرتبہ ایسا کیا ہو، یا دوسری مرتبہ، فقط ترک شفقت کا قطعی بلا اشتباہ ہونا کافی قرار دیا ہے، اس سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ فتح القدیر کی جو بحث علامہ شامیؒ نے نقل کی ہے، وہ محض ایک بحث ہی ہے ابن ہمام کا فتویٰ اور فیصلہ نہیں ہے''۔

حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی ''احسن الفتاوی'' میں مفصل تحقیق فرمانے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

’’(۶) بطلانِ نکاح کی علت عدم النظر کا تیقن ہے، جس کے لیے سوءِ اختیار کا محض تحقق وتیقن کافی ہے، پس شہرت کی قید کی کیا ضرورت ہے؟

(۷) معروف بسوء الاختیار کو اس میں منحصر کرنا کہ باپ پہلے بھی ایسا کوئی عقد کر چکا ہو، نہ کہیں منقول ہے اور نہ معقول۔

(۸) تزویج بالغبن الفاحش اور بغیر الکفء ولو کان فاسقا کو علی الاطلاق سوء اختیار قرار دینا صحیح نہیں؛ بلکہ یہ صرف اس صورت میں سوء اختیار ہوگا، جب کہ باپ کی طمع، یا سفہ وغیرہ ظاہر ہو‘‘۔ (احسن الفتاویٰ:۱۱۷/۵)

آخر میں حضرت مفتی رشید احمد فرماتے ہیں:

’’اب اس تحریر سے یہ مسئلہ بالکل بے غبار ہوگیا کہ سیئی الاختیار باپ کا غیر کفو میں کیا ہوا، نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا‘‘۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں منسلکہ فتوے میں اس خطرناک رسم اور کسی اور کے جرم کے عوض معصوم لڑکی کو حوالے کرنے پر یہ دیکھنا کہ لڑکا کفو ہے، یا نہیں؟ بے معنی تھا، لہٰذا علی الاطلاق نکاح کے بطلان کا حکم لگا دیا گیا۔

لمافی الهداية (۳۳۸/۲):(ويجوز نكاح الصغير والصغيرة إذازوجهما بكرا كانت الصغيرة أوثيبا)... فإن زوجهما الأب أوالجد... (فلا خيار لهما بعد بلوغهما) لأنهما كاملا الرأى وافرا الشفقة فيلزم العقد كما إذا باشراهما برضاهما بعد البلوغ.

وفى منحة الخالق (۲۳۶/۳): قوله (يعنى لو زوج الأب الصاحى) قال الرملى: لوزاد على هذا الذى لم يعرف بسوء الاختيار لكان أولٰى ... وما هنا فى نفى الجوازعند فقد الشرط المذكور ومقتضاه أنه لو كان معروفا بسوء الاختيار فزوج من كفوء بمهر المثل يصح إذ لم يظهر منه ما ينافى الشفقة الخ.

وفى الفتاوىٰ الخيرية (ص:۲۳،باب الأولياء والأكفاء):(سئل) فى الأب إذ اعلم منه سوء الاختيار وعدم النظر فى العواقب إذا زوج ابنته القابلة للتخلق بالخير والشر بغير كفوء هل يصح ام لا (أجاب) قال ابن فرشته فى شرح المجمع لو عرف من الأب سوء الاختيار لسفهه أو لطمعه لا يجوز عقده اتفاقا ومثله فى الدرر والغرر وقال فى البحر فى شرح قول الكنز ولو زوج طفله غير كفوء أوبغبن فاحش صح ولم يجز ذلك لغير الأب والجد أطلق فى الأب والجد وقيده الشارحون وغيرهم بأن لايكون الأب معروفا بسوء الاختيارحتٰى لو كان معروفا بذلك مجانا أوفسقا فالعقد باطل على الصحيح.

وفى الشامية (۶۶/۳): قوله (مجانة وفسقا) نصب على التمييزوفى المغرب الماجن الذى لا يبالى ما يصنع وما قيل له ومصدره المجون والمجانة اسم منه والفعل من باب طلب اه وفى شرح المجمع حتى لو عرف من الأب سوئالاختيار لسفهه أو لطمعه لا يجوز عقده إجماعا،آه. (نجم الفتاویٰ:۳۵/۵-۳۸)

بلوغت سے قبل باپ کا کیا ہوا نکاح نافذ ہوجاتا ہے:

سوال: میرے بہنوئی حبیب الرحمٰن اور میری حقیقی بہن نے مجھ سے اپنی بچی یعنی میری بھانجی کے لیے میرے بیٹے کا رشتہ مانگا؛ مگر میں خاموش رہا؛ لیکن ان کے تیسری مرتبہ اصرار پر چند آدمی لے کر ان کے گھر پر گیا، مجلس نکاح منعقد ہوئی، لڑکی کی عمر اس وقت آٹھ سال تھی اور لڑکے کی عمر گیارہ سال تھی اور روبرو جرگہ (پنچائیت) کے حبیب الرحمٰن نے رشتے کا اختیار اپنے بڑے بھائی کو دیا، انہوں نے آگے اپنے دادا کے بھائی کو وکیل بنایا، محمد سلمان نے بعوض پندرہ ہزار مہر کے لڑکی والوں کی طرف سے رشتہ قبول کیا اور روبرو جرگہ کے مولوی غلام نبی صاحب نے نکاح پڑھوایا۔ جرگہ کے گواہان مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) سید خان، (۲) صابر، (۳) نذیر۔

نکاح کے کچھ عرصہ کے بعد حبیب الرحمٰن انتقال کر گیا، اس کے بعد اب میری بہن بچی کا رشتہ دینے سے انکار کر رہی ہے، بچی کے بالغہ ہونے کے ایک سال بعد اس کے باپ کا انتقال ہوا ہے، میری بہن کے انکار کرنے کے باوجود یہ نکاح قائم رہا، یا نہیں؟ اس بارے میں ہماری شرعی راہنمائی فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

عقد نکاح منعقد ہو چکا ہے اور لڑکی کی والدہ کا انکار نکاح کو ختم نہیں کر سکتا؛ بلکہ عقد نکاح تا حال برقرار ہے۔

لما في القرآن الكريم (النور: ٣٢): ﴿وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

وفي المصنف عبدالرزاق (٤٦١/٦): عبدالرزاق عن معمر عن الحسن، والزهري، وقتادة، قالوا: إذا أنكح الصغار آباؤهم جاز نكاحهم. قال عبدالرزاق وبه نأخذ.

وفي الشامية (٦٨/٣): وأما إنكاح الأب والجد الصغير الصغيرة فالكفائة فيه ليست بشرط عند أبي حنيفة لصدوره ممن له كمال النظر لكمال الشفقة.

وفيه أيضاً (٦٨/٣): وقال في شرحه أي لو فعل الأب أو الجد عند عدم الأب لا يكون للصغير والصغيرة حق الفسخ بعد البلوغ. (نجم الفتاویٰ: ۴۶/۵)

نابالغہ سے جبراً نکاح قبول کرانے کا حکم:

سوال: ایک ایسی لڑکی ہے کہ جو بالغہ ہونے کے قریب ہے، ابھی تک بالغہ نہیں ہوئی تو اس لڑکی کا ولی کون ہو سکتا ہے؟ آیا اس لڑکی پر جبر کیا جا سکتا ہے، یا نہیں؟ اگر اس کا نکاح کرا دیا جائے اور وہ اس کی اجازت نہ دے؛ یعنی راضی نہ ہو تو نکاح کا کیا حکم ہے؟ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

نابالغہ لڑکی جو قریب البلوغ ہو، اس کا ولی باپ، یا باپ نہ ہوتو دادا ہوتا ہے، اگر یہ نہ ہوں تو پھر اس کے بھائی، یا چچا وغیرہ ولی ہوتے ہیں۔

(۲) نابالغہ لڑکی پر ولی کو ولایت اجبار حاصل ہے؛ یعنی ولی جبراً نکاح کراسکتا ہے۔ اگر لڑکی اس پر راضی نہ ہوتو اب یہ دیکھا جائے گا کہ اس کا نکاح کون سے ولی نے کرایا تھا، اگر باپ یا دادا نے اپنی ولایت میں کرایا تھا تو نکاح ہوگیا، اب بالغہ ہونے کے بعد یہ اس نکاح کو فسخ نہیں کرسکتی۔ اگر باپ، یا دادا کے علاوہ کسی اور ولی نے نکاح کرایا تو اگر یہ نکاح غیر کفو میں، یا مہر میں بہت زیادہ کمی کے ساتھ نکاح کیا تو یہ نکاح منعقد نہ ہوگا، البتہ اگر کفو میں اور معمول کے مطابق مہر وغیرہ کے ساتھ نکاح کیا تو یہ نکاح منعقد ہوجائے گا؛ لیکن بالغہ ہونے کے بعد اس کو نکاح کے فسخ کرنے کا حق حاصل ہوگا؛ مگر اس (فسخ کے حق) میں کچھ تفصیل ہے اور وہ یہ کہ اگر حالتِ صغر میں وہ جانتی تھی کہ اس کا نکاح ہوا ہے تو جیسے ہی بالغہ ہوگی، اسی وقت اگر انکار کردے تو نکاح رد ہوجائے گا، اگر تاخیر کی تو پھر نکاح رد کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر حالتِ صغر میں وہ یہ نہ جانتی ہو کہ اس کا نکاح ہوا ہے تو اب بالغہ ہونے کے بعد جیسے ہی اس کو علم ہوگا کہ میرا تو نکاح ہوا تھا تو اب اگر انکار کیا تو نکاح رد ہوجائے گا، اگر اس میں بھی تاخیر کی تو یہ اختیار ختم ہوجائے گی اور اس میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ قاضی فسخ کرے گا تو نکاح فسخ ہوگا۔

لما في صحيح البخاري (۷۷۱/۲، باب إنكاح الرجل ولده الصغار): عن عائشة رضي الله عنها: أن النبي صلى الله عليه وسلم تزوجها وهي بنت ست سنين، وأدخلت عليه وهي بنت تسع، ومكثت عنده تسعا.

وفي فتح الباري (۱۵٦/۹): (قوله: لقول الله تعالى واللائي لم يحضن) فجعل عدتها ثلاثة أشهر قبل البلوغ أي فدل على أن نكاحها قبل البلوغ جائز وهو استنباط حسن... قال المهلب أجمعوا أنه يجوز للأب تزويج ابنته الصغيرة البكر ولو كانت لا يوطأ مثلها، الخ.

وفي الهندية (۲۸۵/۱): فإن زوجهما الأب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما وإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ وهذا عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى ويشترط فيه القضاء بخلاف خيار العتق، كذا في الهداية.

وفي الدر المختار (۵۵/۳، باب الولي): وولاية إجبار على الصغيرة ولو ثيبا ومعتوهة ومرقوقة، الخ.

وفي (ص: ٦۵): (وللولي) الآتي بيانه (إنكاح الصغير والصغيرة) جبرا (ولو ثيبا) كمعتوه و مجنون شهرا (ولزم النكاح ولو بغبن فاحش) بنقص مهرها وزيادة مهره (أو) زوجها (بغير كفء إن كان الولي) المزوج بنفسه بغبن (أبا أو جدا) وكذا المولى وابن المجنونة (لم يعرف منهما سوء الاختيار) مجانة وفسقا (وإن عرف لا) يصح النكاح اتفاقا... (وإن كان المزوج

غيرهما)... (لا يصح) النكاح (من غير كفء أو بغبن فاحش) أصلا) وما في صدر الشريعة صح ولهما فسخه وهم (وإن كان من كفء وبمهر المثل صح و) لكن (لهما) أي لصغير وصغيرة وملحق بهما (خيار الفسخ) ولو بعد الدخول (بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده) لقصور الشفقة... (بشرط القضاء) للفسخ.

وفي الشامية(٦٩/٣): قوله (بالبلوغ) أي إذا علما قبله أو عنده قهستاني... قوله (لقصور الشفقة) أي ولقصور الرأي في الأم وهذا جواب عن قول أبي يوسف إنه لا خيار لهما اعتبارا بما لو زوجهما الأب أو الجد. (نجم الفتاویٰ: ۴۸/۵-۴۹)

بچپن میں نکاح کرادینے کا حکم:

سوال: ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ بچے اور بچی کا نکاح انتہائی کم ۲/ یا ۳/سال کی عمر میں پڑھا دیتے ہیں، پھر جب بچے بالغ ہوجائیں تو یہ نکاح منعقد کردیئے جاتے ہیں؛ یعنی رخصتی وغیرہ ہوجاتی ہے، پوچھنا یہ ہے کہ شرعاً یہ جائز ہے، یا بلوغت کے بعد دوبارہ نکاح پڑھانا پڑے گا؟ ازراہِ کرم جلد از جلد جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

شریعتِ مطہرہ میں بچے اور بچی کے نکاح کی کوئی خاص عمر متعین نہیں، شرعاً غیر شعوری عمر میں بھی بچے کا نکاح ان کے سرپرست کردیں تو وہ منعقد ہوجاتا ہے، البتہ اگر کوئی خاص مجبوری نہ ہو تو بچے اور بچی کا نکاح بالغ ہوجانے کے بعد ہی کرنا چاہیے، یہ ہی بہتر اور قرینِ مصلحت ہے۔ قرآنِ پاک کی آیت اس پر دلالت کرتی ہے:

﴿وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ﴾ (النساء: ٦)

(اور تم یتیموں کو آزمالیا کرو یہاں تک کہ وہ نکاح (کی عمر) تک پہنچ جائیں۔)

حکیم الامت تھانوی اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

''(نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں) یعنی بالغ ہوجائیں؛ کیوں کہ نکاح کی قابلیت بلوغ سے ہوتی ہے''۔

نیز بچپن میں کیئے گئے نکاح میں بہت سے مفاسد کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

(۱) لڑکے اور لڑکی کی بلوغ کی عمر تک پہنچ جانے کے بعد ان کی ترجیحات کا بدل جانا۔

(۲) سرپرستوں کی رائے تبدیل ہوجانا۔

(۳) خاندان کے آپس کے جھگڑے بعد میں اس نکاح پر بھی اثر انداز ہوتے رہتے ہیں۔

(۴) لڑکا آوارہ نکل جائے، یا لڑکی کے رہن سہن سے لڑکے والے مطمئن نہ ہوں۔

دیگر بھی بہت سے مفاسد ہیں، جو بلوغ کی عمر تک پہنچنے میں ظاہر ہوتے ہیں؛ لیکن اس وقت پھر طلاق کے علاوہ کوئی راستہ موجود نہیں ہوتا، لہذا بہتر اور حکمت کے عین مطابق یہ ہے کہ بچوں کے بالغ ہوجانے کے بعد اچھی طرح دیکھ بھال کر

زندگی کے اس اہم معاملے کا فیصلہ کیا جائے اور اس وقت لڑکے اور لڑکی کی رائے کو بھی مدِ نظر رکھنا چاہیے، البتہ اگر کوئی مجبوری ہو، یا اولیا اسی کو زیادہ قرینِ مصلحت سمجھیں کہ چھوٹی عمر میں نکاح کر دیا جائے تو یہ نکاح بہر حال منعقد ہو جائے گا۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ کے علاقہ کا یہ رواج درست معلوم نہیں ہوتا، علاقے کے بااثر لوگوں کو چاہیے کہ اس کے بجائے بچوں کا نکاح بعد از بلوغ جلد از جلد کرانے کا رواج ڈالیں؛ کیوں کہ یہ شریعت کے تقاضوں سے زیادہ ہم آہنگ ہے، البتہ اگر شاذ و نادر مجبوری کی وجہ سے بچپن میں نکاح کا انعقاد کیا جائے تو وہ نکاح منعقد ہوگا، معمول اور رواج بنانے سے پرہیز کریں۔

لما في مشكوة المصابيح (ص: ٢٧٠): وعن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم تزوجها وهي بنت سبع سنين وزفت إليه وهي بنت تسع سنين ولعبها معها ومات عنها وهي بنت ثماني عشرة. (رواه مسلم)

وفيه أيضاً(ص: ٢٧١): وعن أبي سعيد وابن عباس رضي الله عنهم قالا: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من ولد له ولد فليحسن اسمه وأدبه فإذا بلغ فليزوجه فإن بلغ ولم يزوجه فأصاب إثما فإنما إثمه علىٰ أبيه".

وعن عمر بن الخطاب وأنس بن مالك رضي الله عنهم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "في التوراة مكتوب: من بلغت ابنته اثنتي عشرة سنة ولم يزوجها فأصابت إثما فإثم ذلك عليه". (رواهما البيهقي في شعب الإيمان)

وفي المفصل في أحكام المرأة والبيت المسلم: (٣٩١/٦): الأولىٰ عدم تزويج الصغار إلا لمصلحة: ومع جواز تزويج الصغير والصغيرة، ولكن الأولىٰ عدم تزويجهما ان لم تكن هناك مصلحة ظاهرة في التعجيل في تزويجهما وهما صغيران، لأن تزويجهما غير واجب وإنما هو جائز، ولأن الزواج تتعلق به حقوق وواجبات، كما إننا لا ندري مايؤول اليه هذا النكاح بعد أن تبلغ الصغيرة ويبلغ الصغير، وقد يكون لكل منهما رأى فيه يؤثر في بقاء النكاح، وقد يعجل في زواله وانقطاعه. (نجم الفتاویٰ: ۵/۵۲-۵۳)

باپ کی موجودگی میں نابالغ کا قبول کرنا صحت نکاح کے لیے کافی نہیں ہے:

سوال: دس گیارہ برس ہوئے کہ میری لڑکی کی نسبت مصاحب علی کے گونگے لڑکے سے لوگوں نے پیش کی، میں نے بوجہ اس کے گونگے ہونے کے انکار کیا۔ میری والدہ اور سب پنچ لوگوں نے زور دیا کہ نسبت مقرر کرلو اور عقد پڑھا دو، میں راضی نہیں ہوسکا؛ لیکن مجبوراً شادی کا کام شروع کیا۔ سب پنچ کی اجازت اور دادی کی اجازت سے مولوی اصالت حسین صاحب نے عقد پڑھایا، میں اس عقد میں موجود تھا؛ مگر نہ اجازت دی، نہ انکار کیا، کل کاموں میں

شریک رہا۔میری لڑکی کا سن اس وقت اندازاً پانچ برس کا ہوگا۔مصاحب علی کے لڑکے کا سن اندازاً دس برس کا ہوگا،اب لڑکی تین چار برس سے بالغ ہوئی ہے،بالغ ہونے کے قبل سے اوراس وقت سے اس وقت تک شوہر کے یہاں جانے سے انکار کرتی ہےاورشوہر سے راضی نہیں ہےاور مصاحب علی رخصتی کے لیے زور دیتے ہیں۔لڑکی کہتی ہے کہ اگر ہم کو وہاں بھیجا جائے گا تو اپنی جان دے دیں گے، یا بھاگ جائیں گے۔نکاح کے بعد سے اس وقت تک زن وشوہر ملے نہیں ہیں۔ایسی صورت میں اس نکاح کے متعلق علماء کرام کا کیا فتویٰ ہے؟ مولوی اصالت حسین صاحب جنہوں نے نکاح پڑھایا تھا،ان کا بیان بھی اس کے ساتھ ہے۔

بیان مولوی اصالت حسین صاحب:

دس بارہ برس ہوئے کہ مصاحب علی،ساکن موضع مرغیا چک کے لڑکے گونگے کا عقد فضل علی کی لڑکی سے میں نے اپنی وکالت سے پڑھایا تھا،کس کی اجازت سے پڑھایا تھا،یادنہیں ہے،لڑکے نے بوجہ گنگ ہونے کے لفظ قبول کا نہیں کہا؛ بلکہ تین بارآگے کی جانب سر جھکایا،ہم نے اس سر جھکانے کو قبول کرنا خیال کیا،چندلوگوں نے یہ کہا کہ اس نے قبول نہیں کیا؛ بلکہ یوں ہی سر جھکایا ہے،اس کی حقیقت نہیں معلوم ہوئی،لڑکے کا باپ اس عقد میں موجود تھا،میں نے اس سے کوئی گفتگو نہیں کی ،نہ اس سے قبول کرایا،لڑکے کے باپ مصاحب علی نے بھی کچھ نہیں کہا۔کیا دین مہر مقرر ہوا تھا،یادنہیں۔فقط

بیان مذکورہ بالا صحیح ہے:بقلم شیخ اصالت حسین،تاریخ:۱۱رذی الحجہ۱۳۴۲ھ

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

نکاح مذکور صحیح ونافذ نہیں ہوا۔اس کی دووجہیں ہیں:اول یہ کہ لڑکی کا باپ جوموجود تھا،اس نے نہ نکاح کی اجازت دی اور نہ وقت نکاح، یا مابعد رضامندی کا اظہار کیا۔دادی کا اجازت دینا صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ باپ کی موجودگی میں اس کوحق ولایت نہیں ہےاور نہ پنچ کو۔

درمختار میں ہے:

فلوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب توقّف على إجازته. (۱)

(قوله:توقّف على إجازته) تقدّم أن البالغة لو زوّجت نفسها غير كفء، فللولى الاعتراض مالم يرض صريحاً أو دلالةً كقبض المهر ونحوه فلم يجعلوا سكوته إجازة والظاهر أن سكوته هنا كذٰلک فلايكون سكوته إجازة لنكاح الأبعد وإن كان حاضراًفى مجلس العقد مالم يرض صريحا أودلالةً تأمّل. (شامی)(۲)

---

(۱) الدرالمختار،باب الولی: ۳۱۵/۲

(۲) ردالمحتار،باب الولی: ۳۱۵/۲

دوم یہ کہ لڑکا ہی نابالغ تھا، اس کا قبول کرنا بھی صحیح نہیں ہے، جب تک کہ اس کا ولی قبول نہ کرے، یا خود لڑکا بعد بلوغ قبل ردعورت بعد بلوغ، یا قبل رد ولی عورت دوبارہ قبول نہ کرے؛ مگر چوں کہ عورت کا انکار بعد بلوغ و نیز ولی عورت کا عدم رضا ابتدا سے مذکور ہے؛ اس لیے یہ نکاح صحیح نہیں ہے۔

شامی میں ہے:

نعم لو كان لها أب أوجد وزوّجت نفسها كذٰلك توقّف لأن له مجيزاً وقت العقد لأن الأب والجد يملكان العقد بذٰلك والصغير كالصغيرة لمافي الخانية من أن الصغير لوتزوّج بالغة ثم غاب فتزوّجت آخر وكان الصبي أجازبعد بلوغه العقد الذي باشره في صغره فإن كانت الإجازة بعدالعقد الثاني جاز الثاني لأنها تملك الفسخ قبل إجازته،الخ. (شامی)(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳/ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ، الجواب صحیح: ابوالمحاسن محمد سجاد کان اللہ لہ، محمد قمر الدین کان اللہ لہ۔

اصاب من اجاب: محمد عبید اللہ۔ الجواب صحیح: محمد محی الدین۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۶۵/۴-۲۶۶)

حالت نابالغی میں باپ نے لڑکی کا نکاح کر دیا، کچھ دن شوہر کے ساتھ رہنے کے بعد لڑکی کا یہ کہنا کہ میں بوقت نکاح بالغ تھی اور مجھے یہ نکاح منظور نہیں تھا:

سوال: زید نے اپنی لڑکی ہندہ نابالغہ کا عقد بولایت خود بکر سے کر دیا اور بعد عقد نکاح کے زید نے قضا کیا۔ لڑکی ہندہ کے بالغہ ہونے پر لڑکی مذکور کے بھائی، بہنوئی اور مادر نے رخصتی لڑکی مذکور کی کر کے اپنے گھر ہندہ اور بکر دونوں کو رکھا۔ عرصہ دو ماہ تک لڑکی موصوف اپنے شوہر مذکور کے شامل رہ کر کھانا و کپڑا وغیرہ لیتی رہی اور اپنے شوہر بکر کی مدارات کرتی رہی۔ بعد اس کے بکر پردیس چلا گیا، ایک ماہ کے بعد جب بکر لوٹ کر اپنی بیوی ہندہ کے گھر آیا تو بیوی موصوفہ کو اپنے سے خلاف پایا، جس پر بکر نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا کہ تم اپنے میکہ میں رہنے کے سبب ہماری مدارات میں کمی کرتی ہو، تم کو یہاں سے ہم جہاں رہتے ہیں، وہاں لے جائیں گے، اس پر بکر کی بیوی ہندہ بولی کہ تم ہم کو پسند نہیں ہو، طلاق دے دو، ہم تمہارے شامل نہیں جائیں گے۔ جس پر کچھ حجت ہوئی، اس کے بعد ایک شخص معتبر کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ لڑکی مذکورہ بولتی ہے کہ ہم عقد کے وقت بالغ تھے اور ہم نے اپنے والد، مادر اور بھائی کو منع کیا تھا کہ ہم کو بکر سے عقد منظور نہیں ہے اور وقت رخصتی کے بھی اپنے بہنوئی، بھائی و مادر سے کہا کہ ہم کو بکر مذکور کے ساتھ رخصتی منظور نہیں ہے۔ ایسی حالت میں ہندہ بکر کے نکاح میں رہی، یا نکاح فسخ ہو گیا؟ اور بکر اپنی بیوی ہندہ کو شامل لے جا سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

ہندہ کا نکاح اس کے نابالغی کے زمانہ میں جب اس کے باپ نے کر دیا تو وہ نکاح صحیح ہوا اور اب ہندہ کا یہ کہنا کہ ہم بالغ

(۱) ردالمحتار، باب الولی: ۳۱٤/۲

تھے اورا نکار کیا تھا لغو معلوم ہوتا ہے؛ کیوں کہ ایسی حالت میں وہ شوہر کے پاس نہ جاتی، نہ دو ماہ تک اس کے پاس رہتی؛ اس لیے بکر کے نکاح میں کوئی فرق نہیں آ سکتا ہے، اس کو حق حاصل ہے، جہاں جی چاہے، لے جائے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۰/ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۶۷/۴)

باپ کی موجودگی میں دادا کا نکاح کر دینا:

سوال: زید کی شادی بحالت نابالغی، ایک نابالغہ لڑکی سے ہونا طے پائی، ایجاب وقبول کے وقت موجودہ قاضی صاحب سے زید کے والد کو نفرت تھی اور دوسروں سے اتفاق، دوسرے قاضی صاحب تشریف لائے اور بجائے ہندہ کے والد کے اس کے دادا کی معیت وولایت میں ایجاب وقبول ہوا، اب ہندہ کے والد کا کہنا ہے کہ میں بوقت ایجاب وقبول حاضر نہ تھا اور نہ میں نے نکاح کرانے کی اجازت دی تھی، چناں چہ اس صورت حال کے پیش نظر بجائے ہندہ کے والد کی ولایت کے دادا کا ولی بننا اور نکاح کرا دینا درست ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

باپ ولی اقرب ہے؛(۲) اس لیے دادا کے کئے ہوئے نکاح کی خبر سننے کے بعد اگر باپ نے اپنے قول، یا کسی عمل سے اپنی رضامندی ظاہر کر دی تو نکاح نافذ ہو گیا اور اگر اپنے قول، یا کسی عمل سے ناراضگی ظاہر کر دی اور عدم پسندیدگی کا اظہار کر دیا تو نکاح باقی نہیں رہا؛ اس لیے کہ یہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہے۔(۳)

واضح رہے کہ رضامندی کے ظاہر کرنے کے بعد ناراضگی کا، یا ناراضگی ظاہر کرنے کے بعد رضامندی کا حق باپ کو نہیں ہے، پہلے قول وعمل کا اعتبار ہوگا۔ یہ اس صورت میں ہے جب کہ دادا نے باپ سے اجازت لے کر نکاح نہیں کیا ہو اور اگر دادا نے لڑکی مذکورہ کے باپ سے نکاح کی اجازت لے کر نکاح کروایا ہے تو نکاح نافذ ہو گیا، بعد میں باپ کی ناراضگی کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد صدر عالم، ۱۳۹۸/۹/۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۶۹/۴)

باپ کی ناراضگی کے باوجود اپنی نابالغہ بیٹی کے نکاح کو منظور کرنا:

سوال: ہندہ ۱۱/سالہ کا نکاح اس کی ماں نے کر دیا۔ باپ سن کر بہت ناخوش ورنج ہوا، اب لڑکی بالغہ ہو کر کہتی

---

(۱) باپ ولی جابر ہے اور عورت کا عدم بلوغ اصل ہے، لہٰذا دعویٰ بلوغ خلاف اصل ہے اور محتاج ثبوت۔ علاوہ ازیں عورت کا عرصہ تک شوہر کے ساتھ برضاء ورغبت رہنا اس کی رضا پر بظاہر حال دلیل ہے اور استصحاب حال دلیل واقع ہے، لہٰذا عورت کا بلا ثبوت دعویٰ بلوغ قابل اعتبار نہیں۔

(وللولی) ... (إنكاح الصغير والصغيرة) جبراً ... (ولزم النكاح) ... (وإن كان الولی) ... (أبا وجداً). (الدر المختار، باب الولی: ۳۰٤/۲)

(۲) (الوالی فی النكاح)...(العصبة بنفسه)...(على ترتيب الإرث و الحجب). (الدر المختار: ۳۱۱/۲)

(۳) لوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب توقّف على إجازته. (الدر المختار، باب الولی: ۳۱۵/۲)

ہے کہ یہ شخص نامرد ہے، تب تجسس حال سے معلوم ہوا کہ عنین مادرزاد ہے اور ایک دم بدعقل و بے شعور ہے اور نان ونفقہ بھی کبھی نہیں دیتا ہے تو کیا ایسی صورت میں بغیر طلاق لیے ہوئے دوسرے مرد سے نکاح ہوسکتا ہے؟ ممکن ہے کہ یہ لڑکی مجبوری میں تبدیل مذہب کردے، یا آبرو کھو بیٹھے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

اگر باپ نے ناخوشی ورنج کے اظہار کے بعد اس نکاح کو توڑ دیا تو نکاح نہیں ہوا، (۱) اور اگر برقرار رکھا (اگرچہ بادل ناخواستہ ہو) تو یہ نکاح منعقد ہوگیا اور یہ ہندہ اس کی بیوی ہے اور جب باپ نے نکاح کو مان لیا تو عورت کو خیار بلوغ نہیں رہا۔ عورت دارالقضاء میں درخواست اپنے شوہر کی نامردی اور عدم ادائے نفقہ کے متعلق دے سکتی ہے، وہاں سے اس کی عنت کی تحقیق باصول شرع کی جائے گی، اس کے بعد فیصلہ ہوگا، (۲) خود عورت کو علاحدگی کا حق نہیں ہے، نہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۱۰/۶/۱۳۴۹ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۷۰/۴)

اگر باپ بحالت نشہ اپنی نابالغہ بیٹی کے نکاح کی اجازت دے تو کیا نکاح صحیح ہوگا:

سوال: میری لڑکی کو میری اپنی بہن بغرض دکھلانے اپنے گھر موضع بلہر لے گئی تھی، جس کو قریب دو برس کے ہو رہا ہے، جب لڑکی کو آنے میں دیر ہوئی تو میری حویلی میں کہا کہ لڑکی کو آنے میں دیر ہوگئی ہے، جا کر لے آیئے، لہٰذا میں وہاں گیا، رات کے وقت مجھ کو تاڑی پلا دیا گیا، چوں کہ اس چیز کا عادی نہ ہوں اور نشہ کی حالت میں خدا جانے کیا کہلوا دیا، جس سے میری لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سے کردیا گیا، جس سے ہم راضی نہیں تھے اور نہ ہیں، جب یہ بات صبح کو معلوم ہوئی تو مجھ کو بہت غصہ آیا اور لوگوں سے کہنے لگے کہ ہمارے ساتھ دھوکہ بازی کیوں کی گئی، لڑ جھگڑ کر اپنی لڑکی کو وہاں سے لے آئے؛ بلکہ لڑکی سے بھی پوچھا کہ تم سے کچھ پوچھا گیا تھا تو اس نے جواب دیا کہ نہیں، حالاں کہ میری لڑکی ابھی تک بالغہ نہیں ہوئی ہے، وہ لڑکا بار بار آتا ہے اور لڑکی کی رخصتی چاہتا ہے، ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم تم سے شادی نہیں کئے ہیں، ہمارے ساتھ دھوکہ بازی کی گئی ہے، ہم رخصتی نہیں دیں گے، ہم لڑکی کے اپنے باپ ہیں اور ماں بھی اپنی ماں ہے اور پھوپھی بھی اپنی ہے، اس طرح کا نکاح شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) (ولولی الأبعد التزویج بغیبة الأقرب)... لو زوّج الأبعد حال قیام الأقرب توقّف علی إجازته. (الدر المختار، باب الولی: ۳۱۵/۲)

(۲) (لو وجدته عنینا) هو من لایصل إلی النساء لمرض... (أجل سنة) لاشتمالها علی الفصول الأربعة ... (فإن وطئی) مرة فبها (وإلا بانت بالتفریق) من القاضی إن أبی طلاقها (بطلبها). (الدر المختار علی هامش ردالمحتار باب العنین وغیرہ: ۵۹۴/۲-۵۹۵)

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر نابالغہ کے باپ نے نشہ کی حالت میں اس کا نکاح کر دیا ہے تو اگر مہر مہر مثل سے کم ہے، یا لڑکا غیر کفو ہے تو یہ نکاح منعقد نہیں ہوا ہے۔ (دیکھئے: شامی، کتاب الطلاق: ۴۲۴/۲)(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۱۳۵۷/۱/۲۰ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۷۲-۲۷۱/۴)

اگر باپ نابالغہ کا نکاح غیر کفو میں کر دے:

سوال: ایک لڑکی مسماۃ ہندہ کا نکاح اس کے والد نے بحالت نابالغی غیر کفو میں کر دیا، اب لڑکی بالغ ہوگئی ہے؛ مگر نکاح کو پسند نہیں کرتی ہے اور ہزار سمجھانے کے باوجود اس کا جواب یہی ہوتا ہے کہ اس شوہر کے گھر نہیں جائیں گے، اگر تم لوگ زور دوگے تو میں اپنی جان دے دوں گی، اس کے خاندان کی عورتیں بدچلن ہیں، خاندان کمزور ہے اور اس کے شوہر کی عادت وخصلت اچھی نہیں ہے۔ بہر حال لڑکی کسی طرح راضی نہیں ہے، اگر کوئی صورت رستگاری کی ہوسکتی ہے تو براہ مہربانی جواب دیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

باپ، یا دادا جب نابالغہ کا نکاح کر دے تو نکاح لازم ہو جاتا ہے، لڑکی بالغ ہو کر اس نکاح کو فسخ نہیں کر سکتی ہے؛(۲) لیکن اگر باپ نے غیر کفو میں نکاح کر دیا اور بعد نکاح کے لڑکا کا غیر کفو ہونا ثابت ہو تو ایسی صورت میں لڑکی بالغ ہو کر دار القضاء میں قاضی شریعت کے پاس استغاثہ کر سکتی ہے اور گواہ شاہد کے ذریعہ شوہر کا غیر کفو ہونا ثابت کر کے بطلان نکاح کا فیصلہ حاصل کر سکتی ہے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۷۶/۴)

باپ کی موجودگی میں خالہ کا نکاح کر دینا:

سوال: ایک نابالغہ لڑکی کی خالہ نے اس کا نکاح اس کے باپ کی اجازت کے بغیر ایک ضعیف العمر شخص کے

(۱) وبين في التحرير حكمه أنه إن كان سكره بطريق محرم لا يبطل تكليفه فتلزمه الأحكام وتصح عباراته من الطلاق والعتاق والبيع والإقرار وتزويج الصغار من كفؤ والإقراض والاستقراض لأن العقل قائم وإنما عرض فوات فهم الخطاب بمعصيته ...ومنها تزويج الصغيرة بأقل من مهر المثل أو الصغير بأكثر فإنه لاينفد.(ردالمحتار: كتاب الطلاق مطلب في الحشيشة والأفيون والبنج: ٤٢٤/٢)

(٢) فإن زوّجهما الأب والجدفلاخيار لهما بعدبلوغهما.(الفتاوىٰ الهندية: ٢٨٥/١)

(٣) (وللولي)... (إنكاح الصغير والصغيرة)... (ولزم النكاح ولوبغبن فاحش) بنقص مهرها وزيادة مهره(أو) زوّجها (بغير كفء إن كان الولي)...(أباأوجدا)(لم يعرف منهما سوء الاختيار)...(وإن عرف لا) يصح النكاح اتفاقا.(الدرالمختار: ٣٠٤/٢-٣٠٥)

ساتھ کردیا، لڑکی تین ماہ کے بعد بھاگ کر اپنے باپ کے یہاں چلی آئی اور اب بالغہ ہوچکی ہے؛ مگر شوہر کے یہاں جانے سے انکار کرتی ہے۔ اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

خالہ کے نکاح کردینے کے بعد اگر اس لڑکی کے باپ نے نکاح کی اجازت دے دی تو نکاح صحیح ہوا، اس صورت میں جب تک شوہر اس لڑکی کو طلاق نہ دے، وہ دوسرا نکاح نہیں کرسکتی اور اگر باپ نے خالہ کے نکاح کردینے کے بعد بھی اس نکاح کو پسند نہیں کیا تو اس کا نکاح نہیں ہوا۔ اس صورت میں لڑکی دوسرا نکاح کرسکتی ہے؛ لیکن جتنے دن اس مرد کے پاس رہی وہ بُرائی ہوئی۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۲/۲/۱۳۷۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۷۶/۴-۲۷۷)

باپ کے حقیقی چچا، چچازاد بھائی وخالہ زاد بھائی میں ولی کون ہوگا:

سوال: لڑکی کے باپ کا چچازاد بھائی اور لڑکی کے باپ کا حقیقی چچا اور لڑکی کے باپ کا خالہ زاد بھائی ہو، ان اولیاء قریب کی موجودگی میں نابالغہ لڑکی کا نانا عقد کردے تو جائز ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

صورت مسئولہ میں جب نابالغہ لڑکی کے باپ کا چچا اور باپ کا چچیرا بھائی اور نانا ہیں تو باپ کا چچا نابالغہ کا ولی قریب ہے، (۲) اس کی بلا اجازت اگر نانا نے نکاح کردیا تو یہ نکاح ولی قریب کی اجازت پر موقوف رہا۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۷/۸/۱۳۶۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۷۳/۴)

نسبتی بھائی کو اپنی نابالغہ بیٹی کے منسوب طے کرنے کی اجازت دی اور اس نے نکاح کردیا:

سوال: حامد بوقت روانگی سفر اپنے نسبتی بھائی کو اپنی دختر کتخدائی کے تعیین کا اختیار دے کر چلا آیا۔ حامد کے نسبتی بھائی نے اس کو اختیار کلی سمجھ کر ہندہ کا منسوب ایک لڑکے سے ٹھہرایا اور حامد کو لکھ بھیجا کہ فلاں تاریخ و دن عقد ہوگا۔ وہاں سے تم پندرہ سولہ سو روپئے دین مہر لکھ بھیجو، حامد نے جواب میں لکھ بھیجا کہ ابھی شادی ونکاح کی ضرورت نہیں، بعد چار ماہ کے کل انجام ایک ہی مرتبہ ہوجائے گا؛ لیکن حامد کے خط پہونچنے کے قبل ہی نکاح انجام پاچکا تھا۔ حامد کے خط کا انتظار لازمی تھا، یا نہیں؟ اور ایسی حالت میں نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟

---

(۱) لوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب توقّف على إجازته. (الدر المختار، باب الولي: ۳۱۵/۲)

(۲) (الوالي في النكاح)... (العصبة بنفسه)... (على ترتيب الإرث والحجب). (الدر المختار: ۳۱۵/۲)
أما العصبة بنفسه ... وهم أربعة أصناف جزء الميت وأصله وجزء أبيه وجزء جده الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة. (السراجي: ۲۲)

(۳) لوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب توقّف على إجازته. (الدر المختار، باب الولي: ۳۱۵/۲)

الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ حامد نے اپنے نسبتی بھائی کو محض منسوب کرنے کا اختیار دیا تھا، نکاح کے لیے وکیل نہیں بنایا تھا؛ اس لیے اگر لڑکی نابالغہ ہے تو یہ نکاح درست نہیں ہوا، (۱) اور اگر لڑکی بالغہ ہے اور اس کے پھوپھا نے اس سے اجازت لے لی تھی اور لڑکی کی اجازت سے نکاح ہوا تو جائز و درست ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۴۵/۱۱/۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۸۴/۴)

باپ کے رہتے ہوئے خالہ و خالو کو ولایت حاصل نہیں ہے:

سوال: محمودہ چھ ماہ کی تھی کہ اس کی ماں نے قضا کیا، پرورش سے دادا اور چچا نے انکار کیا تو اس کے والد نے اس کی خالہ و خالو کے سپرد کیا، چناں چہ اب خالہ خالو کی پرورش میں اس کو قریب تیرہواں سال کے ہے۔ کیا اب محمودہ کا والد بغیر اذن محمودہ کے اپنی خوشی سے نکاح کر دے گا تو ہو جائے گا؟ اور خالہ، خالو بحیثیت پرورش کے کوئی حق رکھتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مذکورہ میں اگر لڑکی ابھی بالغ نہیں ہوئی ہے تو صرف باپ کو اختیار ہے کہ اپنی ولایت سے اس کا نکاح پڑھا دے، خالہ اور خالو کو پرورش کرنے کی وجہ سے ولایت نکاح کا حق حاصل نہیں ہوتا، (۳) اور اگر بالغہ ہے تو اس کی اجازت سے باپ، یا دوسرا شخص نکاح کر دے سکتا ہے اور بغیر اس کی اجازت کے اگر نکاح ہوگا تو بالغہ لڑکی کو حق ہے کہ جس وقت اس کو خبر ملے فوراً رد کر دے اور اس صورت میں نکاح نہیں ہوگا۔ (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۳۰ / صفر ۱۳۴۹ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۹۲/۴)

نابالغہ کا مناسب رشتہ مل رہا ہو اور باپ اس سے بے تعلق ہو تو کیا کیا جائے:

سوال: ایک نو سالہ لڑکی کی شادی اس کے ماموں کرنا چاہتے ہیں، باپ اپنی اولاد سے بالکل بے خبر اور لاتعلق ہے، اس کو اپنے بچوں کی شادی وغیرہ کی کوئی فکر نہیں ہے، بچوں کی شادی کی بات کہیں ہوتی ہے تو خواہ مخواہ ٹال مٹول کرتا ہے، لڑکی کے باپ نے خط میں لکھا ہے کہ بغیر میری اجازت کے شادی نہ ہوگی اور میں بیساکھ میں آؤں گا۔ اس صورت میں ماموں، یا بڑے بھائی کی اجازت سے نابالغہ لڑکی کی شادی ہو سکتی ہے، یا نہیں؟

---

(۱) لوزوّج الأبعد حال قیام الأقرب توقّف علی إجازته. (الدر المختار: ۳۱۵/۲)

(۲) (فنفذ نکاح حرّة مکلّفة بلا) رضا (ولی). (الدر المختار، باب الولی: ۲۹۶/۲)

(۳) (الوالی فی النکاح)... (العصبة بنفسه)... (بلاتوسط أنثی)... (علی ترتیب الإرث والحجب) فیقدم ابن المجنونة. (الدر المختار) ثم یقدم الأب ثم أبوه ثم الأخ الشقیق، الخ. (ردالمحتار باب الولی: ۳۱۱/۲)

(۴) لایجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من أب أو سلطان بغیر إذنها بکراً کانت أو ثیباً فإن فعل ذٰلک فالنکاح موقوف علی إجازتها فإن أجازته جاز وإن ردّته بطل، کذا فی السراج الوهاج. (الفتاویٰ الهندیه: ۲۸۷/۱)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اس نابالغہ لڑکی کا باپ زندہ ہے تو اس کی اجازت کے بغیر اس لڑکی کا نکاح نہیں ہوسکتا؛ اس لیے اس کا انتظار کرنا چاہیے، اگر وہ اپنی اولاد سے بے تعلق رہتا ہے اور ان کی کوئی خبر گیری نہیں کرتا اور ان کے نکاح وغیرہ کی بھی فکر نہیں ہے تو اس صورت میں قاضی شریعت پھلواری شریف کی اجازت سے اس نابالغہ کا نکاح کیا جاسکتا ہے، (۱) قاضی شریعت کی اجازت کے بغیر اور کسی کو اس کے نکاح کا اختیار نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳/۲/۱۳۷۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۳۰۰-۳۰۱)

باپ کے رہتے ہوئے چچیرے نانا کا نکاح کردینا:

سوال: ایک نابالغہ لڑکی کا نکاح اس کے چچیرے نانا نے ایک لڑکے سے کردیا تھا، حالاں کہ لڑکی کا باپ موجود تھا، اس کو یہ نکاح منظور نہیں ہے، یہ نکاح درست ہوا، یا نہیں؟ نکاح کو عرصہ ہوا؛ مگر رخصتی ابھی نہیں ہوئی ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جب اس نابالغہ لڑکی کا نکاح اس کے باپ کی اجازت کے بغیر دوسرے شخص نے کردیا اور باپ نے منظور نہیں کیا تو اس لڑکی کا نکاح نہیں ہوا، جس سے نکاح ہوا بغیر دوبارہ نکاح کے اس کے پاس لڑکی کو رخصت کرنا حرام ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۸/۱/۱۳۷۶ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۲۸۶)

باپ کے رہتے ہوئے نانی کا نکاح کردینا:

سوال: خیر النساء نابالغہ کے باپ محمد ایوب موجود ہیں اور خیر النساء کا نکاح اس کی نانی نے کردیا اور باپ کو یہ نکاح نامنظور ہے تو یہ نکاح درست ہوا، یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کے ولی قریب اس کا دوسرا نکاح کرسکتے ہیں، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

خیر النساء نابالغہ کا ولی قریب اس کا باپ محمد ایوب ہے، (۳) بغیر اس کی اجازت ورضامندی کے نانی نے اس نابالغہ کا نکاح کردیا تو نکاح نہیں ہوا، (۴) اس کا باپ محمد ایوب اس کا دوسرا نکاح کرسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۳/۲/۱۳۷۶ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۲۸۷)

---

(۱) (ويثبت الأبعد) من أولياء النسب، شرح وهبانية؛ لكن في القهستاني عن الغياثي: لو لم يزوّج الأقرب زوّج القاضي عند فوت الكفء (التزويج بعضل الأقرب) أي بامتناعه عن التزويج إجماعاً، خلاصة. (الدر المختار: ۲/۳۱۵-۳۱۶)
إذا كان للصغيرة أب امتنع عن تزويجها لا تنتقل الولاية إلى الجد؛ بل يزوّجها القاضي. (ردالمحتار: ۲/۳۱۵)

(۲،۳) (الوالي في النكاح) ... (العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الإرث والحجب). (الدرالمختار: ۲/۳۱۵)

(۲،۴) لوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب توقّف على إجازته. (الدر المختار: ۲/۳۱۵)

نابالغہ کا نکاح والد کی رضامندی کے بغیر نانا اور چچا نے کردیا تو نکاح صحیح نہیں ہوگا:

سوال: بی بی سیر النساء نابالغہ کا نکاح اسماعیل عرف جنگلی سے بغیر رضامندی لڑکی کے اوراس کے والدین کے، اس کے نانا اور چچا نے کردیا اور والدین ابھی تک رضامند نہیں ہیں اور لڑکی کو روکے ہوئے ہیں۔ نکاح ہوگیا، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں نکاح منعقد نہیں ہوا اور سیر النساء اسماعیل کی زوجہ نہیں ہے؛ کیوں کہ نابالغہ کا نکاح باپ کی بلا اجازت اور خلاف مرضی جائز نہیں ہوسکتا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۲۹؍محرم الحرام ۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲۸۸/۴-۲۸۹)

بالغہ کا والد کی رضامندی کے بغیر کفو میں نکاح کرنا:

سوال: زید نے ہندہ سے بکروخالد کی موجودگی میں کہا کہ میں نے تم سے بعوض اس قدر دین مہر کے نکاح کیا تو ہندہ نے کہا کہ میں نے قبول کیا، زید و ہندہ مع گواہوں کے بالغ ہیں۔ مہر مثل وکفوسب درست ہیں، کیا نکاح ہوگیا؟ واضح ہو کہ ہندہ کا باپ زندہ ہے اوراس نکاح کے خلاف ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ اگر سچ ہے تو نکاح صحیح و درست ہوگیا اور کسی ولی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۱۲؍صفر ۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۳۰۶/۴-۳۰۷)

کیا باپ سے بحالت نشہ اجازت لے کر کیا ہوا نکاح فسخ کیا جاسکتا ہے:

سوال: زید نشہ خوار نشہ میں چور و بے ہوش تھا، اس وقت محض اپنی اور ساتھیوں کی جان بچانے کے لیے اپنی نابالغہ لڑکی کے نکاح کی اجازت دے دی اور نکاح پڑھا دیا گیا، پھر شوہر کا اس لڑکی پر بے انتہا ظلم ہے؛ اس لیے وہ میکہ میں آ گئی، سسرال نہیں جانا چاہتی ہے، جان دینے پر آمادہ ہے، کیا قاضی شریعت کو حق فسخ ہے؟

---

(۱) (الوالی فی النکاح) ... (العصبة بنفسه) ... (علی ترتیب الإرث والحجب).(الدرالمختار) ثم یقدّم الأب ثم أبوه،الخ. (ردالمحتار،باب الولی:۳۱۱/۲)

لوزوّج الأبعد حال قیام الأقرب توقّف علی إجازته.(الدرالمختار)

والظاهر أن سکوته هنا کذالک فلا یکون سکوته إجازة لنکاح الأبعد وإن کان حاضرا فی مجلس العقد مالم یرض صریحا أو دلالة.(ردالمحتار،باب الولی:۳۱۵/۲)

(۲) (فنفذ نکاح حرّة مکلّفة بلا) رضا(ولی) ... (ولاتجبر البالغة البکر علی النکاح) لانقطاع الولایة بالبلوغ.(الدرالمختار)(قوله: فنفذ)أراد بالنفاذ الصحة وترتب الأحکام من طلاق وتوارث وغیرهما.(ردالمحتار،باب الولی:۲۹۶/۲)

الجواب ــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

باپ نے جب نابالغہ کے نکاح کی اجازت دے دی اور نکاح کر دیا گیا تو اگر چہ وہ نشہ میں ہو اور اس سے زبردستی اجازت دلوائی گئی ہو نکاح منعقد ہو جائے گا،(۱) باقی رہا رفع ظلم تو اس کی دو صورتیں ہیں: ایک تو یہ ہے کہ ہر دو زن وشو کے قرابت مند کا ایک ایک آدمی ثالث بنایا جائے اور وہ دونوں اصلاح اور ملا دینے کی کوشش کریں۔اگر اصلاح دشوار ہو تو طلاق دلا دیں اور اگر دونوں ثالث ناکامیاب رہیں تو اس کے لیے دوسری صورت یہ ہے کہ مقدمہ دارالقضاء، پھلواری شریف میں پیش کیا جائے، پھر قاضی شریعت تحقیقات کے بعد جو فیصلہ کریں، اس پر عمل کیا جائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۰/۸/۱۳۵۲ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۳۰۷)

لڑکی کا ماموں اس کے باپ کی اجازت کے بغیر نکاح کر دے تو کیا حکم ہے:

سوال: ہندہ نابالغہ کا نکاح اس کے ماموں نے باوجود اس کے والد اور دیگر قریبی رشتہ دار موجود ہونے کے ولی بنکر زید نابالغ سے کر دیا، جب ہندہ کو کچھ سمجھ پیدا ہوئی تو اس نے اس نکاح سے انکار کر دیا۔اب جب وہ بالغہ ہوئی تو زید کو بلا کر کہا کہ میں چوں کہ تم سے راضی نہیں، لہذا اپنا عقد توڑ دیا۔کیا ہندہ کا نکاح فسخ ہو گیا؟ اور وہ دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے، یا نہیں؟ اگر کر سکتی ہے تو کیا عدت کرنا پڑے گی؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ

باپ دادا وغیرہ عصبات کی موجودگی میں ماموں ولی نہیں ہے، اگر ماموں کے عقد کو باپ نے جائز رکھا تھا تو وہ نکاح صحیح ہو گیا، بعد بلوغ کے ہندہ کے اس کہہ دینے سے کہ میں نے عقد توڑ دیا، نکاح فسخ نہیں ہوا اور دوسری جگہ ہندہ اپنا نکاح نہیں کر سکتی اور اگر ماموں کے عقد کی اجازت باپ وغیرہ اولیا نے نہیں دی تھی اور انکار کر دیا تھا تو وہ نکاح صحیح نہیں ہوا، پس ایسی حالت میں کہ پہلا نکاح صحیح نہیں ہوا، ہندہ اپنا نکاح بعد بلوغ کے دوسری جگہ کر سکتی ہے۔(۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۶۵)

نابالغہ کا بغیر باپ کے پوچھے بہنوئی نے کر دیا:

سوال: ہندہ کی سوتیلی ماں نے ہندہ کو بہت ستایا، ہندہ کا باپ بھی سوتیلی ماں کی ہی حمایت کرتا تھا اور اولاد پر اس

---

(۱) وبين فى التحرير حكمه أنه إن كان سكره بطريق محرم لايبطل تكليفه فتلزمه الأحكام وتصح عباراته من الطلاق والعتاق والبيع والإقرار وتزويج الصغار من كفء والإقراض والاستقراض لأن العقل قائم وإنما عرض فوات فهم الخطاب بمعصيته.(ردالمحتار، كتاب الطلاق،مطلب فى الحشيشة والأفيون والبنج: ۲/۴۲۴)

(۲) (الوالى فى النكاح) لاالمال (العصبة بنفسه)،الخ،(على ترتيب الارث والحجب) ... فلوزوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته.(الدرالمختار)

والظاهر أن سكوته هنا كذلك فلايكون سكوته إجازة لنكاح الأبعد.(ردالمحتار،باب الولى: ۲/۴۳۳،ظفير)

ظلم کواہمیت نہیں دیتا تھا، اس پر ہندہ اپنے بہن بہنوئی کے یہاں چلی گئی، ہندہ کی عمر اس وقت دس برس تھی۔ان حالات کے پیش نظر ہندہ کا نکاح اس کے بہنوئی اور بہن نے ایک جگہ کر دیا۔زید کے باپ کومعلوم ہوا تو وہ اس بات سے بہت خفا ہوا،مگر رشتہ داری ہونے کی وجہ سے خاموش ہوگیا؛مگر اس نکاح کومنظور بھی نہیں کیا، ہندہ کی رخصتی فوراً کردی گئی تھی، ہندہ بالغہ ہوگئی؛مگر شوہر شرابی نکلا اور ہندہ کو بہت مارتا تھا؛اس لیے اب ہندہ بہن کے گھر پر ہے،شوہر نہ آباد کرتا ہے، نہ طلاق دیتا ہے، ہندہ بھی جانا نہیں چاہتی۔ایسی صورت میں شرعاً ہندہ کے لیے کیا حکم ہے؟ شرعاً تو یہ نکاح بھی درست نہ ہونا چاہیے؟ فقط

الجواب ــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جب ہندہ کا نکاح کیا گیا اور اس کے والد سے اجازت نہیں لی گئی تو یہ بہت بڑی غلطی ہوئی، یہ نکاح اس کے والد کی اجازت پر موقوف تھا، وہ رد کر دیتا تو جب ہی ختم ہو جاتا،اس نے رد نہیں کیا،اگر چہ منظور بھی نہیں کیا؛ بلکہ خاموش ہونے کے باوجود تعلقات ہونے کی وجہ سے خاموش ہوگیا، پھر لڑکی کی رخصتی کر دیا گیا اور اس دوران لڑکی بالغ بھی ہوگئی اور شوہر کے مکان پر آتی جاتی رہی، لہذا اب اس نکاح کے متعلق اس سوال کا محل ہی نہیں رہا کہ شرعاً یہ نکاح بھی نہ ہونا چاہیے،خواہ ڈانٹ کرز بردستی ہی سہی،(۱)اس کے بعد تین حیض گزار کر نکاحِ ثانی کی اجازت ہوگی۔(۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۲/۱۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۲/۱۶ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۴۸۲/۱۱)

سوتیلا باپ لڑکی کا ولی نہیں ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مرد نے اپنی زوجہ کو طلاق دی اور اس عورت سے ایک لڑکی بھی تھی،اس نے اپنی لڑکی کی عورت سے لی نہیں، پھر عورت نے کسی دوسرے شخص سے نکاح کرلیا اور وہ لڑکی اس کے پاس رہی؛یعنی ماں کے پاس اور لڑکی کے باپ نے اپنی لڑکی سے کچھ تعرض نہیں کیا اور نہ کچھ خورد ونوش کا کفیل ہوا،لڑکی اپنے سوتیلے باپ کے یہاں رہتی تھی، جب لڑکی کی عمر آٹھ یا سات برس کی تھی،اس کی شادی سوتیلے باپ نے جس نے اس کی پرورش کیا تھا کردی۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا وہ سوتیلا باپ اس کے نکاح کا ولی ہوکر اجازت نکاح دے سکتا ہے، یا نہیں؟

(۱) قال اللّٰہ تعالیٰ:﴿فإن خفتم ألا یقیما حدود اللّٰہ فلا جناح علیهما فیما افتدت به﴾(سورۃ البقرۃ:۲۲۹)

"وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا یقیما حدود اللّٰہ فلا بأس بأن تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به،لقوله تعالیٰ﴿فلا جناح علیهما فیما افتدت به﴾"(الهدایة ، کتاب الطلاق ،باب الخلع:۴۰۴/۲ ،مکتبه شرکة علمیه)

(۲) قال اللّٰہ تعالیٰ:﴿والمطلقات یتربصن بأنفسهن ثلثة قروء﴾(البقرۃ:۲۲۸)

"وإذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعیاً أو وقعت الفرقة بینهما بغیر طلاق وهی حرة ممن تحیض ، فعدتها ثلاثة أقراء".(الهدایة ،کتاب الطلاق،باب العدة:۴۲۲/۲ ، شرکت علمیه)

(۲) سوتیلے باپ نے جس لڑکی کے ساتھ اس کی شادی کی تھی، وہ لڑکا چند روز کے بعد مفرور ہوگیا اور اس دوران میں اس نے دو خط اپنی خیریت کے بھیجے؛ مگر اپنا پورا پتہ نہیں لکھا، جب لڑکی جوان ہوگئی ہے تو لڑکے کے باپ نے کہا: کچھ روز اور انتظار کرو، شاید وہ اب آ جائے۔ لڑکی والوں نے ان کے کہنے سے اور انتظار کیا، پھر دوبارہ لڑکی والوں نے کہا کہ ہماری لڑکی جوان ہے، ہم اس کو کیا کریں؟ لڑکے والوں نے کچھ جواب نہ دیا، پھر لڑکی والوں نے پنچائت کی، پنچائت والوں نے لڑکے کے باپ سے کہا کہ لڑکی جوان ہوگئی ہے، کیا ہوگا؟ لڑکے کے باپ نے لڑکے کے دو خط دکھائے، جس میں اس نے محض اپنی خیریت ہی لکھی تھی اور پورا پتہ نہیں لکھا تو پنچ لوگ نے لڑکے کے والد سے کہا کہ تم دو خط دکھاتے ہو اور پتہ کسی خط میں نہیں اور چھ برس کا زمانہ گزر گیا، لڑکی بالغ ہے، تم خط کی مہر سے اس جگہ جاؤ اور پتہ لگاؤ، اس پر لڑکی کے والد نے کہا کہ اگر چار پانچ مہینے کے بعد لڑکا آ گیا تو بہتر ہے، ورنہ ہم اپنی لڑکی کا نکاح عالم سے دریافت کر کے دوسری جگہ کر دیں گے، جب لڑکا نہ آیا تو لڑکی کے والد نے ایک عالم غازی پور کے رہنے والے سے مسئلہ دریافت کر کے دوسری جگہ کر دیں گے۔ جب لڑکا نہ آیا تو لڑکی کے والد نے ایک عالم غازی پور کے رہنے والے سے مسئلہ دریافت کر کے، دوسرا یہ کہ ایک لڑکا چھ سال سے غائب ہے اور لڑکی بالغ ہے تو آیا اس کا نکاح ثانی کرنا جائز ہوگا، یا نہ؟ عالم صاحب نے فتویٰ جائز کا دے دیا ہے، لڑکی کا نکاح ثانی ہوگیا، اس لڑکی کے تین لڑکے بھی ہو چکے ہیں، اب اس کا پہلا شوہر آیا ہے، جس سے حالت نابالغی میں نکاح ہوا تھا، اپنی عورت تلاش کرتا ہے، اس میں اب کیا کرنا چاہیے، وہ اب کس کی عورت ہوگی۔

الجواب

اس صورت میں ولایت نکاح نابالغہ کی اس کے حقیقی باپ کی تھی، سوتیلا باپ ولی نکاح کا شرعاً نہیں تھا۔ پس جو نکاح نابالغہ کا اس سوتیلے باپ نے کیا تھا، اگر حقیقی باپ نے اس کو رد کر دیا تھا اور اس کا کچھ حق شرعاً نہیں ہے؛ کیوں کہ اس کے ساتھ نکاح صحیح نہیں ہوا۔

کتبہ مسعود احمد

جواب صحیح ہے اور سوتیلے باب نے جو نکاح اول نابالغہ ہونے کی حالت میں کیا تھا، وہ کسی حال صحیح نہیں، اگر چہ حقیقی باپ نے بھی اس کی اجازت بھی دے دی ہو؛ کیوں کہ نابالغہ ہونے کی حالت میں کیا تھا، وہ کسی حال نہیں، اگر چہ حقیقی باپ نے بھی اس کی اجازت بھی دے دی ہو؛ کیوں کہ نابالعہ کا نکاح اگر فضولی کر دے تو وہ منعقد ہی نہیں ہوتا۔ بہر حال نکاح اول صحیح نہیں ہوا؛ اس لیے شوہر کو کوئی حق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۲/۴۵۴)

سوتیلے والد کا کیا ہوا نکاح:

سوال: ایک لڑکی جو مراہق تھی، اس کے والد کا انتقال لڑکپن میں ہوگیا تھا اور حقیقی چچا موجود تھا، اس کی موجودگی

میں غیر ولی نے لڑکی سے اجازت لے کر نکاح کر دیا، یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ غیر ولی لڑکی کا سوتیلا باپ ہے، لڑکی نکاح سے چھ ماہ بعد بالغ ہوگئی، اب شوہر کے یہاں جانے سے منع کر رہی ہے۔ فقط

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

یہ نکاح چچا کی اجازت پر موقوف تھا، اگر چچا نے نہ اس اجازت دی، نہ رد کیا تو یہ اس لڑکی کے بالغہ ہونے کے بعد خود اس کی اجازت پر موقوف ہوگیا، اگر اس نے اس کو رد اور نامنظور کر دیا تو یہ نکاح شرعاً ختم ہوگیا، اب دوسری جگہ لڑکی کی اجازت سے نکاح کی اجازت ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۲/۹ھ، الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۱۷۴-۲۷۴)

ولی اقرب کے ہوتے ہوئے ولی ابعد صغیرہ کا نکاح کر دے تو کیا حکم ہے:

سوال (۱) ایک نابالغہ بچی کا باپ موجود ہے، اس کے ہوتے ہوئے اس بچی کا نکاح اس کے چچا نے کر دیا، حالانکہ بچی کا باپ اس نکاح سے بالکل خوش نہیں ہے، نہ نکاح سے پہلے خوش تھا، نہ نکاح کے بعد تو نکاح منعقد ہوگا، یا نہیں؟ اس صورت میں باپ دوسری جگہ نکاح کر سکتا ہے، یا نہیں؟

(۲) باپ کے ہوتے ہوئے ماں صغیرہ کا نکاح کر دے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــ

باپ عاقل اور سمجھ دار اور اہل ولایت میں سے ہو، اس کے موجود ہوتے ہوئے اگر صغیرہ کا نکاح کوئی اور کر دے تو وہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر باپ نکاح کی اجازت دے تو نکاح منعقد ہو جائے گا، ورنہ وہ نکاح منعقد نہ ہوگا۔

درمختار میں ہے:

فلوزوج الأ بعد حال قيام الأقرب توقف علىٰ إجازته. (الدرالمختار: ۴۳۲/۲، باب الولی)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وإن زوج الصغير أوالصغيرة أبعد الأولياء فإن كان الأقرب حاضراً وهومن أهل الولاية توقف نكاح الأبعد علىٰ إجازته وإن لم يكن من أهل الولاية بأن كان صغيراً وكبيراً مجنوناً جاز، إلخ. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع فی الأولياء: ۱۲/۲)

---

(۱) ”(وإن المزوج غيرهما) أی غير الأب وأبيه ولو الأم أو القاضی أو وكيل الأب، (إن كان من كفء وبمهر المثل صح و)لكن (لهما)أی لصغير وصغيرة وملحق بهما (خيار الفسخ) ولوبعد الدخول (بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده) لقصور الشفقة“.(الدر المختار : ۶۹/۳، باب الولی، سعيد)

صورت مسئولہ میں نابالغ بچی کا باپ اہل ولایت میں سے ہو (یعنی عاقل، بالغ سمجھ دار ہو) مجنون اور دیوار نہ ہو اس کے ہوتے ہوئے بچی کے چچانے نکاح کردیا اور باپ نکاح سے پہلے بھی اس سے خوش نہیں تھا اور نکاح کے بعد بھی اس پر راضی نہیں ہوا تو یہ نکاح منعقد نہیں ہوا باپ کسی اور جگہ نکاح کرسکتا ہے۔

امداد الفتاویٰ میں ہے:

سوال: ہندا نابالغہ کا نکاح باوجود ہونے ولی کے غیر ولی نے پڑھا دیا۔۔۔تو یہ نکاح مقبول ہے، یا مردود ومطرود؟

الجواب

یہ نکاح موقوف ومعلق رہے گا، اگر ولی کو خبر پہنچے اور اس نے اجازت دی تو جائز ونافذ ہوجائے گا، ورنہ جائز ونافذ نہ ہوگا۔فقط (امداد والفتاویٰ: ۲/۲۳۲، مطبوعہ دیوبند)

(۲) باپ کے ہوتے ہوئے ماں صغیرہ کا نکاح کردے تو یہ نکاح بھی باپ کی اجازت پر موقوف ومعلق رہے گا اگر باپ اجازت دے گا تو نکاح منعقد ہوجائے گا، ورنہ نہیں؟

امداد الفتاویٰ میں ہے:

باپ کے ہوتے ہوئے ماں ولی نہیں ہے، پس اس کا کیا ہوا نکاح موقوف ومعلق رہا تھا، جب زید (یعنی باپ) آیا اور اس نے کہہ دیا کہ ہم کو یہ نکاح منظور نہیں تو وہ نکاح باطل ہوگیا، الخ۔ (امداد الفتاویٰ: ۲/۱۹۷، مطبوعہ دیوبند) فقط واللہ اعلم (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/)

دادا کے رہتے ہوئے چچا ولی نہیں ہوسکتا:

سوال: زید فوت ہوا، اس نے زوجہ اور باپ اور چچازاد بھائی اور نابالغ اولاد چھوڑی، زید نابالغہ لڑکی کا نکاح اس کے چچانے کردیا۔ یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟ اور ولی نابالغان کا کون ہے؟

الجواب

اس صورت میں زید کی اولاد نابالغہ کا ولی زید کا باپ ہے، پس اگر وہ لڑکی جس کا نکاح کیا ہے، نابالغہ ہے تو اس کے دادا کی اجازت سے اس کا نکاح ہوسکتا ہے، (۱) چچانے اگر دادا کی اجازت سے نکاح کیا ہے تو نکاح صحیح ہوگا۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۶۷)

---

(۱) (الوالي في النكاح) لا المال (العصبة بنفسه)، الخ، (على ترتيب الإرث والحجب) فيقدم ابن المجنونة على أبيها. (الدر المختار) ثم يقدم الأب ثم أبوه ثم الأخ الشقيق، الخ. (ردالمحتار، باب الولي: ۲/۴۲۷-۴۲۸، ظفير)

(۲) فلوزوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۲/۴۳۲، ظفير)

دادا کی اجازت کے بغیر سوتیلے باپ کا نکاح کردینا:

سوال: حسنیٰ نابالغہ کا نکاح اس کے دادا کی اجازت کے بغیر اس کے سوتیلے باپ نے کردیا اور دادا کو یہ نکاح منظور نہیں ہے تو کیا یہ نکاح درست ہوا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں حسنیٰ نابالغہ کا نکاح اس کے دادا کی بلا اجازت سوتیلے باپ نے کردیا تو حسنیٰ کا نکاح نہیں ہوا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۷۶/۸/۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲۸۷/۴)

دادا کی موجودگی میں ماں کو ولایت نکاح حاصل نہیں:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ جس کی ماں باحیات ہے اور باپ اپنا مرگیا ہے اور اس کی ماں نے عقد ثانی کرلیا، وہ باپ، یعنی کھ باپ موجود ہے۔ علاوہ اس کے دادا اور دادی اس کے موجود ہیں؛ لیکن دادا حقیقی باحیات ہے اور دادی سوتیلی ہے، ایسی حالت میں کہ دادا، دادی کو یہ نسبت پسند نہیں ہے؛ لیکن حقیقی ماں اور سوتیلے باپ کو بدل وجان منظور ہے۔ ایسی حالت میں لڑکی کا عقد ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اور ہو تو اجازت اس کی کون دے گا، یعنی ماں، یا باپ؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں دادا ولی مجبر ہے، اس کی موجودگی میں ماں کو کوئی حق نہیں اور بغیر اس کی اجازت کے نابالغہ کا عقد نہیں ہوگا اور اگر ایسا کیا گیا تو وہ نکاح نافذ نہ ہوگا؛ بلکہ دادا کی اجازت پر موقوف رہے گا۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

وَإن زوّجها الأبعد و الأقرب حاضر يتوقّف على إجازة الأقرب.(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نورالدین (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲۷۱/۴)

باپ نہیں تو دادا ولی ہے پھر اور عصبہ، عصبہ کے بعد ماں:

سوال: رحیم اللہ نے اپنی بھاوج بیوہ سے نکاح کیا اور اس عورت کے پہلے خاوند سے ایک لڑکی نابالغہ ہے، لڑکی کی والدہ نے اجازت نکاح کی دی، لڑکی کے دادا نے ولی بننے سے انکار کیا، اس صورت میں والدہ کا کیا ہوا نکاح صحیح ہے، یا نہ؟

---

(۱) لوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب توقّف على إجازته.(الدرالمختار: ۳۱۵/۲)

(۲) (الوالي في النكاح)...(العصبة بنفسه)...(على ترتيب الإرث والحجب)...فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم.(الدرالمختار باب الولي: ۳۱۱/۲-۳۱۲)

الجواب

اس صورت میں اگرلڑکی نابالغہ ہےتوولی اس کے نکاح کاس کا دادا ہے،اگر دادا کفو میں نکاح کرنے سے انکار کرے اور مانع ہواور کوئی دوسرا عصبہ بھی موجود نہ ہوتو ماں کواختیاراور ولایت نکاح نابالغہ کی ہے،(۱)اس کا کیا ہوا نکاح درست ہے،اگر دادا مانع نکاح سے نہیں ہےتو بدون دادا کے اجازت کے وہ نکاح صحیح نہ ہوگا اور اگرلڑکی بالغہ ہےتو خود لڑکی کی اجازت سے اس کا نکاح صحیح ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۰۶/۸)

دادانے ضداورستانے کی غرض سے پوتی کا نکاح کردیا تو اس کو فسخ کیا جاسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: مسمی گاموں نے کہ جس کا نزاع بیٹے کی زندگی میں تھااور اب بعد میں از حد نزاع ہوگیا ہےاور آپس میں مقدمہ بازی بھی سخت ہورہی ہے۔اپنی پوتی کا نکاح جوکہ اسی کی بہومسماۃ چوڑاں کے پیٹ سے ہے۔اپنے بھتیجے سے جوکہ قبل ازنکاح مرض موتیابند میں مبتلاتھا،محض ضد کی وجہ سے کردیا۔مسماۃ چوڑان نے بہت رونا پیٹنا کیا؛مگرکوئی اثر نہ ہوااوراس طرح گاموں نے یہ نکاح محض عدالت میں پیش ہوئی ہے،صاف کہہ دیا ہے کہ میرا تمام عمر کے لیے راستہ بند کردیا ہے، میں ہرگزنہیں جاؤں گی اور عدالت کے دروازے پرٹکر کھا کر مرجاؤں گی اور نعوذ باللہ مرتد ہونے تک کا لڑکی نے قصد کرلیا ہے۔براہ کرم کوئی صورت تنسیخ نکاح کی تحریرفرمادیں؛تاکہ دین میں فساد برپا نہ ہواور یہ نکاح محض ضد پرمبنی ہے،گاموں سے کہا گیا کہ تیری پوتی کسی اور کے ساتھ نکل جائے گی،کہا کہ سو۱۰۰رمرتبہ نکل جائے۔ضرورتوجہ فرمائیں،بیوہ عورت مقدموں میں برباد ہورہی ہے؟ (المستفتی:۲۰۹۰،ابوالحسن صاحب،منچن آباد،۳رشوال ۱۳۵۶ھ مطابق ۷رستمبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

اگر دادا نے لڑکی کا نکاح لڑکی کے بالغ ہونے کے زمانے میں لڑکی کی رضامندی حاصل کئے بغیر کردیا ہےتو نکاح صحیح نہیں ہوا،(۲)اوراگرنابالغی کے زمانے میں کیا ہےتواس کونابالغہ کے نکاح کرنے کی ولایت حاصل تھی؛مگر جب کہ اس امر کے شواہداوردلائل موجود ہوں کہ اس نے لڑکی کوستانے کی غرض سے نکاح کیا ہےتو کوئی حاکم مسلمان اس نکاح کو فسخ کرسکتا ہے؛(۳)اس لیے کہ بدنیتی کے ساتھ نکاح کردینے کا باپ دادا کوبھی حق نہیں ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،دہلی (کفایۃ المفتی:۸۵/۵)

---

(۱) ثم یقدم الأب ثم أبوہ ثم الأخ الشقیق،الخ،فان لم یکن عصبة فالولایة للأم.(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار،باب الولی:۴۱۸/۲،ظفیر)

(۲) لا یجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من أب أو سلطان بغیر إذنها بکراً کانت ثیبًا فإن اجازته جاز وإن ردته بطل،کذا فی السراج الوهاج.(الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع:۲۸۷/۱، ماجدیة)

(۳) بلکہ ایسانکاح منعقد ہی نہیں ہوا۔کما فی الدر:أو زوجهما بغیر کفء إن کان الولی المزوج بنفسه بغبن أبا أو جدا ... لم یعرف منهما سوء الاختیار مجانة وفسقًا وإن عرف لا یصح النکاح اتفاقاً.(الدرالمختار،کتاب النکاح، باب الولی:۶۶/۳، سعید)

دادا کی اولاد ماں دادی پر مقدم ہیں:

سوال: ایک لڑکی جس کی عمر گیارہ سال ہے، اس کے باپ دادا بھائی بھتیجے مر چکے ہیں؛ لیکن اس کے پردادے کے بھائی کی اولاد میں بعض اولاد ذکور اور اس کی ماں دادی پھوپی موجود ہیں، ان میں سے ولایت تزویج کس کے لیے ہے؟ پردادے کے بھائی کی اولاد کے ہوتے ہوئے ماں، یا دادی کو ولایت حاصل ہو، یا نہ؟

الجواب

ولایت تزویج نابالغہ عصبات کو ہوتی ہے علی الترتیب۔ پس جب کہ عصبہ قریب موجود نہیں ہے تو دادا کے بھائی کی اولاد ذکور میں جو قریب تر ہو، وہ ولی ہے، اس کی موجودگی میں والدہ اور دادی پھوپی کو ولایت نکاح نہیں ہے۔ (کذا فی الدر المختار) (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۷/۸)

دادا کا بھائی جو ولی ہے، اگر لڑکی کی والدہ کو اختیار دے دے اور پھر خود ہی کر دے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ جس کو کوئی ولی اقرب سوائے برادر جد حقیقی کے اور والدہ کے اور کوئی نہیں ہے اور جد حقیقی کا بھائی اپنی پوتی کا اختیار والدہ نابالغہ کو دیتا ہے اور تحریر بھی کر دیتا ہے کہ بلا رضامندی والدہ نابالغہ کے مجھے نکاح کا کچھ اختیار نہ ہوگا، اس کے بعد بلا رضامندی والدہ کے نابالغہ کا نکاح کر دیتا ہے، یہ عقد شرعاً جائز ہے، یا اب والدہ ولی ہے؟

الجواب

اس کہہ دینے اور لکھ دینے سے ولایت اور اختیار نکاح نابالغہ کا اخ الجد کے لیے جو ولی اقرب ہے، ساقط نہیں ہوا، البتہ اگر والدہ بوجہ اختیار دے دینے کے نکاح نابالغہ کا کر دیتی تو وہ بھی صحیح ہو جاتا؛ لیکن اخ الجد کی ولایت اس سے سلب نہیں ہوئی، پس جو نکاح اس نے اپنی ولایت سے کیا، وہ صحیح ہے۔

درمختار میں ہے:

(والولاية تنفيذالقول على الغير)... (شاء أو أبى) ... (وهو) أى الولى (شرط) صحة (نكاح صغير ومجنون ورقيق. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷۱/۸-۷۲)

پوتی کا دادا نے نکاح کر دیا باپ نے خاموشی اختیار کی اور راضی رہا تو نکاح ہوگا:

سوال: زید کی لڑکی بوقت نکاح ۱۱/سالہ تھی، زید کی عدم موجودگی مین زید کے باپ نے نکاح کر دیا تھا اور زید

---

(۱) (الوالى فى النكاح) ... (العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الإرث الحجب). (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولى: ٤٢٧/٢، ظفير)

(۲) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولى: ٢٠٧/٢، ظفير

کو اطلاع دی کہ فلاں تاریخ نکاح ہے، تم آکر شریک ہو، زید نے کہلا بھیجا کہ ہمارے پاس سفرخرچ نہیں ہے اور وہ شریک نہ ہوسکا۔ بعد چندروز کے زید آیا؛ مگر اس نے کوئی اعتراج نہ کیا کہ میری عدم موجودگی میں کیوں نکاح کردیا، پھر پردیس چلا گیا، اس کے بعد پانچ چھ مرتبہ آیا؛ مگر کسی سے اشارہ کنایہ یہ نہیں کہا کہ میری مرضی سے نکاح نہیں ہوا، اس عرصہ میں زید کے باپ نے چار مرتبہ لڑکی کو رخصت بھی کیا، اب کسی وجہ سے زید کہتا ہے کہ نکاح ہماری مرضی سے نہیں ہوا، نکاح فسخ کرانا چاہتا ہے، لہذا یہ نکاح جائز رہا، یا ناجائز؟

الجواب

یہ نکاح جو دادا نے کیا، صحیح ہوگیا، اب فسخ نہیں ہوسکتا کہ باپ کی رضا دلالۃً پائی گئی ہے۔ شامی میں ہے:

فللولی الاعتراض مالم یرض صریحاً أو دلالةً. (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ دلالۃً رضا بھی مثل صریحی رضا کے ہے اور درمختار میں ہے:

(وللولی الأبعد التزویج بغیبة الأقرب)، الخ، (مسافة القصر) واختار فی الملتقی مالم ینتظر الکفء الخاطب جوابه، الخ. (۲)

پس صورت موجودہ میں غالباً دونوں وجہ جواز نکاح کی قائم ہیں، لہذا زید اب اس نکاح کو فسخ نہیں کراسکتا۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۸۷)

باپ کی عدم موجودگی میں نابالغہ کا نکاح اگر دادا کردے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی پوتی نابالغہ کا نکاح اپنے بیٹے؛ یعنی لڑکے کے باپ کی عدم موجودگی میں کردیا ہے، یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

صغیرہ کا باپ جب کہ موجود نہ ہو اتنی دور ہو کہ اس کے انتظار میں کفو خاطب کے فوت ہونے کا خوف ہو؛ یعنی وہ انتظار نہ کرسکتا ہو تو دادا ولی صغیرہ کا ہے، اس کا کیا ہوا نکاح صحیح ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۹۶-۹۷)

دادا نے گو خبر نہ لی ہو؛ مگر باپ کے بعد ولی نکاح وہی ہے:

سوال: زید فوت ہوگیا، اس کی دختر کی پرورش والدہ نے کی، دادا، چچا نے مطلق خبر گیری نہ کی، اب والدہ اپنی

(۱) ردالمحتار، باب الولی: ۲/۴۱۳-۴۱۴، ظفیر

(۲) الدرالمختار، باب الولی: ۲/۴۳۳، ظفیر

(۳) (وللولی الأبعد التزویج بغیبة الأقرب) ... (مسافة القصر) وفی الملتقی ما لم ینتظر الکفء الخاطب جوابه. (الدرالمختار) فلو کان الغائب أباها ولها جد وعم فالولایة للجد. (ردالمحتار، باب الولی: ۲/۴۳۲، ظفیر)

مرضی سے کفو میں نکاح کرنا چاہتی ہے۔دادا، چچا وہاں اذن دینے سے انکاری ہیں؛ بلکہ قاضی شہر کو کہتے ہیں کہ ہماری بلا اجازت نکاح نہ پڑھایا جاوے۔ایسی صورت میں والدہ کی اجازت سے نکاح سے نکاح ہوجاتا ہے، یا دادا، چچا کی اجازت ضروری ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر وہ بالغہ ہے تو باپ کے نہ ہونے کی صورت میں ولی اوس کے نکاح کا اس کا دادا ہے اور دادا کے بعد چچا ولی ہے، ان کی موجودگی میں والدہ کو اختیار نابالغہ کے نکاح کا نہیں ہے، اگر چہ پرورش والدہ نے کی ہے۔پس جب کہ ولی اس نابالغہ کے نکاح کے دادا اور چچا ہیں تو اگر وہ قاضی نکاح خواں کو نکاح خوانی سے روک دیں تو وہ حق بجانب ہیں، قاضی کو اس حالت میں بدون ان کی اجازت کے نکاح پڑھنا جائز نہیں ہے اور نکاح نہ ہوگا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۵/۸-۱۳۶)

باپ کی موجودگی میں دادا کو ولایتِ نکاح:

سوال: میرے والد صاحب نے میری دختر بالغہ جس کی عمر ۲۳/سال کی تھی اور میری اجازت نہیں لی تھی، خود ہی دادا نے نکاح کر دیا، نہ ایجاب وقبول لڑکے نے کیا اور نہ لڑکی نے اور نہ میں نے اجازت دی۔اس صورت میں نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

یہ نکاح آپ کی اجازت پر موقوف ہے، اس کا رد اور نفاذ آپ کے اختیار میں ہے۔

"الوالي في النكاح العصبة بنفسه بلا توسط أنثى على ترتيب الأرث والحجب". (تنویر)

"فلوزوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته". (الدرالمختار) (۲)

"الأقرب لحصوله بولاية تامة، نعم لو زوج الأبعد وقد حضر الأقرب توقف على إجازته ط ولدا لو تحول الولاية بعد النكاح إلى الأبعد لم يجز إلا بإجازته بعد التحول". (۳)

پس اگر آپ نے صراحۃً رضامندی ظاہر نہیں کی تو آپ اس کو رد کر سکتے ہیں اور اگر رضامندی ظاہر کر چکے ہیں تو یہ نکاح نافذ ہو چکا، بشرطیکہ لڑکے کی طرف سے بھی باقاعدہ ایجاب وقبول ہوا ہو؛ یعنی ولی کی اجازت سے ہوا ہو، یا خود ولی نے کیا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۱۱/۱۳۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف، ۹/ذی قعدہ/۱۳۵۵ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۴۷۴/۱۱)

---

(۱) (الوالي في النكاح) ... (العصبة بنفسه) ...(على ترتيب الإرث والحجب) فان لم تكن عصبة فالولاية للأم.(الدرالمختار) ثم يقدم الأب ثم أبوه ثم الأخ الشقيق،الخ.(ردالمحتار،باب الولي: ۴۲۷/۲،ظفير)

(۲) الدرالمختار: ۷۶/۳-۷۸، باب الولي، سعيد

(۳) الدرالمنتقى على هامش مجمع الأنهر: ۴۹۹/۱،باب الأولياء والأكفاء، دار الكتب العلمية ،بيروت

دادا کو نکاح کا اختیار باپ نے دے دیا:

سوال: زید اپنے گھر سے فرار ہو گیا، نہ معلوم اب کہاں ہے؟ اس نے جاتے وقت اپنی نابالغہ لڑکی کے نکاح کی اجازت اپنے والد اور بھائی اور بیوی کو دے دی تھی، پھر پرچہ کے ذریعہ بھی تحریری اجازت روانہ کی ہے، زید کے والد نابالغہ لڑکی کا عقد کرنا چاہتے ہیں تو کیا عقد ہو جائے گا؟ لڑکی کی عمر بارہ سال ہے، زید کے والد کی حالت پریشان کن ہے، وہ اس صورت سے سبکدوش ہونا چاہتے ہیں۔ ایسی صورت میں شرعاً نکاح ہو جائے گا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

جس طرح والد کو اپنی نابالغہ لڑکی کے نکاح کا خود اختیار حاصل ہے، اسی طرح اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ اپنی طرف سے دوسرے شخص کو اختیار دے دے۔(۱) پس صورت مسئولہ میں لڑکی کے دادا اگر نکاح کر دیں تو وہ بھی شرعاً معتبر اور لازم ہو جائے گا؛ لیکن اپنے کفو میں کیا جائے اور مہر مثل سے کم پر نہ ہو۔

كذا في رد المحتار: "(وإن كان المزوج غيرهما) أي غير الأب وأبيه ... (لا يصح) النكاح (من غير كفء أو بغبن فاحش أصلاً)". (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۱/۲۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۷۴)

باپ کی موجودگی میں دادا کا غیر کفو میں نکاح کرانے کا حکم:

سوال: ہمارے یہاں ایک لڑکی (جس کا باپ زندہ ہے) کے دادا نے مختلف مصالح کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک موچی کے بیٹے سے نکاح کر دیا، لڑکا بالکل جاہل سا ہے، حالانکہ لڑکی B.A پاس اور خوبصورت ہے اور لڑکی کا باپ فوج میں ملازم ہے۔ لڑکی کا باپ والد کے احترام میں خاموش ہے، نہ اجازت دیتا ہے، نہ انکار کرتا ہے تو آیا یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ کیوں کہ والد نے الگ مجلس میں اپنے انکار کا اظہار کیا ہے۔

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں جواب سے قبل چند باتیں بطورِ تمہید ملحوظ رہیں:

(۱) بالغہ لڑکی کفو میں اپنا نکاح کرانے کے معاملہ میں خود مختار ہے، اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کا نکاح نہیں کرا سکتا اور کفو میں بغیر کسی کی اجازت کے وہ اپنا نکاح خود کر سکتی ہے، (البتہ مناسب یہ ہے کہ اپنے نکاح کے معاملے کو اپنے سرپرستوں کے حوالے کر دے؛ کیوں کہ شرفا کا طریقہ یہی ہے)۔

---

(۱) "يصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضره الشهود". (الفتاویٰ العالمگيرية، كتاب النكاح، الباب السادس في الوكالة بالنكاح: ۲۹٤/۱، رشيديه)

(۲) رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/ ٦٥ - ٦٧، سعيد

(۲) بالغہ لڑکی غیر کفو میں نکاح کرنے کے بارے میں خود مختار نہیں، بالغہ لڑکی اگر اپنے غیر کفو (یعنی مال، پیشہ، دینداری وغیرہ کے اعتبار سے کمتر) سے نکاح کر لیتی ہے تو یہ نکاح ظاہر الروایۃ کے مطابق اولیا کو فسخ کرانے کا حق اور حسن بن زیاد کی امام صاحبؒ سے روایت کے مطابق کالعدم؛ یعنی فاسد ہے، البتہ پہلی روایت کے مطابق نکاح منعقد ہو جائے گا؛ لیکن ولی کو فسخ کرانے کا اختیار ہوگا اور دوسری روایت کے مطابق یہ نکاح سرے سے کالعدم ہو جائے گا۔

(۳) تیسری بات یہ ملحوظ رہے کہ باپ کی موجودگی میں دادا ولی ابعد ہے، جیسا کہ درج ذیل حوالوں سے واضح ہے۔ شامیہ میں ہے:

”**یقدم الأب ثم أبوه ثم الأخ الشقیق ثم الأب وذکر الکرخی أن تقدیم الجد علی الأخ قول الإمام وعندهما یشترکان والأصح أنه قول الکل**“. (شامیہ:۷۶/۳)

(اولاً باپ مقدم ہوگا، پھر دادا، پھر سگا بھائی، پھر باپ شریک بھائی اور کرخی نے ذکر کیا ہے کہ دادا کو بھائی پر مقدم کرنا صرف امام صاحب کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں مشترک ہیں؛ لیکن صحیح یہ ہے کہ دادا کی تقدیم کا قول سب کا ہے۔)

(۴) نیز نابالغہ کے باپ یا دادا کے نکاح کو بلوغ کے بعد فسخ کرنے کا اختیار نہ ملنا اس صورت میں ہے، جب کہ دادا ہی ولی ہو اور باپ موجود نہ ہو، ورنہ اگر باپ موجود ہو تو دادا کے کئے نکاح میں بھی خیار بلوغ ملتا ہے، جیسا کہ شامیہ کی درج ذیل عبارت ہے:

”**وصح إنکاح الأب والجد الصغیر والصغیرة بغبن فاحش ومن غیر کفء لا غیرهما وقال فی شرحه أی لو فعل الأب أو الجد عند عدم الأب لا یکون للصغیر والصغیرة حق الفسخ بعد البلوغ**“. (الشامیة:٦٨/٣)

(باپ اور دادا کا نکاح کرانا نابالغ بچے، یا بچی کا چاہے غبن فاحش اور غیر کفو میں ہو، یہ صحیح ہے اور شرح میں لکھا ہے کہ اگر باپ ایسا کرے، یا دادا باپ کی عدم موجودگی میں یہ نکاح کرے تو صغیر اور صغیرہ کو بلوغ کے بعد نکاح کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں۔)

شامیۃ کی یہ عبارت نصِ صریح ہے کہ دادا کے کئے نکاح میں جب کہ باپ موجود ہو، خیارِ بلوغ ملے گا، (**أو الجد عند عدم الأب**)۔ نیز بدائع میں ہے:

”**إنما تستحی من الأولیاء لا من الأجانب وأبعد عند قیام الأقرب وحضوره أجنبی**“. (بدائع:٣٦٠/٣)

(لڑکی اولیا سے شرماتی ہے، اجنبیوں سے نہیں اور ابعد اقرب کی موجودگی میں اور ابعد کا حاضر ہونا اجنبی شخص کی طرح ہے۔)

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ دادا باپ کی موجودگی میں ولی ابعد ہے۔

(۵) پانچویں بات یہ ملحوظ رہے کہ بالغہ لڑکی کا از خود غیر کفو میں نکاح کرنا جس طرح ظاہر الروایہ کے مطابق ولی (اقرب) کو فسخ کرانے کا حق ہوتا ہے، ویسے ہی ولی ابعد کا لڑکی کی رضامندی سے غیر کفو میں نکاح کرانا بھی ولی اقرب کو فسخ کرانے کا حق ہوتا ہے۔ ہندیہ میں ہے:

”وإذا زوجت نفسها من غير كفء ورضى به أحد الأولياء لم يكن لهٰذا الولى ولا لمن مثله أودونه فى الولاية حق الفسخ ويكون ذلك لمن فوقه كذا فى فتاوى قاضى خان وكذا إذا زوجها أحد الأولياء برضاها، كذا فى المحيط“. (الهندية: ۲۹۳/۱)

(اگر ایک لڑکی ازخود غیر کفو میں نکاح کرلے اور اس کا کوئی ایک ولی اس نکاح پر راضی ہوجائے تو اس ولی اور درجے میں اس کے برابر یا کمتر ولی کے لیے فسخ کا حق نہ رہے گا؛ لیکن اس سے اوپر (یعنی اقرب) والے کے لیے یہ حق اب بھی محفوظ رہے گا، قاضی خان میں ایسا ہی ہے اور اسی طرح اگر کوئی ایک ولی لڑکی کا نکاح کرادے (تو مذکورہ بالا مسئلے کی طرح ولی اقرب کو فسخ کا حق رہے گا) محیط میں ایسا ہی ہے۔)

اسی طرح البحرالرائق میں ہے:

”قيدنا بالاستواء احترازا عما إذا رضى الأبعد فإن للأقرب الاعتراض، كذا فى فتح القدير وغيره“. (البحر الرائق: ۲۲۷/۳)

(ہم نے (مسئلے میں) استوا کی قید لگائی؛ تاکہ اس سے احتراز ہوجائے کہ اگر ولی ابعد راضی ہوگیا تو اقرب بہرحال اعتراض کرسکتا ہے۔)

اسی طرح درمختار میں ہے:

”(و) بناء (على الأول) وهو ظاهر الرواية (فرضا البعض) من الأولياء قبل العقد أو بعده (كالكل)... (لو استووا فى الدرجة وإلا فللأقرب) منهم (حق الفسخ)“. (الدرالمختار: ۵۷/۳)

(پہلی روایت کے مطابق جو کہ ظاہر الروایۃ ہے بعض کی رضامندی اولیا میں سے چاہے عقد سے قبل ہو، یا بعد تمام کی رضامندی کی طرح ہے، اگر درجے میں برابر ہوں، وگرنہ اقرب کے لیے حق فسخ ہوگا۔)

مذکورہ بالا عبارات میں لڑکی کے غیر کفو میں نکاح کرنے کی صورت میں کسی ایک ولی کی رضامندی سے کئے نکاح کو ولی اقرب کی رضامندی پر موقوف رکھا گیا ہے؛ یعنی نکاح تو منعقد ہے؛ لیکن ولی اقرب اسے فسخ کراسکتا ہے، لہٰذا دادا اگر غیر کفو میں باپ کی موجودگی میں نکاح کراتا ہے تو ظاہر الروایۃ کے مطابق باپ اس نکاح کو فسخ کراسکتا ہے۔

(۶) چھٹی بات یہ ملحوظ رہے کہ اوپر ذکر کردہ تفصیلات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ لڑکی کے غیر کفو میں نکاح کی صورت میں ولی اقرب کو حقِ فسخ ظاہر الروایۃ کے مطابق باقی رہتا ہے، اسی طرح ولی ابعد کے نکاح کرانے کی صورت میں بھی ولی اقرب فسخ کراسکتا ہے، جس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ شریعت میں ولی اقرب کی عار کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور اس کی قوت ولی ابعد سے زیادہ ہے۔

لیکن یہ سارا مسئلہ ظاہر الروایہ کے مطابق تھا اور کتب فقہ میں مسائل کفو کی تشریح ظاہر الروایۃ کے مطابق کی جاتی ہے؛ اس لیے دوسری روایت جو کہ غیر ظاہر الروایۃ ہے (حسن بن زیاد سے منقول) اس کے مطابق اتنی تفصیل تو ملتی

ہے کہ لڑکی کے ازخود نکاح کی صورت میں یہ نکاح کالعدم ہوگا؛ لیکن ولی ابعد نکاح کرادے تو روایت حسن کے مطابق اس کا جواب کتب میں تحریر نہیں، جب کہ مسئلہ کفو میں فتویٰ ظاہر الروایۃ کے بجائے روایتِ حسن پر ہے۔

چناں چہ مسئلہ زیرِ بحث میں لڑکی جب ازخود غیر کفوء میں نکاح کرلے تو حسن بن زیاد کی روایت کے مطابق ولی کی اجازت کے بغیر لڑکی کا ازخود نکاح کالعدم ہوتا ہے، نیز ولی ابعد کے غیر کفو میں نکاح کرانے کی صورت میں ظاہر الروایۃ کے مطابق ولی اقرب کو فسخ کرنے کا حق دیا جاتا ہے۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے حسن بن زیادؒ کی روایت کے مطابق ولی ابعد کا لڑکی کا نکاح غیر کفو میں پڑھانا کالعدم ہوگا۔ ولی اقرب کی رضامندی قبل از نکاح ضروری ہوگی اور جس طرح عام اوقات میں لڑکی اگر خود غیر کفوء میں نکاح کرتی ہے تو ظاہر الروایۃ کے بجائے حسن بن زیاد کی روایت کو مفتی بہ قرار دیا جاتا ہے، ویسے ہی ولی ابعد کے نکاح کرانے کی صورت میں بھی حسن بن زیاد کی روایت کے مطابق ولی اقرب کی رضامندی کے بغیر کئے گئے ایسے نکاح کو کالعدم قرار دیا جائے گا۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں دادا چونکہ باپ کی موجودگی میں ولی ابعد ہے اور یہ لڑکی کا نکاح غیر کفوء میں کرارہا ہے، نیز باپ نے اجازت نہیں دی ہے، لہٰذا دادا کا غیر کفو میں کرایا یہ نکاح کالعدم ہے۔

لما في التاتارخانية (٤٤/٣): اعلم بأن السكوت من البكر البالغة جعل رضا بالنكاح سواء استأذنها الولي قبل النكاح أوزوجها الولي قبل الاستيمار فسكتت إنما جعل السكوت من البكر البالغة إذنا إذا كان المستأمر وليا أما اذا لم يكن وليا كالأجنبي أو كان وليا إلا أن هناك وليا آخر أقرب الى المرأة من هذا الولي المستأمر كالجدمع الأب فالسكوت لا يكون رضا وإذنا في حق الولي المستأمر إلا كان المستأمر رسول الولي.

وفي الشامية (٨٢/٣): ذكر في أنفع الوسائل عن المنتقى إذا كان للصغيرة أب امتنع عن تزويجها لا تنتقل الولاية إلى الجد بل يزوجها القاضي ونقل مثله ابن الشحنة عن الغاية عن روضة الناطفي وكذا المقدسي عن الغاية والنهر عن المحيط والفيض عن المنتقى وأشار إليه الزيلعي حيث قال في مسألة تزويج الأبعد بغيبة الأقرب وقال الشافعي بل يزوجها الحاكم اعتبارا بعضله وكذا قال في البدائع إن نقل الولاية إلى السلطان أي حال غيبة الأقرب باطل لأنه ولي من لا ولي له وههنا لها ولي أو وليان فلا تثبت الولاية للسلطان إلا عند العضل من الولي ولم يوجد.

وفي المفصل في أحكام المرأة والبيت المسلم (٤٠٠/٦): فدل هذا على عدم الولاية لغير الأب على الصغيرة، لأن استئمارها لا يكون الا بعد بلوغها، والجدّ كالأب عند عدمه. (نجم الفتاویٰ: ۵/ ۲۰-۲۳)

باپ کی موجودگی میں دادا کے نکاح کا حکم:

سوال: ایک نابالغہ لڑکی کا نکاح دادا نے کردیا، چند دن گزرنے کے بعد لڑکی کا باپ نکاح کو رد کرتا ہے۔ آیا باپ

کو رد کرنے کا اختیار رہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

نابالغہ لڑکی کا جو نکاح دادا نے کیا ہے، اگر باپ کی اجازت کے بغیر کیا ہو تو یہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہوگا اور باپ کو رد کرنے کا اختیار ہوگا، البتہ اگر باپ غائب ہو اور اس سے رابطے کی کوئی صورت نہ ہو تو دادا کا کیا نکاح صحیح ہو جائے گا۔

لما فی الهندیة (۱/۲۸۵): وإن زوج الصغیر أو الصغیرة أبعد الأولیاء فإن کان الأقرب حاضرا وهو من أهل الولایة توقف نکاح الأبعد علی إجازته،الخ.

وفی الدرالمختار (۳/۸۱): (وللولی الأبعد التزویج بغیبة الأقرب) فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته.

وفی الرد تحته: قوله (توقف علی إجارته) تقدم أن البالغة لو زوجت نفسها غیر کفء فللولی الاعتراض ما لم یرض صریحا أو دلالة کقبض المهر ونحوه فلم یجعلوا سکوته إجازة والظاهر أن سکوته هنا کذلک فلا یکون سکوته إجازة لنکاح الأبعد وإن کان حاضرا فی مجلس العقد ما لم یرض صریحا أو دلالة تأمل. (نجم الفتاویٰ:۵/۲۳-۲۴)

صورت مسئولہ میں دادا کا بھائی ولی ہے:

سوال: ہندہ کا باپ اور دادا مر گیا؛ مگر دادا کا بھائی زندہ ہے، ہندہ کی دادی نے دادا کے بھائی عدم موجودگی میں؛ مگر دادا کے بھائی کے لڑکے کی موجودگی میں ہندو کا نکاح کر دیا، یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ ہندہ نابالغہ مرگئی شوہر کے پاس نہیں گئی، کل مہر پاوے گی، یا کم، یا بالکل نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

ولی نکاح بالغہ ہندہ کا اس صورت میں دادا کا بھائی ہے اور اگر دادا کا بھائی کہیں دور ہو کہ اس کو اطلاع کرنے اور اجازت لینے میں حرج تھا تو اس کے پسر کی ولایت اور اجازت سے نکاح ہو سکتا ہے،(۱) اور زوجہ کے نابالغہ ہونے کی حالت میں انتقال کر جانے سے شوہر کے ذمہ پورا مہر لازم ہوتا ہے،(۲) نصف اس میں سے شوہر کا حق ہے، وہ ساقط ہو جاوے گا، باقی نصف دیگر ورثا کو ملے گا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۸/۵۰)

---

(۱) **(الوالی فی النکاح) ... (العصبة بنفسه) ... (علی ترتیب الارث والحجب)... وللولی الأبعد التزویج بغیبة الأقرب ... (مسافة القصر) واختار فی الملتقی مالم ینتظر الکفء الخاطب جوابه.(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار،باب الولی:۲/۴۲۷-۴۳۲،ظفیر)**

(۲) **والمهر یتأکد بأحد معان ثلاثة: الدخول أوالخلوة الصحیحة وموت أحد الزوجین حتی لایسقط منه شیء بعد ذلک إلابالابراء.(عالمگیری مصری، الباب السابع فی المهر،الفصل الثانی: ۱/۲۸٤،ظفیر)**

دادا کے رہتے ہوئے ماں نکاح کردے تو کیا کیا جائے:

سوال: زید کے دولڑکے حامد ومحمود تھے، حامد کا انتقال زید کی حیات میں ہوا، حامد ایک لڑکی اور بیوہ چھوڑ کر فوت ہوا، بیوہ حامد نے حامد کی لڑکی نابالغہ کو ایک دوسرے مقام پر لے جا کر شخص غیر سے بلا رضامندی زید ومحمود ومسماۃ ہندہ زوجہ زید کے اس کا نکاح کردیا تھا، چندروز سے جب سے لڑکی نابالغہ کو ہوش ہوا ہے، وہ ایسے نکاح سے نارضامندی ہے، لہذا ایسا نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں ولی نابالغہ کا اس کا دادا زید ہے، بدون اجازت زید کے نکاح نابالغہ کا صحیح نہ ہوگا۔ پس بیوہ حامد نے جو نکاح اپنی دختر نابالغہ کا کیا، وہ زید کی اجازت پر موقوف ہے، اگر زید نے اجازت دی تو صحیح ہوا اور نہ باطل ہوا، (۱) اور ترتیب ولایت نکاح کی اس صورت میں اس طرح ہے کہ اول زید ولی ہے، اس کے غائب ہونے کی صورت میں محمود ولی ہے، پھر جب کوئی عصبہ نہ ہو تو والدہ اس نابالغہ کی یعنی بیوہ حامد کی ولی ہے، (۲) پس بیوہ حامد اگر اپنی دختر کو اتنی دور لے گئی کہ زید محمود وہاں سے مسافت شرعیہ؛ یعنی تین دن کے سفر پر ہیں اور یا بقول ثانی جو کہ معتمد مفتی بہ ہے، اتنی دور ہے کہ کفو خاطب انتظار زید ومحمود کے جواب کا نہیں کرسکتا اور وہاں جا کر بیوہ حامد نے اس لڑکی کا نکاح کفو میں کیا ہے تو صحیح ہوجاوے گا۔

كما في الدرالمختار: (وللولي الأبعد التزويج بغيبة القرب) ... (مسافة القصر) واختار في الملتقى مالم ينتظر الكفء الخاطب جوابه واعتمده الباقاني ونقل ابن الكمال أن عليه الفتوىٰ. (۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۲/۸-۵۳)

دادا کے کیے نکاح پر باپ کی رضامندی کے بعد قسم کھا کر منع کرنے کا حکم:

سوال: ہمارے گاؤں میں دادا نے اپنی ایک پوتی کا نکاح دوسرے پوتے سے کرادیا؛ یعنی اس طرح بات کی افشا کرائی کہ یہ لڑکی میں نے فلاں لڑکے کو دے دی۔ لڑکی کے والدین بھی اس بات پر راضی تھے اور انہوں نے بھی اس بات کو لوگوں میں مشہور کرادیا کہ ہمارے والد صاحب نے یہ لڑکی فلاں لڑکے کو دی۔ کافی عرصہ گزرنے کے بعد کسی گھریلو جھگڑے واختلاف کی وجہ سے لڑکی کے والد نے قسم اٹھائی اور کہا کہ اگر یہ لڑکی میں فلاں لڑکے کو دوں تو میرے اوپر بیوی طلاق۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اب اگر اس لڑکی کی اسی لڑکے کے ساتھ رخصتی ہوجاتی ہے تو اس شخص پر بیوی طلاق ہوجائے گی، یا نہیں؟ نیز طلاق کی صورت میں اگر کوئی حیلہ ہو کہ بیوی کو طلاق نہ ہو تو ضرور تحریر فرمائیں۔

---

(۱) وأما للزوج فحالتان: النصف عند عدم الولد وولد الإبن وإن سفل. (السراجی، ص: ۷)

(۲) فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم. (الدرالمختار، باب الولي: ۴۲۹/۲، ظفير)

(۳) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۳۲/۲-۴۳۳، ظفير

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اگر مذکورہ لڑکی کا نکاح دادا نے شرعی اصولوں کے مطابق دو عاقل، بالغ، مسلمان، آزاد، آدمیوں کی موجودگی میں کرایا تھا تو اب اگر لڑکی کا والد مذکورہ لڑکے کے ساتھ مذکورہ لڑکی کی رخصتی کردے گا تو لڑکی کی والدہ پر ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی اور اگر مذکورہ لڑکی کا باقاعدہ نکاح نہیں ہوا تھا، صرف بات پکی ہوگئی تھی تو اب اگر مذکورہ لڑکی کا والد اپنی لڑکی کا نکاح مذکورہ لڑکے کے ساتھ کروائے گا تو نکاح کے ہوتے ہی لڑکی کی والدہ پر ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔ پھر لڑکی کے والد کو عدت کے اندر نکاحِ جدید کے بغیر، اور عدت گزرنے کے بعد نکاحِ جدید کے ساتھ رجوع کا اختیار ہوگا، البتہ ایک طلاق رجعی کے بعد اب لڑکی کے والد کے پاس صرف دو طلاق کا اختیار رہ جائے گا۔

لمافی الهندية (٤١٥/١): إذا وجد الشرط انحلت اليمين وانتهت لأنها تقتضی العموم و التكرار فبوجود الفعل مرة تم الشرط وانحلت اليمين فلا يتحقق الحنث بعده.

وفی الدرالمختار (٣٥٥/٣، كتاب الطلاق، باب التعليق) :(وتنحل) اليمين (بعد) وجود (الشرط مطلقا) لكن إن وجد فی الملک طلقت وعتق وإلا لا.

وفی الشامية (٣٥٥/٣):وفيها تنحل اليمين إذا وجد الشرط مرة؛ لأن المقصود هناک الانحلال بمرة فی غير كلما وهنا مجرد الانحلال،آه ح. (نجم الفتاویٰ: ۴۵/۵-۴۶)

چچیرے دادا کی ناراضگی کے باوجود باپ کے ممیرے بھائی کا عقد کردینا:

سوال: مسماۃ ڈومنی کا عقد عدم بلوغیت میں اس کے باپ کے ممیرے بھائی نے ولی بن کر زید سے کر دیا، دراں حالیکہ نابالغہ کے ولی موجود تھے، جو اس عقد سے سخت بیزار تھے اور اب تک بیزار ہیں۔ اولاً ولی لڑکی کا اس کے باپ کے چچیرے چچا بقید حیات تھے، علاوہ ازیں لڑکی کی اپنی ماں موجود تھی اور اب تک ہے، عقد کے وقت نابالغ لڑکے کی طرف سے اس کے باپ نے لڑکی کے دادا، چچازاد بھائی کے پاس پہنچ کر کہا کہ حق ولایت لڑکی کی طرف سے آپ کو حاصل ہے اور میرے لڑکے کے ساتھ اس نابالغہ لڑکی کا عقد کر دیجئے، اس نے صاف انکار کر دیا کہ نہ میں اس مجلس میں رہوں گا اور نہ ہی عقد کی اجازت دوں گا؛ اس لیے کہ مجھے منظور نہیں ہے اور لڑکی کی ماں چوں کہ وہاں سے تقریباً دو میل فاصلے پر رہتی ہے؛ اس لیے وہاں بھی کوئی اجازت لینے نہیں پہونچا، حتیٰ کہ اس کو عقد کی اس دن خبر ہی نہیں ہوئی تھی، لاعلمی کی وجہ سے لوگوں نے سمجھا کہ عقد ہو گیا؛ لیکن تھوڑے دن گزرنے پر جب لڑکی وغیرہ کو معلوم ہوا کہ غیر ولی نے عقد کر دیا اور یہ عقد ولی کی عدم رضامندی کے ساتھ ہو گیا تو لوگوں نے آپس میں اس کا تذکرہ کرنا شروع کر دیا اور اس کی خبر لڑکی کو بھی ہوگئی۔ لڑکی نے بالغہ ہوتے ہی اس عقد سے سخت انکار کر دیا اور شوہر کے گھر جانے سے قطعی رک گئی؛ مگر بوجہ جہالت کے چند لوگوں نے لڑکی کو مجبور کر کے اس کی سسرال بھیج دیا، جس کو لڑکی سے کوئی تعلق نہیں تھا، اس وقت بھی

لڑکا نابالغ تھا، لڑکی کئی دن رہ کر اپنے سابق مکان پہونچی اور کہنے لگی کہ جب میرا نکاح شرعاً درست نہیں ہوا تو میں سسرال نہیں جاسکتی ہوں، تقریباً پانچ چھ سال سے لڑکی بالغہ رہتے ہوئے شوہر کے گھر اسی بنا پر نہیں گئی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسماۃ ڈومنی کا عقد اس لڑکے کے ساتھ جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں جب کہ لڑکی مذکورہ (مسماۃ ڈومنی) نابالغہ تھی اور اس کا نکاح اس کے باپ کے ممیرے بھائی نے (جو شرعاً اس لڑکی کا ولی قریب نہیں ہے) بلا اجازت وبلا رضامندی ولی قریب (لڑکی کے پچیرے دادا) کے کر دیا اور نکاح کے بعد بھی ولی قریب نے اس نکاح کو قبول ومنظور نہیں کیا؛ بلکہ ناراض ہی رہا تھا تو بلا شبہ یہ نکاح منعقد نہیں ہوا اور ہرگز مسماۃ ڈومنی زید کی بیوی نہیں ہے اور اب بعد بلوغ وہ دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔ تمام کتب فقہ میں اس مسئلہ کی تصریح موجود ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۱۰/۲/۱۳۵۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۲۸۱-۲۸۲) ☆

خسر کو ولایت نکاح حاصل نہیں:

سوال: مسماۃ مریم کا خاوند فوت ہوگیا۔ اب اس کا خسر چاہتا ہے کہ مریم کا نکاح اپنے دوسرے بیٹے سے کرلوں؛ مگر مریم کا دادا تمام خویش واقارب اس نکاح سے ناراض ہیں اور چاہتے ہیں کہ مریم کا نکاح ہم اپنی مرضی کے موافق کریں گے۔ سو دریافت طلب یہ امر ہے کہ مریم کا نکاح طرز مذکور سے درست ہے، یا نہیں؟ اور مریم کا خسر درحالت نابالغی مریم اس پر جبر نکاح کرسکتا ہے؟ نیز درحالت بلوغ کیا حکم ہے۔ مریم کو درحالت بلوغ اپنے نکاح کا اختیار ہے، یا اس کے خسر یا دادا کو؟

---

(۱) (الوالی فی النکاح) ... (العصبة بنفسه) ... (علی ترتیب الإرث والحجب). (الدرالمختار: ۲/۳۱۵)

☆ **پچیرے دادا کی موجودگی میں ممیرے بھائی کا نکاح کردینا:**

سوال: مسماۃ ڈومنی نابالغہ ہے، اس کے ممیرے بھائی نے اس کا نکاح ایک لڑکے سے کردیا، جب کہ اس کا پچیرا دادا موجود ہے اور اس سے اس کی اجازت نہیں لی تو اب بتلایا جائے کہ مسماۃ ڈومنی کا نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ ڈومنی اس لڑکے کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی ہے تو اس کا دوسرا نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں جب کہ مسماۃ ڈومنی نابالغہ کا نکاح اس کے ممیرے بھائی نے بلا اجازت ورضامندی اس کے پچیرے دادا کے جو مسماۃ کا ولی قریب ہے، (لو زوّج الأبعد حال قیام الأقرب توقّف علی إجازته. (الدرالمختار: ۲/۳۱۵) کردیا اور نکاح کے بعد بھی ولی قریب نے قبول ومنظور نہیں کیا؛ بلکہ ناراض ہی رہا تو بلا شبہ یہ نکاح منعقد نہیں ہوا۔ مسماۃ ڈومنی زید کی بیوی نہیں ہوئی۔ بعد بلوغ وہ دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے۔ تمام کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ (الوالی فی النکاح) ... (العصبة بنفسه) ... (علی ترتیب الإرث والحجب) (الدرالمختار: ۲/۳۱۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۱۵/۳/۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۲۸۵)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر مریم اب تک نابالغہ ہے تو اس کے نکاح کا اختیار اس کے دادا کو ہے،(۱) بغیر اجازت دادا کے اس کا نکاح صحیح نہیں، جب کہ مریم کا باپ زندہ موجود نہ ہو۔ اگر باپ موجود ہو تو باپ کو اختیار ہے اور اگر مریم بالغہ ہو تو خود اس کی اجازت سے اس کا نکاح جہاں وہ چاہے ہوسکتا ہے،(۲) بہرحال خسر کو مریم کے نکاح کا کوئی اختیار نہیں۔

(الوالی فی النکاح) ...(العصبة بنفسه) ...(علی ترتیب الإرث والحجب. (۳) (کفایۃ المفتی:۵۸/۵)

باپ جیل میں ہو تو دادا کا نکاح کر دینا:

سوال: ہندہ نابالغہ کا باپ جیل میں ہے، اس کا دادا باحیات ہے، ہندہ کے نکاح کا پیغام ایک لڑکے سے آیا ہوا ہے، لڑکا بہت نیک خوش حال اور کفو کا ہے اور دادا نے بغیر باپ کی اجازت کے اس کا نکاح کر دیا تو یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

باپ ولی قریب ہے اور دادا ولی بعید۔ اور باپ کے جیل میں رہتے ہوئے اس کی رائے معلوم کرنا اور اس سے اجازت لینا ممکن ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں باپ کی اجازت کے بغیر دادا نے جو نابالغہ کا نکاح کر دیا تو یہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر باپ نکاح کو برقرار رکھے تو نکاح جائز رہے گا اور اگر رد کر دے تو باطل ہو جائے گا۔ اس لیے کہ ولی ابعد کا کیا ہوا نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف رہتا ہے۔

لوتزوّج الأبعد حال قیام الأقرب توقّف علی إجازته. (الدر المختار:۳۱۵/۲)

إختلف فی حد الغیبة فاختار المصنف تبعا للکنز أنها مسافة القصر ونسبه فی الهدایة لبعض المتأخرین والزیلعی لأکثرهم قال وعلیه الفتویٰ اه وقال فی الذخیرة الأصح أنه إذا کان فی موضع لو انتظر حضوره أو استطلاع رأیه فات الکفوء الذی حضر فالغیبة منقطعة وإلیه أشار فی الکتاب اه وفی البحر عن المجتبی والمبسوط أنه الأصح وفی النهایة واختاره أکثر المشائخ وصحّحه ابن الفضل وفی الهدایة أنه أقرب إلی الفقه وفی الفتح أنه الأشبه بالفقه وأنه لاتعارض بین أکثر المتأخرین وأکثر المشایخ أی لأن المراد من المشایخ المتقدمون وفی شرح الملتقی عن الحقائق أنه أصح الأقاویل وعلیه الفتویٰ وعلیه مشٰی فی الاختیار والنقایة ویشیر کلام النهر إلی اختیاره وفی البحر والأحسن الإفتاء بما علیه أکثر المشائخ. (ردالمحتار:۳۱۵/۲) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی (فتاویٰ امارت شرعیہ:۴/۳۰۹-۳۱۰)

---

(۱) وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة. (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی:۶۴/۳، سعید

(۲) وینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضاها. (الهدایة، باب فی الأولیاء:۳۱۳/۲، شرکة علمیة)

(۳) الدر المختار مختصراً (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی:۷۶/۳، سعید

چچر ادادا، یااس کی اولا د ولی ہوسکتی ہے، یانہیں:

سوال: چچر ادادا، یااس کی اولا د ولی ہوسکتی ہے، یانہیں؟

الجواب

جب کہ ان سے اقرب عصبہ نہ ہوتو وہ ولی ہوسکتے ہیں۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۰۴/۸)

ماں کی موجودگی میں دادا کوحقِ ولایت:

سوال: اگر نابالغ لڑکی کی ماں اور دادا دونوں میں موجود ہوں تو ولایت نکاح کا حق کس کو حاصل ہوگا؟

الجواب

حق ولایت دادا کو ہوگا۔

وقایہ میں ہے:

والولی العصبة علی ترتیب الإرث والحجب بشرط حریة و تکلیف وإسلام فی ولد مسلم دون کافر،ثم الأم. (۲) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو:۴/ ۲۷۴-۲۷۵)

دادا کی موجودگی میں ماں کا نکاح کردینا:

سوال: اگر دادا کے موجود ہوتے ہوئے ماں نے نابالغ لڑکی کا نکاح کردیا تو دادا کو فسخ کرنے کا حق ہے، یانہیں؟

الجواب

حق فسخ حاصل ہے۔

سراج منیر میں ہے:

”**وإذا زوجت الإم بنتها الصغیرة والعصبة رد نکاحها یرد النکاح،انتهٰی.** (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو:۲۷۵)

بھائیوں کے ہوتے ہوئے ماں کا نکاح کرنا درست نہیں:

سوال: ایک لڑکی جس کی عمر تیرہ سال کی ہے، اس کے دو بھائی بالغ موجود ہیں، اس کا نکاح بلا رضامندی بھائیوں کے والدہ نے کردیا ہے۔ یہ نکاح جائز ہے، یانہیں؟ اور یہ لڑکی مذکورہ بالغہ ہے، یانابالغہ؟

---

(۱) (الوالی فی النکاح) ...(العصبة بنفسه) ... (علی ترتیب الإرث والحجب)،الخ.(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار،باب الولی:۴۲۷/۲،ظفیر)

(۲) وقایة الروایة علی صدر شرح الوقایة، کتاب النکاح، باب الولی والکفء: ۲۱/۲،مؤسسة الوراق للنشر والتوزیع مملکة الأردن،انیس

الجواب

اس صورت میں والدہ نے جو نکاح بدون اجازت بھائیوں کے کیا، وہ بھائیوں کی اجازت پر موقوف ہے، اگر ان میں سے کسی ایک نے بھی اجازت نکاح کی دے دی اور اس نکاح کو جائز رکھا تو صحیح ہوگیا اور اگر دونوں میں سے کسی ایک نے بھی اجازت نہیں دی اور انکار کردیا تو وہ نکاح باطل ہوگی۔(هكذا في كتب الفقه)(۱) تیرہ سال لڑکی میں جب تک علامت بلوغ نہ پائی جائے، نابالغ ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۵/۸-۳۶)

بھائی کی رضامندی کے بغیر نابالغہ لڑکی کا نکاح والدہ کردے تو وہ منعقد نہیں ہوتا:

سوال: محمود کی بیوہ کی دو اولادیں: لڑکا باسم بشیر اور لڑکی باسم زہرہ۔ بیوہ محمود نے بلا شرکت خویش و اقارب محمود اپنی دختر یعنی زہرہ کا کہ اس کی عمر اس وقت گیارہ سال کی تھی، زید بالغ کے ہمراہ نکاح کردیا۔ اس کے برادر حقیقی یعنی بشیر کی مرضی نہ تھی، وہ ناراض ہوکر ریاست جے پور چلا گیا اور تاہنوز وہیں ہے۔ لڑکی کا عقد کئے ہوئے عرصہ ساڑھے تین سال کا گزرا اور لڑکی یعنی زہرہ اپنی والدہ کے کئے ہوئے نکاح سے ناخوش ہے اور اس شہر کے ساتھ بسر کرنا نہیں چاہتی۔ اب سن بلوغ کو پہنچ کر اس نکاح کو جو بحالت نابالغی ہوا تھا، فسخ کرنا چاہتی ہے اور نکاح ثانی کی خواہش رکھتی ہے۔

الجواب

صورت مسئولہ میں چوں کہ زہرہ خود نابالغ تھی؛ اس لیے اس کے نکاح کا اختیار اس کے بھائی بشیر کو تھا، اگر وہ بالغ ہو۔ ماں کا کیا ہوا نکاح اسی وقت صحیح ہوسکتا تھا، جب کہ زہرہ کا بھائی بشیر اجازت دے دیتا؛ لیکن چونکہ وہ اس نکاح سے ناخوش تھا اور اسی ناراضگی کی وجہ سے جے پور چلا گیا، جیسا کہ سوال میں مذکور ہے، لہٰذا یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، زہرہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔

وإن زوج الصغير أبعد الأولياء، فإن كان الأقرب حاضراً وهو من أهل الولاية توقف نكاح الأبعد على إجازته. (الهندية: ۳۰۳/۱)(۲)

اور بشیر نے بوقت نکاح کے فسخ کردینے کا اختیار حاصل ہوتا؛ لیکن فسخ کے لیے حکم حاکم مجاز کی ضرورت ہے۔

وإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ. (الهندية: ۳۰٤/۱) (۳)(کفایۃ المفتی: ۵۷/۵)

اس صورت میں ولی بھائی ہے، لڑکی کی ماں کا شوہر ولی نہیں:

سوال: زید نے اپنی وفات کے وقت اپنی لڑکی ہاجرہ نابالغہ کو ذمہ اپنی اخیافی بہن فاطمہ کے کیا اور ہاجرہ فاطمہ

(۱) **فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته.** (الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۴۳۲/۲، ظفير)

(۲) الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۲۸۵/۱، ماجدية

کے لڑکے عمر سے منسوب تھی اور وصیت کی زید نے کہ ہاجرہ کا نکاح عمر سے کر دینا، فاطمہ موافق وصیت کے ہاجرہ کو مع اس کی ماں حقیقی زینب اور ہاجرہ کے سوتیلا بھائی بکر کے اپنے یہاں لے آئی؛ لیکن ہاجرہ کی ماں زینب چوں کہ جوان تھی؛ اس لیے فاطمہ نے اس کا نکاح کر دیا اور اپنے شوہر کے ہاں چلی گئی اور زید کی ماں چوں کہ زندہ تھی اور اس نے بعد انتقال والد زید کے ایک شخص نے نکاح کر لیا تھا، وہ اپنے شوہر کے یہاں رہتی تھی، بکر بھی وہیں اپنی دادی کے پاس چلا گیا اور ہاجرہ کی ماں زینب اور اس کا بھائی بکر جب تک فاطمہ کے یہاں رہے، یہی کہتے رہے کہ ہاجرہ کا نکاح عمر سے کر دینا؛ لیکن جب فاطمہ نے نکاح ہاجرہ کا عمر سے کر دیا تو زینب کا شوہر جدید مخالف ہوا اور اس نے زینب وبکر اور بکر کی دادی کو اپنا ہم خیال بنا لیا۔ یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب

زینب کے شوہر جدید کو ولایت نکاح ہاجرہ نابالغہ کا حاصل نہیں ہے، لہذا اس کی مخالفت سے تو کچھ نہیں ہوتا، البتہ بکر برادر ہاجرہ ولی ہے، فاطمہ نے جو نکاح ہاجرہ کا عمر سے کیا تو وہ بکر کی اجازت پر موقوف ہے، اگر بکر اجازت دے دے تو صحیح ہوگا، ورنہ باطل ہو جاوے گا اور زید کی وصیت کا دربارہ نکاح بعد وفات زید کے شرعاً کچھ اعتبار نہیں رہا۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۸/۸-۳۹)

بھائی ولی ہے، اس کی اجازت کے بغیر چچا ولی نہیں ہوسکتا:

سوال: زید نے اپنے حقیقی چچا کو اپنی دو ہمشیرگان کے نکاح کی اجازت دی، چچا نے ان کے نکاح کے بعد دوسری دو ہمشیرگان زید کا نکاح بلا اجازت زید کے اپنے لڑکوں سے کر لیا تو ان دونوں کا نکاح درست ہوا کہ نہیں؟

الجواب

نکاح ہر دو ہمشیرہ اخیرہ زید کا زید کی اجازت ورضا پر موقوف ہے، اگر زید ان کے نکاح کو جائز رکھے گا تو نکاح صحیح ہوگا اور اگر انکار کر دے گا تو وہ باطل ہو جاوے گا۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۰۳/۸-۱۰۴)

نابالغ کا نکاح اگر والد، والدہ زندہ ہونے کے باوجود بڑا بھائی کر دے تو کیا والد رد کر سکتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) ایک نابالغ لڑکی جس کا والد، بھائی، والدہ زندہ ہیں، اس لڑکی کو جو نابالغ ہے، والد کی رضامندی کے بغیر بھائی نے نکاح کر کے دے سکتا ہے، یا نہیں؟

(۱) فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب على إجازته. (الدر المختار)

فلايكون سكوته إجازة لنكاح الأبعد، وإن كان حاضراً في مجلس العقد، مالم يرض صريحاً أو دلالةً. (ردالمحتار، باب الولي: ۴۳۲/۲، ظفير)

(۲) والد کو نکاح کا علم ہونے پر، والد نکاح رد کرسکتا ہے؟ یا وہ لڑکی کے حدِ بلوغت کا انتظار کرنے کا پابند ہوگا؟
(۳) کیا وہ نابالغ لڑکی بالغ ہونے پر اپنے نکاح کو رد کرنے کا اعلان کرسکتی ہے؟ اور بھائی، یا ماموں، یا دیگر رشتہ دار کو اپنا ولی تسلیم نہ کرتے ہوئے اپنے والد، والدہ کو اپنے نکاح کو مسترد کرنے سے آگاہ کرنا ہی کافی ہوگا؟

الجواب

اگر لڑکی کا والد زندہ ہو اور موجود ہو تو والد ہی لڑکی کا ولی ہے، اس کی رضامندی کے بغیر لڑکی کا بھائی اس کا نکاح نہیں کرسکتا، اگر بھائی نے نکاح کردیا تو والد کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر والد نے اس کو قبول کرلیا تو نکاح صحیح ہوگیا اور اگر اس نے مسترد کردیا تو وہ نکاح ختم ہوگیا۔(۱)
(۱) رد کرسکتا ہے، جیسا کہ اوپر لکھا گیا۔
(۲) اگر والد نے اس کو قبول کرلیا تو بالغ ہونے کے بعد لڑکی کو اختیار نہیں؛ بلکہ یوں سمجھا جائے گا کہ گویا والد نے خود نکاح کیا اور نابالغ بچی کا جو نکاح اس کے باپ نے کیا، اس میں لڑکی کو بلوغ کے بعد اختیار نہیں ہوتا، (۲) اور اگر بھائی کا کیا ہوا نکاح والد نے رد کردیا تھا تو اسی وقت ختم ہوگیا، بالغ ہونے کے بعد لڑکی کو اس کے رد کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔(۳) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۶/۱۲۵-۱۲۶)

صورت مسئولہ میں بھائی کی نامنظوری سے نابالغہ کا نکاح باطل ہوجائے گا:

سوال: زید نے ایک بیوی سلیمہ ایک لڑکی عقیلہ نابالغہ ایک لڑکا فہیم چھوڑا، سلیمہ نے عقیلہ کا نکاح بلا مشورہ فہیم کے اس کی عدم موجودگی میں اغوا کردیا اور حال یہ ہے کہ وہ مفادہ ومضار سے واقف نہ تھی، اب فہیم کہتا ہے کہ فسخ نکاح میں میں مختار ہوں اور اب سلیمہ بھی مضرات سے فہیم سے متفق ہے۔ کیا فہیم فسخ نکاح کا مختار ہے؟

الجواب

ولی عقیلہ نابالغہ کے نکاح کا اس صورت میں فہیم ہے، (۴) اور اگر فہیم موجود نہ ہو، کہیں دور ہوا اور کوئی عصبہ دوسرا بھی

(۱) وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة والولی العصبة بترتیب الإرث ... الخ. (البحر الرائق: ۱۲۶/۳، طبع بیروت)
وأما اذا کان أحدهما أقرب من الآخر فلا ولایة للأبعد مع الأقرب الا إذا غاب غیبة منقطة ... الخ. (البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیا والأکفاء: ۱۲۸/۳، طبع دار المعرفة بیروت)
(۲) فإن زوجها لاأب أو الجد یعني الصغیر والصغیرة فلاخیار لهما بعد بلوغهما لأنهما کاملا الرأی وافر الشفقة فیلزم العقد بمباشرتها. (الهدایة: ۳۱۷/۲، طبع شرکت علمیة ملتان)
(۳) الفضولی لو باع الصبی ماله ... أوتزوج ... توقف علیٰ اجازة الولی. (رد المحتار، باب الولی: ۹۷/۳، سعید)
(۴) (الوالی فی النکاح) لاالمال (العصبة بنفسه)... (بلاتوسط انثی) ...(علی ترتیب الإرث والحجب) فیقدم ابن المجنونة علی أبیها. (الدرالمختار)
ثم یقدم الأب ثم أبوه ثم الأخ الشقیق. (ردالمحتار، باب الولی: ۴۲۷/۲-۴۲۸، ظفیر)

موجود نہ ہوتو ولی نکاح کی ماں ہے، (۱) پس اگر فہیم نے باوجود موجود ہونے اپنے ماں کے کئے ہوئے نکاح کو جائز نہیں رکھا تو وہ نکاح جو کہ فہیم کی رضا پر موقوف تھا، باطل وفسخ ہوگیا اور اگر فہیم دور تھا اور ماں نے اپنی ولایت سے نکاح کیا تو وہ صحیح ہوگیا، اب فہیم اس کو فسخ نہیں کرسکتا۔ (ہکذا فی کتب الفقہ) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۳/۸)

ولی قریب کی موجودگی میں ولی بعید کا کیا ہوا نکاح صحیح ہے، جب کہ ولی قریب اہل ولایت نہ ہو:

سوال: صغیرہ کا ولی قریب؛ یعنی اس کا بھائی صغیر الحسن سترہ سال کی عمر والا موجود رہنے کے باوجود اس کا ولی بعید؛ یعنی چچا نے اس کا ہم کفو سے مہر مثلا نکاح کردیا تو وہ نکاح صحیح ہوتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــ

هو المصوب: صحیح ہوجاتا ہے؛ لیکن اس صغیرہ کو بلوغ کے بعد نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہوگا، چناں چہ ہدایہ میں لکھا ہے:

بلوغ الغلام بالاحتلام والحبال والإنزال إذا وطئ فإن لم يوجد ذلک فحتى يتم له ثمانى عشرة سنة عند ابى حنيفة. (۲)

اور اسی میں ہے:

ويجوز نكاح الصغير والصغيرة إذا زوجهما الولي بكراً كانت الصغيرة أو ثيبا ... وإن زوجهما غير الاب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وان شاء فسخ،انتهٰى. (۳)

اور درمختار میں لکھا ہے:

(وإن كا المزوج غيرهما) أى غير الأب وأبيه ... (وإن كان من كفء وبمهر المثل صح و) لكن (لهما) ...(خيار الفسخ) ...(بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده، انتهٰى. (۴)

اور فتاوی عالمگیریہ میں ہے:

وإن زوج الصغير أو الصغيرة أبعد الأولياء، فإن كان الأقرب حاضراً، وهو من أهل الولاية توقف نكاح الأبعد على إجازته وإن لم يكن من أهل الولاية بأن كان صغيراً أو كان كبيراً مجنوناً جاز، انتهى. (۵) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالوہاب کان اللہ لہ۔ الجواب صحیح: محمد عبدالجبار عفی عنہ۔

الجواب ہو الصواب: شیخ آدم عفی عنہ۔ المجیب مصیب: ضیاء الدین محمد کان اللہ لہ۔ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص: ۱۵۳، ۱۵۴)

---

(۱) فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۲۹/۲، ظفير

(۲) الهداية، باب في حد البلوغ: ۲۸۱/۳، دارإحياء التراث العربى بيروت، انيس

(۳) الهداية، باب الأولياء والأكفاء: ۱۹۳/۱، دارإحياء التراث العربى بيروت، انيس

(۴) الدرالمختار، باب الولي: ۶۷/۳-۶۹، دارالفكربيروت، انيس

(۵) الفتاوىٰ الهندية، الباب الرابع فى الأولياء فى النكاح: ۲۸۵/۱، دارالفكربيروت، انيس

بالغہ اپنا نکاح خود کرسکتی ہے، بھائی کی رضامندی شرط نہیں:

(اخبار الجمعیۃ، مورخہ ۲۶ر نومبر ۱۹۲۵ء)

سوال: زید، بکر خاندانی ہم زلف ہیں۔ زید نے بکر کو اپنی لڑکی کے عقد کا اختیار دے دیا۔ زید کی زوجہ اپنے شوہر کے اقرار پر پابند ہے، لڑکی کی عمر ۱۴ر سال ہے۔ زید کا لڑکا سولہ سال کا ہے، اپنی والدہ کی مرضی کے خلاف ہے۔ آیا لڑکی اور والدہ عقد کی اجازت دیں تو شرعاً یہ عقد جائز ہے؟

الجواب ــ

چودہ سال کی لڑکی اگر نابالغہ ہے تو اس کے نکاح کی ولایت (باپ کے انتقال کے بعد) اس کے بھائی کو ہے؛(۱) لیکن اگر لڑکی بالغہ ہوگئی ہے، (جو چودہ سال کی عمر میں ممکن ہے) تو خود لڑکی کی رضامندی اور اجازت سے اس کا نکاح ہوسکتا ہے۔(۲) بھائی کی ولایت سے نکاح ہونا ضروری نہیں، نہ صحت نکاح کے لیے بھائی کی رضامندی شرط ہے۔ واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ غفرلہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۹۶/۵)

بھائی کی ناراضگی کے باوجود ماموں کا نکاح کردینا:

سوال: زبیدہ نابالغہ کا نکاح اس کے بڑے بھائی کی موجودگی میں اس کے ماموں نے اپنی ولایت سے کردیا، دراں حالے کہ بھائی ناراض رہا اور اس نے نکاح کی اجازت نہیں دی، اب زبیدہ کے زن وشو کے تعلقات درست نہیں ہے اور فسخ نکاح کی خواہش مند ہے۔ اس صورت حکم شرعی کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

زبیدہ نابالغہ کا ولی قریب بھائی تھا؛ اس لیے جب اس نے نکاح کرنے سے انکار کیا اور نکاح کے بعد بھی ناراضگی کا اظہار کیا تو یہ نکاح نہیں ہوا؛(۳) اس لیے زبیدہ اپنا دوسرا نکاح کرسکتی ہے،(۴) یہ صورت جب ہے کہ سوال صحیح ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۰/۷/۱۳۶۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۸۸/۴)

بھائی کے کیے ہوئے نکاح کو بعد بلوغ رد کرنا:

سوال: خدیجہ نابالغہ کا نکاح اس کے حقیقی بھائی نے اپنی ولایت سے کردیا تھا، خدیجہ نے بالغہ ہوتے ہی اسی مجلس

---

(۱) وأقرب الأولياء إلى المرأة الابن ... ثم الأب ثم الأخ لأب وأم.(الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء في النكاح: ۲۸۳/۱، ماجدية)

(۲) وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها.(الهداية، كتاب النكاح، باب في الولي: ۳۱۳/۲، شركة علمية)

(۳) (الوالي في النكاح) ... (العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الإرث والحجب).(الدرالمختار: ۳۱۵/۲)

(۴) لوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب توقّف على إجازته.(الدرالمختار، باب الولي: ۳۱۵/۲)

میں اس نکاح کو نامنظور کردیا۔ اس صورت میں اس کا عقد ثانی درست ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں خدیجہ کو خیار بلوغ حاصل تھا؛ لیکن خیار بلوغ کے صحیح استعمال کے بعد قضاء قاضی ضروری ہے؛ اس لیے خدیجہ کو چاہیے کہ وہ قاضی شریعت پھلواری شریف کے پاس اس واقعہ کو لکھ کر درخواست کرے کہ میرے خیار بلوغ کی تصدیق کردیجئے؛ تاکہ میں دوسرا نکاح کرسکوں، قاضی شریعت کی تصدیق کے بعد دوسرا نکاح جائز و درست ہوگا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳/۱۰/۱۳۶۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۰۴/۴-۳۰۵)

ولایتِ نکاح بھائی کو ہے، ماں کو نہیں ہے:

سوال: زید کو پہلی بیوی مرحومہ سے دو بچے ہیں، اس کے بعد زید نے دوسری شادی کی ہندہ سے اس سے بھی زید کے دو لڑکے اور ایک لڑکی خالدہ خاتون ہے، بعد انتقال ہندہ نے بکر سے شادی کرلی، خالدہ خاتون کی شادی نابالغی کی حالت میں چاروں بھائیوں کے علاوہ کسی اپنے آدمی نے با اجازت والدہ خالدہ کی، حالانکہ نکاح میں بھائی موجود نہ تھے اس پر راضی تھے۔ کیا اس صورت میں یہ شادی درست ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو کیا خالدہ کا نکاح دوسری جگہ کرا سکتے ہیں کہ نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

ایسی حالت میں والدہ کو ولایتِ نکاح حاصل نہیں؛ بلکہ بھائی ولی ہے، لہٰذا والدہ نے جو نکاح کرایا، وہ بھائیوں کی اجازت پر موقوف ہے، اگر بھائیوں نے نکاح کی خبر سن کر اس کو رد (نامنظور) کردیا تو وہ نکاح کالعدم اور ختم ہوگیا، اب بھائی دوسری جگہ نکاح کرسکتے ہیں۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، ۱۵/۱۰/۱۳۸۷ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۵۷/۱۱)

ولی اقرب کی اجازت کے بغیر نکاح:

سوال: ایک لڑکی نابالغ کے بڑے بھائی بالغ ہیں، بڑا بھائی مسافتِ منقطعہ پر نہیں تھا؛ بلکہ اس سے دانستن اس معاملہ کو چھپایا گیا اور چھوٹا بھائی گھر پر موجود تھا؛ لیکن اس نے کوئی اجازت نکاح خواں کو نہیں دی اور نہ قاضی صاحب

---

(۱) إن زوّجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ ... ويشترط فيه القضاء. (الهداية: ۳۱۷/۲)

(۲) "فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۸۱/۳، سعيد)

نے چھوٹے بھائی سے طلب کی؛ کیوں کہ ان کو بتلایا گیا ہے کہ لڑکی بالغہ ہے اور اجازت دادی صاحبہ نے دی اور یہ نکاح دادی کی رضامندی سے ہوا۔لڑکی نابالغہ کے ہردو بالغ بھائی بڑے باپ شریک بھائی ہیں۔نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگرلڑکی نابالغہ ہے تو اس کا نکاح صورت مسئولہ میں بھائی کی اجازت پر موقوف ہے، خواہ کوئی بھائی اجازت دے۔لڑکی، یا اس کی دادی کی اجازت سے نکاح لازم نہ ہوگا اور بھائی کا سکوت معتبر نہیں؛ یعنی جب تک صراحۃً، یا دلالۃً رضا متحقق نہ ہو، نکاح لازم نہ ہوگا۔

فی التنویر:"الوالی فی النکاح العصبة بنفسه بلا توسط أنثیٰ علی ترتیب الإرث والحجب".

فی الدر:فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته.

وفی الشامی تحته بعد عبارة:"فلا یکون سکوته إجازته لنکاح الأبعد وإن کان حاضراً فی مجلس العقد مالم یرض صریحاً أودلالةً، تأمل". (۱)

اگرکوئی سا بھائی بھی اجازت سے پہلے اس نکاح کو رد کردے گا تو رد ہوجائے گا۔فقط

محمود، ۳/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ۔

الجواب صحیح:عبداللطیف عفا اللہ عنہ، ۳/ جمادی الاولی ۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/ ۵۰۸)

باپ دادا نہ ہونے کی صورت میں لڑکی کا ولی اس کا بھائی ہے، ماں نہیں:

سوال: ایک عورت اپنے ساتھ ایک لڑکی نابالغہ کو اپنے ہمراہ اپنی ہمشیرہ کے یہاں معمولی طور سے لے گئی، وہاں پر چند شخصوں نے مشورہ کرکے ایک شخص کے ساتھ اس لڑکی نابالغہ کا نکاح کردیا، جس کے ساتھ نکاح ہوا، اس کے عزیز واقارب گواہ وکیل بنے اوران میں سے جس شخص نے نکاح پڑھایا، وہ لڑکے کا چچا ہے، اجازت کا دینے والا لڑکی کا بھائی ہے، اس لڑکی کی والدہ بھی ہے اوروہ بھی موجود ہے، جس وقت واپس ہوئے، اس وقت معلوم ہوا کہ لڑکی نابالغہ کا نکاح ہوگیا ہے اور میرے ساتھ زیادتی کی ہے۔آیا یہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اگر نابالغہ کا باپ، یا دادا زندہ نہیں تو اس کا ولی نکاح اس کا حقیقی بھائی ہے۔ماں، یا سوتیلا باپ نہیں، جب کہ حقیقی بھائی کی اجازت سے نکاح ہوا تو نکاح منعقد اور صحیح ہوگیا، البتہ لڑکی کو بعدم بلوغ یہ اختیار ہوگا کہ اپنا نکاح فسخ

---

(۱) **الدر المختار مع ردالمحتار:۳/ ۷۶-۸۱، باب الولی، سعید**

(۲) **"وإن زوج الصغیر أو الصغیرة أبعد الأولیاء، فإن کان الأقرب حاضراً وهو من أهل الولایة . توقف نکاح الأبعد علی إجازته". (الفتاویٰ العالمگیریة:۱/ ۲۸۵، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیه)**

کرادے، بشرطیکہ جس وقت کہ آثار بلوغ ظاہر ہوں، اسی وقت فوراً اپنے نکاح سابق سے انکار کرکے چند گواہ بنالے اور پھر حاکم مسلمان کی عدالت سے حکم فسخ نکاح حاصل کرے۔ (کذا فی الھدایۃ والشامی وغیرہما) (امداد المفتین: ۲/۴۵۴)

بھائی کے کیئے ہوئے نکاح کو بعد بلوغ فسخ کرسکتی ہے؛ مگر قضائے قاضی ضروری ہے:

سوال: نابالغہ کا نکاح اس کے بھائی نے کردیا اور لڑکی صغرسنی سے اس نکاح پر رضامندی نہیں تھی، بعد بالغہ ہونے کے بھی عدم رضامندی ظاہر کی۔ آیا اختیار فسخ نکاح لڑکی کے لیے باقی ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ

لڑکی کو اس صورت میں بعد بالغہ ہونے کے اختیار فسخ نکاح کا ہے؛ لیکن فسخ کے لیے قضاء قاضی نہ ہو تو نکاح فسخ نہ ہوگا، اس صورت میں شوہر بالغ کی طلاق دینے کے بعد نکاح فسخ ہوسکتا ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۴۲)

بڑا بھائی چھوٹے بھائی کا ولی ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ دو حقیقی بھائی ہیں، جن کے والد کا انتقال ہوچکا ہے اور اُن کی والدہ نے نکاحِ ثانی کرکے گھر چھوڑ دیا ہے اور بیٹوں سے کوئی تعلق نہیں ہے، بڑے بھائی کی شادی ہوچکی ہے اور ایک بچہ بھی ہے، چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے پاس اُس کی کفالت اور نگرانی میں رہتا ہے؛ کیوں کہ وہ نابالغ ہے، ان بھائیوں کا چچا بھی برابر میں رہتا ہے، اُن کے دادا دادی وغیرہ اور کوئی سرپرست نہیں ہے، بس چھوٹے نابالغ بھائی کا کفیل وسرپرست بڑا بھائی ہی ہے تو استفتاء یہ ہے کہ بڑا بھائی چھوٹے بھائی کا ولی ہے، یا نہیں؟ یا پھر کون اس کا ولی ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

صورتِ مسئولہ میں نابالغ بھائی کا اُس کا بڑا بھائی شرعاً ولی ہے۔

يقدم الأب، ثم أبوه، ثم الأخ الشقيق. (شامی ،باب الولی: ۱۹۲/٤ ، كـذا فی مجمع الأنهر ، باب الأولياء والأكفاء: ٤٩٧/١ ، بيروت)

الولی فی النكاح لا المال العصبة بنفسه على ترتيب الإرث والحجب أی المراد بالولی هنا الولی فی النكاح، سواء كان له ولاية فی المال أيضًا كالأب والجدّ والقاضی، أو لا كالأخ لا الولی فی المال فقط. (شامی، باب الولی: ١٩١/٤ ،زكريا،٧٦/٣، كراچی)

فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته، ولو تحولت الولاية إليه لم يجز إلا

---

(۱) (وإن كان المزوج غيرهما) أی غير الأب وأبيه،الخ،(لهما) ...(خيار الفسخ) ... (بالبلوغ)،الخ، (بشرط القاضی) للفسخ.(الدر المختار على هامش ردالمحتار،باب الولی: ٤١٩/٢ ،ظفير)

بإجازته بعد التحول. (الدر المختار، باب الولی: ۱۹۹/۴، زکریا، کذا فی المحیط البرهانی، فی معرفة الأولیاء: ۱۵۷/۳، غفاریة کوئٹہ، الفتاوی الهندیة، الباب الرابع فی الأولیاء: ۲۸۵/۱، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۱۲/۱۱/۱۲ھ۔ الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۳۹/۸)

چچا اور بھائی میں ولی کون:

سوال: ہندہ بعد وفات اپنے والد کے مع والدہ واپنے برادر کلاں حقیقی کے اپنے بڑے بہنوئی مسمیٰ عبد الغفور کے یہاں چلی گئی اور بہنوئی مذکور ان سب لوگوں کے خورش وپوشش کا برابر کفیل رہا۔ بعد گزرنے زمانہ کے ہمشیرۂ ہندہ نے قضا کیا۔ عرصہ چند ماہ کے بعد عبد الغفور مذکور نے پیغام اپنی شادی کا اوپرا وپر بھیجنا شروع کیا۔ یہ بات والدۂ ہندہ کو معلوم ہوئی، تب والدہ ہندہ نے عبد الغفور کو کہا کہ ہماری لڑکی خرد جو تمہاری سالی ہوتی ہے، ونیز تمہارے یہاں پرورش پارہی ہے، بہتر ہے کہ اس کو اپنے نکاح میں لے آ ؤ۔ اس وقت عمر ہندہ تخمیناً چودہ سال تھی اور برادر ہندہ کی عمر پندرہ سال تھی، چناں چہ بخوشی رضا ورغبت والدۂ ہندہ، برادر حقیقی ہندہ نے ہندہ مذکور کا نکاح بوکالت اپنے بہنوئی مذکور کے ساتھ عقد نکاح پڑھا دیا، بروقت نکاح بجز والدۂ ہندہ و برادر ہندہ کے دیگر کوئی رشتہ دار موجود نہ تھے، بعد گزرنے چند سال کے والدۂ ہندہ نے انتقال کیا اور ہندہ ایام نکاح سے اب تک جس کو عرصہ تین سال کا ہوتا ہے بخوشی رضا ورغبت ساتھ اپنے شوہر کے مع اپنے برادر حقیقی کے رہتی چلی آئی ہے اور برابر تقریب میں اپنے رشتہ داروں کے یہاں آنا جانا کرتی رہی، اس وقت کوئی بکھیڑا، یا روک تھام نہ کیا۔ اب عرصہ بیس یوم کا ہوتا ہے کہ اس کا خالو رخصت کرا کر لے گیا اور وہاں سے اس کے رشتہ کا چچا اپنے یہاں لے آیا، جو زمانہ انتقال والد ہندہ سے کبھی پرسان حال و کسی قسم کا خبر گیر ہندہ، خواہ والدۂ ہندہ، یا برادر ہندہ کا نہ ہوا۔ اب اس وقت وہ کہتا ہے کہ تمہارا نکاح نہیں ہوا، ہم رخصتی نہیں کریں گے۔ پس ایسی حالت میں نکاح شرعاً ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

ہندہ کا نکاح جو اس کے بھائی کی ولایت سے عبد الغفور کے ساتھ ہوا ہے، وہ صحیح ہے؛ کیوں کہ اگر نکاح کے وقت ہندہ بالغہ تھی تو اس کا اقرار ہی صحت نکاح کے لیے کافی ہے اور اگر بالغہ نہیں تھی تو جب بلوغ کے بعد ہی اس نے اس نکاح سے نارضامندی ظاہر نہیں کی اور بلوغ کے بعد بھی اپنے شوہر کے ساتھ رہی تو یہ نکاح بالکل صحیح رہا۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۷ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۷۹/۴-۲۸۰)

بھائی اجازت نہ دے تو نانا، یا ماں کا نکاح کر دینا:

سوال: نابالغہ کا بھائی، نانا اور ماں موجود ہیں، نانا اور ماں یہ دونوں چاہتے ہیں کہ نابالغہ کا نکاح کر دیں؛ لیکن بھائی

---

(۱) (وخیار الصغیر والثیب إذا بلغا لایبطل) بالسکوت (بلاصریح) رضا (أو دلالة) علیه (کقبلته ولمس) ودفع مهر (لا) یبطل (بقیامهما عن المجلس) لأن وقته العمر فیبقی حتی یوجد الرضا، ولو ادعت التمکین صدقت، ومفاده أن القول لمدعی الإکراه لو فی حبس الوالی فلیحفظ. (الدر المختار، باب الولی: ۳۱۰/۲-۳۱۱)

اجازت نہیں دے رہا ہے تو کیا ایسی صورت میں نانا، یا ماں نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں؟ یا پھر نکاح کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

نابالغہ مذکورہ کا ولی بالنکاح اس کا بھائی ہی ہے، (۱) نانا اور ماں ولی نہیں ہوسکتے ہیں؛ اس لیے نکاح کی اجازت بھائی ہی سے لینے کی کوشش کرنی چاہیے، اگر بھائی محض ضرر ونقصان پہونچانے کی نیت سے اجازت نہ دے تو ولی عاضل ہے۔ ایسی صورت میں نابالغہ کی ماں، یا نانا قاضی شریعت کے پاس استغاثہ دائر کرکے اور گواہ وشاہد پیش کرکے قاضی شریعت سے اجازت لے کر نکاح کرسکتے ہیں اور اگر بھائی کو یہ عذر ہو کہ وہ لڑکا غیر کفو ہے، یا یہ کہ مہر کم مقرر کیا گیا ہے تو یہ عذر معتبر ہے اور اس صورت میں وہ ولی عاضل نہیں ہے اور قاضی اجازت نہیں دیں گے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۱۶/۱/۱۳۴۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۹۳/۴)

ولی کا سکوت اجازت ہے، یا نہیں، جب غیر ولی نکاح کردے:

سوال: ہندہ نابالغہ کا حقیقی بھائی خالد بالغ مکان پر موجود نہ تھا، بوجہ ملازمت ایک روز کی مسافت پر تھا، خالد کی عدم موجودگی میں اس کی حقیقی ماں اور سوتیلے باپ نے ہندہ نابالغہ کا نکاح کردیا، نکاح کے بعد خالد مکان پر آیا، نکاح کی خبر سن کر خاموش ہورہا، نکاح کو قریب دو برس ہوئے، اس درمیان میں کئی بار خالد اپنے مکان پر آیا اور پھر گیا؛ مگر ہر بار بجز سکوت کے انکار نہیں کیا، اب تقریباً دو برس کے بعد کہتا ہے کہ ہم راضی نہیں ہیں، ایسی حالت میں ہندہ نابالغہ کا نکاح جائز ہوا، یا بھائی دوسری جگہ نکاح کرسکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

سکوت ولی کا اس صورت میں اجازت نہیں ہے۔

كمافي الدرالمختار: فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته.

وفي الشامي: فلم يجعلوا سكوته إجازة والظاهر أن سكوته هنا كذلك فلا يكون سكوته اجازة لنكاح الأبعد وإن كان حاضراً في مجلس العقد مالم يرض صريحاً أو دلالةً، تأمل. (۳)

پس معلوم ہوا کہ اس صورت میں ماں کا کیا ہوا نکاح نہیں ہوا، بھائی دوسری جگہ نکاح اس کا کرسکتا ہے۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۰/۸)

---

(۱) (الوالي في النكاح)... (العصبة بنفسه)... (على ترتيب الإرث والحجب). (الدرالمختار: ۳۱۱/۲)

(۲) (ويثبت الأبعد) من أولياء النسب، شرح وهبانية ، لكن في القهستاني عن الغياثي لولم يزوّج الأقرب زوّج القاضي عند فوت الكفؤ (التزويج بعضل الأقرب أي بامتناعه عن التزوّج إجماعاً). (الدرالمختار)

(قوله بامتناعه عن التزوّج) أي من كفؤ بمهر المثل أما لو امتنع عن غير الكفء أو لكون المهر أقلّ من مهر المثل فليس بعاضل. (ردالمحتار: ۳۱۶/۲)

(۳) ردالمحتار، باب الولي: ۴۳۳/۲، ظفير

ولی اقرب بالغ ہوتو ولی ابعد کوولایت نہیں:

سوال: زینت نابالغہ کے باپ کا تو انتقال ہوگیا اور ماں باپ شریک بھائی ابھی نابالغ ہے اور باپ شریک بالغ ہےتو باپ شریک بھائی ولی ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

(المستفتی:۱۳۴۹،محمد یونس صاحب، متھرا،۲۷/ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ،مطابق ۱۰/فروری ۱۹۳۷ء)

الجواب

ہاں زینب کا باپ شریک بھائی اس کا ولی ہے اور وہ نابالغہ زینب کا نکاح کرسکتا ہے اور زینب کا حقیقی بھائی بالغ ہوتا تو وہ علاتی بھائی سے مقدم ہوتا۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی:۵/۷۷)

نکاح صغیرہ کی ولایت میں علاتی بھائی اخیافی بھائی پر مقدم ہے:

سوال: ہندہ نابالغہ کا والد انتقال کرگیا ہے اور ایک اخیافی بھائی ہے اور دوعلاتی بھائی ہے،بموجودگی علاتی بھائی کے اخیافی بھائی اور والدنے نکاح عمرو سے مثلاً پڑھایا، یہ نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟ عمرو اگر طلاق نہ دے گا، ہندہ کو تو بغیر طلاق ہندہ کا نکاح دوسری جگہ علاتی بھائی کرسکتے ہیں، یا نہیں، یا ہندہ بعد البلوغ اپنا نکاح دوسری جگہ کرسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

صورت مذکورہ میں نابالغہ کا ولی قریب اس کا علاتی بھائی ہے،اخیافی بھائی اور والدولی بعید ہیں،لہذا حسب قاعدہ فقہیہ اخیافی بھائیوں نے جونکاح کیا، وہ ولی قریب، یعنی علاتی بھائی پر موقوف رہا،علاتی بھائی کو جب اس نکاح کی خبر لگی، اگراس وقت اس نے اس نکاح کو جائز رکھا تو نافذ ہوگیا، ورنہ باطل ہوگیا، پھر جائز اور نافذ ہونے کی صورت میں بھی لڑکی کو بعد البلوغ نکاح فسخ کرانے کا اختیار شرعاً رہے گا، بشرطیکہ آثار بلوغ ظاہر ہونے کے ساتھ فوراً ہی اس سے انکار کردے اور پھر مسلمان حاکم سے فسخ نکاح کا حکم حاصل کرے اور باطل ہونے کی صورت میں علاتی بھائی بلوغ سے پہلے پہلے اختیار رہے گا کہ دوسری جگہ نکاح کردیں اور پھر بھی بعد البلوغ لڑکی کو اختیار رہے گا۔(امداد المفتین:۲/۴۵۴)

علاتی بھائی اور چچا کے ہوتے ہوئے ماں کو نابالغہ کے نکاح اختیار نہیں:

سوال: ایک لڑکی جس کی عمر تخمیناً گیارہ سال تھی، اس کے ولی یہ ہیں، والدہ حقیقی اور سوتیلا باپ اور سوتیلے بھائی اور تایا دچچا،لڑکی کی والدہ نے اپنے خاوند کولڑکی کے نکاح کی اجازت دی۔ یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ اب پانچ سال کے بعد لڑکی دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہے۔شرعاً کیا حکم ہے؟

(۱) ثم الأخ لأب وأم ثم الأخ لأب وإن سفلوا.(الفتاویٰ الهندية، النكاح، الباب الرابع: ۲۸۳/۱، ماجدية)

الجواب ـــــــــــــــــــ

بھائی علاتی بالغ اور چچا تائے کے ہوتے ہوئے والدہ کو اختیار نکاح نابالغہ کا نہیں ہے اور نہ سوتیلے باپ کو اختیار ہے؛ کیوں کہ اس صورت میں اول ولی بھائی علاتی تھا، اس کے بعد تایا چچا ولی ہیں۔(۱) لہٰذا وہ نکاح جو والدہ اور سوتیلے باپ نے کیا علاتی بھائی کی اجازت پر موقوف رہا، اگر بھائی نے اجازت دی تو وہ نکاح صحیح ہوا، (۲) ورنہ باطل ہوا، بصورت بطلان نکاح کے لڑکی کو بعد بالغہ ہونے کے اختیار ہے کہ کفو میں اپنا نکاح کرے، یا اس کا ولی اس کا نکاح کفو میں اس کی اجازت سے کردیں۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۳/۸-۳۴)

ماموں زاد بھائی نکاح کا ولی ہوسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: جب کہ اشخاص مندرجہ ذیل نہ ہوں تو جائز ولی کون ہوگا؟ باپ، دادا، پردادا، سگا بھائی، سوتیلا بھائی، بھتیجا، بھتیجے کا لڑکا پوتا، سگا چچا، سوتیلا چچا، سگے چچا کا لڑکا پوتا، سوتیلے چچا کا لڑکا پوتا، باپ کا چچا، اس کی اولاد اور پھر اس کے پوتے پرپوتے، دادا کا چچا پھر اس کے لڑکے پوتے پرپوتے، ماں، دادی، نانی، نانا، حقیقی بہن، سوتیلی بہن، بھائی بہن ماں شریک، پھوپھی، ماموں، خالہ۔

صرف ماموں کا لڑکا موجود ہے۔ خالدہ کا جائز ولی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ ورنہ کون ہوگا؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں جب کہ کوئی عصبہ نہیں ہے اور ذوی الارحام میں صرف ممیرا بھائی موجود ہے تو وہی ولی ہوگا، جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان، کتاب النکاح، فصل فی الاولیاء، صفحہ نمبر: ۱۶۳/ میں مذکور ہے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۱۱/۶/۱۳۴۹ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۹۱/۴)

نابالغہ کی والدہ اور دو علاتی بھائیوں میں ولی ان کا کون ہے:

سوال: ہندہ نابالغہ ہے، اس کے ایک والدہ حقیقی اور دو بھائی علاتی ہیں، والد قضا کو گیا، ان میں سے ولی کون ہے؟

---

(۱) (الولی فی النکاح) لاالمال (العصبة بنفسه)، الخ، (علی ترتيب الإرث الحجب) فيقدم ابن المجنونة على أبيها. (الدر المختار)

ثم يقدم الأب ثم أبوه ثم الأخ الشقيق. (ردالمحتار، باب الولی: ۴۲۷/۲-۴۲۸، ظفير)

(۲) فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولی: ۴۳۲/۲، ظفير)

(۳) الأقرب عند أبی حنيفة الأم ثم البنت ثم بنت الإبن ثم بنت البنت ثم بنت ابن الابن ثم بنت بنت البنت ثم الأخت لأب وأم ثم الأخت لأب ثم الأخ والأخت لأم ثم أولادهم ثم العمّات والأخوال والخالات وأولادهم على هذا الترتيب. (الفتاوىٰ الخانية على هامش الفتاوىٰ الهندية، فصل فی الأولياء: ۳۵۵/۱)

الجواب ــ

صورت مذکورہ میں دونوں علاتی بھائی ولی قریب ایک درجہ کے ہیں اور ان کے بعد والدہ کا درجہ ہے، پس علاتی بھائی دونوں مل کر اگر عقد کردیں، یا کوئی ایک ان میں سے عقد کردے تو صحیح ونافذ ہوجائے گا، بشرطیکہ کفو میں اور مہر مثل کے ساتھ کیا جائے۔

الغرض علاتی بھائیوں کو حق ولایت میں ترجیح ہے۔ (کذا فی الشامی والبدائع) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (امداد المفتین: ۲/۴۵۰)

بہنوئی اور باپ شریک بھائی دونوں میں سے ولایت کا حق کس کو ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شریف احمد پسر امام الدین متوفی سنی المذہب کے لڑکے مسمی مطلوب الحسن ولایت میں متوفی کے برادر علاتی مسمیٰ عبدالغنی اور متوفی کے بہنوئی مسمیٰ محمد قاسم پسر شیر علی کے درمیان جھگڑا ہے کہ دونوں میں حنفی مذہب کے اعتبار سے کون شخص ولایت کا مستحق ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

متوفی کے بہنوئی کو ولایت نہیں، علاتی بھائی ولی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

اگر سوال ولایتِ نکاح سے ہے تو ولایت علاتی چچا کو ہے اور اگر مال کی ولایت کا سوال ہے تو اس میں اگر متوفی نے کسی کو وصیت کی ہے تو اس کو ولایت حاصل ہے اور اگر وصیت نہیں کی تو پھر حاکم کو اختیار ہے کہ وہ خود انتظام کرے، یا دیانت دار شخص کو منتظم کردے۔

كذا في الدر المختار: "(الوالي في النكاح) لاالمال (العصبة بنفسه) وهو من يتصل بالميت حتى المعتقة ... (على ترتيب الإرث)". (الدرالمختار)

"(قوله : لا المال)فإنه الولي فيه الأب ووصية والجد ووصيه والقاضي ونائبه فقط ح". (۱)

سعید احمد غفرلہ، دارالافتاء: مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/رجمادی الاولیٰ ۱۳۵۴/۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۶۳)

سوتیلے بھائی جب خیر خواہ نہ ہوں تو ان کی ولایت صحیح ہے، یا نہیں:

سوال: زید فوت ہوگیا اور پسماندگان میں اس کی زوجہ اور ایک دختر دولڑکے موجود ہیں، چوں کہ یہ تینوں بچے نابالغ ہیں، دونوں لڑکے لڑکی سے بھی چھوٹے ہیں اور لڑکی کے نکاح کا معاملہ درپیش ہے۔ زید کی اولاد بطن زوجہ اول سے جو سوتیلے بھائی ہیں اور ہندہ زوجہ ثانی متوفی سے باہم عداوت اور جائیداد نقدی اور ولایت نابالغان پر عرصہ دراز سے مقدمہ بازی ہے۔ ہندہ بھی مقابلہ ولایت ذات وجائداد کی بابت عدالت مجاز میں دعویدار ہے اور سردست مسئلہ

---

(۱) ردالمحتار: ۳/۷۶، باب الولی، سعید

نکاح دختر زیر تصفیہ ہے، لہٰذا سوال یہ ہے کہ ولی ذات ومجاز اجازت کون ہے اور شرعاً کس کو منصب ہے۔ ہندہ کا باپ بھی جوان بچوں کا حقیقی نانا ہے، زندہ ہے۔ پس سوتیلے بھائیوں کو حق ہے، یا بچوں کی والدہ، یا نانا کس کی اجازت احق ومقدم وجائز ہوگی؟ (المستفتی: رکن الدین دہلوی ریاست جے پور وبھرت پور)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

ان نابالغ بچوں کے نکاح کی ولایت ان کے سوتیلے علاتی بھائیوں کو حاصل ہے۔(۱) ان کے سامنے ماں اور نانا ولی نہیں ہیں؛ (۲) لیکن اگر علاتی بھائیوں کی مخالفانہ کاروائیں اواضح ہوں اور وہ بچوں کی خیر خواہی کے خلاف نکاح کرنا چاہیں تو قاضی بعد تحقیقات ان کو نکاح کرنے سے روک سکتا ہے۔ (۳) یہاں تک کہ لڑکی بالغ ہوجائے اور وہ اپنی مرضی اور اپنے اذن سے نکاح کرلے۔ (۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ دہلی (کفایۃ المفتی: ۹۲/۵)

چچا کو حقِ ولایت:

سوال: چند یتیم بچے ہیں اور ان کے دو ین حقیقی چچا ہیں تو ان پر حقِ ولایت حاصل ہے، یا نہیں؟ اور جو بچے نابالغ ہیں، ان کو بہن پر ولایت حاصل ہے، یا نہیں؟ اگر چچا شادی کردے تو لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہے، یا نہیں؟ یا نکاح چچا کا کیا ہوا لازم ہوجائے گا؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اس صورت میں چچا کو ولایت نکاح حاصل ہوگی، (۵) چچا اگر نیک نیت نہیں ہیں تو خیار بلوغ لڑکی کو حاصل ہوگا، (۶)

---

(۱) أقرب الأولياء إلى المرأة الإبن ... ثم الأخ لأب وأم ثم الأخ لأب. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع: ۲۸۳/۱، ماجدية)

(۲) فإن لم يكن العصبة الولاية للأم. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولی: ۷۸/۳، سعيد)

(۳) کیوں کہ سوء اختیار کی وجہ سے ان کو حق ولایت نہیں رہے گا۔ وفي الرد: حتى لو عرف من الأب سوء الاختيار لسفهه أو لطمعه لا يجوز عقده إجماعًا. (رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولی: ۶۶/۳، سعيد)

(۴) وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وإن لم يعقد عليها ولی. (الهداية، كتاب النكاح، باب فی الأولياء: ۳۱۳/۲، شركة علمية)

(۵) "(الوالی فی النكاح) لا المال (العصبة بنفسه) وهو من يتصل بالميت حتى المعتقة ... (على ترتيب الإرث)". (الدر المختار) "(قوله: لا المال) فإنه الولی فيه الأب ووصيه، والجد ووصيه، والقاضی ونائبه فقط، الخ". (ردالمحتار: ۸۶/۳، باب الولی، سعيد)

(۶) "(وإن كان المزوج غيرهما) أی غير الأب وأبيه ولو الأم أو القاضی أو وكيل الأب (إن كان من كفء وبمهر المثل صح و) لكن (لهما) أی لصغير وصغيرة وملحق بهما (خيار الفسخ) ولو بعد الدخول (بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده) لقصور الشفقة". (الدر المختار: ۶۹/۳، باب الولی، سعيد)

اور آثارِ بلوغ ظاہر ہوتے ہی فوراً دو گواہوں کے سامنے اس نکاح کو نامنظور کردے تو پھر عدالتِ مسلمہ، یا شرعی کمیٹی کے ذریعہ فسخ نکاح کرانے کا حق حاصل ہوگا۔نابالغ بھائی کی ولایت نہیں،(۱) اگر وہ بعد میں بالغ ہو تو اس کے حق میں چچا کا کیا ہوا نکاح فضولی نہیں ہوگا، اس کو فسخ کرنے کا حق حاصل نہیں ہوگا۔فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۱۳۸۹ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۴۸۳)

چچا کی موجودگی میں ماموں کو ولایت نکاح نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک لڑکی نابالغہ ہے، جس کا نکاح چند سال ہوئے ہو چکا تھا، اتفاقاً اس کے خاوند کا انتقال ہو گیا تھا، جس کو بھی عرصہ گزر چکا اور یہ نکاح اس لڑکی کے ننہیال میں ہوا تھا اور اس کے والد نے نکاح کی اجازت خود دی تھی، بیوہ ہونے پر وہ لڑکی اپنے ننہیال ہی چلی گئی اور اب تک ننہیال میں ہی رہتی ہے؛ کیوں کہ اس کے والد والدہ کا انتقال ہو چکا تھا؛ لیکن اس کا حقیقی چچا موجود ہے اور صرف وہ ہی ولی ہے، اس کے سوا کوئی ولی نہیں ہے۔اب اس کے ننہیال نے بغیر اجازت ولی کے (واقف ہوتے ہوئے اور آگاہ بھی کر دیا تھا، جان کر کے) اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ اپنی اجازت سے اس کے ماموں نے کر دیا ہے اور ولی اس نکاح پر رضامند نہیں ہے اور نہ ولی سے کچھ مشورہ ہوا ہے تو وہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟ اور جو لوگ اس مجلس نکاح میں شامل ہوئے، ان کے اوپر کوئی شرعی حکم نہیں لگتا؟ اور اگر لگتا ہے تو کیا شرعی قید لگائی جاوے؟ کیوں کہ اس مجلس والوں کو معلوم تھا کہ اس کا اصل ولی زندہ اور قریب ہی کے گاؤں میں موجود ہے، جان بوجھ کر ایسا عمل کیا گیا ہے۔جواب جلد مرحمت فرمادیں؛ تاکہ اس کا تدارک کیا جاوے۔فقط

(حدادب: فقیر الدین نور محمد، از سہنس پور، ڈاک خانہ خاص ضلع دہرہ دون، ۸/جنوری/۱۳۳۹ھ)

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر وہ لڑکی نابالغہ ہے تو اس کا ولی اس کا چچا ہے، ماموں کو چچا کی موجودگی میں نکاح کی ولایت حاصل نہیں،(۲) اس لیے اگر چچا نے اس نکاح کی اجازت نہیں دی تو وہ نکاح نہیں ہوا،(۳) جن لوگوں نے بلا اجازت نکاح کیا ہے اور اس میں شریک ہوئے، ان کو لازم ہے کہ وہ توبہ کریں اور اس کے چچا کے کہنے کے موافق نکاح کریں، یا اس کے بالغ ہونے کا انتظار کریں۔فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، عبد اللطیف۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۴۸۵)

---

(۱) "اعلم أن الولي من كان أهلاً للميراث،وهو عاقل بالغ ، لا يثبت للصبي والمجنون ولاية ".(حاشية الشبلي علی التبيين: ۴۹۳/۲،باب الأولياء والأكفاء، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "(الوالي في النكاح) ...(العصبة بنفسه) ... (بلا توسط أنثىٰ) ... (على ترتيب الإرث والحجب)".(الدر المختار،باب الولي: ۷۶/۳،سعيد)

(۳) "فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته ولو تحولت الولاية إليه لم يجز إلا بإجازته بعد التحول".(الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح،باب الولي: ۸۱/۳،سعيد)

دادا بڑھاپے کی وجہ سے ذی رائے نہیں رہا تو چچا ولی ہوسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: ایک لڑکی جس کی عمر دس سال کی ہے، اس کا باپ انتقال کر گیا ہے دادا موجود ہے اور چچا حقیقی موجود ہے اور دادا کی یہ حالت ہے، جیسا کہ کوئی دیوانہ ہوتا ہے اور اپنے اولاد کے نفع ونقصان کو نہیں سمجھتا، اب لڑکی کا حقیقی چچا یہ چاہتا ہے کہ میں اپنی ولایت سے لڑکی کا عقد کر دوں تو شرعاً یہ نکاح جائز ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں دادا کی ولایت ساقط ہے، چچا کی ولایت سے نکاح نابالغہ کا صحیح ہے۔

درمختار، باب الولی میں ہے:

(هو) ... (البالغ العاقل الوارث) ولو فاسقا على المذهب مالم يكن متهتكا. (۱)

وفيه: (ولزم النكاح ولو بغبن فاحش)... (أو) زوجها (بغير كفء إن كان الولي) المزوج بنفسه بغبن (أباً أو جداً) ... (مالم يعرف منهما سوء الاختيار) ... (وإن عرف لا) يصح النكاح. (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۸/۸۔۱۳۹)

نابالغہ کا نکاح چچا نے کر دیا:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح والد حقیقی ناراضگی میں حقیقی چچا نے کر دیا اور لڑکی بھی نابالغی میں خاوند کے یہاں چلی گئی، جب لڑکی بلوغت کو پہنچی تو اپنے خاوند کی شکایت کرنے لگی کہ میرا خاوند چور ہے، چناں چہ چند مرتبہ لڑکی کا خاوند چوری کر کے قید ہو چکا ہے، اب بھی جیل خانہ میں مقید ہے اور مشہور چور ہے۔ آیا یہ نکاح فسخ ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

چچا نے جو نکاح نابالغہ کیا تھا، یہ باپ کی اجازت پر موقوف تھا اور جب باپ نے اجازت نہیں دی تو یہ نکاح باطل ہو گیا، لہٰذا اول ہی سے یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، لڑکی کو اس شخص سے فوراً علاحدہ ہو جانا چاہیے اور وہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ (امدادالمفتین: ۴۵۲/۲)

باپ مجنون تھا، چچا نے بھتیجی کا نکاح کر دیا تو:

سوال: ایک صغیرہ لڑکی کا نکاح اس کے چچا نے زید سے کر دیا اور اس لڑکی کا باپ یا مادر مجنون ہے، کچھ دنوں کے بعد اس کے باپ، یا مادر کو جنون سے آرام ہو گیا اور وہ اس نکاح سے ناخوش ہے تو اب دوبارہ اس کا نکاح کسی اور سے، اس کا باپ، یا مادر کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

(۱) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۰۶/۲، ظفير

(۲) الدرالمختار، باب الولي: ۴۱۷/۲، ظفير

الجواب

نکاح اس کا درست ہوگیا، باپ، یا ما[ں] کو بعد افاقہ مجازِ مداخلت نہیں؛ مگرلڑکی بعد بلوغ کے فسخ کرسکتی ہے، بشرائط فسخ۔ واللہ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (بدست خاص، ص:۲) (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ، ص:۲۴۷)

دو چچا ایک لڑکی کا نکاح مختلف جگہ کردیں تو نکاح کا حکم:

سوال: ایک لڑکی کے والد کا انتقال ہوچکا ہے، اس کے دو چچا زندہ ہیں، ایک چچا نے اس لڑکی کا نکاح اپنے پوتے سے کردیا، یہ لڑکی نابالغہ ہے؛ لیکن دوسرے چچا نے اپنے بیٹے سے اس لڑکی کا نکاح کردیا۔ اب ان میں سے کون سا نکاح درست ہے؟

الجواب بعون الملك الوهاب

جب ایک چچا نابالغہ کا نکاح اپنے پوتے سے کردے تو یہ نکاح درست ہوگیا۔ اب دوسرا چچا اس لڑکی کا نکاح اپنے بیٹے وغیرہ سے نہیں کرسکتا؛ کیوں کہ جب پہلے والا نکاح نافذ ہوگیا تو دوسرا نکاح باطل ہے۔ فقہاء کرام کی تصریحات موجود ہیں کہ جب برابر کے اولیا میں سے کسی ایک نے نابالغہ کا نکاح کسی لڑکے سے کردیا تو دوسرے کا اختیار ختم ہوجاتا ہے، وہ دوسرا راضی ہو، یا نہ ہو، البتہ صورت مسؤلہ میں لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد خیار بلوغ ملے گا۔

لمافی البحر الرائق (۱۱۹/۳): إذا اجتمع فی الصغیر والصغیرة ولیان فی الدرجة علی السواء فزوج أحدهما جاز أجاز الأول أوفسخ بخلاف الجاریة إذا کانت بین اثنین فزوجها أحدهما لا یجوز إلا بإجازة الآخر.

وفی الدرالمختار (۵۷/۳): (و) بناء (علی الأول) وهو ظاهر الروایة (فرضا البعض) من الأولیاء قبل العقد أوبعده (کالکل) لثبوته لکل کملا کولایة أمان وقود وسنحققه فی الوقف (لو استووا فی الدرجة وإلا فللأقرب).

وفی الرد تحته: قوله (لثبوته لکل کملا) لأنه حق واحد لا یتجزأ لأنه ثبت بسبب لا یتجزأ.

وفی الشامیة (۵۹/۳): قوله (فلو تعدد المزوج الخ) عبارة البحر ولو زوجها ولیان متساویان کل واحد منهما من رجل فأجازتهما معا بطلا لعدم الأولویة وإن سکتت بقیا موقوفین حتٰی تجیز أحدهما بالقول أوبالفعل وهو ظاهر الجواب، کما فی البدائع، آه. (نجم الفتاویٰ: ۴۴/۵)

چچا کے نکاح کے بعد ماں نے نکاح کردیا تو کون سا نکاح ہوا:

سوال: شیخ ولایت مرگئے، ایک بالغہ لڑکی کی شادی وہ خود کرگئے تھے، دوسری نابالغہ چھوڑ گئے اور بیوی اور

دو بھائی بھی چھوڑ گئے، ان دونوں بھائیوں نے بحیثیت ولی نابالغہ کا نکاح بڑے بھائی کے لڑکے سے کر دیا۔ کچھ دن بعد چچاؤں سے پوشیدہ طور پر ماں نے نابالغہ مذکورہ کا نکاح دوسرے مرد سے کر دیا، کون جائز اور کون ناجائز ہوا؟ عقد اول قائم رکھا جائے، یا ثانی؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

اگر واقعہ مذکورہ فی السوال سچ ہے تو پہلا نکاح جو ولی (چچا) نے کر دیا ہے، وہ جائز و درست ہے اور اس کے بعد دوسرا نکاح جو ماں نے اپنی اجازت سے کر دیا ہے، وہ ناجائز اور باطل ہے؛ اس لیے پہلا نکاح قائم ہے اور دوسرے کو ساقط سمجھنا چاہیے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۱۳۵۲/۱۲/۱۹ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۷۰/۴-۲۷۱)

پندرہ سالہ لڑکی بالغہ ہے نابالغہ کا ولی چچا ہے:

سوال: کریم جس نے اپنی نواسی شکورن کا کہ جس کی عمر اس وقت قریب پندرہ سال کی ہے، نکاح شیخ محمد سے کر دیا، اس کی ماں اور چچا کہتے ہیں کہ شکورن کی عمر گیارہ سال کی ہے۔ آیا نانا کو حق نکاح کرنے کا بغیر رضا چچا و ماں ہے کہ نہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

لڑکی جب تک پوری پندرہ برس کی ہو کر سولھواں سال شروع نہ ہو جاوے، اس وقت تک شرعاً اس کے بالغہ ہونے کا نکاح کا ولی بصورت موجود ہونے چچا حقیقی کے نانا نہیں ہے۔

پس نانا نے جو نکاح شکورن نابالغہ کا بلا اجازت چچا کے کیا، وہ موقوف ہے چچا کی اجازت پر، اگر چچا اس کو جائز رکھے، صحیح ہوگا، ورنہ باطل ہو جاوے گا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳۴/۸)

چچا کے رہتے ہوئے ماں کی ولایت نہیں:

سوال: ہندہ بیوہ ہوگئی، اس کی دو لڑکیاں نابالغ ہیں، ہندہ نے دوسرا نکاح کیا اور اب شوہر ثانی لڑکیوں کا عقد کر دیویں تو کوئی حرج و گناہ تو نہیں ہے اور ہندہ کے شوہر متوفی کے ذمہ جو قرضہ تھا، اس کا دیندار کون ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

اس صورت میں ولی نابالغوں کے نکاح کا ان کا چچا ہے، بموجودگی چچا کے ماں کو ولایت نکاح کی نہیں پہونچتی اور

---

(۱) الفتاویٰ الخانية على هامش الفتاویٰ الهندية: ۱۶۳/۱

(۲) (الوالي في النكاح) ...(العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الإرث والحجب) فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته. (الدر المختار، باب الولي: ۴۲۷/۲-۴۳۲، ظفير)

شوہر ثانی کسی حال میں ولی نہیں ہے۔شرعی مسئلہ یہی ہے،(۱)اور قرضہ متوفی کا کسی کے ذمہ نہیں ہوتا،اگر بہت کچھ ترکہ چھوڑے تو اس میں سے ادا کیا جاوے اور اگر نہ چھوڑے تو وارثوں کے ذمہ ادا کرنا قرض کا لازم نہیں ہے،اگر تبرعاً کوئی ادا کردے تو اس کو اختیار ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۴/۸-۳۵)

لالچی چچا نابالغہ کا نکاح کرادے تو اس نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر ولی باپ،دادا کے علاوہ چچا ہو اور اس نے نابالغہ بچی کا نکاح طمع ولالچ میں کہیں کردیا اور اس کا طمع ولالچ یقینی ہو،اس کے اعمال سابقہ سے اس کا تجربہ بھی ہو چکا ہو تو یہ عقد نکاح ہوگا،یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اگر کسی نابالغ بچہ وبچی کا نکاح باپ دادا کے سوا دوسرا ولی مثلاً چچا وغیرہ کرائے تو اگر ولی نے غیر کفو میں نکاح کیا ہے تو وہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا اور اگر کفو (مال اور پیشے وغیرہ کے اعتبار سے برابر میں) کرائے تو بلوغت کے بعد نابالغ کو اختیار ہے،چاہے نکاح کو باقی رکھے،یا فسخ کرے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں مذکورہ بچی کا نکاح اگر غیر کفو میں ہوا ہے تو یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا اور اگر کفو میں ہوا ہے تو بعد از بلوغت اس کو اختیار ہے،چاہے نکاح کو برقرار رکھے،یا عدالت کے ذریعہ اپنے نکاح کو ختم کرائے۔

لما فی الهندية (۲۸۵/۱):**فإن زوجهما الأب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما وإن زوجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ وهٰذا عند أبى حنيفة ومحمد رحمهما اللّٰه تعالٰى ويشترط فيه القضاء بخلاف خيار العتق،كذا فى الهداية.**

وفى الدرالمختار (۶۷/۳،باب الولى):**(وإن كان المزوج غيرهما) أى غير الأب وأبيه ولو الأم أوالقاضى ... (لا يصح) النكاح (من غير كفء أوبغبن فاحش) أصلا...(وإن كان من كفء وبمهر المثل صح و) لٰكن (لهما) أى لصغير وصغيرة وملحق بهما (خيار الفسخ) ولو بعد الدخول (بالبلوغ أوالعلم بالنكاح بعده) لقصور الشفقة...(بشرط القضاء) للفسخ.**

وفى الشامية (۶۸/۳):**نعم رأيت فى البدائع مثل ما فى الكنز حيث قال وأما إنكاح الأب والجد الصغير والصغيرة فالكفاءة فيه ليست بشرط... بخلاف إنكاح الأخ والعم من غير كفء فإنه لا يجوز بالإجماع لأنه ضرر محض،اه.** (نجم الفتاویٰ:۶۶/۵-۶۷)

---

(۱) وأقرب الأولياء إلى المرأة الإبن ثم ابن الابن وإن سفل ثم الأب ثم الجد أبوالأب وإن علا،كذا فى المحيط، ... ثم الأخ لأب وأم، ثم الأخ لأب، ثم ابن الأخ لأب وأم، ثم ابن الأخ لأب وإن سفلوا، ثم العم لأب وأم، ثم العم لأب، ثم ابن العم لأب وأم،الخ.(عالمگیری کشوری، كتاب النكاح،الباب الرابع فى الأولياء فى النكاح: ۲۹۱/۲،ظفير)

لڑکی کا نکاح ماں نے کیا، چچا نے رد کر دیا، پھر اجازت دی تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک عورت بیوہ نے اپنی دختر کا نکاح اپنی ولایت سے کر دیا؛ لیکن لڑکی کے چچا زندہ ہیں، وہ اس وقت موجود نہ تھے، جب چچا کو خبر ہوئی تو انہوں نے شور وشر کے بعد بعوض کسی لالچ کے راضی ہو کر اسٹامپ پر تحریر کر دیا کہ ہم نے برضا ورغبت خود اسی نکاح کو منظور کیا۔ شرعاً یہ نکاح معتبر ہے، یا غیر معتبر؟

الجواب

اس صورت میں ولی شرعی نابالغہ کے نکاح کا چچا تھا، والدہ ولی نہ تھی؛ لیکن اگر چچا اتنا دور تھا کہ اس سے رائے ومشورہ لینا دشوار تھا اور اس کے انتظار میں فوات کفو کا اندیشہ تھا اور عند البعض تین دن کے سفر پر تو والدہ ولی ہوگئی تھی اور اس کا نکاح کیا ہوا صحیح ہو گیا اور بصورت دوری مذکور نہ ہونے کے والدہ کا کیا ہوا نکاح چچا کی اجازت ورضا پر موقوف تھا، (۱) جب اول خبر نکاح کی سن کر چچا نے انکار کر دیا تو وہ نکاح باطل ہو گیا، بعد کی رضامندی اور اجازت معتبر نہیں ہے، پس وہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۳/۸-۶۴)

ولی کے موجود رہتے ہوئے مراہقہ کی اجازت سے نکاح:

سوال: ذکیہ جس کی عمر تیرہ برس دس ماہ دس روز کی ہے اور سینہ نمودار اور موئے بغل بھی ہو چکا ہے۔ صرف سلسلۂ ایام ابھی شروع نہیں ہوا ہے۔ والد اس کا چھ برس کا چھوڑ کر قضا کیا اور جب اس کی عمر نو برس تھی تو والدہ کا انتقال ہو گیا، چچا اس کا جو ولی تھا، اس کے والدین کی ممات کے بعد کوئی حقوق ولایت وکفالت تا ایں دم ادا نہیں کیا اور کبھی پرسان حال بھی نہ ہوا کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہے؛ بلکہ بعد ممات اس کے والدین ذکیہ اپنے رشتہ داروں کے یہاں پرورش پاتی رہی اور ذکیہ کے والد کی جو جائداد متروکہ پدری ہے، اس کے محاصل کو بھی اس کا چچا غصباً کھاتا رہا اور ایک حبہ بھی کبھی ذکیہ، یا اس کی بہن وغیرہ کو نہ دیا۔ ذکیہ کے دو بھائی، ایک بہن بھی ہیں، جن میں سے ایک کی عمر دس اور دوسرے کی بارہ برس ہے، دونوں نابالغ ہیں اور ہمشیرہ کی شادی ہو چکی ہے۔ ان دنوں اس کا بہنوئی کفالت اس کی کرتا ہے اور بہنوئی کی خواہش ہوئی کہ اپنے بھائی سے اس کا عقد کر دے اور اس بات پر ذکیہ اور اس کی بڑی ہمشیرہ بھی

(۱) (الوالی فی النکاح) ... (العصبة بنفسه) ... (علی ترتیب الإرث والحجب) ... (فإن لم یکن عصبة فالولایة للأم) ... (وللولی الأبعد التزویج بغیبة الأقرب) فلوزوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته ... (مسافة القصر) واختار فی الملتقی مالم ینتظر الکفء الخاطب جوابه،الخ.(الدرالمختار، باب الولی: ۴۳۲/۲-۴۳۳،ظفیر)

(۲) جیسا کہ اس مسئلہ میں ہے۔

ولو استأذنها فی معین فردت ثم زوجها منه فسکتت صح فی الأصح بخلاف ما لوبلغها فردت ثم قالت: رضیت، لم یجز لبطلانه بالرد. (الدرالمختار علی هامش ردلمحتار باب الولی: ۴۱۲/۲،ظفیر)

راضی ہوگئی، چناں چہ چچا کی اجازت کے بغیر اس کی اجازت سے اس کا نکاح کر دیا گیا اور بعض لڑکیاں جو ذکیہ سے عمر میں کم ہیں، حائضہ بھی ہوچکی ہیں، البتہ ذکیہ بوجہ تکالیف اور عسرت سے زندگی بسر کرنے کے ابھی حائضہ نہیں ہوئی ہے؛ لیکن علامات بلوغ مثلاً ظہور سینہ وغیرہ مندرجہ صدر موجود ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ صورت مسئولہ میں ذکیہ بالغہ ہے، یا نہیں؟ اور اس کی اجازت اس کے عقد کے لیے کافی ہے، یا نہیں؟

مسائل ہذا کے استفتا کے ساتھ ایک خط ہے، جس میں لکھا ہے کہ ذکیہ کو وقت جماع شب اول اخراج ہوا، اب تو وہ بالغہ ہے۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

ذکیہ کا ولی قریب چچا ہے، بغیر اس کی اجازت کے نکاح نہیں ہوسکتا ہے، (۱) اور جو کچھ اپنے بلوغ کے ثبوت میں لکھا ہے، وہ کافی نہیں ہے؛ اس لیے لڑکی کی اجازت سے جن لوگوں نے اس کا نکاح کر دیا ہے، وہ سخت گنہ گار ہیں، ان لوگوں کو لازم تھا کہ معتبر علما سے مسئلہ دریافت کر کے نکاح کرتے۔ استفتا کے ساتھ جو خط آپ نے بھیجا ہے، اس کو دیکھ کر سخت افسوس ہوا۔ مسلمانوں کی جہالت اس درجہ تک پہونچ گئی ہے کہ نہ مسئلہ جانتے ہیں، نہ پوچھتے ہیں، نہ خدا سے ڈرتے ہیں۔ (إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون) آپ نے لکھا ہے کہ ''شب اول وقت جماع اخراج ہوا''، یہ اخراج آپ نے بلوغ کا ثبوت سمجھا ہے۔ اوّلاً اگر یہ قبل نکاح ہوتا تو البتہ شبہ بلوغ کا ہوتا اور اس سے اجازت لے کر نکاح کرنا آپ لوگ جائز سمجھتے؛ مگر جب بعد نکاح ہوا تو بہر صورت نکاح باطل ہوا۔ دوسرے اس خون کو خون حیض سمجھنا ہی غلط ہے۔ ایسا نکاح کرانے والے اور خلوت صحیحہ کرا دینے والے سخت گنہ گار ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ وگریہ وزاری کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد قمر الدین پھلواروی، ۱۳۴۵/۶/۱۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۲۶۰-۲۶۱)

چچا نے بھتیجی کا نکاح کیا؛ مگر بائیس سال کی عمر میں لڑکی نے دوسری شادی کر لی، کیا حکم ہے:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کے چچا اور ماموں اور والدہ نے پڑھا دیا، ان کے سوا اور کوئی ولی نہ تھا، بائیس سال کی عمر کے بعد لڑکی نے نکاح سے انکار کیا کہ میرا نکاح نہیں ہوا اور سرکار میں دعویٰ کر کے دوسرا نکاح پڑھا لیا اور خاوند کے گھر چلی گئی، بعد اتنی مدت کے دعویٰ لڑکی کا صحیح رہا، یا نہیں؟ اور دوسرے نکاح میں جو لوگ باوجود علم کے شامل تھے، ان کے نکاح باقی رہے، یا ٹوٹ گئے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

جب کہ اور کوئی اقرب نابالغہ کا مثل باپ دادا اور بھائی کے موجود نہ تھا تو چچا ولی تھا، جو نکاح اس نے کیا، وہ صحیح

(۱) (الوالی فی النکاح) لا المال (العصبة بنفسه)... (علی ترتیب الإرث والحجب). (الدر المختار: ۲/۳۱۱)

ہو گیا،(۱) بائیس سال کی عمر میں لڑکی کا انکار اس نکاح سے معتبر نہیں ہے اور دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا، جو لوگ باوجود نکاح اول کے علم کے دوسرے نکاح میں شامل وشریک وساعی ہوئے، وہ گنہگار ہوئے، توبہ کریں؛ مگر ان کے نکاح نہیں ٹوٹے؛ کیوں کہ نکاح مرتد کافر ہونے سے ٹوٹتا ہے اور وہ کافر ومرتد نہیں ہوئے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۳/۸)

ولی ابعد نے نکاح کر دیا، ولی اقرب نے انکار کر دیا، پھر کچھ دنوں بعد اجازت دے دی، کیا حکم ہے:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ نکاح اس کی ماں اور حقیقی دادا کے بھائی نے لڑکی کے چچا حقیقی کی پوشیدگی میں جو شہر ہی میں تھا اور اس نکاح سے لاعلم تھا، کر دیا، بعد کو جب لڑکی کے چچا کو نکاح کا حال معلوم ہوا تو اس نے نامنظوری کا اظہار کیا؛ لیکن کچھ دنوں کے بعد راضی ہو گیا تو یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

اس صورت میں جب کہ باپ دادا حقیقی موجود نہ تھا تو چچا ولی نابالغہ کا ہے والدہ اور دادا کا بھائی ولی نہیں ہے، پس جب کہ چچا نکاح کی خبر سن کر انکار کر دیا، وہ نکاح فسخ ہو گیا، بعد میں راضی ہونے سے پھر وہ فسخ شدہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۸/۸)

چچا لاپتہ ہو تو کیا نابالغہ کا سوتیلا باپ ولی ہو سکتا ہے:

سوال: ایک عورت کی شادی کسی شخص سے ہوئی، اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، بعدہ شوہر کا انتقال ہو گیا، اس نے بعد عدت دوسرے مرد زید سے نکاح کیا، ابھی لڑکی نابالغہ ہے، لڑکی کا چچا لاپتہ ہے، اس کی موت وحیات کا کوئی علم نہیں ہے تو کیا اس عورت کا شوہر ثانی اس نابالغہ کا نکاح کر سکتا ہے۔ نابالغہ کا باپ دادا بھائی کوئی زندہ نہیں ہے۔

الجوابــــــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جب کہ نابالغہ کا باپ دادا بھائی زندہ نہیں ہے اور چچا کی حیات وموت کا حال معلوم نہیں ہے تو پھر اگر کوئی دوسرا عصبہ بھی نہیں ہے تو اس کی ماں کی اجازت سے نکاح ہو سکتا ہے، ماں بھی نہ ہو تو کوئی ذوی الارحام میں سے اجازت دے، وہ بھی نہ ہو، قاضی شریعت کی اجازت سے نکاح ہو سکتا ہے؛ لیکن اس کی ماں کا شوہر ثانی (زید) ولی بالنکاح نہیں ہو سکتا ہے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۱۳۵۷/۱/۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۷۳-۲۷۲/۴)

---

(۱) وأقرب الأولياء إلى المرأة الإبن ثم ابن الابن وإن سفل ثم الأب ثم الجد أبو الأب وإن علا، كذا في المحيط، ... ثم الأخ لأب وأم، ثم الأخ لأب، ثم ابن الأخ لأب وأم، ثم ابن الأخ لأب وإن سفلوا، ثم العم لأب وأم، ثم العم لأب، ثم ابن العم لأب وأم،الخ. (عالمگيرى مصرى،الباب الرابع فى الأولياء فى النكاح: ٢٦٥/٢،ظفير)

(٢) فلوزوج الأبعد حال قيام الاقرب توقف على إجازته. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار،باب الولى: ٤٣٢/٢، ظفير) بخلاف مالوبلغها، فرددت، ثم قالت: رضيت، لم يجز لبطلانه بالرد. (الدرالمختار،باب الولى: ٤٢١/٢،ظفير)

(٣) (وللولى الأبعد التزويج بغيبة الأقرب). (تنويرالأبصار على هامش ردالمحتار: ٣١٥/٢) (فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم) ... (ثم لذوى الأرحام) ... (ثم للسلطان ثم لقاض). (تنويرالأبصار على هامش ردالمحتار: ٣١٣/٢)

سوتیلے چچا، ماموں وخالہ میں ولی کون ہوگا:

سوال: ایک چودہ سالہ لڑکی جس کے رشتہ داروں میں دوسوتیلے چچا، ایک ماموں اور خالہ موجود ہیں، اس کا ولی بالنکاح ان میں سے کون ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں اگرلڑکی نابالغہ ہے تواس کے نکاح کے ولی قریب دونوں علاتی چچا ہیں، ان میں سے جو چچا اس کا نکاح کردے گا، جائز ودرست ہوگا،(۱) اوراگرلڑکی بالغہ ہوتو وہ خود اپنے نکاح کی اجازت دے سکتی ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۱/۸/۱۳۶۸ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲۷۳/۴-۲۷۴)

مساوی ورثاء میں سے کسی ایک کا نابالغ لڑکی کا نکاح کرادینے کا حکم:

سوال: اگر کسی نابالغ لڑکی کا باپ فوت ہوجائے اوراس کے اولیا میں تین چچا ہوں اور ان میں سے ایک چچا اس بچی کا نکاح کرادے تو کیا یہ نکاح صحیح ہوگا، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں چوں کہ لڑکی کے تینوں چچا رشتے میں مساوی ہیں اور قرابت میں تجزیہ بھی نہیں ہوسکتا ہے؛ اس لیے راجح مذہب یہ ہے کہ تینوں چچا میں سے کوئی ایک چچا بھی لڑکی کا نکاح کرادے تو جائز ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں۔

قال العلامة السرخسي: وإذا اجتمع في الصغيرة أخوان لأبّ وأُمٍّ فأيهما زوجها جاز عندنا ... علٰى أن كل واحد منهما ينفرد بالعقد والمعنى فيه أن سبب الولاية هوالقرابة وهو غير محتمل للوصف بالتجزي، إلخ. (المبسوط: ۲۱۸/٤، كتاب النكاح، باب نكاح الصغير والصغيرة)(۲)(فتاویٰ حقانیہ:۳۸۵/۴)

چچیرے دادا اور چچا میں ولی کون ہوگا:

سوال: ایک نابالغہ ۶/سالہ جس کی پرورش اس کے چچا نے کی ہے، اس کا نکاح اس کے چچیرے دادا نے بغیر

(۱) (الوالي في النكاح) ... (العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الإرث والحجب). (الدرالمختار: ۳۱۵/۲)
أما العصبة بنفسه...وهم أربعة أصناف جزء الميت وأصله وجزء أبيه وجزء جده الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة. (السراجي: ۲۲)

(۲) (فنفذ نكاح حرّة مكلّفة بلا رضى(ولي). (الدرالمختار: ۲۹۶/۲)

(۳) قال العلامة ابن عابدين: (قوله لثبوته لكل كملا) لأنه حق واحدٌ لايتجزأ لأنهٗ ثبت بسببٍ لايتجزأ. (رد المحتار: ۳۲۳/۲، كتاب النكاح، باب الولي)/ومثلهٗ في الهندية: ۲۸٤/۱، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء)

رضامندی اور بغیر مشورہ چچا کے، چچا کی عدم موجودگی میں کردیا،لڑکی کے والدین نہیں ہیں، اس کا ولی قریب کون ہے اور نکاح جائز ہوا، یانہیں؟ جس سے نکاح ہوا ہے، اس سے لڑکی راضی نہیں ہے۔اب وہ بالغہ ہے۔کیا اس کا دوسرا نکاح ہوسکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

نابالغہ مذکورہ کا ولی بالنکاح اس کا چچا ہے، بشرطیکہ بالغ ہو،(۱) بالغ چچا کے رہتے ہوئے چچیرے دادا کو نکاح کردینے کا حق نہیں تھا؛ اس لیے جو نکاح چچیرے دادا نے کردیا، وہ نکاح چچا کی منظوری پر موقوف ہے، اگر چچا نے صاف طور پر اپنی رضامندی ظاہر کردی تو نکاح منعقد ہوگیا اور اگر ناپسند کردیا ہوتو نکاح منعقد نہیں ہوا، (۲) اگر نکاح منعقد ہو چکا بھی ہوتو نابالغہ کو خیار بلوغ (متصلاً) حاصل تھا، اگر اس نے خیار بلوغ سے بعد بلوغ کام نہ لیا ہوتو اب اس کو خیار بلوغ سے فائدہ اٹھانے کا حق نہیں ہے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۱۹/۴/۱۳۵۷ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۷۴/۴-۲۷۵)

نابالغہ کا ماموں نکاح کردے تو اس کے چچا کی اجازت پر موقوف ہوگا:

سوال: ہندہ کے ماموں نے ہندہ کا عقد بلا اجازت چچا کے لڑکپن ہی میں کردیا۔ ہندہ بعد بلوغ شوہر کے یہاں گئی، ایک لڑکا بھی پیدا ہوا؛ لیکن چچا اب تک اس شادی سے ناراض ہی ہے اور کہتا ہے کہ ہم دوسرا عقد کردیں گے تو اس صورت میں ہندہ کا عقد ثانی صحیح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ براہ مہربانی جواب سے سرفراز فرمادیں، ہندہ بھی پہلی شادی سے خوش نہیں ہے؛ بلکہ آج قریب آٹھ نو برس سے شوہر کے یہاں سے جو آئی ہے، جانے کا نام نہیں لیتی۔

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں ماموں نے جس وقت نکاح ہندہ کا کردیا تھا، اگر اس وقت چچا نے نکاح کو جائز کردیا تھا تو نکاح صحیح ہوا اور بعد بلوغ ہندہ کا شوہر کے ساتھ رہنا سہنا سارے تعلقات درست ہوئے؛ کیوں کہ ولی اقرب کے رہتے ہوئے ولی ابعد اگر نکاح کردے تو نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ اگر جائز کیا تو جائز، ورنہ رد ہوجائے گا۔

مبسوط میں ہے:

فإن زوّجها الأبعد والأقرب حاضر توقّف على إجازة الأقرب لأن الأبعد كالأجنبى عند حضرة الأقرب فيتوقّف عقده على إجازة الولى. (كتاب النكاح: ٤/ ٢٢٠)

---

(۱) (الوالى فى النكاح) ... (العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الإرث والحجب). (الدرالمختار: ٣١٥/٢)

(۲) لوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب توقّف على إجازته. (الدرالمختار: ٣١٥/٢)

(۳) إذا بلغت الصغيرة وقد علمت بالنكاح فسكتت فهورضا وإن لم تعلم بالنكاح فلها الخيار حتى تعلم (الهداية، باب الأولياء والأكفاء: ٣١٧/٢)

اور اگر ماموں کے نکاح کردینے کو چچا نے رد کردیا تھا تو نکاح ہندہ کا صحیح نہیں ہوا اور سارے تعلقات ناجائز وحرام ہوئے اور نکاح ثانی کرنا صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۶؍۳؍۱۳۴۴ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۴؍۲۹۴)

چچا، ماں اور بہن میں ولی کون ہوگا:

سوال: لڑکی نابالغہ یا بالغہ کی ماں، بڑی بہن، بہنوئی اور اپنا چچا موجود ہو تو ان سب میں ان کا ولی بالنکاح کون ہوگا؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

جب نابالغہ لڑکی کے باپ، دادا اور بھائی نہ ہوں تو اس کا ولی بالنکاح چچا ہوتا ہے،(۱) چچا کے سوا کسی کو نکاح کرنے کا اختیار نہیں ہے اور جو لڑکی بالغہ ہو یا پندرہ برس کی ہوگئی ہو تو وہ خود اپنا نکاح کرسکتی ہے، اس کے نکاح کی اجازت کے لیے کسی ولی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی:۲۱؍۲؍۱۳۷۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۴؍۲۸۵)

چچیرے چچا کی موجودگی میں دور کے چچا کا نکاح کردینا:

سوال: فیروزہ نابالغہ کا نکاح دور کے رشتہ کے چچا نے اپنی اجازت سے کردیا، حالاں کہ فیروزہ کا اپنا چچیرا چچا موجود ہے، وہ اس نکاح سے راضی نہیں ہے، وہ فیروزہ کا نکاح دوسری جگہ کرنا چاہتا ہے۔ اس صورت میں پہلے نکاح کو صحیح سمجھا جائے گا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں فیروزہ نابالغہ کا چچیرا چچا اس کا ولی قریب ہے اور جس نے نکاح کی اجازت دی ہے اس کا رشتہ اس چچیرے چچا کی بہ نسبت دور کا پڑتا ہے اور چچیرے چچا کی اجازت سے نکاح نہیں ہوا تو وہ فیروزہ نابالغہ کا نکاح دوسرے سے کرسکتا ہے،(۳) یا بلوغ کے بعد فیروزہ خود اپنا نکاح کرسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۱؍۱؍۱۳۷۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۴؍۲۸۶)

ماں اور چچا میں نکاح کا ولی کون ہوگا:

سوال: نابالغہ ۱۴؍سالہ کی نسبت جو ماں نانی طے کرتی ہے، وہ چچا کو ناپسند ہے اور جو نسبت چچا طے کرتا ہے، وہ

---

(۱) (الوالی فی النکاح) ... (العصبة بنفسه) ... (علی ترتیب الإرث والحجب).(الدر المختار: ۲؍۳۱۵)

(۲) (فنفذ نکاح حرّة مکلّفة بلا) رضا(ولی).(الدر المختار: ۲؍۲۹۶)

(۳) (الوالی فی النکاح) ... (العصبة بنفسه) ... (علی ترتیب الإرث والحجب).(الدر المختار: ۲؍۳۱۵)

لوزوّج الأبعد حال قیام الأقرب توقّف علی إجازته.(الدر المختار: ۲؍۳۱۵)

ان لوگوں کو ناپسند ہے؛ اس لیے چچا اجازت دینے سے انکار کرتا ہے۔ صحت نکاح کی کیا صورت ہے، کیا لڑکی خود اجازت دے سکتی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں بغیر اجازت ورضا مندی چچا کے نکاح درست نہیں ہوگا؛ اس لیے ضرورت ہے کہ چچا کو راضی کرکے اجازت لی جائے، لڑکی جب تک بالغہ نہ ہوجائے، یا پورے ۱۵؍سال کی نہ ہوجائے، اس کو خود اجازت دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۸۹/۴)

چچیرے چچا کے موجود رہتے ہوئے ماموں کو ولایت نکاح حاصل نہیں ہے:

سوال: ہندہ نابالغہ کا نکاح زید بالغ کے ساتھ کیا ہندہ کے والد انتقال فرما چکے ہیں، ہندہ کے چچیرے چچا کے موجود رہتے ہوئے ہندہ کے ماموں نے ولی بن کر ہندہ کا نکاح زید بالغ کے ساتھ کردیا، آیا یہ نکاح درست ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں جب کہ نابالغہ ہندہ کا نکاح اس کے چچیرے چچا کے موجود رہتے ہوئے اس کے ماموں نے کردیا اور چچیرے چچا کی بہ نسبت ہندہ کا کوئی ولی قریب نہیں ہے تو اس کا نکاح چچیرے چچا کی رضامندی اور منظوری پر موقوف تھا، اگر ہندہ کے نکاح سے راضی تھا، یا بعد نکاح منظور کرلیا تو نکاح منعقد ہوگیا اور اگر راضی نہیں تھا، یا نامنظور کردیا تو نکاح شرعاً نہیں ہوا۔

الدرالمختار، باب الولی: ۳۱۵/۲ میں ہے:

فلوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب توقّف على إجازته. (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مصطفیٰ مفتاحی، ۲۹؍شعبان ۱۴۰۴ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۸۹/۴-۲۹۰)

باپ پاگل ہو تو چچا نکاح کراسکتا ہے:

سوال: ہندہ نابالغہ کا عقد بوجہ پاگل ہونے اس کے باپ کے اس کے چچا عبدالکریم نے تصور حسین سے اپنی ولایت سے کردیا، لہٰذا یہ عقد صحیح ہوا، یا نہیں؟

---

(۱) (الوالي في النكاح) ... (العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الإرث والحجب) ... (فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم). (الدرالمختار على هامش رد المحتار: ۳۱۱/۲-۳۱۲)

(۲) الدرالمختار، باب الولي: ۸۱/۳، دارالفكر بيروت، انيس

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر یہ سچ ہے کہ ہندہ نابالغہ ہے اور اس کا باپ پاگل ہے تو جو نکاح چچا نے اپنی ولایت سے کر دیا ہے، وہ صحیح ہوا؛ مگر ہندہ کو خیار بلوغ حاصل ہوگا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس (فتاویٰ امارت شرعیہ:۴/۲۹۱)

چچا کی اجازت کے بغیر نابالغہ لڑکی کا نکاح والدہ نے ڈوم کے لڑکے سے کر دیا:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کی والدہ نے ایک ڈوم لڑکے سے بلا اجازت تایا چچا کے کر دیا، اب لڑکی سن شعور کو پہنچی، عمر تیرہ سال ہے، اس نکاح سے متنفر ہے اور اپنے چچاؤں سے دوبارہ فسخ نکاح میں امداد طلب کرتی ہے۔ کیا لڑکی کی فریاد پر اس کے چچاؤں کا مدد کرنا واجب ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ

اگر یہ لڑکی کسی شریف خاندان کی ہے اور ڈوم اس کا کفو نہیں ہے تو یہ نکاح شرعاً منعقد ہی نہیں ہوا، اب لڑکی کو بعد بلوغ خود اختیار حاصل ہے کہ جہاں چاہے نکاح کر لے۔

لما فی باب الولی من الدرالمختار: (وإن كان المزوج غيرهما) أى غير الأب وأبيه ولو الأم أو القاضى أووكيل الأب[إلى قوله](لايصح) النكاح (من غير كفء أو بغبن فاحش أصلا). (رد المحتار: ۳۳۱/۲) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۷ صفر ۱۳۵۰ھ (امداد المفتین: ۲/۴۴۱)

نابالغہ کا نکاح بہن نے کر دیا تو نکاح ہوا، یا نہیں:

سوال: نابالغہ کی شادی بہن نے کر دی، بہنوئی نے شاید اجازت دی، حالاں کہ چچا، حقیقی بھائی نابالغ اور چچیرے بھائی موجود تھے، پھر جب لڑکی بالغہ ہوئی اور لڑکا نابالغ ہی رہا، پنچوں کی رائے ہوئی کہ وہ نکاح صحیح نہیں ہے اور لڑکی بھی وہاں جانے سے انکار کرتی رہی؛ اس لیے برادری کی رائے سے دوسری شادی کر دی گئی، جس سے تین لڑکے ہیں، کون نکاح صحیح اور کون باطل ہے؟

---

(۱) **(الوالى فى النكاح) ... (العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الإرث والحجب).(الدرالمختار: ۳۱۱/۲)**

لوفعل الأب أو الجد عند عدم الأب لايكون للصغير والصغيرة حق الفسخ بعدالبلوغ وإن فعل غيرهما فلهما أن يفسخا بعد البلوغ.(ردالمحتار باب الولى: ۳۰۶/۲)

لوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب توقّف على إجازته.(الدرالمختار)

(قوله: حال قيام الأقرب) أى حضوره وهو من أهل الولاية أما لوكان صغيراً أو مجنوناً جاز نكاح الأبعد.(ردالمحتار،باب الولى: ۳۱۵/۲)

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

پہلا نکاح اگر بلا اجازت واسترضاء ولی (چچا) کے ہوا تھا تو وہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا تھا،(۱) اور دوسرا نکاح اگر بالغہ کی رضامندی سے ہوا ہے تو صحیح ہوا ہے، اس کے علاوہ اگر پہلا نکاح صحیح بھی منعقد ہوا ہو تو جب عورت نے بلوغ کے بعد عدم رضا کا اظہار کیا اور برادری کے مقرر شدہ پنچوں نے نکاح فسخ کردیا اور دوسرا نکاح کردیا تو یہ صحیح وجائز ہوا،(۲) اور جو اولاد ہوئی وہ سب جائز اور ثابت النسب ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۹/۴/۱۳۵۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۹۴/۴-۲۹۵)

فضولی نابالغہ کا نکاح کردے، پھر ولی رضامندی ظاہر کردے:

سوال: زلیخا نابالغہ کے والد کا انتقال ہو چکا ہے، وہ اپنی ماں کے ساتھ نانی کے یہاں رہتی ہے، عمر نے زلیخا کی شادی زید کے ساتھ کردی، زلیخا کے چچیرے چچا کو شادی کا علم ہوا تو وہ بھی رضامند ہو گئے۔ چچیرے چچا کی رضامندی سے نکاح جائز ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

زلیخا کے جب باپ دادا اپنا بھائی اور اپنا چچا نہیں ہے تو اس کا ولی چچیرا چچا ہوگا؛(۳) اس لیے زلیخا کے نکاح سے جب چچیرا چچا راضی ہو گیا تو نکاح صحیح ہو گیا، اگر وہ راضی نہیں ہوتا تو نکاح نہیں ہوتا۔(۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۴/۱۰/۱۳۷۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۰۸/۴-۳۰۹)

نابالغ ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد کا نکاح کرنا:

سوال: عبدالشکور کا انتقال ہو گیا ہے، اس کی ایک نابالغہ لڑکی فاطمہ ہے، فاطمہ کا بھائی شاکر جو نابالغ ہے، موجود ہے۔ فاطمہ کا نکاح اس کے چچا نے انور سے کردیا تو ایسی صورت میں یہ نکاح شرعاً صحیح ومنعقد ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

ولی اقرب نابالغ ہو اور ولی ابعد جو بالغ ہے، نکاح کردے تو نکاح شرعاً صحیح ومنعقد ہو جاتا ہے۔

---

(۱) لوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب توقّف على إجازته. (الدرالمختار: ۳۱۵/۲)

(۲) خیار بلوغ کی صورت میں فسخ نکاح کے لیے قضاء قاضی شرط ہے اور جہاں قاضی شرع نہ ہوں وہاں مسلمان پنچوں کا فیصلہ معتبر ہوگا۔

وإن زوّجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ وهذا عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما اللّٰه تعالىٰ و يشترط فيه القضاء. (الفتاوىٰ الهنديه: ۲۸۵/۱)

(۳) (الوالي في النكاح)... (العصبة بنفسه)... (على ترتيب الإرث والحجب). (الدرالمختار: ۳۱۱/۲)

(۴) لوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب توقّف على إجازته. (الدرالمختار: ۳۱۵/۱)

فلوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب توقّف على إجازته. (الدرالمختار)

(قوله: حال قيام الأقرب) أى حضوره وهو من أهل الولاية أمالو كان صغيراً أو مجنوناً جاز نكاح الأبعد. (ردالمحتار، باب الولی: ۳۱۵/۲)

لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر یہ صحیح ہے کہ چچا نے نابالغہ فاطمہ کا نکاح انور سے کردیا تو یہ نکاح شرعاً صحیح ومنعقد ہوا اور دونوں میاں بیوی ہوئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سہیل احمد قاسمی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۰۲/۴)

باپ مفقود الخبر ہوتو چچا نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں اور چچا کے اس نکاح کو باپ توڑ سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: اگر پدر نابالغہ مفقود الخبر باشد و برادران پدر موجود ولایت نکاح نابالغہ بآں برادران پدر ہست، یانہ؟ ونکاحیکہ اوشان بہ غیبوبت پدر کنند اگر پدرش واپس آید آں نکاح را فسخ کردن می تواند، یانہ؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

ہرگاہ پدر مفقود باشد برادران را ولایت نکاح نابالغہ ہست ونکاحیکہ اوشان کردند پدر بعد واپس آمدن اورا فسخ نمی تواند کرد۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۸/۸)

پھوپی نے نکاح کیا اور ولی نے رد کردیا تو نکاح نہیں ہوا:

سوال: ایک یتیمہ کے چار ولی ہیں، اس ترتیب سے باپ کا سوتیلا چچا، نانا حقیقی، بہن حقیقی، پھوپی حقیقی، پھوپی نے اپنے لڑکی سے اپنی اجازت سے یتیمہ کا نکاح پڑھوالیا، تینوں ولیوں نے جب سنا تو رد کردیا تو عندالشرع نکاح فسخ ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

کتب فقہ میں ہے: (الوالى فى النكاح) ... (العصبة بنفسه)، الخ. (۲)

پس صورت مذکورہ میں ولی نابالغہ یتیمہ کے نکاح کا اس کے باپ کا علائی چچا ہے، پس جب کہ نکاح مذکور کو اس نے رد کردیا، وہ نکاح فسخ ہوگیا۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۳/۸-۴۴)

---

(۱) (وللولى الأبعد التزويج بغيبة الأقرب) ... (ولا يبطل تزويجه) السابق (بعود الأقرب) لحصوله بولاية تامة. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولی: ۴۳۲/۲-۴۳۴، ظفیر)

(۲) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولی: ۴۲۷/۲، ظفیر

(۳) فلو زوج الأبعد حال قيام الاقرب توقف على إجازته. (الدرالمختار) فلم يجعلوا سكوته إجازة والظاهر أن سكوته هنا كذلك، فلا يكون سكوته إجازة لنكاح الأبعد وإن كان حاضراً فى مجلس العقد مالم يرض صريحا أودلالة. (ردالمحتار، باب الولی: ۴۳۲/۲-۴۳۳، ظفیر)

ولی عصبہ چچیرے کی رضا کے خلاف ماں نے نابالغہ کا نکاح کیا درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اسکی والدہ نے بموجودگی اس کے چچیرے اور چچا اور نابالغ بھائی کے اور بدون رضامندی ان دونوں کے کردیا، یہ نکاح جائز ہے، یانہیں؟ اور دوسرا نکاح لڑکی کا درست ہے، یانہیں؟

الجواب

اس صورت میں نابالغہ کے نکاح کا ولی رشتہ کا چچا ہے، بھائی بسبب نابالغ ہونے کے ولی نہیں ہے، پس بدون رضامندہ چچیرے چچا کے نکاح نابالغہ کا نہیں ہوا، اگر اس نے ماں کے نکاح کئے ہوئے کو باطل کردیا تھا اور انکار کردیا تھا تو دوسرا نکاح اس لڑکی کا درست ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۸/۸)

دو برابر کے دلیوں میں جس نے پہلے نکاح کردیا وہ جائز ہے اور دوسرا باطل:

سوال: مسماۃ نعمت جس کی عمر ۱۳/سال، ۷/ماہ کی تھی، اس کے برادر چچازاد کلاں نے اس کا نکاح اپنی ولایت سے اپنے منجھلے برادر زادہ سے کردیا، اسی رات کو اس کے برادر چچازاد خورد نے مسماۃ کا نکاح ایک دوسرے شخص مسیتا سے کردیا، کون سا نکاح صحیح ہوا؟ اور کون سا باطل ہوا؟ اب عمر مسماۃ کی ۱۶ سال اور چند ماہ کی ہے، وہ اس نکاح بیزار ہے تو مسماۃ کو فسخ نکاح کا اختیار ہے، یانہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے:

ولوزوجها وليان مستويان قدم السابق فإن لم يدر أو وقعا معا بطلا.(۲)

پس معلوم ہوا کہ جب کہ ہر دو برادر چچازاد کے سوا اور کوئی ولی اقرب اس لڑکی کا نہ تھا اور یہ دونوں برادران چچازاد ولی بدرجہ مساوی ہیں تو جس کا نکاح پہلے ہوا، وہ صحیح ہوا اور پچھلا باطل ہوا، لہذا برادر چچازاد کلاں نے جو نکاح کچھ پہلے کیا، وہ صحیح ہوا اور برادر چچازاد خورد نے جو نکاح کچھ بعد کیا، وہ ناجائز و باطل ہوا۔ اب باقی رہا خیار فسخ بلوغ، سو اس میں قضاء قاضی شرط ہے، بدون قضاء قاضی کے نکاح فسخ نہ ہوگا اور یہ بھی شرط ہے کہ نابالغہ بفور بلوغ عدم رضا اپنی ظاہر کردے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۴/۸)

---

(۱) فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته.(الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۴۳۲/۲، ظفير)

(۲) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۳۲/۲، ظفير

(۳) (وإن كان المزوج غيرهما) أى غير الأب وأبيه ... (وإن كا ن من كفء وبمهرالمثل صح و)لكن (لهما) أى لصغير وصغيرة وملحق بهما (خيار الفسخ) ولو بعد الدخول (بالبلوغ أو العلم به) ... (بشرط القضاء للفسخ،الخ.(الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۱۹/۲، ظفير)

دو برابر کے ولیوں میں سے یاک نے اپنے پوتے سے نکاح کردیااور دوسرے نے اپنے بیٹے سے کون صحیح ہوا:

سوال: دو برابر کے ولی میں سے ایک چچانے نابالغہ کی شادی اپنے پوتے سے کردی اور دوسرے نے اپنے بیٹے سے، اس میں کون نکاح درست ہوا؟

الجواب

قال فی الدرالمختار: ولوزوجها وليان مستويان قدم السابق فإن لم يدر أو وقعا معا بطلا.(۱) ولاولاية لعبد ولا صغير ولامجنون؛ لأنه لا ولاية لهم على أنفسهم فأولٰى أن لايثبت على غيرهم.(۲)

پس جواب صورت مسئولہ میں یہ ہے کہ ہر دو چچا ولی نکاح صغیرہ کے مساوی درجہ میں ہیں، جونسا ان میں سے پہلے نکاح کردیوے گا، وہی صحیح ونافذ ہوجاتا ہے، قانون مقرر کردہ کے خلاف کرنے بھی نکاح شرعاً ہوجاتا ہے اور پھر حاکم توڑنے سے نہیں ٹوٹ سکتا۔ الحاصل پہلا نکاح تم رہااور دوسرا باطل ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۱۶/۸)

نابالغہ نے بچپن کے نکاح سے انکار کردیا دوسرا نکاح کرلیا، اس نکاح اور نسب کا کیا حکم ہے:

سوال: ہندہ کے باپ کا انتقال ہوگیا تھا، ہندہ کے ایک چچانے دوسرے چچا کے لڑکے سے ہندہ کا صغرسنی میں نکاح کردیا، ہندہ بلوغ کے بعد اپنے شوہر کے گھر نہ گئی، پھر انکار کردیا کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں، بعدمیں اس نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا، جس کو یہ سب واقعہ معلوم تھا۔ ہندہ کے اس دوسرے شوہر سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، اب اس لڑکی کا نسب کس سے ثابت ہوگا اور لڑکی کس کی وارث ہوگی اور اس کا وارث کون ہوگا اور ہندہ کس کے نکاح میں سمجھی جائے گی، شوہر کون تسلیم کیا جائے گا، دونوں نکاح میں کون صحیح ہوا،؟

الجواب

ہندہ کا نکاح اول جو بولایت عم ہوا، شرعاً صحیح ہے اور ہندہ کا انکار اگر بلوغ سے کچھ عرصہ کے بعد ہو، جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے تو وہ معتبر نہیں اور اس انکار سے نکاح سابق میں کچھ خلل نہیں آیا، جیسا کہ درمختار، باب الولی، ص:۴۲۰ میں ہے:

(وإن كان المزوج غيرهما) أی غيرالأب وأبيه [إلى أن قال] (وإن كان من كفء وبمهرالمثل صح و)لكن (لهما) أی للصغير والصغيرة وملحق بهما (خيار الفسخ) ولوبعد الدخول (بالبلوغ أوالعلم بالنكاح بعده) لقصور الشفقة [إلى قوله] (بشرط القضاء) للفسخ (فيتوارثان فيه)،الخ.

قال الشامی:(قوله:للفسخ) أی هذا الشرط إنما هو لفسخ لا لثبوت الاختيار وحاصله أنه إذاكان المزوج للصغيرة غير الأب والجد فلهما الخيار بالبلوغ أو العلم به فإن اختارالفسخ

(۱) الدرالمختار،باب الولی: ۸۱/۳،دارالفكربيروت،انيس

(۲) الهداية، باب الاولياء والأكفاء: ۲۸۷/۲،ظفير)

لايثبت الفسخ إلابشرط القضاء، فلذا فرع عليه بقوله فيتوارثان فيه أى فى هذا النكاح قبل ثبوت فسخه. (۱)

چوں کہ ہندہ مذکور نے بلوغ کے فورا بعد انکار نہیں کیا اور نہ نکاح فسخ کرایا، لہذا اس کا خیار بکر جو اس کو حاصل تھا، باطل ہوگیا۔

قال فى الدرالمختار: (وبطل خيار البكر بالسكوت) لومختارةً (عالمة بـ) أصل (النكاح) ... (ولا يمتد إلىٓ خر المجلس). (۲)

اگر ہندہ کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا تو بھی اس کا خیار بکر سکوت وقت بلوغ سے ساقط ہوگیا۔

قال فى الدرالمختار: (وإن جهلت به) لتفرغها للعلم (بخلاف) خيار (المعتقة). (۳)

پس دوسرا نکاح جو دوسرے شخص نے باوجود نکاح اول کا علم ہونے کا کیا، شرعاً باطل ہے اور کالعدم ہے اور اس دوسرے شخص نے نکاح باطل کر کے جو وطی ہدنہ سے کی، وہ زنا ہے اور اس سے جو لڑکی پیدا ہوئی، اس کا نسب اس شخص سے جو کہ زانی ہے، ثابت نہیں ہے؛ بلکہ اس کا نسب ہندہ کے شوہر اول سے ثابت ہے؛ کیوں کہ نکاح باقی رہنے کی وجہ سے اس کا فراش قائم اور حدیث شریف میں ہے:

"الولد للفراش وللعاهر الحجر". (۴)

قال الشامى: قال فى البحر: لوتزوج بامرأة الغير عالماً بذلک ودخل بها لاتجب العدة عليها حتى لايحرم على الزوج وطؤها وبه يفتى لأنه زنى والمزنى بها لاتحرم على زوجها. (۵)

وفيه أيضاً، من باب العدة: أما نكاح منكوحةالغير ومعتدته فالدخول فيه لايوجب العدة إن علم أنها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا. (۶)

وفى الدرالمختار، فى فصل ثبوت النسب: وقد اكتفوا بقيام الفراش بلادخول كتزوج المغربى بمشرقية بينهما سنة فولدت لستة أشهر منذ تزوجها لتصوره كرامة أو استخداما، فتح. (۷)

وفى الشامى فى شرح قول الدرالمختار: (قوله: الفراش على أربع مراتب) ضعيف وهو فراش الأمة ... وقوى وهو فراش المنكوحة ومعتدة الرجعى فإنه فيه لاينتفى إلاباللعان، الخ. (۸)

---

(۱) ردالمحتار، باب الولى: ۲/ ۴۲۰-۴۲۱، ظفير

(۲) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولى: ۲/ ۴۲۵، ظفير

(۳) الدرالمختار، باب الولى: ۲/ ۴۲۶، ظفير

(۴) صحيح البخارى، باب تفسير المشبهات، رقم الحديث: ۲۰۵۳، انيس

(۵) ردالمحتار، فصل فى المحرمات: ۲/ ۴۰۲-۴۰۳، ظفير

(۶) ردالمحتار، باب العدة: ۲/ ۸۳۵، ظفير

(۷) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، فصل فى ثبوت النسب: ۲/ ۸۶۷، ظفير

(۸) ردالمحتار، فصل فى ثبوت النسب: ۲/ ۸۶۷، ظفير

عبارات مذکورہ سے ظاہر ہے کہ نکاح منکوحۃ الغیر سے باطل اور کالعدم ہے اور وطی کرنا اس سے زنا ہے اور زنا سے نسب کا ثابت نہ ہونا متفق علیہ ہے، کما مر فی الحدیث۔

پس معلوم ہوا کہ ہندہ اسی شخص کی بیوی ہے، جس سے اس کا پہلا نکاح ہوا اور اسی کی وارث ہوگی اور وہی اس کا وارث ہوگا، لڑکی کا نسب بھی اسی شخص سے ثابت ہوگا، جس کی ہندہ بیوی ہے، دوسرا نکاح ہندہ کا جس شخص سے ہوا، نہ ہندہ اس کی زوجہ ہے، نہ اس سے وراثت کا کوئی تعلق بر بنائے زوجیت ہوا اور نہ لڑکی کا اس سے نسب ثابت، نہ وراثت کا اس سے کوئی تعلق۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۴/۸-۱۲۵)

زبان سے جب ولی نے کہہ دیا تو دل کا اعتبار نہیں:

سوال: مختار فاطمہ لڑکی بعمر دس سالہ کا نکاح اس کی ماں نے بہ وکالت عزیز احمد جو لڑکی کا چچا دوری سلسلہ سے ہوتا ہے، اپنے ایک عزیز مسمی لائق علی سے کر دیا، اب یہ کہا جاتا ہے کہ لڑکی کا نکاح ماں کی ولایت اور اجازت سے جو ہوا، یہ جائز نہیں ہے؛ بلکہ عزیز احمد کی ولایت اور اجازت سے ہونا چاہیے تھا، عزیز احمد یہ مشہور کر رہے ہیں کہ نکاح میرے لڑکے کے ساتھ ہو، اسی وجہ سے عزیز احمد یہ مشہور کر رہے ہیں کہ نکاح میری اجازت سے نہیں ہوا اور میں نے یہ وکالت دل سے نہیں کی تھی؛ بلکہ بظاہر مروتا کر دی ہے۔ پس ایسی حالت میں یہ نکاح جائز طور پر ہے، یا نہیں؟

الجواب ______________

جب کہ نکاح مذکور بوکالت عزیز احمد کے ہوا ہے، جو کہ ولی نابالغہ کا ہے تو یہ نکاح منعقد اور صحیح ہو گیا، عزیز احمد کا کوئی عذر اب مسموع نہ ہوگا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۸)

بھائی اور چچا میں سے ولایت کس کو ہے:

سوال: ایک لڑکی ہندہ جو کہ ابھی تک بالغ نہیں ہوئی اور اس کے والد صاحب کا انتقال ہو چکا ہے اور اس لڑکی کا ایک بھائی علاتی ہے اور چچا حقیقی ہے، ان دونوں میں سے ولی مقدم کون ہے؟ اور لڑکی کا بھائی یہاں موجود نہیں ہے، اگر حقیقی چچا اس لڑکی کا عقد کرائے تو عند الشرع یہ عقد منعقد ہو گیا، یا نہیں؟ یا لڑکی کے برابری کی اجازت ہی کی ضرورت۔ فقط

الجواب ______________ حامداً و مصلیاً

علاتی بھائی کی ولایت نکاح چچا کی ولایت پر مقدم ہے۔ (۱) اگر بھائی اتنی دور کسی جگہ ہے ہے، اس کی رائے

---

(۱) كذا في رد المحتار: ۴۸۱/۲

"يقدم الأب ثم أبوه ... ثم ابن الأخ الشقيق، قم لأب، ثم العم الشقيق، ثم لأب، ثم ابنه كذلك". (رد المحتار: ۷۶/۳، باب الولي، سعيد)

حاصل کرنے میں موقعہ نکل جانے کا اندیشہ ہے تو چچا کو بھی نکاح کر دینا درست ہے، ورنہ اگر چچا نے نکاح کر بھی دیا تو وہ بھائی کی اجازت پر موقوف رہے گا۔(۱) بہر صورت لڑکی کو وقتِ بلوغ خیال حاصل ہوگا؛ یعنی بالغہ ہوتے ہی فوراً نکاح سے ناراضی ظاہر کر دے تو حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں سے نکاح فسخ کرانے کا شرعاً اختیار ہوگا۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/شوال/۱۳۵۵ھ۔

صحیح: عبد اللطیف غفرلہ، ۱۸/شوال/۱۳۵۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۲۷۳)

ولی کی موجودگی میں غیر ولی کو حقِ نکاح:

سوال: ایک بیوہ عورت نے اپنی لڑکی کے نکاح کا مختار اپنے بھائی کو بنایا اور اس کی معرفت اسی کے مکان پر نکاح ہوا۔ نکاح جس گاؤں میں ہوا، وہ گاؤں بیوہ کی سکونت سے پانچ میل ہے، نکاح کی اطلاع دور نزدیک سب جگہ کی گئی تھی، بارات کئی سو آدمیوں کی آئی تھی، جن کی موجودگی میں نکاح ہوا۔ کچھ پتہ کسی کو نہیں چلا کہ اس میں لڑکی کے تایا اور چچا کی اجازت ہے، یا نہیں؛ کیوں کہ تایا چچا کی طرف سے انکار معلوم نہیں ہوا، نہ یہ علم ہوا کہ وہ رضامند نہیں ہیں۔

لڑکی کی عمر اس وقت بارہ یا تیرہ سال تھی، بخوشی رخصت ہو کر خاوند کے یہاں گئی پندرہ روز ہی، اس کے بعد بخوشی میکے میں بھیج دی گئی، کسی کی جانب سے ناراضگی کا اظہار نہیں ہوا۔ اتفاق سے اس لڑکی کے خاوند نے ایک عورت سے نکاح کر لیا، دوسرے نکاح کی خبر پا کر لڑکی کے تایا چچا اس کے مکان پر پہنچے کہ ہم سے لڑکی اب نہیں رکھی جاتی، جوان ہوگئی ہے، تم لے آؤ اور اس عورت کو طلاق دیدو، طلاق نہ دے سکو تو ہم لڑکی کو نہیں بھیجیں گے۔ اس شخص نے طلاق نہ دی، اس پر انہوں نے اس بیوہ کی لڑکی کو دوسری جگہ بھیج دیا اور کہتے ہیں کہ ہم نے زبانی پوچھا کہ پہلا نکاح جائز نہیں ہے؛ مگر فتویٰ کوئی نہیں ہے۔

لہٰذا عرض ہے کہ سابق نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ تو ان لوگوں کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ فقط

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر لڑکی نکاح کے وقت بالغہ تھی تو اس نکاح میں کوئی تردد ہی نہیں؛ بلکہ بلا تامل صحیح ہے۔(۳) اگر نابالغہ تھی تو اس کے

---

(۱) فلوزوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته.(الدر المختار ،كتاب النكاح ،باب الولى :۸۱/۳،سعيد)

(۲) ”(قوله : فيفسخه القاضى)، فلا تثبت هذه الفرقة إلا بالقضاء ؛لأنه مجتهد فيه، و كل من الخصمين يتثبت بدليل ،فلا ينقطع النكاح إلا بفعل القاضى“.(رد المحتار : ۵۶/۳ ،باب الولى ،سعيد)

(۳) ونفذ نكاح حرة مكلفة بلارضا ولى .. ولا تجبر البالغة البكر على النكاح.(الدرالمختار،باب الولى :۵۵/۳، سعيد)

”نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولى ؛لأنها تصرفت فى خالص حقها ، من أهله لكونها عاقلة بالغة ... ولا تجبر بكر بالغة على النكاح :أى لا ننفذ عقد الولى عليها بغير رضاها عندنا،الخ“.(البحر الرائق:۱۹۲/۳ ،باب الأولياء والأكفاء رشيديه)

ولی تایا چچا ہیں، ایسی صورت میں ماں کو، یا ماموں کو ولایتِ نکاح حاصل نہیں، (۱) اور جب کہ نکاح لڑکی کے ماموں نے کیا ہے تو وہ تایا چچا کی اجازت پر موقوف ہے، اگر وہ رد کر دیتے تو رد ہو جاتا؛ لیکن انہوں نے رد نہیں کیا؛ بلکہ لڑکی کے شوہر سے اس کے نکاح ثانی کر لینے سے تقاضا کیا اور کہا: ہم سے لڑکی کے ماموں نے جو نکاح کر دیا ہے، اس سے خوش ہیں، لہٰذا شرعاً یہ نکاح لازم اور نافذ ہو گیا۔

اب اس لڑکی کو دوسری جگہ نکاح کر کے بھیجنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے، دوسری جگہ نکاح ہرگز درست نہیں ہوا۔ ان کے ذمہ واجب ہے کہ لڑکی کو اس جگہ سے بلا کر اسی شوہر کے گھر بھیجیں، جس سے اولاً نکاح کیا ہے۔

"**فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته.** (الدرالمختار)

فلا يكون سكوته إجازة لنكاح الأبعد وإن كان حاضراً في مجلس العقد مالم يرض صريحاً أو دلالة، تأمل". (شامی: ۴۸۶/۲)(۲)

"**وإن زوج الصغير أو الصغيرة أبعد الأولياء ،فإن كان الأقرب حاضراً وهو من أهل الولاية، توقف نكاح الأبعد على أجازته**". (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۱۲/۱۳۵۸ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ذی الحجہ/۱۳۵۸ھ۔ صحیح: عبد اللطیف، ۲۵/ذی الحجہ/۱۳۵۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۱۳/۱۱)

تایا نے اپنے ذاتی فائدے کے لیے نابالغہ کا نکاح کر دیا کیا حکم ہے:

سوال: ایک دختر نابالغہ کا جس کا باپ زندہ نہیں ہے، اس کے تایا نے بغرض اپنے ذاتی فائدے کے بلا رضامندی والدہ نابالغہ و دیگر رشتہ داران کے نکاح کر دیا ہے اور مال نابالغہ اپنے قبضہ میں کیا ہے۔ شرعاً یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب

نابالغہ کے نکاح کی ولایت باپ نہ ہو تو چچا تایا کو ہے۔ (۴) صورت مسئولہ میں تایا کیا ہوا نکاح صحیح ہے، تاوقتیکہ نکاح غبن فاحش، یا غیر کفو کے ساتھ ہونا ثابت نہ ہو، اس نکاح پر عدم جواز کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ (۵)

---

(۱) "(الوالي في النكاح) لا المال (العصبة بنفسه) وهومن يتصل بالميت حتى المعتقة ...(على ترتيب الأرث والحجب)". (الدرالمختار) "(قوله: لاالمال)فإنه الولي فيه الأب ووصيه والجد ووصيه والقاضي ونائبه فقط، الخ". (رد المحتار، كتاب النكاح: ۷۶/۳، باب الولي، سعيد)

(۲) الدر المختار مع رد المحتار : ۳/ ۸۱، باب الولي ،سعيد

(۳) الفتاویٰ العالمگيرية: ۲۸۵/۱، الباب الرابع في الأولياء، رشيديه

(۴) ثم الأخ،ثم العم.(رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۷۶/۳، سعيد

(۵) البتہ لڑکی کو خیار بلوغ ہوگا۔ قال في الدر: (وإن كان بكفء أو بمهر المثل صح و)لكن (لهما) أي للصغير والصغيرة (خيار الفسخ) ... (بالبلوغ).(الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۶۹/۳،سعيد)

نابالغہ کے مال کی ولایت چچا کو حاصل نہیں ہے، پس اگر خاندان کے بڑے اور معتبر لوگ چچا پر اعتماد رکھتے ہوں تو اسے امین بنادیں اور نہیں تو نابالغہ کا مال کسی دوسرے امین کی تحویل میں دے دیں۔(۱) (کفایۃ المفتی: ۶۰/۵)

ماں اور چچا میں نکاح کا ولی کون ہوگا:

سوال: نابالغہ ۱۴/سالہ کی نسبت جو ماں نانی طے کرتی ہے، وہ چچا کو ناپسند ہے اور جو نسبت چچا طے کرتا ہے، وہ ان لوگوں کو ناپسند ہے؛ اس لیے چچا اجازت دینے سے انکار کرتا ہے۔ صحت نکاح کی کیا صورت ہے۔ کیا لڑکی خود اجازت دے سکتی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں بغیر اجازت ورضامندی چچا کے نکاح درست نہیں ہوگا؛ اس لیے ضرورت ہے کہ چچا کو راضی کرکے اجازت لی جائے، لڑکی جب تک بالغہ نہ ہوجائے، یا پورے ۱۵/سال کی نہ ہوجائے، اس کو خود اجازت دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۸۹/۴)

چچا کے ہوتے ہوئے ماں کا کیا ہوا نکاح موقوف ہے:

سوال: مسماۃ ہندہ نے اپنے نابالغ لڑکے کا نکاح اپنی اجازت سے کردیا۔ لڑکے کے باپ موجود نہیں، انتقال کرچکے ہیں، اس کے باپ کے چچا موجود ہیں؛ لیکن وہ اپنے باپ کے انتقال پر سسرال سے میکے گئی تھی، اس وقت سے سسرال واپس نہیں آئی اور چچا کی عدم موجودگی میں اپنی اجازت سے اپنے نابالغ لڑکے کا نکاح کردیا۔ آیا یہ نکاح ازروئے شریعت جائز ہوا، یا نہیں؟ (المستفتی: ۲۱۵۸، چودھری عبدالرحمٰن صاحب (ضلع جالون) ۲۷/شوال ۱۳۵۶ھ)

الجواب ــــــــــــــــــــ

جب کہ نابالغ لڑکے کے چچا، یا اس کے باپ کے چچا موجود ہیں تو ہندہ کو ولایت نکاح حاصل نہیں، یہ نکاح لڑکے کے چچا، یا اس کے باپ کے چچا کی اجازت پر موقوف ہے،(۳) اگر وہ خبر پاکر جائز رکھیں تو صحیح، ورنہ باطل ہوجائے گا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۸۶/۵)

---

(۱) الولاية في مال الصغير للأب ثم وصيه ثم وصي وصيه ولو بعد، فلو مات الأب ولم يوص فالولاية لأبي الأب ثم وصيه ثم وصي وصيه فإن لم يكن فللقاضي ومنصوبه ...وأما وصي الأخ والعم وسائر ذوي الأرحام ففي شرح الاسبيجابي أن لهم بيع تركة الميت لدينه أو وصيته.(ردالمحتار،باب الوصي: ۷۱۴/۶، دارالفکربیروت،انیس)

(۲) (الوالي في النكاح)...(العصبة بنفسه)...(على ترتيب الإرث والحجب)...(فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم).(الدرالمختار على هامش رد المحتار: ۳۱۱/۲-۳۱۲)

(۳) فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته.(الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۸۱/۳، سعيد)

چچا کے ہوتے ہوئے ماں کا کیا ہوا نکاح موقوف ہے:

سوال: ایک لڑکا نو دس سال یتیم ہے اور اس کا ایک چچا جو اس کے باپ کا چچا زاد بھائی ہے، موجود ہے۔ اس چچا کی عدم موجودگی میں اس لڑکے یتیم کی والدہ نے اپنی رضامندی سے کسی جگہ اس اپنے لڑکے کا نکاح کرا لیا ہے اور یہ چچا اس لڑکے کے اس نکاح سے سخت ناراض اور ناخوش ہے اور چاہتا ہے کہ میں اس لڑکے کا نکاح اپنی رضامندی سے کسی دوسری جگہ کروں اور اس رشتہ کو چھوڑ دوں، آیا اب شریعت مقدسہ اس مسئلہ میں کیا حکم دیتی ہے؟ کیا اس لڑکے کے نکاح کو چچا فسخ کرا سکتا ہے، یا نہیں؟

اور کیا صورت اس کے فسخ ہونے کی ہے؛ یعنی اس نابالغی کی حالت میں اس لڑکے کے نکاح کو چچا فسخ کرا سکتا ہے، یا کہ بعد بلوغ کے اور لڑکے کے بالغ ہونے کی شریعت مقدسہ نے کیا حد مقرر کی ہے؟

(المستفتی: ۲۳۵۴، محمد بہار علی صاحب، کرنال، ۴؍جمادی الاول ۱۳۵۷ھ، مطابق ۳؍جولائی ۱۹۳۸ء)

الجواب

اس نابالغ لڑکے کے نکاح کی ولایت اس کے چچا کو حاصل تھی، اس کی موجودگی میں ماں کو حق ولایت نہیں تھا، پس ماں نے جو نکاح کر دیا تھا، وہ چچا کی اجازت پر موقوف تھا، اگر چچا نے اس نکاح سے نارضامندی کا اظہار کر دیا تو یہ نکاح خود ہی باطل ہو گیا، (۱) اس کے فسخ کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۸۸/۵)

چچا کے ہوتے ہوئے ماموں کو ولایت نکاح نہیں:

سوال: ایک نابالغ لڑکی ہے، اس کے والدین زندہ نہیں ہیں؛ مگر اس کے چچا اور ماموں زندہ ہیں، جائداد متروکہ والدین یتیمہ بقبضہ وانتظام چچا ہے، لڑکی کی تقرر کسی جگہ سے آئی تو چنانچہ وہ تقرر سب برادری کے لوگوں کی رائے سے ونیز چچا کی رائے سے پختہ ہو گئی، جس دن بارات آئی تو چچا بخیال اس کے کہ اگر نکاح ہو جائے گا تو بعد شادی جائداد میرے قبضہ سے نکل جائے گا، اجازت نکاح دینے سے انکار کیا، ہر چند برادری نے سمجھایا کہ لڑکی کا واسطہ ہے، آپ اجازت دے دیں؛ مگر چچا مذکور نے بعد فہمائش بسیار بھی اجازت نہ دی، آخر کار لوگوں نے اس کو ماموں سے اجازت لے کر نکاح لڑکی کی پڑھا دیا۔ اب استفسار یہ ہے کہ آیا اس صورت میں نکاح اس لڑکی کا جائز ہوا، یا نہیں؟

---

(۱) فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۸۱/۳، سعيد)

(۲) اور لڑکے کے بالغ ہونے کی حد پندرہ برس ہے۔

وفي الدر: بلوغ الغلام بالاحتلام ...والاحبال والانزال ... فإن لم يوجد فيهما شئ فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة به يفتى. (الدر المختار، فصل بلوغ الغلام بالاحتلام: ۱۵۳/۶، سعيد)

الجواب ـــــــــــــــــــــ

نہیں ہوا؛ لیکن اگر ہنوز چچا نے اس نکاح کو رد نہ کیا ہوا اور صریح لفظوں سے اپنی ناراضی ظاہر نہ کی ہو؛ بلکہ ساکت رہا ہوا اور اس اثنا میں لڑکی بالغ ہو جاوے اور اس نکاح کی اجازت دے دے تو جائز ہو جاوے گا۔ فقط

۲۹/ رجب ۱۳۲۹ھ (تتمہ اولیٰ، ص:۹۲) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۴۹/۲)

بھتیجہ اور ماں نکاح کے ولی ہیں، مال کے نہیں:

سوال: نابالغہ کے مال کا ولی بھتیجہ ہے، یا ماں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــ

بھتیجہ متوفی کا نابالغہ کے نکاح کا ولی ہے، اس کے مال ولی نہیں ہے اور نہ ماں ولی ہے، نابالغہ کا حصہ حاکم جس کے پاس مناسب سمجھے امانت رکھے اور جو طریق اس کے مال کی حفاظت کا ہو، وہ طریق اختیار کیا جاوے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵٦/۸)

سوتیلی ماں اور چچازاد بھائی میں ولی کون ہوگا:

سوال: ایک کمسن لڑکی جس کی عمر تقریباً سات، یا آٹھ سال کی ہے، اس کے والد قضا کر چکے ہیں، ماں کہیں دوسرے کے ساتھ نکاح کر کے چلی گئی ہے؛ مگر لڑکی اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ اپنے گھر پر ہے اور لڑکی کا چچازاد بھائی بھی موجود ہے، جس کی عمر پینتیس، یا تیس برس کی ہے، چند ماہ ہوا کہ لڑکی کا نکاح ایک زیادہ عمر کے آدمی جس کو سن رسیدہ بھی کہا جا سکتا ہے، سوتیلی ماں کی اجازت سے ہوا ہے، اب لڑکی کو سخت تکلیف کھانے، کپڑے کی ہے۔ سوتیلی ماں کا ارادہ وہاں لڑکی کو بھیجنے کا نہیں ہے تو بتلایا جائے کہ نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

مذکورہ نابالغہ لڑکی کا ولی قریب اس کا چچازاد بھائی ہے؛(۲) اس لیے نابالغہ کا جو نکاح اس کی سوتیلی ماں نے کر دیا ہے، وہ نکاح موقوف رہے گا، اگر اس کا چچازاد بھائی نکاح کی خبر سن کر منظور کر لے گا تو نکاح صحیح ہو جائے گا اور نامنظور کر دے گا تو نکاح ہی نہیں ہوگا، (۳) اور اگر چچازاد بھائی کی رضامندی سے یہ نکاح ہوا ہے تو نکاح منعقد ہو گیا۔ بہر حال لڑکی کو یہ

---

(۱) (الوالی فی النکاح) لاالمال. (الدرالمختار)

فإن الولی فیه الأب ووصیه والقاضی ونائبه فقط. (ردالمختار، باب الولی: ٤٢٧/٢، ظفیر)

(۲) (الوالی فی النکاح) ... (العصبة بنفسه) ... (علی ترتیب الإرث والحجب). (الدرالمختار: ٣١٥/٢)

(۳) (ونكاح عبد وأمة بغير إذن السيد موقوف) على الإجازة (كنكاح الفضولی) سيجیء فی البيوع توقّف عقوده كلها أن لها مجيز حالة العقد وإلا تبطل. (الدرالمختار باب الكفاءة: ٣٢٦/٢-٣٢٧)

حق ہے کہ بالغہ ہوتے ہوئے؛ یعنی خون دیکھتے ہی فوراً چند گواہ کے سامنے یہ کہہ دے کہ میں بالغ ہوگئی اور نکاح میرا جو ہوا ہے، اس کو نامنظور کرتی ہوں، اس کے بعد دارالقضاء پھلواری شریف میں قاضی صاحب کے پاس درخواست دے کر گواہ پیش کرکے فسخ کا فیصلہ حاصل کرے، اس کے بعد وہ دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۲۹/۲/۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۴/۲۸۰۔۲۸۱)

چچیرے بھائی و چچیرے چچا میں ولی کون:

سوال: مسماۃ حقیقن کے والد قضا کر چکے ہیں۔ دو چچیرے بھائی غفور و جمراتی موجود ہیں، والدہ موجود ہیں اور دو چچیرے چچا: عنایت میاں وولی محمد میاں موجود ہیں۔ نکاح کی اجازت کون دے گا؟ غفور و جمراتی خلاف ہیں۔ تاریخ عقد مقرر ہو چکی ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

اگر مسماۃ حقیقن بالغہ ہے تو وہ خود اپنے نکاح کی اجازت دے سکتی ہے، دوسرے کسی ولی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے، (۲) اور اگر وہ نابالغہ ہے تو غفور میاں، یا جمراتی میاں سے اجازت لینی ضروری ہے؛ (۳) لیکن اگر یہ دونوں نقصان پہنچانے کی غرض سے اجازت نہ دیتے ہوں تو ایسی صورت میں دارالقضاء پھلواری شریف میں درخواست دے کر قاضی شریعت سے نکاح کی اجازت حاصل کی جاسکتی ہے۔ (۴) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۲۰/محرم الحرام ۱۳۴۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۴/۲۹۲۔۲۹۳)

چچازاد بھائی نے بھی نکاح کیا اور سوتیلے چچازاد بھائی نے بھی کون سا نافذ ہوگا:

سوال: دو لڑکیاں؛ ایک بالغہ، دوسری نابالغہ، اپنے سوتیلے چچازاد بھائی کی ولایت میں ہیں اور ایک لڑکا جوان لڑکیوں کا حقیقی چچازاد بھائی ہے، وہ کچھ ماہ زائد چودہ سال کی عمر کا ہے۔ اب اس سوتیلے بھائی نے ان میں سے ایک دختر بالغہ کا نکاح اپنے ساتھ کرلیا اور دوسری نابالغہ کا نکاح اپنے بیٹے سے کہ جو دوسری بیوی سے ہے، اپنی ولایت سے پڑھوانا چاہتا ہے اور لڑکیوں کا حقیقی چچازاد بھائی کہتا ہے کہ میں بالغ ہوں اور میری ولایت ہے، میرا نکاح اس لڑکی سے پڑھا دیا جائے تو اس صورت میں نکاح جائز ہوگا، یا نہیں؟

---

(۱) وإن زوّجهما غير الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ وهذا عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ ويشترط فيه القضاء. (الفتاویٰ الهندیه: ۱/۲۸۵)

(۲) (فنفذ نكاح حرّة مكلّفة بلا) رضا (ولي). (الدر المختار: ۲/۲۹۶)

(۳) (الوالي في النكاح) ... (العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الإرث والحجب). (الدر المختار: ۲/۳۱۱)

(۴) لولم يزوّج الأقرب زوّج القاضي عند فوت الكفء. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۲/۳۱۵۔۳۱۶)

الجواب

جب کہ حقیقی چچازاد بھائی جو کہ مراہق ہے؛ یعنی قریب البلوغ ہے، دعویٰ اپنے بالغ ہونے کا کرتا ہے اور قرائن سے اس کا صدق ظاہر ہے تو قول اس کا دربارہ بلوغ شرعاً معتبر ہوتا ہے۔

کما قال فی الدر المختار: (فإن راهقا) بأن بلغا هذا السن (فقالا: بلغنا، صدقا إن لم يكذبهما الظاهر) كذا قيده فی العمادية وغيرها، فبعد ثنتی عشرة سنة بشرط شرط آخر لصحة إقراره بالبلوغ وهو أن يكون بحال يحتلم مثله وإلا لايقبل قوله، شرح وهبانية. (الدر المختار)(۱)

پس چوں کہ حقیقی چچازاد بھائی بالغ کی ولایت مقدم ہے، علاتی چچازاد بھائی سے، لہٰذا جو نکاح حقیقی چچازاد بھائی نے کیا، وہ صحیح ہے اور بعد میں جو نکاح علاتی چچازاد بھائی نے کیا، وہ باطل ہے، پہلے جو یہاں سے جواز نکاح اس صورت میں لکھا گیا ہے، وہ اس بنا پر تھا کہ سوال میں حقیقی چچازاد بھائی کو نابالغ ظاہر کیا گیا تھا، لہٰذا اس صورت میں کہ وہ بالغ ہو، وہ جواب صحیح نہیں ہے اور یہ جواب جواب لکھا گیا ہے، صحیح ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۰/۸-۱۳۱)

وصیت کا اعتبار نہیں اور چچازاد بھائی کے ہوتے ہوئے ماں ولی نہیں ہے:

سوال: زید نے اپنے مرض الموت میں اپنی عورت سے کہا کہ میری صغیرہ لڑکی ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ کر دینا، جس کے ساتھ میں قبل اس کے صغیرہ مذکور کی منگنی کر چکا ہوں، پھر زید نے عمر وخالد کو کہا کہ اگر میری عورت میری صغیرہ لڑکی کا نکاح بکر کے ساتھ کر دیا، اس نکاح ہو جانے کے بعد زید کے ابن الاخ نے صغیرہ مذکورہ کا نکاح بولایت اپنے ساتھ پڑھ لیا، یہ ابن الاخ زید کا بالغ ہے، اس کے سوا اور کوئی جدی رشتہ دار زید کا نہیں، زید کی عورت صغیرہ کی والدہ ہے۔ شرعاً پہلا نکاح جائز ہے، یا دوسرا؟

الجواب

زید کی وصیت کا تو اس بارے میں کچھ اعتبار اور لحاظ نہیں ہے اور زید کے انتقال کے بعد ولایت نکاح ہندہ بالغہ کی زید کے ابن الاخ کو ہے، پس ہندہ کی والدہ نے جو نکاح کیا، وہ زید کے ابن الاخ کی اجازت پر موقوف تھا، اگر اس نے اس نکاح موقوف کو باطل کر کے اپنا نکاح اس نابالغہ سے کیا ہے تو ابن الاخ کا نکاح صحیح ہو گیا اور پہلا نکاح جو والدہ نے کیا تھا باطل ہو گیا۔

قال فی الدر المختار: (الوالی فی النكاح) ... (العصبة بنفسه). (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۹/۸-۵۰)

ولی نکاح چچا ہے ماموں نہیں اور مال کا ولی کوئی نہیں:

سوال: مسماۃ کنیز و مریم یتیم ہیں اور ان کے ورثا میں ایک چچا علاتی ہے اور ایک ماموں حقیقی ہے، ابتدائے سے

(۱) الدر المختار علی هامش ردالمحتار، کتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام: ۱۳۲/۵-۱۳۳، ظفیر
(۲) الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۴۲۷/۲، ظفیر

زیرولایت چچا کے رہیں، اس چچا نے جوان کا حصہ پدری ان کی جائداد میں پہنچتا تھا، ایک فرضی بیعانہ ظاہر کر کے اس تمام جائدادکواپنے نام کر کے رقم کثیر میں رہن کردی۔اب ماموں چاہتا ہے کہ وہ لڑکی چچا کی ولایت سے نکل کر میری ولایت میں آویں؛ تا کہ ان کے حقوق تلف کردہ کوثابت کرے اور قائم کرے، اسی حالت میں ولایت چچا نقصان پہونچانے والی کی منسوخ ہوکر ماموں کی طرف منتقل ہوسکتی ہے، یانہیں؟

الجواب

ولایت نکاح نابالغہ اس صورت میں چچا کو ہے؛ کیوں کہ وہ عصبہ ہے، ماموں کوولایت نکاح بموجودگی چچا کے نہیں ہےاور نابالغہ کے مال ولایت اوراختیار نہ چچا کو ہے، نہ ماموں کو۔پس چچانے جب کہ نابالغہ کونقصان پہونچایا تواس کونابالغہ کی مال میں تصرف کرنے سے روکنا چاہیے۔

درمختار میں ہے:

(الوالی فی النکاح) لاالمال (العصبة بنفسه)،الخ.

(قوله:لاالمال) فإن الولی فیه الأب ووصیه والجد ووصیه والقاضی ونائبه فقط ح.(۱)

(وولیه أبوه ثم وصیه) بعد موته ، ثم وصی وصیه ،کما فی القهستانی عن العمادیة (ثم بعدهم (جده)الصحیح وإن علا(ثم وصیه) ... (ثم القاضی أو وصیه) ... ثم (دون الأم ووصیها)هذا فی المال. (الدرالمختار)

(قوله:دون الأم ووصیها)قال الزیلعی:وأما ما عدا الأصول من العصبة کالعم والأخ أوغیرهم کالأم ووصیها وصاحب الشرطة لایصح إذنهم له، لأنهم لیس لهم ان یتصرفوا فی ماله تجارةً.(شامی،ج:۵)(۲)

ان عبارات سے واضح ہوا کہ چچا کو بچہ کے مال کی ولایت نہیں ہے، البتہ نکاح کی ولایت ہے۔سوولایت نکاح ماموں کی طرف بحالت موجودہ منتقل نہ ہوگی۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۸ ۷۲-۷۳)

چچا کا کیا ہوا نکاح لڑکی بغیر قضائے قاضی فسخ نہیں کرسکتی:

سوال: ایک شخص نے انتقال کیا،لڑکی نابالغہ وزوجہ اورایک اپنا بھائی چھوڑا،متوفی کی زوجہ نے اس کے بھائی؛ یعنی لڑکی نابالغہ کے تایا سے نکاح کرلیااورلڑکی نابالغہ کے تایا نے لڑکی مذکورہ یعنی اپنی بھتیجی کا نکاح اپنے لڑکے سے کرلیا، باہمی جھگڑوں کی وجہ سے لڑکی نے بالغہ ہوتے ہی اپنی والدہ کے ایما (اشارہ) سے اپنی سمجھ سے نکاح سے انکار کردیااورشوہر نے بھی اپنے دوستوں سے یہ کہا کہ میرا کوئی تعلق ایسی عورت سے نہیں۔ایسی حالت میں لڑکی کا دوسرا نکاح جائز ہے، یانہیں؟

---

(۱) ردالمحتار)(باب الولی:۲/ ۴۲۷،ظفیر

(۲) ردالمحتار،کتاب المأذون،مبحث فی تصرف الصبی ومن له الولایة علیه:۵/ ۱۵۱-۱۵۲،ظفیر

الجواب

اس لڑکی ولی اس صورت میں اس کا تایا ہے، اگر بحالت عدم بلوغ دختر کے اس کا نکاح اپنے لڑکے سے کیا تو وہ نکاح صحیح ہوا اور اس زمانہ میں قضاء شرعی نہ ہونے کی وجہ سے عورت کے انکار سے نکاح فسخ نہیں ہوا، (۱) اور یہ کہنا شوہر کا کہ میرا کوئی تعلق اس عورت سے نہیں، صریح طلاق نہیں ہوا؛ بلکہ کنایہ ہے۔ (۲) اس میں نیت شوہر کا اعتبار ہے، اگر وہ کہے کہ میری نیت طلاق کی نہ تھی تو اس لفظ سے طلاق واقع نہیں ہوئی، لہٰذا بدون طلاق اپنے شوہر کے اس عورت کا دوسرا نکاح درست نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۷۴-۷۵)

تایازاد بھائی ولی ہے، اس کے رہتے ہوئے نانی ولی نہیں:

سوال: کیا نابالغان کی نانی جو نہ صرف نانی؛ بلکہ وصی اور قائم مقام وصی نابالغان کے پدر متوفی کی ہے؛ یعنی وصیت کر مرا تھا کہ نانی نابالغان کی پرورش کرے گی اور کہا تھا کہ ان کی ولی بعد مرنے میرے کے تم ولی ہو، اس صورت میں ایسی نانی جو بمنزلہ قائم مقام کے ہے، اس کے مقابلہ میں نابالغان کے تایازاد بھائی کو نابالغان کے ولی ہونے میں ترجیح ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں تایازاد برادر ولی نابالغان کا ہے، نانی ولی نہیں، اگرچہ وہ وصی ہو۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۱۰۰-۱۰۱)

ولی چچازاد بھائی اگر اپنے ساتھ نکاح کرلے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک نابالغ لڑکی جس کے والدین اور کوئی وارث اس کے چچا کے پسر کے سوا نہیں، جس نے اس کو پرورش کیا ہے لڑکی کی نابالغی کی حالت میں اس چچا کے بیٹے نے اپنی ولایت سے اس لڑکی کے ساتھ اپنا نکاح کیا ہے یہ نکاح جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) (ولهما) ... (خيار الفسخ) ولو بعد الدخول (بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده) ... (بشرط القضاء) للفسخ. (الدر المختار) حاصله أنه إذا كان المزوج للصغير والصغيرة غير الأب والجد فلهما الخيار بالبلوغ أو العلم به، فإن اختار الفسخ لايثبت الفسخ إلا بشرط القضاء. (ردالمحتار، باب الولي: ۴۲۱/۲، ظفير)

(۲) (كنايته) عندالفقهاء (مالم يوضع له) أي الطلاق (واحتمله) وغيره (ف) الكنايات (لاتطلق بها) قضاءً (إلا بنيةٍ أو دلالة الحال). (الدر المختار)

(قوله: قضاءً) قيد به لأنه لايقع ديانةً بدون النية. (ردالمحتار، باب الكنايات: ۶۳۶/۲، ظفير)

(۳) (الوالي في النكاح) لاالمال (العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الارث والحجب). (الدر المختار)

ثم يقدم الأب ثم أبوه ثم الأخ الشقيق ثم لأب ثم ابن الأخ الشقيق ثم لأب ثم العم الشقيق ثم لأب ثم ابنه. (ردالمحتار، باب الولي: ۴۲۷/۲-۴۲۸، ظفير)

الجواب

جب کہ ولی اقرب اس نابالغہ کا وہی چچا کا بیٹا ہے تو اپنے سے نکاح کر لینا اس کا صحیح ہے۔(کذا فی کتب الفقه)(۱)فقط
(فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۱۰۲/۸)

بھائی چچازاد کے ہوتے ہوئے اخیافی بھائی کو ولایت نکاح نہیں:

سوال: چچازاد بھائی ہوتے ہوئے اخیافی بھائی کو ولایت نکاح پہونچتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

فی الدرالمختار،باب الولی:(فإن لم یکن عصبة فالولایة للأم) ثم للأم الأب وفی القنیة عکسه، ثم للبنت،ثم لبنت الإبنم،ثم لبنت البنت،ثم لبنت ابن الإبن،ثم لبنت بنت البنت،[إلٰی قوله) (ثم للأخت لأب وأم،ثم للأخت لأب،ثم لولد الأم) الذکر والأنثٰی سواء،ثم لأولادهم.(۲)

سو اس روایت سے معلوم ہوا کہ چچازا بھائی کے ہوتے ہوئے اخیافی بھائی کو ولایت نکاح نہیں پہونچتی۔
(تتمہ اولیٰ،ص:۷۹)(امداد الفتاویٰ جدید:۳۴۹/۲)

باپ کا علاتی چچا ولی ہے،اس کے رہتے ہوئے بہن اور پھوپی ولی نہیں:

سوال: ایک یتیمہ نابالغہ ہے،اس کا ولی اس کے باپ کا علاتی چچا اور اس کی بہن حقیقی اور پھوپی حقیقی ہیں،اب زید کو جو کہ اس یتیمہ کا ہم کفو ہے، بعوض مہر مثل کے اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے،سوتیلا چچا اور بہن انکار کرتی ہیں،اس صورت میں حق تزویج پھوپی کو بھی حاصل ہے، یا نہیں؟

الجواب

قال فی الدرالمختار: (الوالی فی النکاح) لا المال(العصبة بنفسه) ... (علی ترتیب الإرث والحجب)،الخ.(۳)

---

(۱) (الوالی فی النکاح) ... (العصبة بنفسه) ... (علی ترتیب الإرث والحجب) فیقدم ابن المجنونة علی أبیها لأنه یحجبه حجب نقصان.(الدرالمختار)

ثم یقدم الأب،ثم أبوه، ثم الأخ الشقیق، ثم لأب،الخ، ثم العم الشقیق،ثم ابنه،الخ،کل هولاء لهم إجبار الصغیرین.(ردالمحتار، باب الولی:۴۲۸/۲،ظفیر)

(ولابن العم أن یزوج بنت عمه الصغیرة) ...(من نفسه) فیکون أصیلا من جانب ولیا من آخر.(الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب النکاح:۴۹۴/۲،ظفیر)

(۲) الدرالمختار،باب الولی:۷۸/۳-۷۹،دارالفکر بیروت،انیس

(۳) الدرالمختار،باب الولی:۷۶/۳،دارالفکر بیروت،انیس

اس عبارت سے واضح ہے کہ ولی اس صورت میں اس نابالغہ کے باپ کا علاتی چچا ہے، بہن کا درجہ بھی اس سے مؤخر ہے اور پھوپی کسی طرح ان کی موجودگی میں ولی نہیں ہے اور درمختار میں جو عضل اقرب کی صورت میں ولی ابعد کو ولایت نکاح شرح وہبانیہ سے نقل کی ہے، علامہ شامی نے اس کے خلاف کو موجہ کہا ہے کہ ولی اقرب کے عضل کی صورت میں ولی ابعد کو ولایت نکاح نہیں ہے؛ بلکہ قاضی کو ہے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۵/۸)

چچازاد بھائی کے رہتے ہوئے باپ کا چچازاد بھائی ولی نہیں ہوسکتا:

سوال: نابالغان کے حقیقی تایا کے پسر بعمر ۲۳ سال کے مقابلہ میں نابالغان کے ولی ہونے میں ان کا چچا بعید یعنی ان کے باپ کا چچازاد بھائی ترجیح دیا جاسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

نابالغان کا ولی اس صورت میں تایا کا پسر ہے، باپ کا چچازاد بھائی ولی نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۷/۸)

تایازاد بھائی اور بہن میں سے ولایت کس کو ہے:

سوال: میرے والدین انتقال کرگئے۔ ہم دو بہنوں کے سوا اور کوئی لڑکا نہیں، ایک کی شادی ہوگئی، دیگر نا کتخدا (کنواری) ہے۔ کیا شرعاً نا کتخدا لڑکی کی شادی کرنے کا حق حقیقی بہن کو ہے، یا قریبی رشتہ دار؛ یعنی تایازاد بھائی کو؟

(المستفتی: ۲۲۹۸، عباس خاں صاحب، راج پوتانہ، ۷/ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۷/جون ۱۹۳۸ء)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

نابالغہ لڑکی کی شادی تایازاد بھائی کی اجازت سے ہوگی، (۳) اور اگر نا کتخدا (کنواری) لڑکی بالغ ہو تو پھر اس کی اپنی اجازت اور رضامندی سے اس کی شادی ہوسکتی ہے۔ (۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۸۷/۵)

---

(۱) (ویثبت للأبعد) من أولیاء النسب، شرح وهبانیة؛ لکن فی القهستانی عن الغیاثی: ولولم یزوج الأقرب زوج القاضی عند فوت الکفء (التزویج بعضل الأقرب. (الدرالمختار)

وقد أیده أیضا العلامة الشرنبلالی فی رسالة سماها کشف المعضل فیمن عضل بأنه ذکر فی أنفع الوسائل عن المنتقی: إذا کان للصغیرة أب امتنع عن تزویجها لاتنتقل الولایة إلی الجد بل یزوجها القاضی ونقل مثله ابن الشحنة عن الغایة عن روضة الناطفی. (ردالمحتار، باب الولی: ۴۳۳/۲، ظفیر)

(۲) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الولی: ۴۱۰/۲، ظفیر

(۳) واقرب الأولیاء إلی المرأة الابن ثم ابن الإبن وإن سفل ثم الأب ثم الجد أبو الأب ... ثم العم ... ثم ابن العم. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع: ۲۸۳/۱، ماجدیة)

(۴) وینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وإن لم یعقد علیها ولی. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الاولیاء: ۳۱۳/۲، شرکة علمیة)

ولی خود نابالغہ سے نکاح کرے تو کس کی ولایت واجازت سے نکاح ہوگا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عمر نے انتقال کیا، ایک زوجہ ودختر مسماۃ ہندہ وبرادرزادہ حقیقی مسمیٰ بہ زید ونبیرہ پھوپھی وخالہ زادہ چھوڑا، ظاہر ہے کہ برادرزادہ حقیقی ولی نابالغہ لڑکی کا ہے، اب ولی مذکور کی خواہش ہے کہ اپنا نکاح خود نابالغہ سے کرے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اس نکاح کا ولی کون شخص ہوگا اور یہ نکاح کس کی اجازت سے ہوگا۔ بحوالہ کتاب جواب دیں اللہ آپ لوگوں کو اجر دے گا۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــ من بعض العلماء

صورت مسئولہ میں برادرزادہ حقیقی خود نکاح کرسکتا ہے اور وہ خود اجازت دے گا، بشرطیکہ لڑکی نابالغہ کا نقصان کسی قسم کا متصور نہ ہو اور دیانت وامانت سے اس عقد کو کرے، اگر برادرزادہ حقیقی نے نکاح کرلیا اور اس میں نابالغہ کا نقصان ہوا تو بعد بلوغ نابالغہ کو حق فسخ کا ہوگا، جیسا کہ عبارت شرح وقایہ، جلد ثانی، ص:۳۱ سے ظاہر ہے:

وصح إنكاح الأب والجد لا لغيرهما أي لا يصح لغير الأب والجد إنكاح الصغير والصغيرة بغبن فاحش في المهر أومن غير كفء إتفاقا والله أعلم بالصواب

کتبہ: عبدالحمید غفرلہ، ساکن قصبہ نگرہنہ۔

لقد اصاب من اجاب: محمد عبدالاحد کان اللہ لہ، ساکن قصبہ ساکن نگرہنہ، ۲۷؍شوال ۱۳۴۸ھ۔

ردمن بعض العلماء:

مفتی نے جو یہ جواب لکھا ہے کہ صورت مسئولہ میں برادرزادہ حقیقی خود نکاح کرسکتا ہے اور وہ خود اجازت دے گا، بشرطیکہ لڑکی نابالغہ کا نقصان کسی قسم کا متصور نہ ہو اور دیانت وامانت سے اس عقد کو کرے، آہ، نہ معلوم مفتی رحمنا اللہ دولہ کا اس انعقاد سے کیا مراد ہے؟ اگر عقد لازمی مراد ہے تو عقد لازم نہ ہوگا، موقوف ہوگا اور مفتی رحمنا اللہ دولہ نے جو یہ جواب دیا ہے کہ اگر برادرزادہ حقیقی نے نکاح کرلیا اور اس میں نابالغہ کا نقصان ہوا تو بعد بلوغ نابالغہ کو حق فسخ کا ہوگا، یہ مفتی رحمنا اللہ دولہ کا تساہل ہے؛ کیوں کہ اگر چچیرے بھائی نے نابالغہ سے غبن فاحش مہر میں اپنے ساتھ نکاح کرلیا تو یہ نکاح باطل ہوگا، موقوف نہ ہوگا، اسی واسطے وقایہ متن والا بولتا ہے:

صح إنكاح الأب والجد عند عدم الأب الصغير والصغيرة بغبن فاحش في المهر أو من غير كفء لا لغيرهما.

اگر کوئی کہے کہ اگر چچیرے بھائی نے نابالغہ سے مہر میں غبن فاحش کرکے نکاح کرلیا تو یہ نکاح صحیح ہوگا، جیسا کہ شرح وقایہ میں ہے:

وإن فعل غيرهما فلهما أن يفسخا بعد البلوغ.

تو اس کا جواب یہ ہے کہ شارحؒ سے یہاں وہم واقع ہوا ہے، جو اس نکاح کو صحیح ہونا بتاتا ہے، حالاں کہ نہ لازماً، نہ موقوفاً کوئی نکاح نہیں ہوا، چناں چہ درمختار میں ہے:

(وإن كان المزوج غيرهما)أى غير الاب وأبيه ولو الأم أو القاضى ... (لا يصح) النكاح (من غير كفء أوبغبن فاحش أصلا) وما فى صدر الشريعة صح ولهما فسخه وَهُم (وإن كان من كفء وبمهرالمثل صح و)لكن (لهما) أى لصغير وصغيرة وملحق بهما (خيار الفسخ) ولو بعد الدخول (بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده)، انتهى ملخصاً.(۱)

اور درمختار کی شرح شامی میں ہے:

(قَوْلُهُ صَحَّ وَلَهُمَا فَسْخُهُ) أَىْ بَعْدَ بُلُوغِهِمَا، وَالْجُمْلَةُ قَصَدَ بِهَا لَفْظَهُمَا مَرْفُوعَةُ الْمَحَلِّ عَلَى أَنَّهَا بَدَلٌ مِنْ مَا أَوْ مَحْكِيَّةٌ بِقَوْلٍ مَحْذُوفٍ أَىْ قَائِلًا،وَقَوْلُهُ: وَهُمْ خَبَرٌ عَنْ مَا، وَعِبَارَةُ صَدْرِ الشَّرِيعَةِ فِي مَتْنِهِ: وَصَحَّ إنْكَاحُ الْأَبِ وَالْجَدِّ الصَّغِيرَ وَالصَّغِيرَةَ بِغَبْنٍ فَاحِشٍ وَمِنْ غَيْرِ كُفْءٍ لَا غَيْرِهِمَا،وَقَالَ فِي شَرْحِهِ: أَىْ لَوْ فَعَلَ الْأَبُ أَوْ الْجَدُّ عِنْدَ عَدَمِ الْأَبِ لَا يَكُونُ لِلصَّغِيرِ وَالصَّغِيرَةِ حَقُّ الْفَسْخِ بَعْدَ الْبُلُوغِ، وَإِنْ فَعَلَ غَيْرُهُمَا فَلَهُمَا أَنْ يَفْسَخَا بَعْدَ الْبُلُوغِ،آه،وَلَا يَخْفَى أَنَّ الْوَهَمَ فِي عِبَارَةِ الشَّرْحِ وَقَدْ نَبَّهَ عَلَى وَهَمِهِ ابْنُ الْكَمَالِ، وَكَذَا الْمُحَقِّقُ التَّفْتَازَانِيُّ فِي التَّلْوِيحِ فِي بَحْثِ الْعَوَارِضِ، وَذَكَرَ أَنَّهُ لَا يُوجَدُ لَهُ رِوَايَةٌ أَصْلًا، وَأَجَابَ الْقُهُسْتَانِيُّ بِأَنَّ صِحَّتَهُ بِالْغَبْنِ الْفَاحِشِ نَقَلَهَا فِي الْجَوَاهِرِ عَنْ بَعْضِهِمْ ، وَبِغَيْرِ كُفْءٍ نَقَلَهَا فِي الْجَامِعِ عَنْ بَعْضِهِمْ قَالَ وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى وُجُودِ الرِّوَايَةِ،آه.

قُلْت:وَفِيهِ نَظَرٌ، فَإِنَّ مَا كَانَ قَوْلًا لِبَعْضِ الْمَشَايِخِ لَا يَلْزَمُ أَنْ يَكُونَ فِيهِ رِوَايَةٌ عَنْ أَئِمَّةِ الْمَذْهَبِ وَلَا سِيَّمَا إذَا كَانَ قَوْلًا ضَعِيفًا مُخَالِفًا لِمَا فِي مَشَاهِيرِ كُتُبِ الْمَذْهَبِ الْمُعْتَمَدَةِ،انتهى كلامه.(۲)

وقال فى هامش شرح الوقاية:وهذا يدل علىٰ وجود الرواية وفيه أنه قول غير معتبر والأصح بطلان إنكاح غيرهما بغبن فاحش ومن غير كفء من أصله،انتهى.

اب صورت مسئولہ کا جواب لکھا جاتا ہے کہ نابالغہ کا چچیرے بھائی جو ولی ہے، اگر وہی اپنے ساتھ نکاح کرنے کی خواہش رکھتا ہے تو ایسی صورت میں بھی ولی چچیرا بھائی ہی ہوگا اور اپنے ساتھ اپنی اجازت سے مہر بالمثل میں نکاح کرسکتا ہے؛ مگر نابالغہ کو اختیار رہے کہ بعد بلوغ اس نکاح کو قائم رکھے، یا فسخ کردے۔

ہدایہ میں ہے:

ويجوز نكاح الصغير والصيغرة إذا زوجهما الولى بكراً كانت الصغيرة أو ثيباً، ... فإن زوجهما

---

(۱) الدرالمختار،باب الولى:۳/۶۷-۶۹،دارالفكربيروت،انيس

(۲) ردالمحتار،باب الولى:۳/۶۸-۶۹،دارالفكربيروت،انيس

الأب والجد، يعني الصغير والصغيرة فلا خيار لهما بعد بلوغهما ... وإن زوجهما غير الأب أو الجد فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ،انتهى ملخصا.(۱)

اور جاننا چاہیے کہ صورت مسئولہ میں پچیرا بھائی نابالغہ کا ولی واصیل ہے؛ یعنی خود ساتھ اگر مہر بالمثل میں نکاح کرنا چاہتا ہے تو یہ نکاح صحیح ہوگا؛ مگر نابالغہ کو بعد بلوغ فسخ وعدم فسخ کا اختیار ہے۔

شرح وقایہ میں ہے:

ويتولى طرفي النكاح واحد ليس بفضولي من جانب وهو على أقسام: منها أن يكون الواحد أصيلا ووليا كابن العم يزوج بنت عمه الصغيرة،انتهى بتغير ما.

حاصل کلام: اگر پچیرا بھائی نابالغہ چچازاد بہن سے مہر بالمثل میں، یا بغیر نقصان فاحش نکاح کرے گا تو صحیح ہوگا، ورنہ نہیں۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

کتبہ عبدالرشید بن شوق نیموی عظیم آبادی رحمہا اللہ تعالی، ۳۰؍شوال ۱۳۴۸ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔

الجواب ـــــــــــــــ من جامع امداد الاحكام

الجواب الثاني صحيح ولكن خيار الفسخ بعدالبلوغ يقتضي قضاء القاضي ويتوقف عليه ولا تنفرد المرأة بفسخ نكاحها بعد البلوغ بدون القضاء وليس لنا في الهند قاض شرعي يتولى فسخ مثل هذا النكاح والله أعلم

ظفر احمد عفا عنہ، ۱۵؍ذی قعدہ ۱۳۴۸ھ۔ (امدادالاحکام: ۳۲۶/۳)

☆☆☆

(۱) **الهداية،باب الأولياء والأكفاء: ۱۹۳/۱،دارإحياء التراث العربي بيروت،انيس**

ولایت ابعد کے مسائل

ماں کی ولایت سے نکاح:

سوال: ایک چودہ سال کی یتیم لڑکی جس کی ماں موجود ہے؛ مگر چچا، دادا، بھائی کوئی نہیں، ماں اس کی ولی بالنکاح بن سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر یہ لڑکی بالغہ ہے تو اس کو اپنے نکاح کا اختیار ہے، اپنی پسند سے نکاح کر سکتی ہے، (۱) اور اگر نابالغہ ہے تو عصبۂ قریب میں جو ہو، وہی ولی ہوگا، جب عصبہ میں کوئی نہ ہو تو تب ماں کو ولایت نکاح حاصل ہوتی ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۲/۴/۲/۱۳۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۲۹۵)

ماں کو ولایت نکاح کب حاصل ہوگی:

سوال: ایک لڑکی جس کی عمر دس گیارہ برس ہے، ہنوز علامت بلوغ ظاہر نہیں ہوئے ہیں، اس لڑکی کی ماں کے علاوہ اور کوئی دوسرا ولی نہیں ہے، اس حالت میں وہ اپنا نکاح خود کرے، یا ماں کی اجازت سے کرے، یا کیا کرے؟ از قسم ولی شرعی کوئی نہیں ہے، یا پنچ کو حاکم بنا کر ایسا نکاح کرے اور اگر اس لڑکی نے اپنی ماں کی ولایت کے ذریعہ نکاح کر لیا تو نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں جب کہ لڑکی نابالغہ ہے اور اس کی ماں کے علاوہ اس کا دوسرا کوئی ولی نہیں ہے تو اس کا نکاح اس کی ماں کی اجازت ورضامندی سے جائز ودرست ہے، جس نابالغ کے عصبات میں کوئی مرد ولی نہ ہو، اس کا ولی ذوی الارحام میں سے سب سے زیادہ قریب تر اس کی ماں ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

والأقرب عند أبی حنیفة الأم، الخ. (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۱۸/صفر المظفر ۱۳۵۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۲۹۵-۲۹۶)

---

(۱) (فنفذ نکاح حرّة مکلّفة بلا) رضا (ولی). (الدر المختار: ۲/۲۹۶)

(۲) فإن لم یکن عصبة فالولایة للأم. (الدر المختار: ۲/۳۱۲)

(۳) الفتاویٰ الهندیه الباب الرابع فی الأولیاء: ۱/۲۸٤

ماں اور دادی میں ولی نکاح کون ہے:

سوال: ہندہ نے اپنی نابالغہ بچی جمیلہ کے رشتہ کے لیےلڑکا تلاش کرنے کے لیے ایک غیرولی زید کو بھیجا، زید نے دوسرے گاؤں میں جاکر ایک لڑکا دیکھا اور اس سے کچھ رقم لے کر ازخود اپنی جانب سے نکاح کر دیا، حالاں کہ زید کو نکاح کرنے کا اختیار بالکل نہیں دیا گیا تھا، اس نکاح سےلڑکی کی ماں اور دادی کوئی بھی راضی نہیں، باپ مر چکا ہے۔

(۲) اب مدت کے بعد جمیلہ کی دادی رضامند ہوگئی تو کیا دادی کی رضامندی سے نکاح ہو جائے گا، جب کہ اس کی ماں رضامند نہیں ہے؟

(۳) جس لڑکے سے نکاح ہوا ہے، اس نے دوسری شادی کر لی ہے، جمیلہ کو طلاق نہیں دیتا ہے، رقم مانگتا ہے اور جمیلہ کو بیوی تصور کرتا ہے۔

(۴) تو ان باتوں سے جمیلہ کا نکاح ہوا، یا نہیں؟ اس سے رہائی کی کیا شکل ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) زید ولی نہیں اس کو نکاح کا اختیار نہیں، (۱) اس کا کیا ہوا نکاح لڑکی کی والدہ کی اجازت پر موقوف تھا، اگر اس نے اس کو نامنظور کر دیا تو وہ بیکار ہو گیا، (۲) زید نے جو رقم لی ہے، وہ رشوت ہے، اس کو واپس کرنا ضروری ہے۔

(۲) لڑکی کی والدہ کے انکار کے بعد دادی کی رضامندی بیکار ہے۔ (۳)

(۳) جب لڑکی کی والدہ نے انکار کر دیا تھا تو وہ نکاح ختم ہو گیا تھا، اب اس لڑکے کا جمیلہ کو اپنی منکوحہ سمجھنا غلط ہے، طلاق کی ضرورت نہیں۔

(۴) لڑکی کی والدہ کے نامنظور کر دینے کے بعد لڑکی کا نکاح حسبِ صواب دید دوسری جگہ شرعاً درست ہوگا، لڑکے سے طلاق کو کہنا ہی بے محل ہے، اس کا کوئی اثر لڑکی پر نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ ۲/۲/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۴۶۶)

---

(۱) "والوالی هو العصبة". (الهداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء: ۲/۳۱۶، شركت علميه)

(۲) "وتزويج العبد والأمة بغير إذن مولاهما موقوف، فإن أجاز المولى جاز، وإن رده وكذلك لو زوج رجل امرأة بغير رضاها، أو رجلاً بغير رضاه، وهذا عندنا، فإن كل عقد صدر من الفضولي وله مجيز انعقد موقوفاً على الإجازة". (الهداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء فصل في الوكالة بالنكاح: ۲/۳۲۲، شركت عليمه)

(۳) کیوں کہ والدہ کا حق دادی پر مقدم ہے۔

"(فإن لم يكن العصبة فالولاية للأم) ثم لأم الأب، وفي القنية عكسه ثم للبنت، ثم لبنت الإبن، ثم لبنت البنت، ثم لبنت ابن الإبن، الخ". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/۷۸، سعيد)

اگر عصبہ میں سے کوئی موجود نہ ہو تو نابالغہ کے نکاح کی ولایت ماں کو حاصل ہے:

سوال: مسمیٰ جھولن میاں نے بگذاشت چند نابالغ لڑکے، لڑکیوں واہلیہ کے انتقال کیا۔ انہیں لڑکیوں میں سے ماں نے ایک لڑکی کی نسبت منسوب کر کے ۱۱ر رجب ۱۳۴۲ھ تاریخ عقد مقرر کی ہے۔ لڑکی کے باپ چچا، دادا وغیرہ کوئی نہیں ہیں، ایسی حالت میں حضور سے اجازت عطا فرمانے کی درخواست ہے؛ تاکہ ماں اپنی ولایت اور حضور کی اذن سے عقد پڑھوا دے۔

الجواب ــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

جب اس لڑکی کے عصبہ میں سے کوئی موجود نہیں ہے تو لڑکی کی ماں اس کے عقد نکاح کی اجازت دے سکتی ہے اور وکیل بالنکاح مقرر کر سکتی ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد بدرالدین پھلواروی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۹۶/۴)

نابالغہ کے عصبہ میں سے کوئی نہ ہو تو ماں کو ولایت نکاح حاصل ہوگی:

سوال: ہندہ کا عقد بحالت عدم بلوغ طرفین بوکالت اپنے مادر کے ہوا اور دو ماہ کے بعد شوہر ہندہ کا غائب ہو گیا اور ہنوز لامعلوم ہے، جس کا زمانہ چار سال کا ہوتا ہے، حالاں کہ بہت جستجو شوہر ہندہ کی کی گئی ہے، کوئی خبر زندہ مردہ کی نہیں ہے، لہٰذا ہندہ کی دلی خواہش عقد ثانی کرنے کی ہے تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں اگر ہندہ کا نکاح ماں نے ولی قریب کی موجودگی میں بلا استمزاج، یا اطلاع ولی کے کر دیا ہے تو یہ نکاح ہی سرے سے درست نہیں ہے اور اگر مرد ولی میں کوئی ولی موجود نہیں؛ اس لیے ولایت ماں کی طرف عود کر آتی ہے، (۲) تو اب ہندہ کو چاہیے کہ قاضی شریعت کے یہاں درخواست دے کر فسخ نکاح کا مطالبہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نورالدین، ۱۳ر رجب ۱۳۴۲ھ۔ الجواب صحیح: محمد عثمان غنی۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۹۶/۴-۲۹۷)

ولی اقرب دو سو میل کی دوری پر ہو اور ماں نکاح کر دے تو کیا حکم ہے:

سوال: عبداللہ ایک دختر نابالغہ اور ایک زوجہ چھوڑ کر فوت ہوا، متوفی کے کوئی بیٹا اور بھائی نہیں تھا، چچا زاد بھائی

---

(۱) (فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم). (الدر المختار: ۴۲۹/۲)

(۲) (فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم). (الدر المختار)

(قوله: فالولاية للأم، الخ) أى عند الإمام ومعه أبو يوسف فى الأصح وقال محمد: ليس لغير العصبات ولاية وإنما هى للحاكم والأوّل الاستحسان والعمل عليه إلا فى مسائل ليست هذه منها. (ردالمحتار: ۴۲۹/۲)

میں دختر نابالغہ اپنی پھوپھی کے پاس پرورش پاتی ہے، جو دوسو میل کے فاصلہ پر متوفی کے چچا زاد بھائیوں سے ہے اور دختر نابالغہ کی والدہ ۴۸/ یا ۵۰/میل پر ہے اور متوفی نے قبل مرگ چھ ماہ اپنی حقیقی ہمشیرہ کے بیٹے سے نابالغہ کو منسوب کیا تھا، اب اگر دختر نابالغہ کی والدہ حسب وعدہ خاوند متوفی اس کی ہمشیرہ زادہ سے تین روز کی مسافت پر جا کر نکاح کر دے تو جائز ہے، یا نہیں؛ کیوں کہ متوفی کے بھانجہ سے کفو میں نکاح ہوگا؟

الجواب ــ

اس غیبت میں کہ جس کی وجہ سے ولی بعد کو نکاح کا اختیار ہو جاوے، دو قول ہیں: ایک مسافت قصر دوسرا یہ کہ اقرب کے انتظار میں کفو فوت ہو جاوے اور اسی کو محققین نے راجح کہا ہے۔ شامی میں ہے:

أختلف فى حد الغيبة،فاختار المصنف تبعا للكنز:أنها مسافة القصر ونسبه فى الهداية لبعض المتأخرين والزيلعى لأكثرهم قال:وعليه الفتوى،آه، وقال فى الذخيرة:الأصح أنه إذا كان فى موضع لو انتظر حضوره أو استطلاع رأيه فات الكفء الذى حضر فالغيبة منقطعة وإليه اشار فى الكتاب،آه، وفى البحر عن المجتبى والمبسوط: أنه الأصح وفى النهاية:واختاره أكثر المشائخ وصححه ابن الفضل، وفى الهداية: أنه أقرب إلى الفقه، وفى الفتح: أنه الاشبه بالفقه وأنه لاتعارض بين أكثر المتأخرين وأكثر المشايخ أى لأن المراد من المشايخ المتقدمون وفى شرح الملتقى عن الحقائق: أنه أصح الأقاويل وعليه الفتوى،آه، وعليه مشى فى الإختيار والنقاية ويشير كلام النهر إلى اختياره وفى البحر:والأحسن الإفتاء بما عليه أكثر المشايخ. (۱)

ان عبارات سے واضح ہے کہ راجح عند المحققین قول ثانی یعنی فوت کفو ہے، پس نابالغہ کی والدہ اگر نابالغہ کے پاس جا کر، یا اس کو اپنے پاس بلا کر اس کا نکاح کفو سے کر دیوے تو صحیح ہوگا۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸/۴۲-۴۳)

باپ کی موجودگی میں ماں کے لیے نکاح کا حکم:

سوال: ماں نے صغیرہ کے باپ اور دوسرے عصبات سے مشورہ واجازت کے بغیر اپنی نابالغہ بیٹی کا عقد نکاح ایک اجنبی لڑکے کے ساتھ کر دیا تو یہ نکاح شرعاً جائز ونافذ ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

باپ کے ہوتے ہوئے ماں ولی نہیں ہے، پس اس کا کیا ہوا نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ومعلق رہے گا، اگر باپ نے نکاح کی اجازت دے دی تو یہ نکاح منعقد ہوگا، ورنہ ماں کا کرایا نکاح منعقد نہ ہوگا۔

لمافى الدر المختار (۳/۸۱):(وللولى الأبعد التزويج بغيبة الأقرب) فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته ولو تحولت الولاية إليه لم يجز إلا بإجازته بعد التحول،قهستانى وظهيرية. (نجم الفتاویٰ: ۵/۲۴)

(۱) ردالمحتار، باب الولی: ۲/۴۳۳،ظفیر

والدہ، سوتیلا باپ اور ماموں میں ولی کون سا ہے:

سوال: ایک لڑکی کی والدہ زندہ ہے، باپ، داد، چچا وغیرہ مر چکے ہیں، سوتیلا باپ اور ماموں موجود ہے، ان تینوں میں لڑکی کا ولی کون ہے؟ لڑکی بالغہ ہے، ولایت نکاح کس کو ہے؟

الجواب

عصبات کے بعد والدہ ولی نابالغہ کے نکاح کی ہوتی ہے، (۱) اور صورت مسئولہ میں چوں کی لڑکی اجازت تو اس کی والدہ کافی ہے، سکوت بھی اجازت سمجھا جاتا ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۴/۸)

ماموں، نانی اور ماں میں ولایت کس کو حاصل ہے:

سوال: ہندہ اور زبیدہ دو حقیقی بہنیں ہیں، ہندہ کا ایک لڑکا خالد ہے اور زبیدہ کی بیٹی عائشہ ہے اور عائشہ کی بیٹی ساجدہ ہے۔ زبیدہ کا شوہر اور عائشہ کا شوہر انتقال کر گیا، ساجدہ نابالغہ کا بعمر ۹/سال زبیدہ نے اپنی ولایت سے ہندہ کے لڑکے یعنی خالد سے نکاح کر دیا، حالاں کہ کہ عائشہ کے بھائی تین نفر جو ساجدہ نابالغہ کے ماموں حقیقی ہیں، موجود تھے، آیا یہ نکاح شرعا جائز ہے؟ کیا ماموں حقیقی کی موجودگی میں نانی کی ولایت سے نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اب ساجدہ بالغہ ہوئی تو کیا وہ فسخ نکاح خالد سے کر سکتی ہے، یا نہیں؟ یا تجدید نکاح کیا جاوے؟

الجواب

نانی کی ولایت مقدم ہے ماموں سے۔ پس جب کہ کوئی عصبہ نابالغہ کا موجود نہ ہو تو ولایت نکاح ماں کو ہے، پھر دادی کو، پھر نانی کو، الخ اور ماموں ذوی الارحام میں سے ہے، بموجودگی ذوی الفروض ان کو ولایت نکاح نابالغہ کی نہیں ہے۔ (۳)

پس صورت مسئولہ میں اگر عائشہ بھی اس نکاح سے راضی رہی تو وہ نکاح منعقد ہو گیا اور ساجدہ بعد بالغہ ہونے کے خود اپنا فسخ نہیں کر سکتی؛ بلکہ اس کے فسخ کے لیے قضاء قاضی شرط ہے، (۴) اور قاضی شرعی موجود نہیں ہے، (۵) اور دیگر شرائط کا تحقق بھی دشوار ہے، لہذا فسخ نکاح کا حکم اب نہیں ہوسکتا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۵/۸)

---

(۱) (فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم). (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ٤٢٩/٢، ظفير)

(۲) (ولاتجبر البالغة البكر على النكاح) لانقطاع الولاية بالبلوغ (فإن استأذنها هو) أي الولي وهو السنة ... (فسكتت) عن رده مختارة ... (فهو إذن). (الدرالمختار، باب الولي: ٤١٠/٢ ـ ٤١١، ظفير)

(۳) فتحصل بعدالأم أم الأب، ثم أم الأم، ثم جد الفاسد. (ردالمحتار) (ثم لذوى الأرحام) العمات، ثم الأخوال، ثم الخالات، ثم بنات الأعمام. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ٤٢٧/٢، ظفير)

(۴) (بشرط القضاء) للفسخ. (الدرالمختار) وحاصله أنه إذا كان المزوج للصغير والصغيرة غير الأب والجد فلهما الخيار بالبلوغ أو العلم به فإن اختار الفسخ لا يثبت الفسخ إلا بشرط القضاء. (ردالمحتار، باب الولي: ٤٢١/٢، ظفير)

(۵) علمانے جو اس کا حل تجویز کیا ہے، اس کے لیے دیکھئے: الحیلۃ الناجزہ للمرشد التھانوی، ظفیر

چچا، ماموں، ماں موجود ہیں چچا شرکت عقد سے انکار کرتا ہے کیا کیا جائے:

سوال: ایک لڑکی بارہ تیرہ سال کی ہے، اس کا باپ انتقال کر گیا، لڑکی کا ماموں اور چچا اور ماں موجود ہے؛ لیکن چچا اس کے عقد میں شریک ہونے سے انکار کرتا ہے، اس حالت میں کس کی ولایت سے نکاح ہوسکتا ہے؟

الجواب

اگر چچا کفو میں مہر مثل کے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کرتا ہے اور کوئی دوسرا ولی عصبہ بھی موجود نہ ہوتو والدہ کو ولایت نکاح نابالغہ کی حاصل ہے۔

درمختار میں ہے:

(ویثبت للأبعد)...(التزویج بعضل الأقرب) أی بامتناعه عن التزویج إجماعا، خلاصة. (الدر المختار) (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵/۱۰۷-۱۰۸)

ماں نے نکاح کردیا بھائی خاموش رہا کیا حکم ہے:

سوال: ولی اقرب یعنی برادر کی موجودگی میں ولی ابعد یعنی والدہ نے نکاح نابالغہ کا کردیا اور اقرب نے سکوت کیا؛ لیکن کوئی علامت رضا کی ظاہر نہیں ہوئی، نہ صراحتاً اور نہ دلالۃً تو یہ نکاح فاسد ہوا، یا باطل؟

الجواب

فی الشامی:(قوله:توقف علی إجازته،الخ) ... والظاهر أن سکوته هنا کذلک فلایکون سکوته إجازةً لنکاح الأبعد وإن کان حاضراً فی مجلس العقد مالم یرض صریحاً أو دلالةً، تأمل. (۲)

پس جب تک ولی اقرب راضی نہ ہوگا، صراحتاً یا دلالۃً، اس وقت تک نکاح موقوف رہے گا، نہ صحیح ہوگا، نہ باطل۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۴۷)

ماں نے نکاح کردیا، باپ جاہل نے لکھوایا کہ مجھے پسند نہیں، کیا حکم ہے:

سوال: ایک ناخواندہ شخص مسمی زید کی نابالغہ لڑکی کا عقد لڑکی کی ماں اور ماموں نے کفو میں ایسی جگہ کردیا کہ جس سے اور بہتر ممکن نہ تھا اور یہ عقد اس حالت میں کیا گیا کہ زید یعنی نابالغہ کا باپ مسافت بعیدہ پر تھا، لڑکے والے اتنی مہلت نہیں دیتے تھے کہ نابالغہ کی ماں اپنے شوہر زید کی منظوری بذریعہ خط منگوا سکتی، کچھ دنوں بعد زید کا ایک خط اس مضمون کا آیا کہ اس کو یہ نکاح پسند نہیں ہے، پس اس خط سے نکاح فسخ ہوجائے گا، یا نہیں؟ اور ناخواندہ شخص کے خط کا جو ڈاک کے ذریعہ سے آیا، باپ فسخ نکاح میں معتبر ہے، یا نہیں؟

---

(۱) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار،باب الولی: ۴۳۳/۲،ظفیر

(۲) ردالمحتار،باب الولی: ۴۳۲/۲-۴۳۳،ظفیر

الجواب ــ

ایسی حالت میں کہ باپ دور ہو اور ولی ابعد کفو میں نابالغہ کا نکاح کرے، نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور پھر ولی اقرب اس کو فسخ نہیں کرسکتا۔

قال فی الدرالمختار: (ولا يبطل تزويجه) السابق (بعود الأقرب) لحصوله بولاية تامة.(۱)

اور والدہ کی ولایت عصبات کے بعد ہے، پس جب کہ کوئی عصبہ موجود نہ ہو اور باپ دور ہو تو والدہ کا نکاح کیا ہوا صحیح ہے اور باپ کے اس لکھنے سے کہ مجھ کو یہ نکاح پسند نہیں ہے، وہ نکاح فسخ نہ ہوگا اور خط اگر چہ ایسے امور میں معتبر ہوتا ہے؛ لیکن اس موقع پر اس تحریر سے نکاح فسخ نہ ہوگا، جیسا باپ کے زبانی کہنے سے بھی نکاح مذکور فسخ نہیں ہوسکتا۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵۰/۸-۵۱)

نابالغ کو ولایت حاصل نہیں:

سوال: ہندہ نابالغہ کا نکاح درصورت اس کا ولی کوئی عصبہ نہ ہونے کے ماں کی ولایت سے صحیح ہے، یا نہیں؟ اور صغیر نابالغ کو ولایت کا حق حاصل ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

ولی عصبہ نہ ہونے کی حالت میں ماں کو ولایت نکاح حاصل ہے۔

وإن لم تكن عصبة فالولاية للأم ثم الأخت لأب وأم، ثم لأب،الخ. (كنز الدقائق على هامش البحر الرائق: ۲۱۷/۳-۲۱۸)

اور صبی نابالغ ولی نہیں ہوسکتا۔

ولا ولاية لصغير وعبد ومجنون. (كنز الدقائق على هامش البحر الرائق: ۲۱۷/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد حفیظ الحسن، ۲۷/ربیع الآخر ۱۳۴۴ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۶۸/۴)

قریب کا ولی جب نکاح نہ ہونے دے تو ماں جو ولی بعید ہے نکاح کرسکتی ہے، یا نہ:

سوال: ایک لڑکی یتیمہ کا ولی سوائے اس کی مادر حقیقی و برادر علاتی کے کوئی نہیں، اب زید لڑکی یتیمہ کا کفو ہے، بعوض دین مہر مثل اس سے نکاح کی درخواست کرتا ہے، برادر علاتی نکاح یتیمہ مذکورہ سے مانع ہے، اس صورت میں ماں کو ولایت اور اختیار نابالغہ کے نکاح کا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــ

بصورت امتناع ولی اقرب عن التزویج بالکفو ولی الابعد کو جو کہ اس صورت میں والدہ ہے، ولایت واختیار نکاح یتیمہ

(۱) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۴۳٤/۲، ظفير

حاصل ہے اور اگر چہ فقہا کو اس میں کلام ہے کہ ولی اقرب کے امتناع کے وقت ولایت قاضی کی طرف منتقل ہوتی ہے، یا ولی ابعد من اولیاء النسب کی طرف؛ لیکن جب کہ فتویٰ فقہا کا اس پر بھی ہے کہ ولی ابعد من اولیاء النسب کی طرف ولایت منتقل ہو جاتی ہے تو بالخصوص اس زمانہ میں اس پر فتویٰ دینا صحیح ہے۔

قال فی الدرالمختار: (ویثبت للأبعد) من أولیاء النسب ... (التزویج بعضل الأقرب). (۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۵۴-۵۵)

غیر ولی کا نکاح ولی کی اجازت پر موقوف ہے:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ یتیمہ جس کی ماں نے نکاح ثانی کرلیا ہے، رشتہ کی نانی کی زیر پرورش رہی، اس کا نکاح اس رشتہ کی نانی کی ولایت سے، جب کہ وہ نابالغہ تھی، کر دیا گیا، اب لڑکی جوان ہے اور اپنے شوہر سے بوجہ اس کی عمر ہونے کے متنفر ہے، آیا وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے، یا نہ؟ اور پہلا نکاح صحیح ہے، یا کیا؟

الجواب

وہ رشتہ کی نانی بموجودگی والدہ کے اس نابالغہ لڑکی کی ولی نہ تھی، اس نے جو نکاح بحالت عدم بلوغ دختر کے کیا، وہ ولی شرعی کی اجازت پر موقوف تھا، والدہ ولی ہے، نانی سے والدہ کا درجہ مقدم ہے، اگر چہ والدہ نے دوسرا نکاح کرلیا ہو۔ پس اگر اس نکاح کی اجازت ولی نے دے دی تھی تو وہ نکاح صحیح ہو گیا اور اب بدون طلاق دینے شوہر کے کوئی صورت اس کے نکاح سے علاحدگی کی نہیں ہے اور اگر ولی جائز نے اس نکاح کو پسند نہ کیا تھا اور انکار کر دیا تھا، وہ نکاح باطل ہو گیا، اس صورت میں لڑکی دوسرا نکاح اپنا کفو میں کر سکتی ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۷۷)

ولی اقرب بہت دور ہو اور کفو رشتہ کے فوت کا اندیشہ ہو تو ولی ابعد نکاح کر سکتا ہے:

سوال: مسماۃ رمضانو نابالغہ کا باپ مولا بخش پردیس تھا، اس کی والدہ نے اس کا نکاح کر دیا تو یہ نکاح ہوا، یا نہیں؟ رمضانو بعد بلوغ کے اس نکاح کو فسخ کر سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

ولی اقرب رمضانو کا اس صورت میں اس کا باپ مولا بخش ہے اور بصورت موجود نہ ہونے ولی اقرب عصبات کی والدہ بھی ولی نکاح نابالغہ کی ہو سکتی ہے، پس اگر مولا بخش بہت دور تھا اور اس سے اجازت منگانے میں کفو حاضر کے فوت ہونے کا اندیشہ تھا تو والدہ کی اجازت سے نکاح نابالغہ کا صحیح ہے اور اس حالت میں کہ نکاح نابالغہ کا باپ و دادا

---

(۱) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار باب الولی: ۲/۴۳۳-۴۳۴، ظفیر

(۲) فلوزوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته. (الدرالمختار) فلایکون سکوته إجازة لنکاح الأبعد إن کان حاضراً فی مجلس العقد مالم یرض صریحاً أو دلالةً. (ردالمحتار، باب الولی: ۲/۴۳۲-۴۳۳، ظفیر)

کے سوا کوئی دوسرا کوئی ولی کرے، لڑکی کو بعد بلوغ کے فسخ نکاح کا اختیار رہتا ہے؛ لیکن اس فسخ کے لیے قضاء قاضی شرعی شرط ہے، جو کہ اس زمانہ میں مفقود ہے، لہذا حکم کیا جاوے گا کہ والدہ کا کیا ہوا نکاح جو کہ بغیوبۃ معتبرہ والدہ ہوا، صحیح ہوا اور بلا قضاء قاضی کے وہ فسخ نہیں ہوسکتا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۹۷-۹۸)

باپ کے مفقود الخبر ہونے کی صورت میں ماں کا نکاح کر دینا:

سوال: ایک نابالغہ لڑکی جس کا باپ مفقود الخبر تھا، اس کے غائبانہ میں ماں نے اس کا نکاح ایک لڑکے سے کر دیا، چند سال بعد باپ واپس آ گیا اور اب وہ اس نکاح کو نامنظور کرتا ہے تو یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ اس نابالغہ کا ماں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔

الجواب

اگر یہ واقعہ صحیح ہے کہ نابالغہ کا باپ اس کے نکاح کے وقت مفقود الخبر (لاپتہ) تھا تو ایسی حالت میں جو نکاح اس کی ماں نے کر دیا ہے، وہ جائز و درست ہے، اب باپ کو نامنظور کرنے کا حق نہیں ہے؛(۲) لیکن اگر ماں نے غیر کفو میں، یا مہر کی بہت کمی کے ساتھ نکاح کر دیا ہے تو باپ کو دارالقضاء، پھلواری شریف میں تفریق کے لیے مقدمہ دائر کرنے کا حق ہے اور قاضی کو تحقیقات اور باضابطہ کارروائیوں کے بعد تفریق کر دینے کا حق ہے۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۸/۴/۱۳۵۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۲۷)

عصبات نہ ہوں تو ولایت نکاح ماں کو ہے:

سوال: ایک شخص نے اپنی ربیبہ نابالغہ کا نکاح بولایت خود کسی سے کر دیا، ماں اس لڑکی کی اس نکاح کو فسخ کرانا چاہتی ہے، اس کا دعویٰ شرعاً قابل قبول ہے، یا نہیں؟

الجواب

عصبات کے بعد ولایت نکاح نابالغہ کا ماں کو ہے۔(۴) پس اگر شوہر والدہ نے بلا اجازت والدہ کے نابالغہ کا کر دیا

---

(۱) (لهما) ... (خيار الفسخ) ... (بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده)،الخ،(بشرط القضاء) للفسخ.(الدرالمختار) حاصله أنه إذا كان المزوج للصغير والصغيرة غير الأب والجد فلهما الخيار بالبلوغ أو العلم به فإن اختار الفسخ لايثبت الفسخ إلا بشرط القضاء.(ردالمحتار،باب الولي: ۲/۴۲۱،ظفير)

(۲) فإذا غاب الولي الأقرب غيبة منقطعة جاز لمن هو أبعد أن يزوّج.(الهداية،باب الأولياء: ۲/۳۱۹) (ولايبطل تزويجه) السابق بعود الأقرب لحصوله بولاية تامة.(الدرالمختار: ۲/۳۱۶)

(۳) (وإن كان المزوّج غيرهما)أى غير الأب وأبيه ولو الأم أو القاضى أو وكيل الأب...(لايصح) النكاح (من غير كفؤ وبغبن فاحش أصلا ومافى صدر الشريعة صحّ ولهما فسخه.(الدرالمختار: ۲/۳۰۵-۳۰۶)

(۴) فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم.(الدرالمختار على هامش ردالمحتار،باب الولي: ۲/۴۲۹،ظفير)

تو وہ نکاح والدہ کی اجازت پر موقوف تھا، اگر اس نے انکار کر دیا تو نکاح مذکور فسخ ہو گیا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۰۴/۸)

ماں کی وصیت نکاح کے باب میں واجب العمل ہے، یا نہیں:

سوال: ایک عورت مرحومہ یہ وصیت کر گئی ہے کہ میری لڑکی نابالغہ کا عقد نبی بخش کے لڑکے سے نہ کرے، اس وصیت کی وجہ سے لڑکی کا عقد اس لڑکے سے کرنا چاہیے، یا نہیں؟

الجواب

اس بارے میں مرحومہ کی وصیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے، نانی کا حق مقدم ہے اور جہاں وہ مناسب سمجھے، نابالغہ کا نکاح کر دے، مرحومہ کی وصیت کا اس بارے میں کچھ اعتبار نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند::۵۲۱/۷)

ولدالحرام کی ولی ماں ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس لڑکی نابالغہ کے نکاح کے بارے میں جو ایک ناجائز تعلق سے پیدا ہوئی ہے، جب کہ اس کی والدہ کا نکاح کسی سے نہ تھا، نابالغہ کی والدہ کی اجازت سے ایک لڑکے نابالغ کے ساتھ اس کا نکاح ہوا تھا، چند ماہ بعد نابالغ لڑکے کے والد نے اپنا خرچہ وغیرہ لے کر دوسرے کے سپرد کر دیا ہے اور بحیثیت ولی طلاق نامہ لکھ دیا ہے تو جس کی سپردگی میں لڑکی ہے، وہ شخص اپنے، یا اپنے کسی رشتہ دار کے ساتھ اس کا نکاح کر سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

ولدالحرام کا نسب والدہ سے ثابت ہوتا ہے، باپ اس کا کوئی نہیں ہوتا۔ پس ولایت نکاح اس دختر کی جو بے نکاح کے ہوئی، اس کی والدہ کو ہے، اس کی والدہ نے جو نکاح اس کا کیا ہو، صحیح ہو گیا۔(۳) شوہر نابالغ کے ولی کو اختیار طلاق دینے کا نہیں ہے، پس وہ طلاق جو ولی کی طرف سے ہوئی صحیح نہیں ہوئی اور نابالغ شوہر کی طلاق واقع ہوتی ہے۔

كما فى الدرالمختار: (لايقع طلاق المولٰى على امرأة عبده)... (والمجنون)... (والصبى).(۴)

پس جب تک شوہر اول بالغ ہونے کے بعد طلاق نہ دے، طلاق واقع نہ ہوگی۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۸/)

---

(۱) (ونكاح عبد وأمة بغير إذن السيد موقوف) على الإجازة (كنكاح الفضولى) سيجىء فى البيوع توقف عقوده كلها إن لها مجيز حالة العقد وإلا تبطل. (الدرالمختار) قال فى البحر: الفضولى من يتصرف لغيره بغير ولاية ولا وكالة أو لنفسه وليس أهلا. (ردالمحتار، باب الكفاءة: ۴۴۹/۲، ظفير)

(۲) (الوالى فى النكاح) لا المال (العصبة بنفسه) ...(بلا توسط أنثٰى) ... (على ترتيب الإرث والحجب)... (بشرط حرية وتكليف وإسلام فى حق مسلمة). (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولى: ۴۲۷/۲، ظفير)

(۳) ولذا يثبت نسب الزنا وولد الملاعنة من أمه حتى ترثه ويرثها. (ردالمحتار، مطلب فى ملك ذى الرحم المحرم: ۶۵۳/۲، دارالفكر بيروت، انيس))

(۴) الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب الطلاق: ۵۸۵/۲-۵۸۶، ظفير

بغیر والدہ کو علم میں لائے سوتیلے باپ کا کیا ہوا نکاح:

سوال: ہندہ کی کم سنی ہی میں والد محترم کا انتقال ہو گیا اور ہندہ کی والدہ محترمہ نے دوسری شادی زید سے کر لی، زید نے ہندہ کی شادی چالیس سالہ بڑھا مسمّٰی محمد خالد سے کر دی، ہندہ اب بالغہ ہو چکی ہے، کہتی ہے کہ خالد سے میری شادی نہیں ہوئی ہے اور نہ میری والدہ کو علم ہے، لہٰذا مذکورہ بالا سوال کے مطابق نکاح درست ہوا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں جب ہندہ کی والدہ کے اوپر درجے کے کوئی بھی ولی، مثلاً باپ، دادا، پردادا وغیرہ، اسی طرح بھائی، چچا وغیرہ باقی نہ رہے تو اب ہندہ کا ولی ان کی والدہ ہیں۔ سوتیلے باپ کو ولایت کا حق حاصل نہیں، وہ تو زیادہ سے زیادہ فضولی کی حیثیت رکھتے ہیں، لہٰذا بوقت نکاح اگر والدہ کی اجازت اور رضامندی نہیں تھی، سوتیلے باپ نے ہندہ کا نکاح کسی سے پڑھا دیا تو وہ نکاح صحیح نہیں ہوا کہ نابالغہ کے نکاح کے لیے ولی شرط ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے:

(الولی شرط صحة نکاح صغیر ومجنون ورقیق).(۲۹۶/۲)

اور اگر بوقت نکاح ہندہ کی والدہ کی اجازت اور رضامندی شامل تھی اور سوتیلے باپ نے بحیثیت فضولی وکالتاً ہندہ کا نکاح کسی سے پڑھا دیا تو وہ نکاح درست ہو گیا، والدہ کی رضامندی کی شکل میں ہندہ نے بالغہ ہوتے ہی اس نکاح کو فسخ کر دیا تو شرعاً اسے یہ حق حاصل ہے، چناں چہ ہدایہ میں ہے:

وإن زوّجهما غیر الأب والجد فلکل واحد منهما الخیار إذا بلغ إن شاء أقام علی النکاح وإن شاء فسخ.(۳۱۷/۲)

اور عالمگیری میں ہے:

وإن زوّجهما غیر الأب والجد فلکل واحد منهما الخیار إذا بلغ إن شاء أقام علی النکاح وإن شاء فسخ.(۲۸۵/۱)

مگر اس صورت میں بلا قضاء قاضی دوسرا نکاح کرنے کی مجاز نہیں ہوگی کہ اس کے لیے قضاء قاضی شرط ہے، جیسا کہ علامہ شامیؒ نے ردالمحتار میں ارقام فرمایا ہے:

حاصله أنه إذا کان المزوّج للصغیر والصغیرة غیر الأب والجد فلهما الخیار بالبلوغ أو العلم به فإن اختار الفسخ لا یثبت الفسخ إلا بشرط القضاء.(۳۰۷/۲)

غرض یہ کہ اگر ہندہ نے اس نکاح کو فسخ کر دیا ہے تو اسے چاہیے کہ قاضی شریعت دارالقضاء، پھلواری شریف، پٹنہ کے پاس درخواست دے اور اپنے فسخ نکاح پر قاضی شریعت سے فیصلہ کا مطالبہ کرے، بعدہ حسب ضابطہ کارروائی انجام پا جانے پر قاضی شریعت جو حکم کریں، ہندہ اس پر عمل کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حسین احمد، ۱۹/۱/۱۳۸۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۷۷/۴-۲۷۸)

ماں کی موجودگی میں بہن کا نکاح کروادینے کا حکم:

سوال: ماں کی موجودگی میں بہن اپنی صغیرہ بہن کا نکاح کرواسکتی ہے، یا نہیں؟ اگر کروادے اور ماں خوش نہ ہوتو نکاح ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اولاً لڑکی کے عصبہ؛ یعنی باپ، پھر دادا وغیرہ بالترتیب نکاح کے ولی ہوتے ہیں اور اگر عصبہ موجود نہ ہوں تو نکاح کی ولایت ماں کو حاصل ہوتی ہے، لہٰذا صورت مذکورہ میں اگر لڑکی کا کوئی عصبہ موجود نہ ہوتو اس کی ماں ولی ہے، ماں کی موجودگی میں بہن اپنی صغیرہ بہن کا نکاح ماں کی اجازت سے کرواسکتی ہے، البتہ اگر بہن نے نکاح کروادیا اور ماں راضی نہیں تو نکاح نہیں ہوگا۔

لمافي الهندية(۲۸۳/۱، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء): وعند عدم العصبة كل قريب يرث الصغير والصغيرة من ذوي الأرحام يملك تزويجهما في ظاهر الرواية عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى وقال محمد رحمه الله تعالىٰ: لا ولاية لذوي الأرحام وقول أبي يوسف رحمه الله تعالى مضطرب والأقرب عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ الأم ثم البنت ثم بنت الابن ثم بنت البنت ثم بنت ابن الابن ثم بنت بنت البنت ثم الأخت لأب وأم ثم الأخت لأب ثم الأخ والأخت لأم،الخ.

وفيه أيضاً(۲۸۵/۱): ولو زوجها الأبعد حل قيام الأقرب حتى توقف علىٰ إجازة الأقرب.

وفي الدرالمختار (كتاب النكاح، باب الولي: ۷۸/۳): (فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم، ثم لأم الأب وفي القنية عكسه، ثم للبنت، ثم لبنت الابن، ثم لبنت البنت، ثم لبنت ابن الابن، ثم لبنت بنت البنت، وهٰكذا ثم للجد الفاسد (ثم للأخت لأب وأم، ثم للأخت لأب، ثم لولد الأم) الذكر والأنثى سواء. (نجم الفتاویٰ: ۴۴/۵-۴۵)

نابالغہ لڑکی کی ماں کا نکاح کے لیے مشروط ہاں کردینے کا حکم:

سوال: آج سے تقریباً نوسال پہلے ہماری خالہ زاد بہن (مرحومہ) جو پنڈی میں رہائش پذیر ہیں، میری چھوٹی بہن اختر النساء کے رشتے کے لیے آئیں۔ ہم ان کے ماحول اور طور اطوار سے بالکل ناواقف تھے۔ لڑکے والوں نے ہمیں بتایا کہ لڑکے کا اپنا گاڑیوں کا کاروبار ہے، ذاتی مکان ہے اور لڑکا گریجویٹ اور عمر میں لڑکی کا ہم جوڑ ہے۔ لڑکی کی ماں نے مشروط ہاں کردی، اس موقع پر لڑکے والوں نے ایک عدد سونے کی انگوٹھی، سوٹ اور مٹھائی تحفۃً دی اور چند لوگوں کے درمیان منگنی کی رسم ادا کی گئی اور کسی قسم کی کوئی کاغذی کارروائی نہیں ہوئی۔ ایک سال بعد جب لڑکی کی والدہ نے پنڈی جا کر دیکھا تو وہاں کے حقائق بتائے، پس منظر سے بالکل الگ تھے، نہ تو لڑکا برسرروزگار تھا، نہ ہی اپنا ذاتی گھر تھا، نیز وہ

انگوٹھا چھاپ تھا۔لڑکی اور لڑکے کی عمروں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔لڑکے کے والد محمد ایوب جس نے دوسری شادی کرلی تھی سے پوچھا تو لڑکے کے باپ نے کہا کہ یہ خود سر لڑکا ہے، میں اس کی ذمہ داری نہیں لیتا۔اس واقعہ کے ایک سال بعد لڑکی کے والدین لڑکے کے خالو کے پاس گئے تو انہوں نے بھی ذمہ داری اٹھانے سے منع کردیا کہ اگر یہ لڑکا اچھا ہوتا تو میں اپنی بیٹی اسے دے دیتا۔لڑکے کی والدہ، بہن، نانی، خالہ اور خالو (خطیب عزیز الرحمٰن) کو ایک جگہ اکٹھا کرکے اس رشتہ سے انکار کردیا گیا۔اس بات کو ختم ہوئے چھ سال سے زائد عرصہ ہوگیا ہے۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ:

(۱)　لڑکی نابالغہ تھی، صرف والدہ کی اس طرح زبان دینے سے نکاح ہوجاتا ہے، یا نہیں؟

(۲)　رشتہ توڑنے کے اتنے عرصے بعد لڑکی کا کسی دوسری جگہ نکاح ہوسکتا ہے، یا پہلے والی جگہ پر نکاح مانا جائے گا؟

(۳)　اگر ہم دوسری جگہ لڑکی کا نکاح کردیں تو پہلی مرتبہ جہاں رشتہ ہوا تھا ان کو کوئی رقم، یا سامان وغیرہ دینا ہوگا، یا نہیں؟ برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلے کا شرعی حل تفصیلاً بتائیے۔

لڑکی کی والدہ نے لڑکے کی والدہ اور بہن سے کہا تھا کہ اگر آپ لوگ ہمارے معیار پر پورا اترے تو ہم رشتہ کریں گے، ورنہ ختم کردیں گے۔اس واقعہ کے بعد میری والدہ پنڈی گئیں، وہاں کا ماحول اور لڑکے کا چال چلن دیکھ کر رشتہ ختم کرکے آگئیں، اس واقعہ کو چھ سال گزر چکے ہیں۔اس واقعہ کے چار سال بعد لڑکے کی والدہ فوت ہوگئیں۔اب لڑکا اور اس کی بہن اور ماموں ہم سے سوا دو لاکھ (2,25,000) روپے کا مطالبہ کررہے ہیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

واضح رہے کہ صرف لڑکی کی والدہ کا لڑکے کی والدہ اور بہن کو ہاں کردینے سے نکاح نہیں ہوا، اولاً اس لیے کہ لڑکی کے باپ یا دادا وغیرہ کی موجودگی میں ماں نکاح کی ولی نہیں، لہٰذا اگر باپ، دادا، یا دیگر کوئی بھی عصبہ موجود ہو تو وہ نکاح کا ولی ہے، البتہ اگر کوئی موجود نہ ہو تو ماں نکاح کی ولی ہوگی؛ لیکن تب بھی یہ نکاح منعقد نہ ہوگا؛ بلکہ نکاح کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول پایا جائے۔نابالغہ لڑکی کی والدہ نے جو مشروط ہاں کی تھی کہ اگر وہ لڑکا ہمارے معیار پر اترا تو ہم رشتہ کریں گے، ورنہ ختم کردیں گے، یہ وعدہ نکاح تھا، جب وہ لڑکا معیار پر نہیں اترا تو اس وعدہ کا پورا کرنا بھی ضروری نہیں۔

(۲)　لڑکی کا کسی دوسری جگہ پر نکاح ہوسکتا ہے۔

(۳)　لڑکے والوں نے منگنی کے وقت جو چیزیں دی تھیں، ان چیزوں کا واپس کرنا ضروری ہے۔اس سے زیادہ کا اگر وہ مطالبہ کرتے ہیں تو ان کا مطالبہ شرعاً واخلاقاً ناجائز ہے، جس کا پورا کرنا ضروری نہیں۔

لما فى القرآن الكريم (النساء:۵۸): ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ إِلٰى اَهْلِهَا﴾ (الآية)

وفى المشكاة (ص:۴۱۶): وعن زيد بن أرقم عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفى له فلم يف ولم يجء للميعاد فلا إثم عليه. (رواه أبوداؤد والترمذى)

وفی البحر الرائق (۷۸/۳): ورکنه الإیجاب والقبول حقیقة أوحکما کاللفظ القائم مقامهما من متولی الطرفین شرعاً.

وفی الشامیة(۱۱/۳):هب ابنتک لفلان أو لابنی أو أعطها مثلا لأنه ظاهر فی الطلب وأنه مستقبل لم یرد به الحال والتحقیق فلم یتم له العقد بخلاف زوجنی ابنتک بکذا بعد الخطبة ونحوها فإنه ظاهر فی التحقیق والإثبات الذی هومعنی الإیجاب،آه،فتأمل ... قال فی شرح الطحاوی:لو قال:هل أعطیتنیها؟ فقال: أعطیت، إن کان المجلس للوعد فوعد وإن کان للعقد فنکاح،آه. (نجم الفتاویٰ:۴۶/۵-۴۸)

ناجائز اولاد کی ولایت کس کو ہے:

سوال: مسماۃ فتح منکوحہ ومدخولہ نورا ہمراہ صلحہ تعلق ناجائز پیدا کر کے اس کے ہمراہ اغوا ہوگئی۔ صلحہ کے نطفہ حرام سے چند لڑکے لڑکیاں بھی پیدا ہوئیں، ایک لڑکی بالغہ ہے اور دو باقی جو اولاد ہیں، وہ بالغ نہیں، بمرور زمانہ فتح کے ہوش بجا ہوئے اور فتح مذکورہ کا بیان ہے کہ وہ اپنی جملہ اولاد لے کر اپنے جائز خاوند کے پاس پہنچی جائے، اس کے دیگر رشتہ دار بھی تھے۔ عورت مذکورہ کا بیان ہے کہ چند دن تک میں اپنے رشتہ داروں اور اپنے خاوند کے آگے گڑگڑاتی اور خوشامد کرتی رہی کہ میرے قصور سے درگزر فرمایا جائے اور اپنے گھر میں جگہ دی جائے اور اس اولاد کا بھی وارث ہوجانا چاہیے، جو کہ صلحہ کے نطفۂ حرام سے ہے؛ لیکن فتح بیان کرتی ہے کہ میرے جائز خاوند نورا نے کہا کہ میں نے دوسری شادی کرلی ہے، میرا تمہاری بابت اور اس اولاد کی بابت کوئی تعلق نہیں ہے، تم جانو اور تمہارا کام۔ آخر فتح ناامید ہوکر واپس صلحہ کے پاس آئی اور نشیب وفراز زمانہ کو مدنظر رکھتے ہوئے مسماۃ فتح اپنی جملہ اولاد بالغ اور نابالغ کا عقد نکاح مسمی صلحہ کے رشتہ داروں سے کرنا چاہتی ہے۔ سوغرض یہ ہے کہ صلحہ اور رشتہ داران صلحہ کو حق ولایت حاصل نہیں ہے اور فتح مذکور کے جائز خاوند اور اس کے رشتہ داران بالغ ونابالغ اولاد کی سرپرستی سے کوسوں دور ہیں تو کیا فتح کی ولایت میں اور صلحہ کے کفو میں ان کے لڑکے لڑکیوں کا نکاح کیا جاسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

مسماۃ فتح کی ناجائز اولاد صلحہ کو نہیں ہے، اگر فتح نابالغوں کی شادی کردے گی تو منعقد ہوجائے گی؛ کیوں کہ وہ بہرحال ماں ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی:۸۴/۵)

ماں، دادی، علاتی بھائی اور ماموں میں نکاح کا ولی کون ہوگا:

سوال: کبیر میاں کی لڑکی ہے اور لڑکی کی ماں، دادی، علاتی بھائی، ماموں اور ماں کا شوہر موجود ہے، کون نکاح کی اجازت دے گا؟

---

(۱) فإن لم یکن عصبة فالولایة للأم.(الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی:۷۸/۳،سعید)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

کبیر میاں کی لڑکی جو محل ثانیہ سے ہے، اگر بالغہ ہے تو خود اس سے نکاح کی اجازت لی جائے گی، (۱) اور اگر نابالغہ ہے تو کبیر میاں کا لڑکا جو پہلی محل سے ہے، اگر وہ بالغ ہے تو وہ اجازت دے گا اور اگر وہ بالغ نہیں ہے تو لڑکی کی ماں اجازت دے گی اور کسی کو اجازت کا حق نہیں ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس، ۵؍صفر المظفر ۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۹۰/۴)

ولایتِ نکاح ماں کو ہے، یا سوتیلے بھائی کو:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک شادی کی تھی، اسی سے دو لڑکے ہوئے تھے، اس کے بعد وہ بیوی مرگئی تو اس زید نے دوسری بیوی کی جس سے دو اولاد ہوئیں، ایک لڑکا اور ایک لڑکی اور زید کا انتقال کر گیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس لڑکی نابالغہ اور ایک اور لڑکا نابالغ کی ولایت نکاح کس کو حاصل ہے، اس کی والدہ کو یا اس کے بالغ سوتیلے بھائیوں کو؟ اور اگر اس لڑکی اور لڑکے کا نکاح اس کی حقیقی والد، یا سوتیلی والدہ کردے تو جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

نابالغ لڑکا اور لڑکی نہ اپنا نکاح خود کر سکتے ہیں، نہ ایک دوسرے کے ولی بن سکتے ہیں۔

"ولا ولاية لعبد ولا صغير ولا مجنون ؛لأنه لا ولاية لهم على أنفسهم ،فأولى أن لا يثبت على غيرهم". (الهداية: ۲۹۸/۲) (۳)

سوتیلا باپ اگر قریبی رشتہ دار مثلاً چچا، تایا نہیں تو وہ بھی ولی نہیں بن سکتا۔

"ولو كان الصغير والصغيرة فى حجر رجل يعولهما كالملتقط ونحوه ،فإنه لا يملك تزويجهما، كذافى فتاوىٰ قاضى خان". (عالمگیری: ۲۹۲/۲) (۴)

"والرجل الذى يعول الصغير أو الصغيرة ، فلا ولاية له فى إنكا حهما". (۵)

---

(۱) (فنفذ نكاح حرّة مكلّفة بلا) رضا(ولى). (الدرالمختار: ۲۹۶/۲)

(۲) (الوالى فى النكاح) ... (العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الإرث والحجب) ... (فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم). (الدرالمختارعلى هامش رد المحتار: ۳۱۱/۲-۳۱۲)

(۳) الهداية : ۳۱۸/۲ ،باب الأولياء والأكفاء ،شركة علمية

"(قوله :بشرط حرية وتكليف وإسلام ،الخ")واحترز بالحرية عن العبد ، فلا ولاية له ... وبالتكليف عن الصغيرة والمجنونة "(رد المحتار : ۷۷/۳ ،باب الولى ،سعيد)

(۴) "ولو كان الصغير والصغيرة فى حجر ردجل يعولهما كالملتقط ونحوه ،فإنه لا يملك تزويجهما ، كذا فى فتاوىٰ قاضى خان" (الفتاوىٰ العالمگيرية: ۲۸٤/۱ ،الباب الرابع فى الأولياء ،رشيديه)

(۵) المحيط البرهانى: ۱۵۸/۳ ،الفصل التاسع فى معرفة الأولياء ، غفارية

جب کہ باپ دادا نہ ہوں تو حقیقی بھائی شرعاً ولی نکاح ہوتا ہے۔

”**يقدم الأب ، ثم أبوه ، ثم الأخ الشقيق ،ثم لأب**“.(شامی:۲/۴۲۸)(۱)

اگر حقیقی بھائی ہومگر نابالغ ہو،تب بھی سوتیلا بھائی ولی ہوتا ہے اور ماں کوحق نہیں ہوتا، جب تک عصبہ موجود ہو۔

”**الوالي في النكاح العصبة بنفسه بال توسط انثىٰ على ترتيب الإرث والحجب ، فإن لم يكن عصبة ، فالولاية للأم**“.(تنویر: ۱/۱۹۳)(۲)

لہذا صورت مسئولہ میں اگر نابالغ لڑکے اورلڑکی کا دادا موجودنہیں تو ولایتِ نکاح سوتیلے بالغ بھائی کو ہوگی، اگر ماں نے نکاح کردیا تو وہ بھائی کی اجازت پرموقوف رہے گا،اگر بھائی اجازت دے گا تو صحیح ہوگا، ورنہ نہیں۔

”**ولو زوجها الأبعد حال قيام الأقرب حتى توقف على إجازة الأقرب**“. (الفتاویٰ الهندية: ۲/۲۹۳)(۳)

فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ،عبد اللطیف،۱۳/۲/۱۳۵۳ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۴۷۷)

ماں کو ولایتِ نکاح:

سوال: مسمات ہندہ کے والدین جبل پور میں رہتے تھے، ہندہ وہیں پیدا ہوئی، جب ہندہ کی عمر ۶ رسال کی ہوئی تو والد کا انتقال ہوگیا اور ہندہ کا نکاح بعمر تین سال لوگوں کے مشورہ سے اس کی والدہ نے شفیق الاسلام سے کردیا اور شفیق الاسلام کا نکاح ہندہ سے پڑھایا گیا اور رسمِ نکاح ادا کی گئی، بعد نکاح ہندہ اپنی والدہ کی معیت میں جبل پور میں دوسال تک اور رہی،لوگ ہندہ کی والدہ کو مجبور کرتے رہے کہ وہ اپنا نکاحِ ثانی کرلے؛ مگر وہ انکار کرتی رہی،لوگ اصرار کرتے رہے،حتی کہ اس کو جبل پور چھوڑ کر الہٰ آباد آنا پڑا، وہ یہاں آ کر محنت مزدوری سے بسر اوقات کرتی رہی۔

جب ہندہ کی عمر تیرہ سال کی ہوئی تو والدہ ہندہ نے چند لوگوں کے کہنے سے شفیق الاسلام کے والد کے پاس پانچ یا چھ خطوط جبل پور روانہ کئے کہ تم شفیق الاسلام کو لے کر آ ؤ اور ہندہ کو رخصت کرا کر لے جاؤ؛ مگر شفیق الاسلام کے والد نے ایک کا بھی جواب نہ دیا، مجبوراً والدہ ہندہ نے تار روانہ کیا تو والدِ شفیق الاسلام نے الہٰ آباد آ کر رخصتی کے متعلق گفتگو کی۔

---

(۱) رد المحتار : ۳/ ۷٦، باب الولي، سعيد

”ثم الأب،ثم أبوه،ثم الأخ الشفيق ،ثم لأب“.(النهر الفائق : ۲/ ۲۰۹،باب الأولياء والاكفاء ، إمداديه ملتان)

(۲) تنوير الأبصار مع الدر المختار : ۳/ ۷٦،باب الولي ،سعيد)

”ولـولي هوالصبة نسباًعلى ترتيب الأرث...فإن لم يكن عصبة،فللأم،ثم للأخت،الخ“.(مجمع الأنهر:۱/۴۹۷، باب الأولياء والأكفاء ،دار الكتب العلمية ،بيروت)

(۳) الفتاویٰ العالمگيرية:۱/۲۸۵،الباب الرابع في الأولياء ، رشيديه)

”فلوزوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته“.(الدر المختار : ۳/ ۸۱، باب الولي ،سعيد)

شفیق الاسلام کے والد نے کہا کہ شفیق الاسلام نے اپنی بیوہ بھاوج سے نکاح کرلیا ہے، جب ہندہ نے یہ الفاظ سنے تو اس نے کہا کہ اب وہاں نہ جاؤں گی، والد شفیق الاسلام نے کہا کہ میں ایک ماہ کے اندر شفیق الاسلام کو لے کر آ جاؤں گا؛ مگر ایک سال تک پھر خبر نہ آئی۔ غرضیکہ والدۂ ہندہ نے ایک سال تک انتظار کیا تو اہلِ محلّہ نے اس سے کہا کہ تم فتویٰ لے کر نکاح ثانی کردو۔ بنا بریں الہ آباد کے علما سے اس کا استفتا کیا گیا، انہوں نے نکاحِ ثانی کی اجازت دے دی، لہٰذا ہندہ کا نکاح بکر سے کردیا گیا اور بکر سے چند لڑکے ہندہ کے پیدا ہوئے، جواب تک بفضلہٖ تعالیٰ حیات ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ کا نکاح ثانی جائز ہوا، یا نہیں؟ اور ان بچوں کو حرامی کہنا کیسا ہے؟

الجواب______________ حامداً و مصلیاً

جب کہ ہندہ نے بالغہ ہونے پر خیار بلوغ کے ماتحت اپنا نکاح جو کہ اس کی والدہ نے شفیق الاسلام سے کردیا تھا، فسخ نہیں کرایا تو شرعاً وہ نکاح لازم ہوگیا، بغیر شفیق الاسلام کے طلاق دیئے دوسری جگہ ہرگز نکاح جائز نہیں؛ بلکہ حرام ہوا، اور حرمت کا علم ہوتے ہوئے نکاحِ ثانی سے جو صحبت کی گئی ہے، وہ زنا ہے۔

"أما منكوحة الغير... بالحرمة لكونه زنا، آه". (رد المحتار: ۹۳۸/۲)(۱)

لہٰذا شفیق الاسلام کا نکاح ہندہ سے قائم ہے؛ اس لیے جب تک شفیق الاسلام اولاد کی نفی کر کے باقاعدہ لعان نہ کرے، ہندہ کی اولاد کو حرامی نہ کہا جاوے گا اور اولاد کا نسب اس دوسرے شخص سے ثابت نہ ہوگا؛ بلکہ وہ اولاد شفیق الاسلام کی طرف منسوب ہوگی۔ اگر والدہ سے قریب کوئی عصبہ ہندہ کا موجود تھا اور اس نے والدہ کے کئے ہوئے نکاح کو رد کردیا تھا تو وہ رد ہوگیا، (۲) پھر بعد البلوغ ہندہ نے جو نکاح ثانی کیا، وہ درست ہے اور اس صورت میں اولاد کا نسب اس دوسرے سے ثابت ہوگا، شفیق الاسلام سے ثابت نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/رجب/۱۳۵۹ھ۔ سعید احمد غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۴۷۹/۱۱)

ماں کا کیا ہوا نکاح:

سوال: شوہر کا انتقال ہوگیا، ایک لڑکی صغیرہ چھوڑ گیا، مریم بیوہ نے لڑکی کا نکاح اپنی صواب دید کے مطابق کردیا، لڑکی کا چچا شعبان اس کا نکاح اپنے لڑکے سے کرنا چاہتا تھا، لڑکی کی والدہ نے جہاں نکاح کیا ہے، وہ اس نکاح سے خوش نہیں۔ شرعاً یہ نکاح منعقد ہوا، یا نہیں، جب کہ یتیم کی کوئی خبر گیری نہیں کی؟

---

(۱) رد المحتار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۱۳۲/۳، سعید

(۲) "فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته". (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولي: ۸۱/۳، سعید)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں اگر اس لڑکی کا کوئی رشتہ دار چچا سے قریب موجود نہیں تو اس کا ولی نکاح شرعاً چچا شعبان ہے، مریم نے جو اپنی لڑکی کا نکاح بلا رضا مندی شعبان کیا ہے وہ شعبان کی اجازت پر موقوف ہے، اگر شعبان اجازت دے گا تو نافذ ہوگا، ورنہ نہیں۔ ماں کو ولایت عصبہ نہ ہونے کی صورت میں ہوتی ہے، جب کہ عصبہ موجود ہو تو وہ ولی ہوتا ہے، ماں کو ولایت نہیں پہنچتی۔

"الوالی فی النکاح العصبة بنفسه بلا توسط أنثیٰ علی ترتیب الإرث". (۲/ ۴۸۰)

"فإن لم یکن عصبة فالولایة للأم ، فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته". (الدر المختار: ۲/۴۸۶)(۱)

یتیمہ کی خبر گیری نہ کرنے کی وجہ سے شعبان کی ولایت سلب نہیں ہوئی؛ کیوں کہ ولایت کا سبب یہاں پر قرابت اور رشتہ داری ہے، وہ موجود ہے، البتہ خواہ مریم کے کئے ہوئے نکاح کو شعبان جائز رکھے، خواہ اپنے لڑکے سے خود اس لڑکے کا نکاح کردے، دونوں صورتوں میں خیار بلوغ ہوگا؛ یعنی اگر لڑکی بالغ ہوتے ہی فوراً گواہوں کے سامنے ناراضی کا اظہار کردے، اس کے بعد حاکم مسلم با اختیار کی عدالت میں دعویٰ کر کے اس سے نکاح فسخ کرالے۔

اگر حاکم با اختیار نہ ہو، یا وہ شرع کے موافق فیصلہ نہ کرے تو دین دار مسلمانوں کی ایک جماعت بھی اس نکاح کو فسخ کرسکتی ہے اور اس جماعت میں کم از کم ایک معاملہ فہم عالم بھی ہونا چاہیے اور رسالہ "حیلہ ناجزہ" کو بھی دیکھ لینا چاہیے، اس میں اس کو تفصیل سے لکھا ہے، وہ کتب خانہ یحیوی سے بھی ملتا ہے۔

"ولهما خیار الفسخ بالبلوغ فی غیر الأب والجد بشرط القضاء". (بحر: ۳/ ۱۱۰)(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ شعبان ۱۳۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ شعبان ۱۳۵۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/ ۴۸۰)

ماں کی ولایت سے نابالغ کے نکاح کی ایک صورت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا تھا اور اس کے ساتھ ایک لڑکا تھا، اب اس لڑکے کی شادی اپنے گاؤں میں کردی، لڑکا نابالغ تھا اور لڑکی بالغ تھی، جس عورت

---

(۱) الدر المختار: ۳/ ۷۶-۷۸، باب الولی، سعید

"والترتیب فی ولایة النکاح کالترتیب فی الإرث... وإن لم یکن عصبة مطلقاً، انتقلت الولایة للأم". (بدائع الصنائع: ۳/ ۳۷۶، فصل فی شرط التقدم، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۲) البحر الرائق: ۳/ ۲۱۱، باب الأولیاء والأکفاء رشیدیه

"(وإن کان المزوج غیر هما) أی غیر الأب وأبیه ... (لهما) ... (خیار الفسخ) ... (بالبلوغ أو العلم بالنکاح بعده)". (الدر المختار: ۳/ ۶۷-۶۹، باب الولی، سعید)

کے ساتھ نکاح کیا تھا، وہ عورت اس کے یہاں سے چلی گئی، اب وہ لڑکا اور لڑکے کی بہورہ گئی، اب اس عورت نے اپنے سوتیلے لڑکے کی منکوحہ بہو کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے، وہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

جب تک یہ لڑکا بالغ نہ ہو اور بالغ ہو کر اس عورت کو طلاق نہ دے اور طلاق کی عدت نہ گزر جائے، اس وقت تک اس عورت سے کسی کا نکاح درست نہیں؛ کیوں کہ اس لڑکے کا نکاح اس لڑکی سے درست ہو گیا ہے، گو یہ سوتیلا باپ اس کا ولی نہیں، مگر لڑکے کی ماں اس کی ولی تھی اور ظاہر یہ ہے کہ ماں کے علاوہ اس کا کوئی ولی نہیں اور یہ نکاح ماں کی رائے ورضا سے ہوا ہے؛ لیکن اگر ماں کی رائے اور رضا سے نہیں ہوا تو سوال دوبارہ کیا جائے اور یہ بھی بتلایا جائے کہ اس لڑکے کا کوئی ولی ماں کے علاوہ ہے، یا نہیں؟ اور ماں نے، یا اس ولی نے اس نکاح کی خبر سن کر نکاح کو منظور کیا، یا اس پر ناراضی وانکار کا اظہار کیا؟ فقط

۱۸/رجب ۱۳۴۶ھ (امدادالاحکام:۳/۳۰۹)

سوتیلی والدہ کو ولایت اور بلوغ کی علامت:

سوال: میرے شوہر درگاہی میاں مرحوم نے میری موجودگی میں دوسری شادی کی ہے اور اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، پھر چند روز کے بعد اس بیوی سے تعلق منقطع ہو گیا، لڑکا اپنے پاس رہا، اس کی پرورش ہم نے کی ہے، فی الحال لڑکا چودہ سال کا ہے، حال میں اس کے والد کا انتقال ہو گیا، انتقال سے قبل لڑکے کا رشتہ کر دیا تھا، نکاح کا بھی پختہ ارادہ تھا؛ مگر اچانک انتقال ہو گیا۔ اب لڑکی والے نکاح کے لیے زور دے رہے ہیں، علاوہ ازیں میں بھی بے حد ضعیفہ ہوں اور ہر وقت بیمار رہتی ہوں؛ اس لیے میں بھی چاہتی ہوں کہ اپنی زندگی میں اس فریضہ سے سبکدوش ہو جاؤں، چوں کہ لڑکا ابھی تک مکمل بالغ نہیں ہے، گو قریب البلوغ ہے؛ اس لیے میں ولی بن کر اس کا نکاح کرا سکتی ہوں، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

آپ تو ولی نہیں، آپ نے اگر نکاح کر دیا تو بے کار ہوگا، (۱) ہاں اگر لڑکے کو غسل کی حاجت ہوتی ہے تو اس کی اجازت سے اس کا نکاح کر دینا درست ہے، ورنہ ابھی انتظار کیجئے، جب بالغ ہو جائے؛ یعنی اس کو غسل کی حاجت ہونے لگے، یا اس کی عمر پندرہ سال ہو جائے تو اس وقت اس کا نکاح کیا جائے، اگر اس کا کوئی ولی عصبہ دادا پردادا وغیرہ کی اولاد سے ہو تو وہ اب بھی اس کا نکاح کر سکتا ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۹/۷/۱۳۹۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۴۸۱)

---

(۱) ”الأصل عندنا أن العقود تتوقف على الإجازة،إذا كان لها مجيز حالة العقد ، وإن لم يكن تبطل “.(فتح القدير:۳/۲۰۸، كتاب النكاح ،فصل في الوكالة بالنكاح، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) ”(وللولي إنكاح الصغير والصغيرة)جبراً (ولو ثيباً ،ولزم النكاح ... إن كان الولي أبا أو جداً ... وأن كان المزوج غيرهما... إن كان من كفء وبمهر المثل، صح، ولهما خيار الفسخ بالبلوغ“.(الدر المختار:۳/ ۶۵-۶۹، كتاب النكاح ، باب الولي ،سعيد)

ولی اقرب کی عدم موجودگی میں پھوپھی نے نابالغہ کا نکاح کردیا، شوہر مفقود ہے، کیا کیا جائے:

سوال: ہندہ کی شادی ہندہ کی پھوپھی نے بلاموجودگی والدہ ہندہ بعمر تخمیناً ۱۱-۱۲/سال بغیر اجازت والد ہندہ کے کردی تھی اور وہ شخص جس کے ہمراہ ہندہ کی شادی کردی تھی، عرصہ تخمیناً ۹-۱۰/سال سے مفقود الخبر ہے، ہر چند اس کی تلاش کی گئی؛ مگر آج تک کوئی نشان نہیں ملا اور ہندہ اب بالغ ہوگئی ہے، زمانے کے اعتبار سے ہر وقت خطرہ ہے، ہندہ کی شادی دوسری ہوسکتی، یا نہیں؟ یا ہندہ اپنا نکاح فسخ کرسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر والد ہندہ کی موجودگی میں ہندہ کا نکاح اس کی پھوپھی نے کیا تھا اور ہندہ کے والد نے اس کی خبر ہونے پر ناراضی ظاہر کردی تھی تو نکاح ہی باطل ہوگیا۔

فلوزوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته. (الدرالمختار)(۱)

لیکن اگر والد نے اس نکاح پر رضامندی ظاہر کردی تو نکاح صحیح ہوگیا؛ مگر چونکہ خاوند ۹-۱۰/برس سے مفقود الخبر ہے اور ہندہ کو دوسرے نکاح کی حاجت ہے؛ اس لیے موافق فتویٰ متاخرین حنفیہ کے اس کو جائز ہے کہ حاکم مجاز سے خاوند کی موت کا حکم حاصل کر کے عدت وفات پوری کرے اور پھر جہاں چاہے نکاح کرلے۔(۲) (کفایۃ المفتی:۵/۵۸)

عصبہ کتنا بھی دور کا ہو، اس کے ہوتے ہوئے ماں کو ولایت نہیں:

سوال: ایک شخص اپنا ایک لڑکا اور دو لڑکیاں نابالغ چھوڑ کر انتقال کرگیا اور ان بچوں کی پرورش بیوہ متوفی کرتی رہی اور بسلسلہ پرورش طفلان مذکورہ بیوہ متوفی نے عقد ثانی کرلیا اور اسی مکان میں رہ کر بچوں کی پرورش کرتی رہی۔ اب ایک بچی ۱۳/سالہ اور دوسری ۱۱/سالہ ہے۔ ان کی شادی حقیقی والدہ کرسکتی ہے، یا نہیں؟ اور تیسری پیڑھی کے بھائی متوفی منع کرنے کا حق رکھتے ہیں، یا نہیں؟

(المستفتی:۲۷۹، کالے خاص فیض محمد خاں ڈونگر پور۔ راج پوتانہ) ۲۷/محرم ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۲/مئی ۱۹۳۴ء)

---

(۱) الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی:۳/۸۱، سعید

(۲) بلکہ متاخرین احناف نے تو ضرورت کی بنا پر چار سال کے بعد کسی مالکی قاضی سے فسخ نکاح کا فتویٰ دیا ہے اور اگر کوئی مالکی میسر نہ ہو تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر فتویٰ دینا جائز قرار دیا ہے۔

ولا یفرق بینه وبینها ولو بعد مضی أربع سنین خلافًا لمالک.(الدرالمختار)وفی الرد:(خلافًا لما لک) فإن عنده تعتد زوجة المفقود عدة الوفاة بعد مضی أربع سنین وهو مذهب الشافعی القدیم، وأما المیراث فمذهبهما کمذهبنا فی التقدیر تسعین سنة، أوالرجوع إلی رائ الحاکم ... وقد قال فی البزازیة: الفتوی فی زماننا علی قول مالک، وقال الزاهدی: کان بعض أصحابنا یفتنون به للضرورة، واعترضه فی النهر وغیره بأنّه لا داعی إلی الافتاء بمذهب الغیر لامکان الترافع إلی مالکی یحکم بمذهبه، وعلی ذلک مشی ابن وهبان فی منظومته هناک، لکن قدمنا أن الکلام عند تحقق الضرورة حیث لم یوجد مالکی یحکم به.(ردالمحتار، کتاب المفقود:٤/٢٩٥-٢٩٦، سعید)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ

والدہ کو پرورش کرنے کا حق تھا اور اس نے اپنے حق کے بموجب (۱) پرورش کی تھی؛ لیکن نابالغ لڑکیوں کے نکاح کر دینے کا حق والدہ کو نہیں ہے، جب کہ کوئی ولی عصبہ موجود ہو۔ (۲) تیسری پیڑھی کا اگر کوئی ولی عصبہ موجود ہے تو وہ منع کرنے کا حق رکھتا ہے۔ ہاں لڑکیاں جب بالغ ہو جائیں تو لڑکیوں کی اپنی اجازت اور رضا مندی سے ان کا نکاح ہو سکے گا۔ (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی: ۶۸/۵)

ولی عصبہ نابالغہ کے نکاح کا حق ماں کو تفویض کر دے تفویض کے بعد ماں نابالغہ کا نکاح کسی سے کر دے، پھر ولی عصبہ کسی اور سے اس کا نکاح کر دے تو کون سا نکاح صحیح ہے:

سوال: ایک شخص نعمت اللہ مر گیا اور اس نے مرنے سے پہلے اپنے عصبہ کو اور زوجہ کو وصیت کی کہ میری لڑکی نابالغہ شریفن کا نکاح میرے سالے کے لڑکے سے کر دینا، عصبہ نے بعد موت مورث کے ایک اقرار نامہ اسٹامپ پر تحریر کر کے مسماۃ شریفن کی ماں کے حوالے کیا، جس میں یہ لکھا کہ:

> مسماۃ شریفن کا نکاح حسب وصیت نعمت اللہ مسماۃ رحمت (مادر شریفن) کر دے گی، مجھے یا میرے قائم مقام کو کوئی عذر نہ ہوگا، شادی کا خرچہ مسماۃ رحمت برداشت کرے گی۔

اس کے بعد لکھتا ہے:

> اور جس کو مسماۃ رحمت پسند کرے گی، وہاں مسماۃ شریفن کا نکاح بمرضی خود کر سکے گی، مجھے عذر نہ ہوگا۔

اس کے بعد قادر بخش اور مسماۃ رحمت میں کچھ تنازعہ ہو گیا، مسماۃ رحمت نے اس خیال سے کہ مبادا تنازعہ کی وجہ سے یہ شریفن کے نکاح میں بھی گڑ بڑ نہ کرے، شریفن کا نکاح حسب وصیت نعمت اللہ اپنے بھتیجے سے کر دیا، یہ خبر پا کر قادر بخش نے شریفن کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا۔ اب ان دونوں نکاحوں میں سے کون سا نکاح صحیح ہے؟

---

(۱) (والأم والجدة) لأم أو لأب (احق بها) بالصغيرة (حتى تحيض). (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۵۶۶/۳، سعيد)

(۲) الوالي في النكاح ... العصبة بنفسه ... على ترتيب الإرث. (تنوير الأبصار متن الدر المختار، كتاب النكاح، باب في الأولياء: ۶۷/۲، سعيد)

(۳) وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وإن يعقد عليها ولي. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، باب في الأولياء: ۳۱۳/۲، شركة علمية)

الجواب

صورت مسئولہ میں شریفن کا نکاح وہی صحیح ہے، جو اس کی ماں بیوہ نعمت اللہ نے کیا ہے اور جو نکاح اس کے بعد قادر بخش نے کیا ہے، وہ صحیح نہیں؛ کیوں کہ گو قادر بخش عصبہ ہے اور دراصل ولایت نکاح اسی کو حاصل تھی؛ مگر اس نے بذریعہ اقرار نامہ تحریری شریفن کے نکاح کا اختیار اس کی ماں کو سپرد کر دیا ہے، اس کے الفاظ مندرجہ اقرار نامہ تفویض پر صاف دلالت کرتا ہے اور جو عقد تفویض من لہ الحق صادر ہو، وہ صحیح ہوتا ہے۔

قال في البحر: وقولها [أی البالغة للولی] ذلک إلیک إذن مطلقا.

ثم ذکر مسئلة: ذکر الولی بین یدیها أقواماً لایحصون فسکتت فلیس برضا.

ثم قال: وهذا کله إذا لم تفوض الأمر إلیه أما إذا قالت أنا راضیة بما تفعله أنت بعد قوله وإن أقواما یخطبونک أو زوّجنی ممن تختاره ونحوه فهو إستئذان صحیح، آه. (۱۱۲/۳)(۱)

ولا یخفی وجود التفویض من الولی إلی الام فی الصورة المسئولة فهو إذن لها مطلقا بنکاح مولیته والإذن قبل العقد کالإجازة بعده لما فی الدر: وإذنه لعبده فی النکاح ینتظم جائزه وفاسده فیباع العبد لمهر من نکحها فاسداً بعد إذنه، آه.

وفیه قبله: وقوله لعبده: طلقها رجعیة إجازة للنکاح الموقوف، آه. (الدرالمختار: ۶۱۲/۲)(۲)

وفی الهدایة فی بیع الفضولی: وإذا أجاز المالک کان التثمن مملوکا له أمانة فی یده بمنزلة التوکیل؛ لأن الإجازة اللاحقة بمنزلة الوکالة السابقة. (۷۳/۳)

دوسرے قادر بخش نے شریفن کا دوسرا نکاح محض ضد اور نفسانیت اور نزاع باہمی کی وجہ سے کیا ہے، لڑکی کی مصلحت پر نظر نہیں کیا اور یہ درست نہیں۔

فکان کمن زوج مولیته برجل طمعاً فی مال یعطاه رشوة وهذا یبطل الولایة، کذا ههنا واللّٰه تعالٰی أعلم

ظفر احمد عنہ، ۲۱/ذی قعدہ ۱۳۴۷ھ، الجواب صحیح عندی: اشرف علی عفی عنہ، ۲۱/ذی قعدہ ۱۳۴۷ھ۔ (امداد الاحکام: ۳۱۶/۳)

حکم نکاح نابالغہ باجازت ام باوجود موجودگی عم درحضر وموجودگی اب درسفر:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں زید مکان پر موجود نہیں تھا، ملک برہما میں بذریعہ نوکری گیا تھا، زید کی بی بی نے زید کی لڑکی زبیدہ کا نکاح جو نابالغ تھی، عمرو کے ساتھ جو بالغ تھا، کر دیا، جب زید مکان پر آیا تو اس نے کہا کہ ہم کو یہ نکاح منظور نہیں ہے، بعد چند روز کے زید اپنی نوکری پر چلا گیا اور زبیدہ عمرو کے مکان پر گئی

(۱) البحرالرائق، باب الأولیاء والأکفاء فی النکاح: ۱۲۰/۳، دارالکتاب الإسلامی بیروت، انیس
(۲) الدرالمختار، باب نکاح الرقیق: ۱۶۶/۳، دارالفکر بیروت، انیس

اورایک سال رہ کراپنے باپ کے مکان پرآئی، زبیدہ جب عمرو کے مکان سے رخصت ہوکراپنے باپ کے مکان پر آئی، اس کے ایک سال بعد بالغ ہوئی اور کہتی ہے کہ ہم کو یہ نکاح منظور نہیں ہے اورزبیدہ کا باپ زید بھی مکان پرآیا ہے، اس کو بھی یہ نکاح پہلے سے نامنظور تھا، اب بھی نامنظور ہے، اب زید وزبیدہ اوراس کے ماں سب کومنظور ہے کہ دوسرے شخص کے ساتھ زبیدہ کا نکاح کردیا جاوے، زبیدہ کا نکاح عمرو کے ساتھ جائز ہوا، یانہیں؟ اوردوسرے شخص کے ساتھ زبیدہ کا نکاح ہوسکتا ہے، یانہیں؟ فقط

تنقیح:

دوامر تنقیح طلب اس سوال میں معلوم ہوئے، جواب ان پرموقوف ہے، ایک یہ زبیدہ کا نکاح جواس کی نابالغی میں عمرو سے کردیا گیا تھا، اس تعجیل کا سبب کیا یہ اندیشہ تھا کہ ایسا اچھا موقع پھر ہاتھ نہ آوے گا، یااورکوئی سبب تھا؟ دوسراامر یہ کہ زبیدہ کا کوئی اوررشتہ دار دھیالی بھی نکاح کے وقت موجود تھا، جیسااس کا کوئی چچا، یابالغ بھائی موجود نہ تھا، صرف ماں ہی موجود تھی اوراگرکوئی موجود تھا تو اس نے اس نکاح کے متعلق کیا کہا تھا، ان دونوں تنقیح کے جواب پر جواب موقوف ہے۔

جواب تنقیح:

نکاح میں تعجیل کا یہ سبب ہے کہ زبیدہ کا نکاح عمرو سے ہوااورعمروکی ہمشیرہ کا نکاح زبیدہ کے بھائی بکر سے جوزبیدہ سے کم عمر ہے، ایک ساتھ ہوا، اسی وجہ سے زبیدہ کی ماں نے نکاح میں جلدی کی زید کوخبرنہیں دی۔

(۲) وقت نکاح کے زبیدہ کا چچا موجود تھا، اس نے منع کیا؛ مگرزبیدہ کی ماں نے اس کے کہنے کومنظورنہیں کیا، اسی وجہ سے زبیدہ کا چچا نکاح میں شریک نہیں ہوا، دوسرا کوئی رشتہ دار موجودنہیں تھا۔

الجواب

باپ کے ہوتے ہوئے ماں ولی نہیں ہے، پس اس کا کیا ہوا نکاح موقوف ومعلق رہا تھا، جب زید آیا اوراس نے کہہ دیا کہ ہم کو یہ نکاح منظورنہیں تو وہ نکاح باطل ہوگیا، اس کے بعدزبیدہ جوعمرو کے مکان پرگئی، اس جانے سے نکاح درست نہیں ہوسکتا، پس اب زبیدہ چوں کہ بالغ ہے، اس کی اجازت سے دوسری جگہ اس کا نکاح جائز ہے۔

ولا يخالجک إن غيبة الأب كانت منقطعة فتنتقل الولاية إلى الأم لأن الغيبة المنقطعة على ما نقله الشامي عن الذخيرة أصح تفاسيره: أنه إذا كان في موضع لو انتظر حضوره أو استطلاع رأيه فات الكفء الذي حضر فالغيبة منقطعة وليه أشار في الكتاب، آه، في وفي البحر عن المجتبىٰ والمبسوط: أنه الأصح وفي النهاية: واختاره أكثر المشايخ وصححه ابن الفصل وفي الهداية: أنه أقرب إلى الفقه، وفي الفتح: أنه الأشبه بالفقه، وأطال في ترجيحه. (۵۱۶/۲)(۱)

(۱) ردالمحتار، باب الولی: ۸۱/۳، دارالفکر بیروت، انیس

ولم يوجد هذا الشرط كما يعلم من جواب التنقيح وإن فرض أن الغيبة منقطعة فالعم كان وليا ولم يرض ونهى عنه فلم يصح النكاح أصلا فارتفع الشبه وصح الجواب بلا غيار.

۳۰؍شوال ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ،ص:۸۳) (امداد الفتاویٰ جدید:۲/۱۸۵)

تحقیق ولایت ام بوقت فقدان، یا غیبت منقطعہ عصبات:

سوال: اگر باپ دادا مر گئے ہوں اور چچا وغیرہ جواز روئے شرع شریف کے علی الترتیب اولیا ہونے کا استحقاق رکھتے ہوں، وہ سب کے سب لڑکی نابالغہ کے نکاح میں بسبب حسد، یا رنجش اور کوئی سبب سے کنارہ کش ہو جائیں، یا بروقت موجود نہ ہوں، خواہ کہیں چلے گئے ہوں، خواہ مر گئے ہوں تو ماں ولی ہو سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

فی الدرالمختار: (فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم). (۱)

وفيه: (وللولی الأبعد التزويج بغيبة الأقرب). (۲)

وفی ردالمحتار عن الذخيرة: الأصح أنه إذا كان فی موضع لو انتظر حضوره او استطلاع رأيه فات الكفء الذی حجر فالغيبة منقطعة، آه، ونقل ترجيحه عن كثير من الكتب. (۳)

اس سے یہ امور ثابت ہوئے:

اول: جب اولیا میں عصبہ نہ ہوں تو ماں کو ولایت ملتی ہے۔

دوم: جب پاس ہوں، ولایت نہیں ہوتی، گو رنج وحسد رکھتے ہوں۔

سوم: جب اس قدر دور ہوں کہ ان سے رائے لینے تک موقع ہاتھ سے جاتا رہے گا، تب بھی ولایت ثابت ہوتی ہے۔ فقط

۱۱؍ربیع الاول ۱۳۲۵ھ (امداد:۲/۳۵) (امداد الفتاویٰ جدید:۲/۳۴۸)

ولی قریب کی موجودگی میں ولی بعید کا کیا ہوا نکاح ولی قریب کی اجازت پر موقوف ہے:

سوال: بانو بیگم بنت ابراہیم خاں صاحب مرحوم کا نکاح بانو کی والدہ اور ماموں نے سلطان خاں صاحب سے کر دیا۔ موصوفہ لڑکی عمر گیارہ بارہ سال کی ہے اور نابالغہ ہے۔ اب لڑکی کے بیمار چچا کا دعویٰ ہے کہ وہ نکاح فاسد ہے اور کہتا ہے کہ بغیر میری اجازت کے نکاح درست نہیں، ولایت اجبار مجھی کو حاصل ہے۔ پس اب سوال یہ ہے کہ موصوفہ

(۱) الدرالمختار، باب الولی: ۳/۷۸، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) الدرالمختار، باب الولی: ۳/۸۱، دار الفكر بيروت، انيس

(۳) ردالمحتار، باب الولی: ۳/۸۱، دار الفكر بيروت، انيس

لڑکی عمر جب گیارہ بارہ سال کی ہو اور خود لڑکی رضا مند ہو تو نکاح درست ہے، یا نہیں؟ نیز لڑکی کی عمر جب گیارہ بارہ سال کی ہو تو بمطابق مذہب حنفی اس کا حکم مکلفہ کا ہے، یا نہیں؟ نابالغہ لڑکی اور بالغ مرد یہ دونوں خلوت میں رہیں تو مرد پر کل مہر ثابت ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

هو المصوب: صورت مسئولہ میں ولی قریب (جو کہ اس کی ماں ہے) کے نکاح کردینے سے وہ نکاح صحیح نہ ہوا؛ بلکہ فاسد ہے اور لڑکی کی عمر گیارہ بارہ سقال ہونے کی بنا پر وہ مشتہاۃ ہے اور مشتہاۃ کی خلوت صحیح ہے؛ لیکن اگر اس سے وطی کی ہے تو مہر مثل لازم آئے گا، ورنہ نہیں، جیسا کہ ردالمختار کے باب الولی میں ہے:

(وهو)أى الولى (شرط) صحة (نكاح صغير ومجنون ورقيق).(۱)

(الوالى فى النكاح) ... (العصبة بنفسه) ... (فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم) ... فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته،انتهىٰ ملخصا.(۲)

اور باب الحجر میں لکھا ہے:

(بلوغ الغلام بالإحتلام والإحبال والإنزال)...(والجارية بالإحتلام والحيض والحبل) ... (فإن لم يوجد فيهما)شىء (فحتى يتم خمس عشرة سنة، به يفتى).(۳)

اور شامی میں لکھا ہے:

قال فى المعراج:بنت خمس لاتكون مشتهاة إتفاقا وبنت تسع فصاعداً مشتهاة إتفاقا.(۴)

اور درمختار میں باب المہر میں ہے:

ويتأكد (عند وطء أوخلوة صحت)من الزوج (أوموت أحدهما)... (ويجب مهر المثل فى نكاح فاسد)...(بالوطء)...(لا بغيره) كالخلوة لحرمة وطئها،انتهىٰ ملخصا.(۵) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالوہاب کان اللہ لہ (فتاویٰ باقیات صالحات، ص:۱۴۲-۱۴۳)

ماں کے حق میں ولایتِ نکاح:

سوال: نابالغ لڑکی کے نکاح کے لیے ماں کو حقِ ولایت ہے، یا نہیں؟

(۱) الدرالمختار،باب الولى:۵۵/۳،دارالفكربيروت،انيس

(۲) الدرالمختار،باب الولى:۷۶/۳-۸۱،دارالفكربيروت،انيس

(۳) الدرالمختار،فصل بلوغ الغلام بالإحتلام:۱۵۳/۶،دارالفكربيروت،انيس

(۴) ردالمحتار،كتاب النكاح:۳۷/۳،دارالفكربيروت،انيس

(۵) الدرالمختار،باب المهر:۱۰۲/۳،۱۳۱،۱۳۲،دارالفكربيروت،انيس

الجواب

عصبات کے موجود نہ ہونے کی صورت میں ماں کو حق ہوگا۔

تنویر الابصار میں ہے:

وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة ولو ثَیِّباً، انتھٰی. (۱)

دوسری جگہ ہے:

الوالی فی النکاح العصبة بنفسه ... فإن لم یکن عصبة والولایة للأم، إنتھٰی. (۲) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۷۴/۴)

اگر لڑکی کا کوئی ولی عصبہ نہ ہو تو ولی نکاح اس کی ماں ہے:

سوال: زینب بی بی دختر گل بعمر چودہ سال ہے، اس کا باپ عرصہ ہوا فوت ہوگیا ہے، اس کی والدہ نے دوسری جگہ نکاح کرلیا ہے، اب زینب کی والدہ کو ہے، یا ولی ابعد کو جو نہایت ہی بعید ہیں، اگر زینب کا عقد کفو میں کردے تو ولی ابعد کو حق فسخ نکاح کا ہے، یا نہیں؟

تنویر میں ہے:

الوالی فی النکاح العصبة بنفسه ... فإن لم یکن عصبة فالولایة للأم. (۳)

کیا عبارت مذکورہ سے ولایت ام ثابت ہے؟

الجواب

عبارت مذکورہ سے ولایت ام ثابت ہے۔

ومثله فی الدر المختار: فإن لم یکن عصبة فالولایة للأم.

قال الشامی: هو عند الإمام ومعه أبو یوسف فی الأصح وقال محمد: لیس لغیر العصبات ولایة وإنما هی للحاکم والأول الإستحسان. (٤٢٩/٢) (۴)

اس لیے صورت مذکورہ میں جب کہ عصبات موجود نہیں، لڑکی کی والدہ اس کا نکاح کو فسخ کرسکتی ہے؛ لیکن اگر کوئی قریب، یا بعید عصبہ موجود ہو تو اس کی ولایت مقدم ہے، وہ ماں کے کئے ہوئے نکاح کو فسخ کرسکتا ہے اور اگر لڑکی بالغ ہوچکی ہے تو خود مختار ہے، اس کی اجازت کے بغیر کوئی شخص اس کا نکاح نہیں کرسکتا۔

۲۹/صفر ۱۳۵۰ھ (امداد المفتیین: ۴۴۲/۲)

---

(۱) تنویر الأبصار، باب الولی: ٦٥/٣-٦٦، دار الفکر بیروت، انیس

(۲-۳) تنویر الأبصار، باب الولی: ٧٦/٣، ٧٨، دار الفکر بیروت، انیس

(۴) الدر المختار مع رد المحتار، باب الولی: ٧٨/٣، دار الفکر بیروت، انیس

نابالغ کا نکاح ماں کی اجازت سے عصبات نہ ہونے کی صورت میں نافذ ہے:

سوال: ایک نابالغ لڑکے کا نکاح پانچ برس ہوئے ہوا تھا،لڑکا ابھی تک نابالغ ہے،اب لڑکے والے یہ کہتے ہیں کہ وہ نکاح بوجہ نابالغ ہونے کے ناجائز تھا،ہم دوسرا نکاح چاہتے ہیں۔جائز ہے،یا نہیں؟ نکاح والدہ کی اجازت سے ادا ہوا تھا؟

الجواب

نابالغ کا نکاح جو اس کی ماں نے کیا ہے،نافذ ومنعقد ہوگیا،بشرطیکہ نابالغ کا کوئی اور ولی اقرب مثل باپ،دادا، بھائی،چچا وغیرہ کے موجود نہ ہو،یا اس نے اجازت دے دی ہو۔

قال في الدر المختار:(فان لم یکن عصبة فالولایة للأم).(۱)

وأیضاً قال قبل ذلک:وللولی إنکاح الصغیرة والصغیرة جبراً .(۲) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

(امداد المفتین:۲/۴۴۳)

سوتیلے باپ کا ناح کرنا ماں کی اجازت پر موقوف ہے:

سوال: زید نے خالدہ نابالغہ کا نکاح کر دیا اور خالدہ اس کی سوتیلی لڑکی ہے اور خالدہ اپنے شوہر کے یہاں رہتی ہے اور کچھ مدت خالدہ اور اس کی والدہ اور اس کا شوہر اپنی والدہ کے مکان پر رہتے رہے،خالدہ کا شوہر اپنی زوجہ کو لے جانا چاہتا ہے،گو اس کی والدہ اس کو نہیں بھیجنا چاہتی ہے اور وہ چاہتی ہے کہ اس کا زوج یہیں میرے مکان پر سب کا خرچ برداشت کرتا رہے،اس کے خاوند یعنی عمرو نے اس کو پسند نہ کیا؛ بلکہ زبردستی اپنی زوجہ کو اپنے مکان پر لے آیا، خالدہ کی والدہ ہندہ نے اب دعویٰ کیا ہے کہ عمرو میری لڑکی کنواری کو بھگا کر لے گیا ہے اور خالدہ بھی اپنی والدہ ہی کی تائید کرتی ہے،آیا خالدہ کا نکاح عمرو کے ساتھ درست ہوا،یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں خالدہ کا نکاح زید نے کیا ہے،وہ خالدہ کی والدہ کی اجازت پر موقوف تھا،جس وقت اس کی والدہ کو نکاح کا علم ہوا،اگر اسی وقت اجازت دے دی تھی تو نکاح جائز وصحیح اسی وقت ہوگیا اور اگر اجازت نہ دی تھی؛ بلکہ سکوت کیا تھا تو یہ نکاح موقوف رہا،پھر جب خالدہ نے بعد بلوغ عملاً اس کو جائز رکھا؛ یعنی اس کے پاس بیوی ہونے کی حیثیت سے رہتی رہی تو اب یہ نکاح صحیح اور لازم ہوگیا۔الغرض بہر دوصورت نکاح صحیح ہو چکا،بشرطیکہ والدہ خالدہ نے علم نکاح کے وقت اس نکاح سے صراحتاً انکار نہ کیا تھا۔

(۱) تنویر الأبصار،باب الولي:۳/۷۸،دار الفکر بیروت،انیس

(۲) تنویر الأبصار،باب الولي:۳/۶۵-۶۶،دار الفکر بیروت،انیس

والدليل عليه ما في الدر المختار في نكاح الفضولي: توقف عقوده كلها إن لها مجيز حالة العقد ولا تبطل.(۱)

في الشامي: وأما إذا كان أي وجد سلطان أو قاض في مكان عقد الفضولي على المجنونة أو اليتيمة فيتوقف أي ينفذ بإجازتها بغير عقلها أو بلوغها.(ردالمحتار، مطلب نكاح الفضولي: ۳۰٤/۲، مصری)

وفي العالمگيرية، الباب السادس من النكاح: والاجازة بالفعل سوق المهر إليها (إلى قوله) ولو خلا بها هل يكون إجازة؟ قال مولانا: يكون، الخ.(الفتاویٰ الهندية، ۲۸۰/۱، مصری)

خلاصہ یہ کہ خالدہ کا نکاح عمرو سے منعقد اور صحیح ولازم ہو چکا، (بشرطیکہ والدہ خالدہ نے علم نکاح کے وقت صریح لفظوں میں انکار نہ کیا ہو)، لہٰذا اب خالدہ کو اس سے علاحدہ ہونے کا کوئی اختیار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (امدادالمفتین: ۴۵۵/۲)

ولایت میں ماں دادی سے مقدم ہے:

سوال: اگر کسی لڑکی کے آبائی رشتہ میں کوئی مرد نہ ہو تو ولایت کا حق لڑکی کی دادی کو حاصل ہوگا یا اس کی ماں کو؟

الجواب

جب کسی لڑکی کے آبائی رشتہ میں کوئی مرد نہ ہو تو ولایت کا حق اس لڑکی کی ماں کو حاصل ہے، نہ کسی اور کو۔

قال العلامة الحصكفي: فإن لم تكن عصبة فالولاية للأُم ثم لأم الأب. (الدرالمختار علیٰ صدر ردّالمحتار: ۷۸/۳، باب الأولياء)/ قال العلامة عالم بن العلاء الانصاري: ثم عصبة مولى العتاقة، ثم الأم، ثم ذوالأرحام الأقرب، فالأقرب وهٰذا قول أبي حنيفة وأن استحسان. (الفتاویٰ التاتارخانية: ۱۹/۳، الفصل الحادي عشر في معرفة الأولياء) (فتاوی حقانیہ: ۳۹۳/۴)

دادی کا لگایا ہوا رشتہ لڑکی کو پسند نہیں ہے:

سوال: ایک نابالغہ لڑکی کو اس کی وادی نے اپنے ہم قوم لڑکے کو دینے کا اقرار کیا، اب دادی مرگئی ہے اور لڑکی کا باپ زندہ ہے، اس نے لڑکی کے ماموں کو وکیل نکاح کا بنا دیا ہے اور لڑکی جوان ہے اور دادی کے کئے ہوئے رشتہ کو قبول نہیں کرتی اور دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے جائز ہے، یا نہ؟

الجواب

جب لڑکی بالغہ ہو کر دادی کی رشتہ کو؛ یعنی خطبہ منگنی کو منظور نہیں کرتی تو وہاں نکاح کرنا جائز نہیں ہے، جہاں لڑکی مرضی ہے، کفو میں نکاح کرے اور پہلے جو منگنی ہوئی تھی، وہ نکاح نہیں ہوا؛ بلکہ وہ بظاہر وعدۂ نکاح تھا اور دادی کو بموجودگی باپ کے نابالغہ کے نکاح کی ولایت بھی نہیں ہے۔ (ہکذا فی کتب الفقہ) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۳)

(۱) الدرالمختار، مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح: ۹۷/۳، دارالفكر بيروت، انيس

نابالغہ لڑکی کے باپ کی اجازت سے نانی کا نکاح کردینا:

سوال: مسماۃ جعفراً کی شادی زید سے ہوئی، جس کے بطن سے ایک لڑکی مسماۃ نفیسہ پیدا ہوئی، بعدہ مسماۃ جعفراً اپنے شوہر زید ولڑکی نفیسہ کو چھوڑ کر انتقال کرگئی، زید نے اپنی لڑکی کی پرورش کا کوئی خیال نہیں کیا، بدرجۂ مجبوری نفیسہ کی نانی نے اس کے خورد ونوش کا نظم اپنی ذات سے کیا۔ چناں چہ اس وقت مسماۃ نفیسہ کا سن بارہواں سال ہے اور نانی نے اس کا منسوب ایک لڑکے سے قائم کیا ہے۔ کیا اب نانی کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی اجازت سے مسماۃ نفیسہ کا نکاح اس کے باپ کی عدم موجودگی میں کردے؟ نفیسہ کے باپ نے یہ جواب دیا اور لکھا کہ جس نے پرورش کی ہے، وہی شادی کردے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

باپ کی موجودگی میں نانی کو ولایت نکاح حاصل نہیں ہے؛ لیکن جب باپ نے نکاح کی اجازت تحریر کردی ہے تو وہ نکاح کردے سکتی ہے اور یہ نکاح جائز ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۶/۳/۱۳۵۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۸۳/۴-۲۸۴)

نابالغہ کا نکاح دادی کے کردینے سے لڑکی کو خیار بلوغ کا حق ہے:

سوال: دادی نے اپنی نابالغہ پوتی کا نکاح کردیا تو بالغ ہونے پر لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

فقہ کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ باپ، یا دادا جب نابالغ کا نکاح کرائیں تو بعد از بلوغ اس کو نکاح فسخ کرنے کا حق حاصل نہیں۔ صورت مسئولہ میں چوں کہ نکاح دادی نے کرایا ہے، جس کو حق ولایت بھی حاصل نہیں؛ اس لیے لڑکی بلوغ کی وجہ سے فسخ نکاح کا حق رکھتی ہے؛ تاہم نکاح فسخ کرنے کا حق قاضی، یا حاکم کے ذریعے ہوگا، جس کے بعد لڑکی دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

قال النسفي: ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط القضاء. (البحر الرائق: ۱۲۰/۳، باب الأولياء والأكفاء)(۲) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۷۹/۴)

غیبت منقطعہ:

سوال: چندروز قبل کا واقعہ ہے کہ عبدالسلام کی اہلیہ کینسر جیسے مہلک مرض میں مبتلا تھی، ڈاکٹروں نے اسے لاعلاج

(۱) لوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب توقّف على إجازته. (الدرالمختار: ۳۱۵/۲)

(۲) قال ابن عابدين: وحاصله أنه إذا كان المزوج للصغير أو الصغيرة غير الأب والجد فلها الخيار بالبلوغ او العلم به فإن اختار الفسخ لايثبت الفسخ إلّا بشرط القضاء. (ردالمحتار: ۷۰/۳، باب الأولياء)
ومثله في الهندية: ۲۸۵/۱، الباب الرابع في الأولياء

قرار دے کر چند روز کا مہمان بتلایا، عبدالسلام کی سات اولاد ہیں، ان میں سے کسی کی بھی شادی نہیں ہوئی تھی، اہلیہ نے عبدالسلام سے آخری تمنا ظاہر کی کہ میری موجودگی میں کم از کم ایک بچہ کی شادی کر دیجئے؛ تاکہ میں اپنی ایک بہو کو حیات ہی میں دیکھ لوں، چوں کہ میری حیات کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے، چناں چہ عبدالسلام نے اپنے بڑے بیٹے کا رشتہ آناً فاناً ساتن پٹی کے منت اللہ صاحب کی لڑکی سے طے کیا، منت اللہ صاحب کی لڑکی نابالغہ تھی، منت اللہ صاحب دہلی میں رہتے ہیں اور میرے یہاں سے دہلی کی مسافت تین روز کی ہے، چناں چہ منت اللہ صاحب کے والد محترم و بھائی نے عبدالسلام کے یہاں رشتہ داری کو معقول اور مناسب سمجھ کر منت اللہ کی عدم موجودگی میں شادی کی تاریخ متعین کر دی اور شادی کی تاریخ پانچویں روز رکھی، پانچویں روز عبدالسلام چند لوگوں کے ہمراہ اپنے لڑکے کو لے کر شادی کے لیے ساتن پٹی آ گیا اور بعد جمعہ ساتن پٹی کی مسجد میں عقد پڑھا دیا گیا، بعد عقد کچھ لوگوں کا کہنا ہوا کہ یہ عقد صحیح نہیں ہوا، چوں کہ منت اللہ کو اس کی کوئی جانکاری نہیں ہے۔

اس مسئلہ کو علاقائی عالموں سے بھی دریافت کیا گیا، دین بندھی مدرسہ کے ایک عالم نے "**وللولی الأبعد التزویج بغیبة الأقرب... مسافة القصر واختارفی الملتقٰی مالم ینتظر الکفء الخطاب جوابه.** (الدرالمختار) **فلو کان الغائب أباها ولها جد وعم فالولایة للجد.** (ردالمحتار،باب الولی: ۴۳۲/۴) کے حوالہ سے اس عقد کو جائز قرار دیا اور مدرسہ چھتی ہنومان نگر کے ایک جید استاد نے اس عقد کو ولی کی اجازت پر موقوف قرار دیا۔ لہٰذا اس صورت میں قرآن وحدیث کی روشنی میں صحیح مسئلہ کیا ہوگا؟ تحریر فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

ولی اقرب کی غیر موجودگی میں ولی ابعد کو نابالغ لڑکے اور لڑکی کے نکاح کرانے کا اختیار حاصل ہے۔

وللولی الأبعد التزویج بغیبة الأقرب. (الدرالمختار: ۳۱۵/۲)

لیکن ولی ابعد کو ولی اقرب کی جس غیر موجودگی میں نکاح کرانے کا حق ہے، اس سے مراد غیبت منقطعہ ہے۔

فإذا غاب الولی الأقرب غیبة منقطعة جاز لمن هوأبعد أن یزوّج. (الهدایة،باب الأولیاء: ۳۱۹/۲)

اور غیبت منقطعہ کی تعریف میں فقہا کے مختلف اقوال ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ ولی اقرب ایسے شہر میں ہو، جہاں قافلے سال بھر میں صرف ایک مرتبہ پہنچ پاتے ہوں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ولی اقرب جہاں رہتا ہو، اس کے درمیان اور جہاں اس کے متعلقین رہتے ہوں، اس کے درمیان ادنی مدت سفر کی مسافت ہو۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ولی اقرب اتنا دور ہو اور ایسے حال میں ہو کہ اگر اس کی رائے معلوم کرنے اور اس سے اجازت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے تو جو رشتہ آیا ہو، وہ ہاتھ سے جاتا رہے اور پیغام نکاح دینے والا اتنی مدت انتظار کرنے

کے لیے تیار نہ ہو۔صاحب ہدایہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اور علامہ شامی نے بھی اس کو مفتیٰ بہ اور راجح قرار دیا ہے۔

والغيبة المنقطعة أن يكون في بلد لاتصل إليه القوافل في السنة إلامرة وهو اختيار القدوری وقيل أدنى مدة السفر...وقيل إذا كان بحال يفوت الكفوء باستطلاع رأيه وهذا أقرب إلى الفقه لأنه لانظر في إبقاء ولايته حينئذ. (الهداية: ۳۱۹/۲)

قال في الذخيرة: الأصح أنه إذا كان في موضع لوانتظر حضوره أو استطلاع رأيه فات الكفء الذي حضر فالغيبة منقطعة وإليه أشار في الكتاب اه وفي البحر عن المجتبٰى والمبسوط أنه الأصح وفي النهاية واختاره أكثر المشائخ وصحّحه ابن الفضل وفي الهداية أنه أقرب إلى الفقه وفي الفتح أنه الأشبه بالفقه وأنه لاتعارض بين أكثر المتأخرين وأكثر المشائخ أي لأن المراد من المشائخ المتقدّمون وفي شرح الملتقٰى عن الحقائق أنه أصح الأقاويل وعليه الفتوىٰ وعليه مشٰى في الاختيار والنقاية ويشير كلام النهر إلى اختياره وفي البحر والأحسن الإفتاء بما عليه أكثر المشائخ. (ردالمحتار: ۳۱۵/۲)

صورت مسئولہ میں منت اللہ صاحب جن کا وطن اصلی ساتن پٹی ،ضلع سوپول بہار ہے، وہ کسب معاش کے سلسلہ میں دلی میں رہتے ہیں اور عبدالسلام صاحب ساکن دین بندھی ضلع سوپول نے اپنی اہلیہ کی خواہش پر اپنے بڑے لڑکے کے نکاح کا پیغام منت اللہ صاحب کی نابالغہ لڑکی کے یہاں بھیجا اور منت اللہ صاحب کے والد و بھائی نے ان سے پوچھے بغیر ان کی لڑکی کا نکاح عبدالسلام صاحب کے لڑکے سے کردیا۔

اب سوال یہ ہے کہ سوپول بہار اور دلی کے درمیان جو مسافت ہے،اس پر غیبت منقطعہ کی تعریف صادق آتی ہے؟ تو مفتیٰ بہ اور راجح قول کے مطابق یہ غیبت منقطعہ نہیں ہے؛ کیوں کہ لڑکے والے کو کتنی ہی عجلت ہو، پانچ چھ دن تو انتظار کر ہی سکتے ہیں،اسی طرح ٹیلیفون وغیرہ کے ذریعہ رابطہ قائم کر کے رائے معلوم کی جاسکتی ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں جب کہ منت اللہ صاحب کے والد نے ان سے پوچھے بغیر ان کی نابالغہ لڑکی کا نکاح کردیا تو یہ نکاح منت اللہ صاحب کی اجازت پر موقوف رہے گا،اگر اجازت دے دیں تو نکاح صحیح ہوگا، ورنہ رد ہوجائے گا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی، ۱۰/۱۱/۱۴۱۸ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۱۰/۴-۳۱۲)

ولی اقرب مسافت بعیدہ پر ہو تو ولی ابعد کو ولایت نکاح حاصل ہوگی:

ہندہ نابالغہ کا نکاح بوجہ عدم موجودگی ولی قریب جب کہ مسافت بعید پر ہو ولی بعید منعقد کراسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

جب ولی اقرب غائب ہو بغیبۃ منقطعہ تو ولی ابعد کو نابالغ و نابالغہ کے نکاح کردینے کا حق حاصل ہے۔ہمارے

امام حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس صورت میں جب کہ کفو خاطب ولی اقرب کی موجودگی، یا دریافت رائے کا انتظار نہ کرے اور یہی اصح ہے۔

مبسوط میں ہے:

فإن كان الأقرب غائباً غيبة منقطعة فللأبعد أن يزوّجها عندنا. (كتاب النكاح: ٢٢٠/٤)

ونیز کتاب مذکور میں ہے:

والأصح أنه إذا كان في موضع لو انتظر حضوره أو استطاع رأيه فات الكفء الذى حضرلها فالغيبة منقطعة وإن كان لايفوت فالغيبة ليست بمنقطعة. (٢٢٢/٤)

وهكذا في البدائع وقال فيه: وهٰذا أقرب إلى الفقه لأن التعويل في الولاية على تحصيل النظر للمولى عليه ودفع الضرر عنه،الخ. (٢٥١/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد حفیظ الحسن، ۲۷/ربیع الآخر ۱۳۴۴ھ۔

الجواب صواب: ابوالمحاسن محمد سجاد کان اللہ لہ، محمد عثمان غنی۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۱۲/۴-۳۱۳)

بہن کے مقابلہ میں نانا کا ولی ہونا:

سوال: نابالغہ لڑکی کی بہن اور نانا دونوں موجود ہیں اور عصبات میں سے کوئی زندہ نہیں تو اس کے نکاح کی ولایت بہن کو ہوگی، یا نانا کو؟ اس مسئلہ میں فقہا کے دونوں قسم کے قول ہیں، ان میں سے راجح کون سا ہے؟

الجواب

نکاح کے مسائل میں فقہا ہر جگہ عصبات سے عصبہ بنفسہ مراد لیا کرتے ہیں، جیسا کہ ذکر کیا جاتا ہے۔

الولاية للعصبات فإن لم تكن عصبة فللأم،الخ.

اوراسی طرح قول فقہاء "**ثم لذوى الأرحام**" میں ذوالرحم سے علم فرائض کا اصطلاحی ذی رحم مراد نہیں ہوا کرتا؛ بلکہ مطلق رشتہ دار مراد ہوا کرتا ہے۔

شرح وقایہ میں ہے:

والولى العصبة المراد العصبة بنفسه أى ذكر يتصل بالميت بلا توسط انثى أما العصبة بالغير كالبنت إذا صارت عصبة بالابن فلا ولاية لها على أمها المجنونة وكذا العصبة مع الغير كالأخت مع البنت لا ولاية لها على أمها المجنونة وكذا العصبة مع الغير كالأخت مع البنت لا ولاية لها على أختها المجنونة،انتهىٰ.

برجندی مختصر وقایہ کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

المراد هٰهنا العصبة بنفسه.

اور قول مصنف ثم ذو الرحم کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

لم یرد به ما هو المتعارف عند أصحاب الفرائض انتهٰی.

اسی طرح ملتقی الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر اور تنویر الابصار، نیز اس کی شرح منح الغفار اور البحر الرائق وغیرہ میں ہے، اس تفصیل کے بعد صغیرہ کے نکاح کا حق بہن کو عصبہ ہونے کی وجہ سے دینا اور نانا کو ذوی الارحام ہونے کی وجہ سے حق نہ دینا غلط ہوگا؛ کیوں کہ بہن عصبہ بنفسہ نہیں ہے اور نانا اگر چہ علم فرائض کی اصطلاحی اعتبار سے ذو الرحم ہے اور بہن نہیں ہے؛ لیکن ولایت نکاح کی بحث کے اعتبار سے بہن بھی ذوی الارحام میں ہوگی، اگر چہ عصبہ کے معدوم ہونے کی صورت میں بعض فقہانے نانا کو ولی قرار دیا اور بعض نے بہن کو؛ مگر دلائل کی حیثیت سے نانا کی ولایت راجح اور مقدم ہے۔

البحر الرائق شرح کنز میں ہے:

وظاهر كلام المصنف أن الجد الفاسد مؤخر عن الأخت؛لأنه من ذوی الأرحام و ذكر المصنف فی المستصفى:أن الجد الفاسد أولٰى من الأخت عند أبی حنيفة وعند أبی يوسف الولاية لهما، كما فی الميراث، وفی فتح القدير: وقياس ما صح فی الجد والأخ من تقدم الجد الفاسد على الأخت،آه، فثبت بهذا أن المذهب ان الجد الفاسد بعد الأم قبل الأخت،انتهٰی. (۱)

اور ردالمختار میں ہے:

قلت:ووجه القياس أنهم ذكروا أن الاصح ان الجد أب الأب مقدم على الأخ عند الكل وإن اشترك مع الأخ فی الميراث عند هما لأن الولاية تبتنی على الشفقة و شفقة الجد فوق شفقة الأخ وحينئذ يقاس عليه الجد الفاسد مع الأخت فإن شفقته أقوىٰ منها،انتهٰی. (۲)

اور فتح القدیر میں بحث ولایت عصبات میں ہے:

وذكر الكرخی أن الأخ و الجد يشتركان فی الولاية عندها وعند أبی حنيفة يقدم الجد كما هو الخلاف فی الميراث والأصح أن الجد أولى بالتزويج إتفاقا،انتهٰی. (۳)

اور بحث ولایت غیر عصبات میں ہے:

وقياس ما صحح فی الجد والأخ من تقدم الجد الفاسد على الأخت،انتهٰی. (۴) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو:۵:۲۷۵-۲۷۶)

عصبہ اور ماں نہ ہونے کی صورت میں ماموں ولی ہے:

سوال: ہندہ نابالغہ کے کوئی عصبہ نہیں ہے اور نہ ماں ہے؛ بلکہ فقط ذوی الارحام سے ایک ماموں علاتی اور ایک

---

(۱) البحر الرائق،باب الأولياء والأكفاء فی النكاح:۱۳۳/۳،دارالكتاب الإسلامی بيروت،انيس

(۲) ردالمحتار،باب الولی:۷۸/۳،دارالفكر بيروت،انيس

(۳) فتح القدير،باب الأولياء والأكفاء:۲۷۷/۳،دارالفكر بيروت،انيس

(۴) فتح القدير،باب الأولياء والأكفاء:۲۸۶/۳،دارالفكر بيروت،انيس

خالہ عینی ہے۔ پس ولایت نکاح کس کو پہونچتا ہے؟

الجواب

ولایت نکاح نابالغہ اس صورت میں ماموں علاتی کو ہے۔
كما في الدر المختار: (ثم لذوى الأرحام) العمات، ثم الأخوال، ثم الخالات، إلخ. (۱)
پس خال بجمیع اقسامہ خالات سے ولایت نکاح میں مقدم ہے، لہٰذا ماموں علاتی خالہ عینی سے مقدم ہے۔ فقط
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶/۳۳)

ماموں کو عصبات وذوی الفروض کے بعد ولایت حاصل ہوتی ہے:

سوال: ایک نابالغ لڑکے و لڑکی کا نکاح لڑکی کے ماموں کی ولایت سے ہوا اور ایجاب وقبول کرایا جائز ہوا، یا نہ؟

الجواب

نابالغوں کا نکاح اگر ان کو ولی شرعی جس کو ولایت نکاح حاصل ہے، کرے تو وہ نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور اگر نابالغوں کی زبان سے ہی ولی ایجاب وقبول کرادے اور ولی اس نکاح کو جائز رکھے تو وہ نکاح بھی صحیح ہے؛ لیکن واضح ہو کہ ماموں حقیقی کی ولایت عصبات اور ذوی الفروض کی ولایت سے موخر ہے، جس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔ (۲) فقط
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۱۰۵)

ماموں نے نابالغ بھائی کی موجودگی میں نابالغہ کا نکاح کردیا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمیان زید وہندہ کو جب کہ ان دونوں کے والدین کا وفات ہو گیا، بوجہ نابالغی بغرض پرورش مسمی بکر جوان دونوں؛ یعنی زید وہندہ کا ماموں ہے اپنے مکان پر لے گیا اور اپنے لڑکے مسمیٰ بقر یدو سے ہندہ کا بغیر اجازت زید نکاح کر دیا، حالاں کہ زید وہندہ اب تک نکاح مذکور پر راضی نہیں ہیں اور اب ہندہ تقریباً ماہ دوماہ سے بالغہ ہے اور عرصہ آٹھ مہینہ سے اپنے بھائی مسمیٰ زید کے یہاں چلی آئی ہے تو صورت مذکورہ میں ہندہ کا نکاح بقر یدو سے از روئے شرع درست ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مذکورہ میں چوں کہ ہندہ قبل بلوغ وبعد بلوغ اپنے ماموں کے نکاح سے کارہ تھی، لہٰذا نکاح مذکورہ صحیح نہیں

---

(۱) الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الولی: ۲/۴۳۰، ظفیر
(۲) (الوالی فی النكاح) ... (العصبة بنفسه)... (ثم لذوى الأرحام) العمات، ثم الأخوال، ثم الخالات، ثم بنات الأعمام.. (الدر المختار، باب الولی: ۲/۴۳۰، ظفیر)

ہوا، مطابق حدیث ''لانکاح اِلا بولی'' کے ولی کا ہونا ضروری ہے؛ اس لیے نکاح صحیح نہیں ہوا، ہندہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عبداللہ، مدرس مدرسہ فیض عام، ۳۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۶ھ۔

احمد عفی عنہ، مدرس فیض عام، ۳۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۶ھ۔

ماموں بھی ولی ہے، جیسا کہ صاحب ہدایہ نے اس کی تحقیق کی ہے اور اس اعتبار سے نکاح ہو جائے گا؛ مگر بلوغ اور علم بالنکاح کے بعد خیارِ فسخ حاصل رہتا ہے۔ امام محمدؒ کے نزدیک ماموں ولی نہیں اور امام ابو یوسف صاحبؒ کی اشہر الروایتین یہی ہے، دیکھو ہدایہ اور حسن بن زیاد نے بھی امام صاحب سے یہی روایت کیا ہے اور الولایۃ الی العصبات بھی اسی کی مؤید ہے اور خیارِ فسخ کو تاثیر کے لیے قضا کی شرط ہے، جو آج کل قریباً اس دیار میں متعذر الحصول ہے؛ اس لیے اگر کوئی حنفی امام صاحب علیہ الرحمۃ کی دوسری روایت پر فتویٰ دے اور سرے سے نکاح کے انعقاد ہی کا انکار کرے تو اس ہیچمدان کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے، بہتر ہوگا کہ اس مسئلہ کی تحقیق حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ العالی سے کرلی جاوے۔

ناچیز عبداللطیف نعمانی، مدرس دارالعلوم مئو، اعظم گڑھ۔

الجواب ــــــــــــــــــــ من تھانہ بھون

صورت مسئولہ میں چوں کہ نکاح بولایت ولی صحیح منعقد ہو چکا ہے، بشرطیکہ کفو سے مہر مثل پر ہوا ہو؛ اس لیے اگر ہندہ اس کو بعد بلوغ کے فسخ کرنا چاہے تو قاضی اسلام کے یہاں مرافعہ کرے اور اگر قاضی اسلام میسر نہیں تو صبر کرے، یا کسی طرح خاوند کو خلع پر راضی کرے، بہر حال بدون قضاء قاضی، یا طلاق زوج کے یہ نکاح فسخ نہیں ہوسکتا اور بدون اس کے ہندہ کو کسی دوسرے شخص کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔

پہلا جواب کسی غیر مقلد کا معلوم ہوتا ہے، وہ بالکل غلط ہے؛ کیوں کہ حدیث لا نکاح الا بولی سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے۔ کہ بدون ولی کے نکاح نہیں؛ لیکن اس کے کیا معنی ہیں؟ آیا یہ کہ باطل ہے، یا مناسب نہیں، دونوں احتمال ہیں، انہوں نے بدون حدیث کے ایک احتمال کو ترجیح کیوں کردی اور اگر **''أیما امرأ ۃ نکحت نفسها بدون إذن ولیها فنکاحها باطل''** (۱) پیش کریں تو اس کی صحت ثابت کریں اور تصحیح حدیث میں کسی محدث کی تقلید نہ کریں، ورنہ

---

(۱) حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَإِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا، فَإِنِ اشْتَجَرُوا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لاَ وَلِيَّ لَهُ. (رواہ الترمذی، رقم الحدیث: ۱۱۰۲، وقال: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَقَدْ رَوَى يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الأَنْصَارِيُّ، وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْحُفَّاظِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ نَحْوَ هَذَا)

فہم حدیث میں فقہا کی تقلید سے کیوں عار ہے۔ دوسرے اگر اس کو بھی تسلیم کرلیا جائے تو وہ حدیث سے یہ ثابت کریں کہ خال ولی نہیں، اگر حدیث "الولاية إلى العصبات" (۱) پیش کریں تو اس کی صحت بدون تقلید محدثین کے ثابت کریں، پھر حدیث ہی سے عصبات کے ایسے معنی ثابت کریں، جو خال پر صادق نہ آتے ہوں۔ نیز یہ بھی بتلائیں کہ اس حدیث میں تو صرف اتنا ہے کہ عصبات کو ولایت حاصل ہوتی ہے، یہ کہاں ہے کہ غیر عصبات کو کسی وقت بھی ولایت حاصل نہیں ہوتی، حدیث میں کوئی لفظ نفی کا نہیں ہے، اگر ان امور کو حدیث ہی سے حل نہ کرسکیں تو اہل حدیث ہونے کا اور حدیث سے فتوی دینے کا دعوی نہ کریں۔

مجیب ثانی حنفی معلوم ہوتا ہے؛ مگر ان کو امام صاحب کی دوسری روایت ضعیفہ پر فتوی دینے کا خیال ہو رہا ہے؛ مگر یہ خیال غلط ہے؛ کیوں کہ ایسے مسائل تو اجتہادات میں بہت کم نکلیں گے، جن میں اختلاف علماء، یا اختلاف روایات نہ ہو، دیکھنا یہ ہے کہ اختلاف کے وقت قوت کس کو ہے، قول ضعیف پر فتوی جائز نہیں، سو ظاہر ہے کہ امام صاحب سے جو روایت اہل متون نے نقل کی ہے اور متون ہی نقل مذہب کے لیے موضوع ہیں، وہ یہی ہے کہ عدم عصبات کے وقت ماں کو اور ذوی الارحام کو ولایت تزویج حاصل ہے اور دلیل سے بھی قوت اسی کو ہے اور امام ابو یوسف بھی امام ابوحنیفہ ہی کے ساتھ ہیں۔

هذا هو الأصح الأرجح، كما صرح به في فتح القدير، وبسط الكلام في الدلالة. (۱۸۲/۳)
وفي رد الحتار (۵۱۴/۲، باب الولي) واللہ اعلم

۱۰/رمضان ۱۳۴۶ھ (امداد الاحکام: ۳۱۱/۳)

ولایت نکاح میں حقیقی بہن، ماموں اور اخیافی بھائی سے مقدم ہے:

سوال: ایک نابالغہ کے والدین فوت ہوگئے، اس وقت اس کا ماموں اور اخیافی بھائی اور حقیقی بہن اور ماں کا پہلا شوہر زندہ ہے، ولایت نکاح ان میں کس کو حاصل ہے؟

الجواب

صورت مسئولہ میں ولایت نکاح حقیقی ہمشیرہ کو ہے۔

قال في الدر: (فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم، ثم لأم الأب) وفي القنية عكسه، ... (ثم للأخت لأب وأم، ثم للأخت لأب، ثم لولد الأم) الذكر والانثى سواء، آه. (۵۱۲/۲) (۲) واللہ اعلم

۲۰/ذی قعدہ ۱۳۴۷ھ (امداد الاحکام: ۳۱۵/۳)

---

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، فَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَهُوَ إِلَى الْعَصَبَةِ، وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا أَوْ ضَيَاعًا فَأَنَا وَلِيُّهُ. (السنن الكبرى للنسائي، رقم الحديث: ۶۳۱۳، انيس)

(۲) الدر المختار، باب الولي: ۷۸/۳-۷۹، دار الفكر بيروت، انيس

نابالغہ کے چچا کی رضامندی سے بہنوئی کا نکاح کردینا:

سوال: ہندہ کا نکاح نابالغیت میں بہنوئی کی اجازت سے ہوا؛ مگر نکاح کے وقت ہندہ کا ولی قریب؛ یعنی چچا موجود تھا اور وہ اس سے راضی تھا، نکاح کے بعد بارہ برس تک شوہر نے خبر نہ کی، جب تک ہندہ اور ہندہ کا بھائی دونوں بالغ ہو چکے تھے، چناں چہ ہندہ کے بھائی نے اپنی اجازت سے ہندہ کا نکاح دوسرے مرد سے پڑھا دیا۔کون نکاح صحیح ہوا؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

چوں کہ پہلے نکاح سے ہندہ کا چچا راضی وخوش تھا اور اس نے انکار نہیں کیا تھا؛ اس لیے وہ نکاح منعقد ہو گیا،(۱) اور جب وہ نکاح منعقد ہو گیا تو دوسرا نکاح باطل ہوگا،(۲) اس لیے ہندہ کو چاہیے کہ فوراً دوسرے شوہر سے علاحدگی اختیار کرے، پھر اگر پہلا شوہر اپنے ساتھ رکھنا چاہے تو اس کے ساتھ رہے، ورنہ اس سے طلاق حاصل کرے اور طلاق کے بعد پھر دوسرے شوہر سے نکاح کرے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۵/۱۱/۱۳۵۱ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲۸۲/۴)

بہنوئی کا نکاح کردینا:

سوال: ایک نابالغہ جس کا کوئی ولی نہیں ہے، اس کے بہنوئی نے ایک شخص سے نکاح کردیا؛ مگر اس کی نابالغیت کی وجہ سے شوہر نے اپنی دوسری شادی کر لی اور بعد بلوغ سے نہ کسی قسم کا سروکار پیدا کیا، نہ نان ونفقہ دیا۔اب چند سال سے دور دراز جگہ چلا گیا ہے اور کسی طرح اس بیوی کو بلانا، یا لے جانا نہ اس نے چاہا اور نہ آئندہ امید ہے، چار برس سے لڑکی بہنوئی کے گھر ہے اور اب بالغہ ہے کیا اس کو خیار فسخ ہے؟

---

(۱) لوزوج الأبعد حال قیام الأقرب توقّف علی إجازته.(الدرالمختار: ۳۱۵/۲)

(۲) وأما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته ... لم یقل أحد بجوازه فلم ینعقد أصلا.(ردالمحتار: ۳۵۰/۲)

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كِتَابَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا (سورة النساء: ۲۴)

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ عَطْفًا عَلَى مَنْ حُرِّمَ مِنْ النِّسَاءِ مِنْ عند قوله تعالی حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ فَرَوَى سُفْيَانُ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ قَالَ ذَوَاتُ الْأَزْوَاجِ مِنْ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ، وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ذَوَاتُ الْأَزْوَاجِ مِنْ المشرکین، وقد روی عن سعید ابن جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ كُلُّ ذَاتِ زَوْجٍ إتْيَانُهَا زِنًا إلَّا مَا سُبِيَتْ قَالَ أَبُو بَكْرٍ اتَّفَقَ هَؤُلَاءِ عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ بِقَوْلِهِ تعالی وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ ذَوَاتُ الْأَزْوَاجِ مِنْهُنَّ وَأَنَّ نِكَاحَهَا حَرَامٌ مَا دَامَتْ ذَاتَ زَوْجٍ.(أحكام القرآن للجصاص، باب نكاح ذوات الأزواج: ۸۰/۳-۸۱، دار إحياء التراث العربی بیروت، انیس)

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں اس نکاح کی حیثیت نکاح فضولی کی ہے، بلوغ کے بعد اگر لڑکی نے قبول کرلیا ہے تو اب خیار فسخ نہیں ہے اور اگر قبول نہیں کیا ہے تو رد کرسکتی ہے،(۱) اور اس صورت میں نہ عدت گزارنے کی ضرورت ہے، نہ قضاء قاضی کی۔ اگر اس نے نکاح قبول کرلیا ہے تو اس سے علاحدگی اور دوسرے نکاح کے جواز کی صورت صرف یہی ہے کہ وہ عدم اتفاق کی بنا پر دارالقضاء، یا مسلمان حاکم کے پاس فسخ نکاح کی درخواست کرے اور جب فسخ کردیا جائے تو دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۵۱/۴/۲۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۸۳/۴)

☆☆☆

(۱) تزويج العبد والأمة بغير إذن مولاهما موقوف فإن أجاز المولىٰ جاز وإن ردّه بطل وكذٰلك لوزوّج رجل امرأة بغير رضاها أو رجلا بغير رضاه وهذا عندنا فإن كل عقد صدر من الفضولي وله مجيز انعقده موقوفاً على الإجازة.(الهداية،فصل في الوكالة بالنكاح وغيره: ۳۲۲/۲)

نکاح کی وکالت

وکالت نامہ نکاح:

سوال(۱) (نقل وکالت نامہ) دفتر قضاء شریعت حیدرآباد، آندھراپردیش میں سردار حامد حسین خاں شاکر ولد میر منور علی خاں صاحب عمر ۲۷؍سال، پیشہ طالب علم، ساکن بالٹی مور میاری لمیٹڈ اسٹیٹ، امریکہ بثبات عقل وہوش وحواس، بلا جبرواکراہ، برضاورغبت خودلکھ دیتاہوں، اس بات پر کہ میں بعض مجبوریات کی بناپر حیدرآباد حاضر نہیں ہوسکتا اور اس لیے اپنی جانب سے اپنے حقیقی والد میر منور خاں صاحب ابن میر غلام خاں صاحب مرحوم کو ولی مقرر کرتا ہوں؛ تاکہ وہ میرے غیاب میں مراسم عقد انجام دے سکیں۔ میرا عقد مسماۃ ثریا نفیس بنت محمد رفیع الدین صاحب مرحوم سے بمعاوضہ گیارہ ہزار سکے ہند مہر موجل طے پایا ہے اور میرے غیاب میں سارے مراسم کی تکمیل والد انجام دیں گے، جو میرے لیے منظور وقبول ہے''۔ لہٰذا یہ چند کلمے بطور امانت کے لکھ دیئے ہیں؛ تاکہ آئندہ سند رہے اور وقت ضرورت کام آئے۔

مذکورہ وکالت نامہ یا اجازت نامہ میں حسب ذیل امور قابل غور ہیں:

(۱) وکالت نامہ یا اجازت نامہ حکومت، امریکہ کا مصدقہ نہیں ہے۔

(۲) عاقد نے اجازت نامہ کے ذریعہ زرمہر سکہ ہند میں قبول کیا ہے، برخلاف اس کے نکاح نامہ میں عاقد کی مرضی کے خلاف سکہ رائج الوقت لکھا گیا۔

(۳) عقدِ نکاح کی اہم شرط دو گواہوں کے روبرو ایجاب وقبول لازمی ہے، عاقد نے ایک مرد گواہ اور ایک عورت گواہ سے مواجہ میں مہر وعاقدہ کو قبول کیا ہے، حالانکہ احکام ربانی کی رو سے ایک مرد اور عورت گواہاں کی موجودگی میں قبولیت لازمی تھی۔ براہ کرم شریعت کے احکام کی روشنی میں فتویٰ دیا جائے کہ یہ عقدِ نکاح شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

وکالت نامہ کے لیے کیس حکومت کا مصدقہ ہونا ضروری نہیں، صرف اتنا کافی ہے (کہ) سردار حامد حسین خاں شاکر صاحب کو اس سے انکار نہ ہو۔ نکاح ہندوستان میں ہوا، وہیں پر سکہ رائج الوقت لکھا گیا؛ اس لیے کوئی فرق نہیں ہوا، وکالت نامہ پر جو گواہ ہیں، وہ عقدِ نکاح کے گواہ نہیں؛ بلکہ وکالت کے گواہ ہیں، نفسِ وکالت کے لیے گواہوں کا ہونا شرط بھی نہیں۔(۱) نکاح کے گواہ وہ ہیں، جن کی موجودگی میر منور علی خان نے ایجاب وقبول کیا اور قاری النکاح

(۱) ''أما الشهادة على التوكيل بالنكاح، فليست بشرائط لصحته''. (ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب: هل ينعقد بالألفاظ المصحفة نحو: تجوزت: ۲۱/۳، سعيد)

سید محبوب حسین نے جب ان سے قبول کرایا۔ دو گواہوں کے نام سوال میں بھی درج ہیں: محمد رئیس الدین صاحب ،احمد محی الدین ان کی موجودگی میں نکاح پڑھا گیا، لہذا:

(۱) یہ عقد نکاح شرعاً جائز نہ ہوگیا۔(۱)

(۲) عاقدہ کا نکاح موجودہ حالت میں کسی دوسری جگہ نہیں ہوسکتا، جب تک شوہر سے طلاق حاصل نہ کی جائے، یا شرعی قاعدہ سے تفریق نہ کرائی جائے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۹/۱۰/۱۳۹۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۳۸)

وکیل نکاح کی شرائط:

سوال: جو نکاح وکیل کے ذریعے باندھا جائے تو اس کے انعقاد کے لیے وکیل میں کون کون سی شرائط ہونی چاہئیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

نکاح کا انعقاد وکلا کے ذریعے ہوسکتا ہے، بشرطیکہ وکلا عاقل و بالغ ہوں، ورنہ نکاح صحیح نہیں ہوگا؛ تاہم اگر وکیل نابالغ ہو؛ مگر اچھے برے اور نفع نقصان میں تمیز کرسکتا ہو تو بایں صورت حنفیہ کے نزدیک نکاح صحیح ہوگا۔

قال العلامة داماد آفندی: فیصح توکیل الحر البالغ العاقل بقرینة الآتی أو المأذون الصبی أو البالغ من جهة الولی أو المولیٰ حرًا بالغًا أو مأذونًا. (الدرالمنتقی علی هامش مجمع الأنهر: ۲/۲۲۲، کتاب الوکالة) (۳) (فتاوی حقانیہ: ۴/۳۸۳)

بوقت وکالت گواہ کا ہونا ضروری نہیں ہے:

سوال: ایک بالغہ لڑکی ایک شخص کو وکیل اپنے نکاح کے لیے مقرر کرتی ہے؛ مگر بلا شاہد۔ وکیل نے اپنے اختیار سے دو شاہد مقرر کر کے نکاح کر دیا ہے۔ مہربانی کر کے یہ بتلایا جائے کہ یہ نکاح ہوا، یا نہیں؟

---

(۱) "النكاح ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر ... عند حضور شاهدين حرين أوحر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معاً". (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۳/۹ـ۲۱ـ۲۲، سعيد)

(۲) "لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة". (الفتاویٰ العالمگيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث في المحرمات، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بحا حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه)

(۳) وفي مجمع الأنهر: الصبيّ العاقل الذي أذن له الولي والعبد الذي أذن له المولیٰ أي يصح توكيل كل منهما. (مجمع الأنهر: ۲/۲۲۲، كتاب الوكالة)

قال العلامة الحصكفي: ثم ذكر شرط التوكيل فقال إذا كان الوكيل يعقل ولو صبيا أو عبدا محجورا لا يخفى أن الكلام الآن في صحة الوكالة. (الدرالمختار على صدر ردالمحتار: ۵/۵۱۱، كتاب الوكالة)

ومثله في ردالمحتار: ۵/۵۱۱، كتاب الوكالة

الجواب ـــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں نکاح اس لڑکی کا صحیح ہوگیا۔ وکیل بنانے کے لیے دوشاہد کی ضرورت نہیں۔(۱) ہاں اس زمانہ پرآشوب میں وکالت کے انکار کے خوف سے وکیل کو اپنی وکالت کے ثبوت کے لیے دوشاہد رکھنا احتیاط ہے، نکاح کے منعقد ہونے کے لیے دو گواہ بالغ مسلمان کا ہونا شرط ہے۔(۲) وکالت ثابت کرنے کے لیے دیانۃً گواہ کی ضرورت نہیں، قضاءً ضرورت پڑتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد حفیظ الحسن، ۲۹؍ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ۔ جواب صحیح ہے: محمد نور الحسن ۳۰؍ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۱۰۲/۴)

نکاح کا وکیل بنانے کے لیے گواہ شرط نہیں:

سوال: نکاح کے وقت قاضی وکیل سے ایجاب کراتا ہے اور دولہا سے قبول کراتا ہے۔ اس وقت دوگواہوں کا ہونا ضروری ہے۔

(۱) پوچھنا یہ ہے کہ جب باپ، بھائی، دادا، یا کوئی غیر محرم عورت سے اجازت لینے جائیں تو کیا اس وقت بھی دوگواہوں کا ہونا ضروری ہے؟ اجازت دینا بظاہر توکیل ہے توکیل کے لیے تو عام طور سے گواہ شرط نہیں ہوتے۔

(۲) اگر باپ نے نکاح کرنے سے ایک دن پہلے اپنی لڑکی سے اجازت لے لی اس وقت کوئی گواہ نہیں تھا، دوسرے دن قاضی کے پاس دوگواہوں کے سامنے نکاح کردیا تو کیا حکم ہے؟ شرع شریف کی روشنی میں بندہ کی رہنمائی فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

(۱) بالغہ لڑکی سے اجازت لیتے وقت دوگواہوں کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے۔ لڑکی کا اجازت دینا توکیل بالنکاح ہے توکیل بالنکاح میں گواہ کا ہونا ضروری نہیں۔

(۲) اس صورت میں نکاح صحیح ہوجاتا ہے۔

لما في البحر الرائق (۸۸/۳): أن الشهادة تشترط في الموقوف عند العقد لا عند الإجازة، كما في المحيط.

وفي الهندية (۲۹٤/۱): الباب السادس في الوكالة بالنكاح وغيرها: يصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضره الشهود كذا في التتارخانية ناقلا عن خواهر زاده.

وفي الشامية (۲۱/۳): قوله (وشرط حضور شاهدين) أي يشهد أن على العقد أما الشهادة على التوكيل بالنكاح فليست بشرط لصحته كما قدمناه عن البحر. (نجم الفتاویٰ:۸۳/۵-۸۴)

---

(۱) يصحّ التوكيل بالنكاح وإن لم يحضره الشهود. (الفتاویٰ الهنديه: ۲۹٤/۱)

(۲) ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرّين عاقلين بالغين مسلمين رجلين أو رجل وامرأتين عدولا كانوا أو غير عدول. (الهداية: ۳۰٦/۲)

وکیل کے ذریعے نکاح کا حکم:

سوال: اگر لڑکا، یا لڑکی اپنے نکاح کے لیے کسی کو وکیل بنائے اور وہ ان کی طرف سے ایجاب وقبول کرے تو کیا اس سے نکاح منعقد ہو جائے گا، یا نہیں؟

الجواب ــ

نکاح وانکاح ان امور میں سے ہے، جن میں وکالت جائز ہے، پس لڑکا، یا لڑکی اپنے نکاح میں ایجاب وقبول کے لیے کسی کو وکیل بنا سکتے ہیں اور اس پر اکتفا کر کے ان کا نکاح منعقد ہوگا۔

قال العلامة الکاسانی: ثم النکاح کما ینعقد بهٰذه الألفاظ بطریق الاصالة ینعقد بها بطریق النیابة بالوکالة والرسالة لأن تصرف الوکیل کتصرف المؤکل. (بدائع الصنائع: ۲۳۱/۲، فصل رکن النکاح)(۱)(فتاوی حقانیہ: ۳۸۱/۴)

نکاح میں نابالغ کی وکالت کا حکم:

سوال: کیا نکاح میں کسی نابالغ لڑکے کو وکیل بنایا جا سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــ

نابالغ لڑکا جب عاقل اور ممیّز ہو تو نکاح میں اس کی وکالت درست ہے۔

قال العلامة الکاسانی: وأما البلوغ والحریة فلیسا بشرط لصحة الوکالة فتصح وکالة الصّبیّ العاقل الخ. (بدائع الصنائع: ۲۰/۶، فصل الشرائط الوکالة)(۲)(فتاوی حقانیہ: ۳۸۱/۴)

نابالغ کو نکاح کا وکیل نہیں بنایا جا سکتا:

سوال: ہمارے بھائی کا نکاح ایک لڑکی سے ہوا، جس کا تعلق حیدر آباد سے ہے، جب ہم بارات لے کر گئے تو ان لوگوں نے قاضی صاحب کو نکاح کے لیے بلایا، جب نکاح ہونے لگا تو لڑکی کے چچا نے ایک لڑکے کو کہا: جاؤ خالہ سے پوچھ کر آؤ، آپ نکاح سے راضی ہیں، یا نہیں؟ اس لڑکے کی عمر تقریباً بارہ سال ہوگی، تھوڑی دیر بعد لڑکا واپس

---

(۱) قال فی الهندیة: یصح التوکیل بالنکاح وإن لم یحضره الشهود. کذا فی التاتارخانیة. (الفتاویٰ الهندیة، الباب السادس فی والوکالة بالنکاح: ۲۹۴/۱)

ومثلهٗ فی ردالمحتار: ۹۵/۳، مطلب فی الوکیل والفضولی فی النکاح

(۲) قال الشیخ النسفی: صح التوکیل وهو اقامة الغیر مقام نفسه فی التصرف ممن یملکه إذا کان الوکیل یعقل العقد ولو صبیًّا الخ.. (البحرالرائق: ۱۴۲/۷، کتاب الوکالة)

ومثلهٗ فی الهندیة: ۵۶۲/۳، کتاب الوکالة. الباب الأوّل

آ گیا، اس نے کہا خالہ راضی ہیں، میرے دل میں یہ بات آئی یہ تو بچہ ہے، اس کو کیوں بھیجا۔ بہرحال میں چوں کہ جاہل آدمی تھا؛ اس لیے خاموش رہا کہ پہلے اپنے امام صاحب سے مسئلہ معلوم کروں گا، بعد میں کچھ بات ہوگی۔اب آپ سے یہ پوچھنا چاہوں گا، نکاح میں نابالغ کو وکیل بنانا جائز ہے، یا نہیں؟ اس نکاح کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

نکاح کے انعقاد کے لیے ایجاب وقبول ضروری ہے، خواہ یہ ایجاب وقبول عاقدین خود کریں، یا ان کی طرف سے مقرر کردہ وکیل ایجاب وقبول کرے۔صورت مسئولہ میں اگر عورت نے چچا کو وکیل بنایا تھا اور بوقتِ عقدِ نکاح چچا نے محض توثیق کے لیے لڑکے کو بھیج کر لڑکی سے نکاح کی رضامندی حاصل کی تو نکاح درست ہوگا اور اگر عورت نے چچا کو وکیل نہیں بنایا تھا اور چچا نے محض لڑکے کے یہ بتلانے سے کہ خالہ نکاح کے لیے راضی ہیں، لڑکی کا نکاح کروادیا تو اگر یہ بچہ سمجھ دار ہو اور نکاح کے معاملات کو سمجھتا ہو (اگر چہ بالغ نہ ہو) تب بھی یہ نکاح منعقد ہوجائے گا، البتہ اگر بچہ ناسمجھ ہے تو یہ نکاح موقوف رہے گا، اگر عورت نے بعد میں قبول کرلیا تو نکاح منعقد ہوگا، ورنہ نہیں۔

لما في الهداية (١٨٧/٢):ويشترط أن يكون الوكيل ممن يعقل العقد ويقصده لأنه يقوم مقام الموكل في العبارة فيشترط أن يكون من أهل العبارة حتى لو كان صبيا لا يعقل أو مجنونا كان التوكيل باطلا.

و في بدائع الصنائع (٢٠/٦):وأما البلوغ والحرية فليسا بشرط لصحة الوكالة فتصح وكالة الصبي العاقل والعبد مأذونين كانا أومحجورين وهذا عند أصحابنا وقال الشافعي رحمه الله وكالة الصبي غير صحيحة لأنه غير مكلف ولا تصح وكالة المجنون ولنا ما روى أن رسول الله لما خطب أم سلمة قالت إن أوليائي غيب يا رسول الله فقال ليس فيهم من يكرهني ثم قال لعمرو ابن أم سلمة قم فزوج أمك مني فزوجها من رسول الله وكان صبيا.

وفي البحرالرائق (٢٣٥/٧):الثالث في ركنها وهو ما دل عليها من الإيجاب والقبول ولو حكما فلو قال وكلتک في هذا كان وكيلا بحفظه لأنه الأدنى فيحمل عليه. (نجم الفتاویٰ:۵/۸۷-۸۸)

نکاح میں کسی اجنبی کی توکیل کے لیے تصریح ضروری ہے:

سوال: بالغہ عورت سے اگر کوئی اجنبی شخص نکاح اجازت مانگے تو ایسی حالت میں عورت کا رونا، یا خاموش رہنا اجازت کے مترادف ہے، یا صراحتاً ضروری ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

اجنبی شخص کا اجازت طلب کرتے وقت عورت کا رونا، یا خاموش رہنا اجازت شمار نہیں ہوگی؛ بلکہ اس میں تصریح بالقول (واضح الفاظ میں اجازت دینا) ضروری ہے۔

قال الحصكفي: فإن استأذنها غير الأقرب كأجنبي أوولي بعيد فلاعبرة لسكوتها بل لابد من القول كالثيب البالغة. (الدرالمختار علی صدر ردالمحتار: ٦٢/٣، كتاب النكاح، باب الولي)

قال ابن نجيم المصري رحمه الله: تحت قول المتن: وإن استأذنها غير الولي فلا بد من القول كالثيب أي فلا يكفي لقلة الالتفات أي كلامه فلم يقع دلالة على الرضا. (البحرالرائق: ١١٥/٣، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء) (فتاوی حقانیہ: ۳۸۲/۴)

کیا قادیانی نکاح کا وکیل ہوسکتا ہے:

سوال: ہمارے اطراف میں نکاح کی مجلس اس طرح منعقد ہوتی ہے کہ لڑکی کا باپ، یا چچا نانا وغیرہ میں سے کوئی ایک دوگواہوں کے لے کر لڑکی کے پاس جاتا ہے اور لڑکی سے یوں کہتا ہے کہ میں تمہارا وکیل بن کر فلاں کا لڑکا فلاں سے مبلغ اتنے مہر میں ان دوگواہوں کے روبرو نکاح کر دوں، جب لڑکی ہاں کہہ دیتی ہے تو یہ وکیل اور دونوں گواہ مجلس میں آتے ہیں، بعدہ محلّہ کا پیش امام خطبہ نکاح پڑھتا ہے اور وکیل سے کہتا ہے کہ یوں کہو کہ میں نے اپنی وکالت سے فلانہ کی لڑکی فلانہ کو مبلغ اتنے مہر میں ان دوگواہوں اور حاضرین مجلس کے سامنے تمہارے عقد میں میں دیا، تم نے قبول کیا؟ تو وہ لڑکا کہتا ہے کہ میں نے قبول کیا۔

صورت بالا پیش نظر رکھتے ہوئے اگر لڑکی کا نانا قادیانی مذہب کا ہے، وہ وکالت کرتا ہے اور دونوں گواہ مسلمان اہل سنت والجماعت ہیں وقادیانی ایجاب وقبول کرتا ہے تو ایسی صورت میں نکاح ہوگیا، یا نہیں؟ واضح ہو کہ ''بہشتی زیور'' میں ہے کہ کوئی کافر کسی مسلمان کا ولی نہیں بن سکتا ہے؟ لہذا برائے مہربانی اس صورت پر نظر فرما کر جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلياً

ولی اور وکیل میں فرق ہے، نکاح میں وکیل کا کام صرف الفاظ کی تعبیر تک رہتا ہے، اصل ایجاب وقبول زوجین کا ہوتا ہے۔ بیان کردہ صورت میں نکاح منعقد ہوگیا ہے، قادیانی کی وکالت بیکار گئی۔ اگر لڑکی کی طرف سے اصالۃً، یا وکالۃً، یا دلالۃً کسی کا ایجاب نہ بھی تسلیم کیا جائے، تب بھی اس نکاح پر لڑکی کا راضی ہونا اور اس کے لوازمات کو بحالانا یہ اجازتِ فعلی ہے، جو کہ شرعاً معتبر ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۳۹/۱۱)

---

(۱) ''ومن شرائط الإيجاب والقبول ... وشرط سماع كل من العاقدين لفظ الآخر ليتحقق رضا هما''. (الدر المختار)

''(قوله: ليتحقق رضاهما): أي ليصدر منهما ما من شانه أن يدل على الرضا.''. (ردالمحتار، كتاب النكاح: ٢١-١٤/٣، سعيد)

''وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها، الخ'' (الهداية، باب في الأولياء والأكفاء: ٢١٣/٢، مكتبه شركة عليمه ملتان)

قادیانی کی وکالت سے نکاح:

سوال: ایک شخص اہل سنت والجماعت میں سے ہے، اس نے اپنی لڑکی کا نکاح بھی اہل سنت والجماعت میں کیا ہے؛ لیکن اپنی لڑکی کے نکاح کا وکیل ایک قادیانی کو بنادیا۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اس قادیانی کی وکالت بالنکاح صحیح ہے، یا نہیں؟ بصورتِ ثانی نکاح درست ہے ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر لڑکی نابالغہ تھی اور مجلسِ عقد میں اس کا باپ موجود ہے، اس کی موجودگی میں قادیانی نے ایجاب وقبول کرایا تو عاقد باپ ہی کو قرار دیا جائے گا، (۱) اور قادیانی کی وکالت بیکار ہے اور نکاح صحیح ہوگیا اور اگر لڑکی بالغہ تھی اور لڑکی کی رضامندی سے عقد کرایا گیا تو بھی نکاح ہوگیا۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۵/۱۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۵/۱۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۴۰/۱۱)

وکیل مؤکل کا نکاح کرسکتا ہے:

سوال: کسی شخص سے عمر نے کہا کہ میں جاتا ہوں تم میرا نکاح فلاں عورت سے فلاں مہینہ میں کردینا، دو گواہ بھی موجود تھے تو وکیل میعاد مقررہ پر شخص مذکور کا نکاح عورت مذکورہ سے کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

کرسکتا ہے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۷/۷)

عورت کی وکالت سے نکاح درست ہے:

سوال: اگر زنے، زنے را در کردن نکاح خود، یا شخصی وکیل کند وآں بعد ثبوت وکالت نفس مؤکلہ مذکورہ بہ شخص مذکور نکاح کرد، نکاح درست شود، یا نہ؟

---

(۱) "ومن أمر رجلاً بأن يزوج ابنتة الصغيرة ، فزوجها والأب حاضر بشهادة رجل واحد سواهما، جاز النكاح؛ لأن الأب يجعل مباشراً لا تحاد المجلس ، فيكون الوكيل سفيراً ومعبراً". (الهداية، كتاب النكاح: ٣٠٧/٢، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۲) "ومن شرائط الإيجاب والقبول ... وشرط سماع كل من العاقدين لفظ الآخر ليتحقق رضاهما". (الدر المختار) "(قوله: ليتحقق رضاهما): أى ليصدر منهما ما من شانه أن يدل على الرضاء الخ" (رد المحتار ، كتاب النكاح: ٣/ ١٤_ ٢١، سعيد)

(۳) ويصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضره الشهود. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب السادس: ٢٣١/١، مصرى، ظفير)

الجواب

اگر بحضور شاہدین ایجاب وقبول نکاح شود نکاح صحیح است، الحاصل وکالت زن معتبر است ۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹۸/۷)

عورت مرد کو وکیل بنادے کہ اپنے ساتھ نکاح کرلو تو اس کے کرنے سے نکاح ہوا، یا نہیں:

سوال: مسماۃ زینب چاہتی ہے کہ میرا نکاح عمر کے ساتھ ہوجائے؛ مگر خوف کی وجہ سے عمر کو بلا کر گھر پر نہیں کرسکتی، لہذا عمر ہی کو اپنا وکیل مقرر کردے، وہ اپنا نکاح زینب سے کرلیوے۔ درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس طریق سے نکاح کرنا جائز اور صحیح ہے، زینب وعمر کا نکاح اس طور سے منعقد ہوجاوے گا۔

درمختار میں ہے:

”(ويتولى طرفي النكاح واحد) بإيجاب يقوم مقام القبول في خمس صور: كأن كان ولياً أووكيلاً من الجانبين أوأصيلا من جانب ووكيلا أووليا من آخر أووليا من جانب ووكيلا من آخر . (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۸/۷)

عورت نے وکیل بنایا اور اس نے ایجاب وقبول کرایا، کیا حکم ہے:

سوال: عمر کو ہندہ عاقلہ بالغہ نے اپنے نکاح کا وکیل روبرو دو گواہوں کے بنایا تھا، چناں چہ عمر نے زید سے کہا کہ تم ہندہ کا نکاح خالد سے پڑھا دو، معاً زید نے خطبۂ مسنونہ پڑھ کر خالد سے ایجاب قبول کرادیا، بعدہ دعاء تبریک کی گئی اور چھوارے بھی تقسیم ہوئے۔ اس صورت میں نکاح شرعاً صحیح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں موافق صورت بالا کے نکاح صحیح ہوگیا، ہندہ عاقلہ بالغہ کے وکیل نے جب کہ اجازت نکاح خوانی کی زید کو دے دی اور زید نے بعد تحقیق حال وبیان شہود روبرو شاہدین کے ایجاب وقبول کیا تو وہ نکاح حسب قواعد شرعیہ وتصریح کتب فقہ صحیح ہوگیا، کچھ خامی اور خلل نہیں رہا، نیم ملاؤں کا اعتراض غلط ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۱/۷)

عورت کسی کو وکیل بنائے اور وہ دو گواہوں کے سامنے اپنا نکاح کرے تو یہ جائز ہے، یا نہیں:

سوال: عورت اور مرد جن میں عشقیہ تعلق ہوجاتا ہے، اس طرح خفیہ نکاح کرتے ہیں کہ کسی کو ہمارے نکاح کا

(۱) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، مطلب في الوكيل والفضولي بالنكاح: ۴۴۸/۲، ظفير

(۲) وينعقد ... بايجاب من أحدهما وقبول من الآخر وضعا للمضي كزوجت نفسي أوبنتي أوموكلتي منك ويقول الآخر: تزوجت ... وشرط سماع كل من العاقدين لفظ الآخر ليتحقق رضاهما وشرط حضور شاهدين حرين أوحر وحرتين مكلفين سامعين قولهمامعاً. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳۶۱/۲، ظفير)

پتہ نہ چلے ،صرف دو گواہ مقرر کر لیتے ہیں اور اس کے سامنے اپنا نکاح کرنا بتلا دیتے ہیں ؛مگر ان سے قسم لیتے ہیں کہ کسی دوسرے سے ہرگز نہ بتلانا ؛مگر عورت ان گواہوں کے سامنے اقرار نکاح نہیں کرتی ،نکاح کرنے والا مرد گواہوں سے کہہ دیتا ہے کہ میں نے فلاں عورت سے نکاح کرلیا ہے ،تم گواہ رہو، ساتھ ہی یہ بھی کہتا کہ عورت کو تمہارے سامنے اقرار کرنے کی ضرورت بھی نہیں ؛ کیوں کہ عورت نے مجھے اپنا ولی بنالیا ہے کہ تم میرے ساتھ نکاح کرلو۔کیا یہ صورت نکاح جائز ہے؟اور اسقاط حمل شرعاً جائز ہے، یانہیں؟اور عورت کا نان ونفقہ مرد اپنے ذمہ نہیں سمجھتا ،کہتا ہے: جب عورت میرے گھر آباد نہیں ہوتی تو اس کا نان ونفقہ میرے ذمہ نہیں ہوسکتا۔

الجواب

عورت بالغہ اگر مرد کو اپنا وکیل بنا دیوے کہ تو مجھ سے نکاح کر لے تجھ کو اجازت ہے،اور وہ مرد دو گواہوں کے سامنے اپنا نکاح اس عورت سے کر لیوے تو شرعاً نکاح منعقد ہو جاتا ہے، (۱) جیسا کہ درمختار میں ہے :

وشرط حضور شاهدين. (۲)

یعنی نکاح کے صحیح ہونے کی یہ شرط ہے کہ دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہو، پس نکاح خفیہ جس کی صورت سوال میں بیان کی گئی ہے،شرعاً صحیح ہے اور اسقاط حمل کے بارے میں فقہانے یہ لکھا ہے کہ نفخ روح سے پہلے پہلے اسقاط حمل جائز ہے اور اس کی مدت چار ماہ لکھی ہے، اس سے پہلے پہلے اسقاط حمل عند البعض جائز ہے، (۳) اور نفقہ کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اگر باوجود طلب خفیۃً نکاح بطریق مذکور منعقد ہو جاتا ہے؛ لیکن جو صورت سوال میں لکھی ہے، اس میں تہمت کا موقع ہے اور موقع تہمت سے بچنا مناسب ہے؛ اس لیے مناسب نہیں ہے کہ بطریق مذکور نکاح کرے کہ غرض مشروعیت نکاح کے یہ امر منافی ہے اور اس میں اگر چہ اعلان واجب تو ادا ہو جاتا ہے؛ مگر وہ اعلان واظہار جو مقصود شارع علیہ السلام کو ہے اور مستحب ہے حاصل نہیں ہوتا ،جیسا کہ درمختار میں ہے:

(قوله: يندب إعلانه) أى إظهاره،الخ،لحديث الترمذى: اعلنوا هذا النكاح واجعلوه فى المساجد واضربوا عليه بالدفوف. (۴)

---

(۱) (ويتولى طرفى النكاح واحد) بايجاب يقوم مقام القبول فى خمس صور: كأن كان ولياً أووكيلاً من الجانبين أوأصيلًا من جانب ووكيلاً أووليًامن آخر. (الدرالمختارعلى هامش ردالمحتار،باب الكفاء،مطلب فى الوكيل: ۴۴۸/۲،ظفير)

(۲) الدرالمختارعلى هامش ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳۷۳/۲،ظفير

(۳) كذا فى الشامى)(وقالوا: يباح إسقاط الولد قبل أربعة أشهر ولو بلا إذن الزوج. (الدرالمختار)

(قوله: وقالوا،الخ)قال فى النهر: وبقى هل يباح الإسقاط بعد الحمل، نعم يباح مالم يتخلق منه شيء ولن يكون ذلك إلابعد مائة وعشرين يوما،الخ،وفى كراهة الخانية: ولاأقول بالحل إذ المحرم لوكسر بيض الصيد ضمنه لأنه أصل الصيد، فلماكان يؤاخذ بالجزاء فلا أقل من أن يلحقها إثم هنا إذا اسقطت بغيرعذر،الخ. (ردالمحتا،باب نكاح الر قيق: ۵۲۲/۲،ظفير)

(۴) ردالمحتار، كتاب النكاح: ۸/۳،دارالفكر بيروت،انيس

((لا)نفقة لأحد عشر: مرتدة ...و(خارجة من بيته بغير حق) وهي الناشرة حتى تعود.(۱)فقط
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۷۸-۷۹)

کسی نے عورت کو وکیل بنایا، اس نے اپنے شوہر کے ساتھ اس کی شادی کر دی:

سوال: فاطمہ نے ایک عورت زینب سے یہ کہا کہ میں تم کو اپنی لڑکی کی شادی کا وکالۃ اختیار دیتی ہوں کہ تم پسند سے جہاں چاہو اس کی شادی کر دو، زینب نے بموجودگی دوسرے کے اس لڑکی کا نکاح خود اپنے شوہر خالد کے ساتھ کر دیا در آں حالاں کہ اس لڑکی کو وکالت اور نکاح کی خبر نہیں ہے، بعد کو معلوم ہوا اور وہ یہ سن کر خاموش ہوگئی، لڑکی بالغ نہیں، قریب بہ بلوغ ہے تو کیا یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟

اور کیا جواز و عدم جواز لڑکی کی اطلاع غیر اطلاع کو بھی صورت مذکورہ میں دخل ہے، یا نہیں؛ یعنی کن کن صورتوں میں جائز ہوسکتا ہے اور کن کن صورتوں میں نہیں؟

الجواب

اول اس میں یہ بحث ہے کہ والدہ کی ولایت نابالغہ کے نکاح کے لیے عصبات سے موخر ہے، اصل ولی نابالغہ کے نکاح کا عصبہ ہے، علی ترتیب الارث والحجب؛ یعنی مثلاً باپ ولی مقدم ہے، اس کے بعد دادا، پھر بھائی، پھر چچا، تایا، الخ۔

پس اگر عصبات میں سے کوئی نہ ہو تو ولایت نکاح نابالغہ کی ماں کو ہے، پس ماں نے اگر اپنی ولایت شرعیہ کے حاصل ہونے کے وقت مثلاً زینب کو وکیل اپنی نابالغہ دختر کا بنا دیا اور اختیار دے دیا کہ جہاں چاہے میری دختر کا نکاح کر دے تو اگر زینب نے بموجودگی شاہدین اپنے شوہر سے نکاح کر دیا تو وہ صحیح ہے، بشرطیکہ اس کا شوہر کفو ہو اس منکوحہ کا۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۱۹۱-۱۹۲)

عورت نے مرد سے کہا کہ تم اپنے ساتھ میرا نکاح کرلو، اس نے گواہ کے سامنے کرلیا، کیا حکم ہے:

سوال: اگر ہندہ اس امر کی تحریر بذریعہ ڈاک زید کے پاس بھیج دے کہ تم اپنا نکاح میرے ساتھ کرلو اور زید اس تحریر کے موافق اپنا نکاح بطریقہ شرع شریف قاضی و وکیل و شاہد کے روبرو نکاح پڑھ لے تو وہ نکاح شرعاً جائز ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

اس طرح نکاح صحیح ہے؛ مگر شامی میں منقول ہے کہ زید کو مجلس نکاح میں روبرو شاہدین عورت کی تحریر کو سنانا چاہیے

(۱) الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب النفقة: ۲/۸۸۹-۸۹۰. ظفير

(۲) فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ۲/۴۷۹، ظفير)(أمره بتزويج امرأة فزوجه أمةً جاز وقالا: لايصح)وهو استحسان. (الدر المختار) لأن الوكالة نوع من الولاية كنفاذ تصرفه على المؤكل. (ردالمحتار، باب الكفاءة: ۲/۴۶۶، ظفير)

اور یہ کہنا چاہیے کہ فلاں عورت بنت فلاں نے مجھ کو اپنے نکاح کا وکیل بنا دیا ہے، لہذا میں اپنا نکاح اس سے کرتا ہوں، تم اس کے گواہ رہو، پس اگر اس طریق پر کیا جاوے تو نکاح صحیح ہو جاوے گا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۲/۸)

بالغ اپنے نکاح کا باپ کو وکیل بنادے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص بالغ سفر میں ہے، اس کا والد مکان پر اس کی طرف سے وکیل بن کر ایجاب وقبول کرتا ہے، اس شخص نے جو سفر میں ہے، بذریعہ خط اپنے والد کو لکھ کر بھیجا کہ تم کو میری جانب سے ایجاب وقبول کی اجازت ہے، اس طرح نکاح جائز ہے، یا نہیں، یا پھر نکاح وایجاب وقبول کی ضرورت ہے؟

الجواب

اس صورت میں نکاح صحیح ہے، وکیل نکاح اپنے موکل کی طرف سے ایجاب وقبول کرسکتا ہے۔

قال في الدرالمختار: ”(كزوجت)نفسي أوبنتي أو مؤكلتي منك ويقول الآخر:تزوجت،الخ“.

وفي الشامي (قوله: كزوجت نفسي،الخ):أشار إلى عدم الفرق بين أن يكون الموجب أصيلا أوولیا أووكيلا،الخ،حتى يرد عليه أن مثل بنتي ابني ومثل مؤكلتي مؤكلي،الخ. (شامی) (۲)

پس دوبارہ اس شخص کو جو سفر میں ہے ایجاب وقبول کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۹۳/۸)

باپ مجلس نکاح میں موجود ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو وکیل بنا سکتا ہے:

سوال: شادی کے موقع پر دلہن کا باپ نکاح کے وقت موجود ہوتے ہوئے اپنے اختیار سے کسی رشتہ دار کو وکالت دیتا ہے۔ یہ درست ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: ۶۱۸، غلام حسین (رتنا گیری) ۱۹/ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ ۱۸/ستمبر ۱۹۳۵ء)

الجواب

دلہن کا باپ خود موجود ہو تو کسی کو وکیل بنانے کی ضرورت نہیں خود ہی نکاح کردے، یہی طریقہ مسنونہ متوارثہ ہے؛ لیکن اگر کسی شخص کو وکیل بنا دیا جائے تو وہ بھی جائز ہے۔(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایۃ المفتی: ۷۲/۵)

---

(۱) ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب وصورته أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب احضرت الشهود وقرأته عليهم وقالت:زوجت نفسي منه.(ردالمحتار،كتاب النكاح:۱۲/۳،دارالفكربيروت،انيس)

(۲) ردالمحتار،كتاب النكاح:۳٦۱/۲،ظفير

(۳) ومن أمر رجلا ان يتزوج صغيرته فزوجها عند رجل والأب حاضر، صح وإلاّ لا.(الفتاوىٰ الهندية،كتاب النكاح:۲٦۸/۱، ماجدية)

نانا کو نکاح کا وکیل بنانا:

سوال: مجھ سائلہ کی عمر ۲۳؍سال ہے، میری کامل پرورش نانا نے کی ہے، والدہ کا انتقال ہو چکا ہے، میرے والد نے کبھی کوئی ہمدردی مجھ سے نہ کی، اب وہ مجھے بلانا چاہتے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ میری زندگی وہاں پر خوشگوار نہ رہے گی، جو شخص (والد) میری والدہ کو نہ رکھ سکے، وہ مجھ سے کیا ہمدردی رکھے گا؟ اب میں سائلہ بالغہ ہوں، کیا میں اپنے نکاح کی وکالت اپنے نانا صاحب کے سپرد کر سکتی ہوں؟ میں مذہباً شافعی مسلک ہوں، امید ہے کہ جواب سے نوازیں گے۔

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

آپ نانا صاحب کو وکیل بنادیں، وہ آپ کا نکاح مناسب جگہ کر دیں گے، جس سے آپ کی زندگی خوشگوار گزرے۔(۱) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۴۷)

لڑکی کا لڑکے کو وکیل نکاح بنانا:

سوال: ہندہ زید کو جو کہ عاقلہ بالغہ ہے، یہ الفاظ کہتی ہے کہ میں مسماۃ فلانی بعمر ۱۶؍سال بالغہ تم مسمیٰ فلاں کو اجازت اپنی رضا و خوشنودی سے دیتی ہوں کہ روبرو گواہاں میرا نکاح اپنے ساتھ کرلو، زید نے بعینہ یہی الفاظ کاغذ پر تحریر کئے، ہندہ نے جو کہ کتاب ''بہشتی زیور'' وغیرہ کی تعلیم یافتہ ہے، پڑھ کر دستخط کر دیئے اور ایک پرچہ میں زید نے یہ الفاظ تحریر کئے کہ مسماۃ فلانی دختر فلاں سکنہ فلاں کیا، تم کو منظور ہے کہ میں مسمیٰ فلاں بن فلاں سکنہ فلاں تیرا نکاح بعوض اتنے روپیہ مہر پر اپنے ساتھ روبرو گواہاں کرلوں تو ہندہ نے یہ الفاظ تحریر کئے: ''میں دل سے راضی ہوں، فلانی بقلم خود''۔

اس کے بعد زید نے ہندہ کے والد والدہ دادا کے نام سے واقف اور ہندہ کے والد کے ملنے والے عاقل بالغ مردوں کے روبرو ہندہ کے زبانی کہے ہوئے الفاظ سنائے اور تحریر میں بھی دکھائے، شاہدوں نے خود پڑھا۔ بعد زید نے کہا کہ میں نے تمہارے روبرو فلانی بنت فلاں کا نکاح اپنے ساتھ کیا اور قبول کیا۔ یہ نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

یہ نکاح شرعاً صحیح ہوگا، (۲) بشرطیکہ زید ہندہ کا کفو اور نکاح مہر مثل پر ہوا ہو۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۲/۶۳ھ۔ صحیح: عبد اللطیف سہارنپور، ۱۴؍صفر/۶۳ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳؍صفر/۶۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۴۸)

---

(۱) (ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ. (الدر المختار: ۵۸/۳، كتاب النكاح، باب الولى، سعيد)

(۲) كما للوكيل الذى وكلته أن يزوجها من نفسه، فإن له ذلك، فيكون أصيلاً من جانب و كيلاً من آخر. (الدر المختار مع رد المحتار: ۹۸/۳، باب الأكفاء، سعيد)

(۳) "(قوله: فى غير الكفء): أى فى تزويجها نفسها من غير الكفء، و كذا له الاعتراض فى تزويجها نفسها بأقل من مهر مثلها حتى يتم مهر المثل أو يفرق القاضى". (رد المحتار: ۵۶/۳، باب الولى، سعيد)

بھائی کو نکاح کا وکیل بنایا جاسکتا ہے:

سوال: ایک صاحب نے اپنی بیٹی کا رشتہ امریکہ میں زیر تعلیم لڑکے کے ساتھ کیا، اب دونوں کا نکاح ہوا ہے، اس طرح کہ لڑکے نے ٹیلی فون پر اپنے بڑے بھائی کو کہا کہ آپ میری طرف سے ایجاب وقبول کرلیں اور اس کے بڑے بھائی نے ایسا ہی کیا تو آیا یہ نکاح منعقد ہوا ہے، یا نہیں؟ نیز خط کے ذریعے یا ٹیلی فون پر کسی کو وکیل بنادیا جائے تو اس کا اعتبار ہوگا، یا نہیں، وضاحت کے ساتھ جواب دیں؛ کیوں کہ لڑکی والے لڑکے کی طرف سے بھائی کو وکیل بنانے کے معاملے میں شک وشبہ کا اظہار کررہے ہیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں باپ نے جو بیٹی کا رشتہ کیا ہے، اگر لڑکی اس پر راضی ہے تو جائز ہے۔ نیز اگر لڑکے نے بڑے بھائی کو کہا کہ آپ میری طرف سے ایجاب وقبول کرلیں اور بڑے بھائی نے دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرلیا تو نکاح منعقد ہوجائے گا، ٹیلیفون اور خط کے ذریعہ بھی وکیل بنانا جائز ہے، اس میں شک نہ کیا جائے۔

لما في خلاصةالفتاویٰ (٤٨/٢): قال محمد: إذا كتب اليها ليخطبها فوصل الكتاب إليها فدعت شهودا وقرأت عليهم الكتاب وأشهد تهم بعد ذلك فزوجت نفسها منه كان صحيحاً والأصل فی ذلک أن الكتاب من الغائب بمنزلة الخطاب من الحاضر، الخ.

وفی الفقه الإسلامی (٢٩٢٧/٤): إذا كان ولياً من جانب ووكيلاً من جانب، مثل زوجت بنتی من موكلی. والسبب فی مشروعية انعقاد الزواج فی هٰذه الأحوال أن العاقد ليس إلا سفيراً عن الأصيل ومعبراً عنه، فلا يتحمل شيئاً من التزامات العقد، والواحد يصلح أن يكون معبراً عن اثنين بصفتين مختلفتين.

وفيه أيضا (٦٧٢٦/٩): ويصح التوكيل بالعبارة أو الكتابة، ولا يشترط بالاتفاق الإشهاد عند صدور التوكيل، وإن كان يستحسن للوكيل أن يشهد على التوكيل، للاحتياط خوفاً من الإنكار عند النزاع. (نجم الفتاویٰ: ۸۵/۵)

لڑکے کے خاندان سے نکاح کا وکیل بنانے کا حکم:

سوال: لڑکی کی طرف سے نکاح کا وکیل لڑکے کے خاندان سے ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ لڑکی کے نکاح کا وکیل بھی لڑکے کے خاندان سے ہی کسی شخص کو بنادیا جاتا ہے۔ جواب مرحمت فرمائیں، کیا اس طرح نکاح ہوجائے گا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

لڑکی اگر بالغہ ہو تو وہ اپنے نکاح کا وکیل کسی کو بھی بناسکتی ہے اور اگر نابالغہ ہو تو یہ اختیار باپ کے پاس ہوتا ہے کہ وہ

جسے چاہے وکیل بنائے؛ لیکن وکیل بنانے کی دوصورتیں ہیں: ایک یہ کہ لڑکی کا رشتہ ڈھونڈنے سے لے کر آخر تک تمام معاملات کا وکیل بنانا، یہ وکیل تو کسی بھی شخص کو بنایا جاسکتا ہے؛ لیکن دوسرا یہ کہ کسی معین شخص سے نکاح کی اجازت لے کر اس کے نکاح پڑھانے کا وکیل بنانا یہ وکیل بھی اگرچہ ہر شخص کو بنایا جاسکتا ہے؛ لیکن یہ لڑکی کا محرم ہو تو یہ مروّت اور شرافت کے مطابق ہے، نامحرم کا لڑکی کے پاس جاکر لڑکی سے اجازت لینا نامناسب بات ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر وہ وکیل (لڑکے کے خاندان والا) لڑکی کا بھی محرم ہو تو وہ لڑکی سے جاکر اجازت لے لے؛ لیکن اگر وہ نامحرم ہو تو بہتر یہ ہے کہ یہ کام لڑکی کے خاندان سے ہی لڑکی کا کوئی محرم انجام دے، البتہ نکاح بہرصورت منعقد ہوجائے گا۔

لمافی القرآن الکریم (النور: ۳۰): ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ﴾

وفی السنن للإمام أبی داؤد (۲۸۸/۱): عن عقبة بن عامر أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال لرجل: أترضی أن أزوجک فلانة؟ قال: نعم، وقال للمرأة: أترضين أن أزوجک فلانا؟ قالت: نعم، فزوج أحدهما صاحبه.

وفی القدوری (ص: ۱۷۱): کل عقد جاز أن یعقده الإنسان بنفسه جاز أن یؤکل به غیره... وبعد أسطر... ومن شرط الوکالة أن یکون المؤکل ممن یملک التصرف ویلزمه الأحکام.

وفی الدرالمختار (۹۶/۳): (ویتولی طرفی النکاح واحد) بإیجاب یقوم مقام القبول فی خمس صور کأن کان ولیا أو وکیلا من الجانبین، الخ. (نجم الفتاویٰ: ۸۵/۵-۸۶)

نابالغہ بیٹی کے نکاح کا کسی شخص کو وکیل بنانا:

سوال: ہمارے علاقے میں ایک صاحب ہیں ان کی ۷ر سال کی ایک بچی ہے، انہوں نے اپنی ۷ر سال کی بچی کا نکاح کرانے کا وکیل ایک علاقے کے عالم کو بنادیا، وہ صاحب خود دعوت وتبلیغ سے منسلک ہیں۔ علاقے کے لوگوں میں تنفر پایا جاتا ہے کہ جب خود موجود ہے تو دوسرے کو وکیل بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ ان کا دعوت وتبلیغ کا کام بھی متاثر ہورہا ہے، آپ حضرات سے یہ دریافت کرنا ہے کہ کیا اس شخص کا عمل درست ہے اور اس پر ان سے قطع کلامی کرنا کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

فقہ حنفی کی مایہ ناز کتاب ''ہدایۃ'' میں مصنف علامہ مرغینانی تحریر فرماتے ہیں:

''کل عقد جاز أن یعقده الإنسان بنفسه جاز أن یؤکل به غیره لأن الإنسان قد یعجز عن المباشرة بنفسه علٰی اعتبار بعض الأحوال فیحتاج إلٰی أن یؤکل غیره''.

(ہر وہ عقد جسے انسان خود انجام دے سکتا ہو اس کا وکیل بنانا بھی درست ہے؛ کیوں کہ بعض اوقات انسان ایک کام خود

کرنے سے عاجز ہوتا ہے تو اسے کسی شخص کو وکیل بنانے (اور اس کی خدمات حاصل کرنے) کی ضرورت پڑتی ہے۔)

لہٰذا ۷ سال کی بچی کا نکاح کرانا جب خود باپ کے لیے جائز ہے تو وہ کسی بھی شخص کو اس کا وکیل بنا سکتا ہے، عین ممکن ہے کہ بوجوہ باپ خود اس کاروائی کو انجام تک پہنچانے کی پوزیشن میں نہ ہو، لہٰذا صرف اس بات پر کہ ''خود موجود ہوتے ہوئے اس نے کسی شخص کو اپنی بچی کے نکاح کا وکیل کیوں بنایا'' اس شخص سے قطع کلامی کرنا جائز نہیں۔

البتہ مسئلے کا ایک دوسرا رخ ہے، وہ یہ کہ اتنی چھوٹی بچی جو بلوغت کی عمر تک نہیں پہنچی ہو، اس کا نکاح کرا دینا بسا اوقات بلوغت کے بعد بہت سے مسائل کھڑے کر دیتا ہے، مثلاً لڑکے، لڑکی کی پسند بدل جانا، باپ کی رائے تبدیل ہوجانا، خاندانی جھگڑے وغیرہ عوارض ہیں جو پیش آسکتے ہیں، لہٰذا باپ کو چاہیے کہ چند سال اور انتظار کرے اور لڑکی کو بلوغ اور شعورِ کامل کی عمر تک پہنچنے دے پھر کسی شخص کو نکاح کا وکیل بنادے تو یہ زیادہ مناسب ہے؛ تاکہ بعد میں کسی کشیدگی کا سامنا نہ کرنا پڑے، البتہ ۷ سال کی عمر میں جو وکیل بنایا ہے، وہ بھی شرعاً درست ہے، وکیل اگر نکاح پڑھا دیتا ہے تو یہ نکاح منعقد ہوجائے گا اور علاقے والوں کو خواہ مخواہ ناراض نہ ہونا چاہیے۔

لمافی مشکوۃ المصابیح (ص:۴۲۷): عن أبی أیوب الأنصاری قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ''لا یحل للرجل أن یھجر أخاہ فوق ثلاث لیال یلتقیان فیعرض ھذا ویعرض ھذا وخیرھما الذی یبدأ بالسلام''. (متفق علیہ)

وفی الشامیۃ (۲۴/۳): الوکیل فی النکاح سفیر ومعبر ینقل عبارۃ الموکل فإذا کان الموکل حاضراً کان مباشرا لأن العبارۃ تنتقل إلیہ وھو فی المجلس ولیس المباشر سوی ھٰذا. (نجم الفتاویٰ:۵/۳۸-۳۹)

مندرجہ طریقہ سے نکاح درست ہے، یا نہیں:

سوال: یہاں نکاح یہ طریق ہے کہ پہلے نسبت ہوتی ہے، جس میں تمام امور طے ہوجاتے ہیں، حتی کہ وقت نکاح سے چند گھنٹہ پہلے قاضی صاحب کو ولی کی طرف سے اس کی اطلاع دی جاتی ہے کہ فلاں کا نکاح فلانہ کے ساتھ اتنے مہر میں ہوگا فلاں فلاں وکیل وگواہ ہوں گے، پھر ولی، یا اس کی اجازت سے تین قریبی رشتہ دار لڑکی کے پاس اجازت نکاح کی لینے جاتے ہیں، لڑکی سکوت وغیرہ سے اجازت دے دیتی ہے، پھر قاضی صاحب وکیل سے اجازت لیکر خطبہ وغیرہ پڑھ کر ایجاب وقبول نکاح کا کرا دیتا ہے تو اس صورت سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے، یا نہیں؟ اور اس صورت میں درمیان ائمہ کے کچھ اختلاف تو نہیں ہے، بعض دفعہ زوج حنفی اور زوجہ شافعی ہوتی ہے، اس سے نکاح میں کچھ فرق تو نہ ہوگا؟

الجواب

اس صورت میں موافق تفصیل سوال کے نکاح منعقد ہوجاتا ہے اور جب کہ ولی، یا اس کے وکیل نے قاضی نکاح

خواں کواجازت نکاح کرنے اورایجاب وقبول کرنے کی دے دی تو قاضی اس کا وکیل ہوگیا اوراس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، یہاں ان بلاد میں بھی قریب قریب اسی صورت سے ایجاب وقبول ہوتا ہے کہ ولی، یا اس کا وکیل قاضی نکاح خواں کواجازت نکاح خوانی کی دیتا ہے اور وہ خطبہ وغیرہ پڑھ کر ایجاب وقبول کراتا ہے اوراس میں حنفی وشافعی ہونے سے کچھ اختلاف نہیں ہوتا، سب کے نزدیک باتفاق اس طرح ایجاب وقبول صحیح ہے اور نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔(۱)

فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۹۴-۱۹۵)

توکیلِ نکاح کے لیے شہادت کا حکم:

سوال: کسی اجتماع میں ایک لڑکی کا ولی آ کر مقرر سے کہتا کہ میری لڑکی کا نکاح اس شخص سے اتنے مہر پر کر دیجئے، سینکڑوں ہزاروں کے مجمع میں واعظ صاحب لڑکے سے خطبہ مسنونہ کے بعد کہتے ہیں باواز بلند: فلانہ بنت فلاں کا نکاح میں نے تم سے پانچ ہزار مہر پر کیا، تم نے اس کو اپنے نکاح میں قبول کیا؟ لڑکا اقرار کرتا ہے کہ میں نے اس کو اپنے نکاح میں قبول کیا۔ ہزاروں کا مجمع اس ایجاب وقبول کو سنتا ہے، کیا اس قدر ایجاب وقبول کافی ہے اور بغیر کراہت کے جائز ہے، یا ناکح کا ولی سے یہ پوچھنا کہ تم نے لڑکی سے اجازت لی کہ نہیں اوراس کی شرعی اجازت کے گواہ کون کون ہیں؟ اوران گواہوں سے پوچھا جائے کہ کیا تمہارے سامنے لڑکی نے اجازت دی ہے؟ کیا گواہوں کی اس گواہی کے بغیر نکاح نہ ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اگر ولی نے لڑکی سے بالغہ ہونے کی حالت میں نکاح کی اجازت لی ہے اوراس نے اجازت دے دی، یا سکوت کیا، پھر ولی نے ایجاب وقبول کے لیے اپنی طرف سے مقرر صاحب کو وکیل بنادیا اور وکیل نے ایجاب وقبول کرادیا، جس کے گواہ موجود ہیں تو یہ نکاح درست ہوگیا، اگر ولی نے پہلے اجازت نہیں لی اور نکاح کے بعد لڑکی کو خبر دی، لڑکی نے اس کو نامنظور نہیں کیا، تب بھی نکاح صحیح ہوگیا۔ ولی جب لڑکی سے اجازت لے تو اس کے لیے گواہوں کی ضرورت نہیں، نہ وکیل کے لیے اس کو دریافت کرنا ضروری ہے کہ تم نے کس کے سامنے اجازت لی گواہ لاؤ۔

کذا فی رد المحتار: "أما الشهادة علی التوكيل بالنكاح، فليست بشرط لصحته". (شامی: ۲۷۲/۲)(۲)

"لا يشترط الإشهاد علی التوكيل ،الخ". (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۷/۱۴۰۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۴۹/۱۱)

---

(۱) كـذا فی الـدر الـمختار وغيره من كتب الفقه) (لأن الوكالة نوع من الولاية كنفاذ تصرفه علی المؤكل. (رد المحتار، مطلب فی الوكيل: ۴۴۶/۲، ظفير)

(۲) ردالمحتار: ۲۱/۳، كتاب النكاح، سعيد

(۳) البحر الرائق: ۱۴۶/۳، كتاب النكاح، رشيديه ==

معتدہ نے کسی کو وکیل بالنکاح بنایا اور جب اس نے نکاح کروادیا تو اس نے کسی اور دوسرے شخص سے خود نکاح کرلیا تو نکاح اول صحیح ہے، یا نکاح ثانی:

سوال: ایک بیوہ عورت نے اپنی عدت میں ایک شخص کو وکیل مقرر کر کے کہا کہ میرا نکاح بعد گزرنے عدت کے دین محمد سے کر دینا، بعد گزرنے عدت کے وکیل نے نکاح مسماۃ کا دین محمد سے کر دیا، جب عورت کو معلوم ہوا کہ میرا عقد وکیل نے دین محمد سے کر دیا ہے تو بعد اس کے دوسرے روز عورت نے اپنی رضا سے ایک اور شخص کے ساتھ اپنا عقد کرالیا، آیا نکاح اول جو کہ وکیل مقرر کردہ عورت نے کر دیا ہے، بعد عدت کے وہ صحیح ہے، یا نکاح ثانی، جو عورت نے اپنی رضا سے کرایا ہے، وہ صحیح ہے؟ مہربانی فرما کر ہر ایک سوال کا جواب عبارت کتب مخصوصہ وحدیث شریف ودلیل شرع کے ساتھ تحریر فرماویں، چوں کہ سب لوگ کہتے ہیں کہ آیت اور حدیث سے ثابت کرو، بہت لوگ رسومات بری سے خراب ہو گئے ہیں؛ اس لیے عنداللہ حوالہ کتاب وصفحہ ونمبر وغیرہ تحریر فرما کر اپنی مہر ثبت فرما کر مشکور فرمائیں۔ فقط

الجواب

صورت مسئولہ میں جب عورت نے ایک شخص کو وکیل بالنکاح کر دیا اور اس کو وکالت سے معزول بھی نہیں کیا تو جو نکاح وکیل نے کر دیا ہے، وہ نافذ ہو گیا، اب عورت نے جو دوسرا عقد اس کے بعد دوسرے شخص سے کیا ہے، وہ بالکل درست نہیں ہوا، نکاح اول بدستور باقی ہے؛ لیکن اگر عورت اس دوسرے شخص سے ہم صحبت ہو چکی ہے، پس اگر اس کو نکاح اول کی خبر نہ تھی تو اس سے علاحدگی کے بعد ایک عدت دوسری اس عورت کے ذمہ ہو گی، بعد انقضاء عدت دین محمد کو اس سے وطی جائز ہو گی، باقی نکاح دین محمد کا اس عدت میں بھی باقی رہے گا اور اگر دوسرے شخص کو بھی پہلے نکاح کی خبر تھی تو عورت پر عدت ثانیہ واجب نہ ہو گی۔

فی العالمگیریة: لو تزوج بمنکوحة الغیر وھو لا یعلم أنھا منکوحة الغیر فوطئھا تجب العدة وإن کان یعلم أنھا منکوحة الغیر لا تجب، حتی لا یحرم علی الزوج وطؤھا، کذا فی فتاوی قاضی خان، آہ. (۹/۲)(۱)

۲۲/ جمادی الثانیہ ۱۳۴۲ھ (امدادالاحکام: ۳۵۱/۳)

صحیح بودن نکاح بقبول وکیل ولی دختر:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین صورت مسئولہ میں کہ یہاں نکاح کا طریقہ یہ ہے کہ

== "ویصح التوکیل بالعبارة أو الکنایة، ولا یشترط بالاتفاق الإتفاق الإشھاد عند صدور التوکیل، وإن کان یستحسن للوکیل أن یشھد علی التوکیل، للا حتیاط خوفاً من الإ نکار عند النزاع". (الفقه الإسلامی وأدلته: ۲۷۲۶/۹، حکم التوکیل بالزواج، رشیدیه)

(۱) الفتاویٰ الھندیة، القسم السادس فی المحرمات التی تتعلق بھا حق الغیر: ۲۷۰/۱، دارالفکر بیروت، انیس

پہلے نسبت ہوتی ہے، جس میں تمام امور طے ہو جاتے ہیں، حتیٰ کہ وقت نکاح سے چند گھنٹے پہلے قاضی صاحب کو ولی کی طرف سے اس کی اطلاع دی جاتی ہے کہ فلاں کا نکاح فلانے کے ساتھ اتنے مہر میں ہوگا، فلاں فلاں وکیل و گواہ ہوں گے اور آپ نکاح پڑھائیں گے، قاضی صاحب اپنے رجسٹر میں حسب قاعدہ تمام باتیں درج کر لیتے ہیں، پھر خود ولی، یا اس کی اجازت حاصل کر لیں، لڑکی سکوت وغیرہ سے اجازت دے دیتی ہے، اب وکیل و ہر دو گواہ قاضی صاحب کے پاس مجلس نکاح میں حاضر ہوتے ہیں، مجلس میں بہت سے لوگ ہوتے ہیں، قاضی صاحب وکیل سے نکاح کی اجازت لے کر خطبہ پڑھتے ہیں اور خطبہ کے بعد وکیل کی طرف مخاطب ہو کر قاضی صاحب بآواز بلند کہتے ہیں (کیوں کہ وکیل عموماً اپنے مطلب کو بخوبی ظاہر نہیں کر سکتے ہیں) آپ نے اپنی وکالت سے ان دو شاہدوں (شاہدین کی طرف اشارہ کر کے) کی شہادت سے اور حاضرین مجلس کی شہادت سے پچاس ٹیکل زر خالص مہر موجل کی عوض میں فلانہ بنت فلاں کو فلاں بن فلاں کی ذات کے تئیں آپ نے نکاح کر کے دیا، وکیل جواب دیتا ہے کہ ہاں دیا، اسی وقت قاضی صاحب نوشہ کی جانب متوجہ ہو کر خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے سنا پر سے سنئے فلاں نے اپنی وکالت سے فلانہ بنت فلاں کو پچاس ٹیکل زر خالص مہر کے عوض میں آپ کے ذات کے تئیں نکاح کر کے دیا، آپ نے قبول کیا، نوشہ جواب دیتا ہے: قبول کیا، پھر قاضی صاحب کہتے ہیں کہ جو الفاظ میں کہتا ہوں، وہی الفاظ آپ بھی کہیں کہو: **نکحتها وقبلتها وزوجتها**، نوشہ انہیں الفاظ کو دہراتا ہے، حاضرین مجلس میں سے بہت سے لوگ ان تمام کارروائیوں کو دیکھتے اور سنتے ہیں عام طور سے یہاں نکاح اسی طریق پر ہوتا ہے؛ لیکن اس وقت بعض علما نے اعتراض کیا اور فرمایا کہ یہ ایجاب وقبول قابل اعتماد نہیں اور نکاح نہیں ہوا؛ کیوں کہ وکیل کی موجودگی میں قاضی صاحب کے واسطہ ہونے کی ضرورت نہیں، ان الفاظ کو خود وکیل کہے اور نوشہ جواب دے، قاضی کی ترجمانی نکاح کے لیے مفسد ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا فی الواقع نکاح صورت مذکورہ میں نہیں ہوتا ہے اور کیا یہ مسئلہ مختلف فیہ فیما بین علماء ہے، یا ائمہ احناف وشوافع کا مختلف فیہ ہے، کیا ہم میں سے بعض اصحاب شافعی بھی ہیں، مہربانی فرما کر جواب میں نقل مذہب کے ساتھ حوالہ کتب بھی دیں؛ بلکہ نقل عبارت بہت مناسب ہوگا، اگر لڑکا یا لڑکی دو میں سے کوئی ایک شافعی اور دوسرا حنفی ہو تو کیا حکم میں بھی فرق ہو جاوے گا، یہ بھی اس لیے سوال ہے کہ یہاں کبھی کبھی زوج تو حنفی ہوتا ہے اور زوجہ شافعی، ایسی حالت میں طرفین میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ بہر حال جواب میں تمام شقوں کو صاف کر دیا جائے؛ تا کہ آئندہ یہ مسئلہ طے شدہ سمجھا جاوے اور نزاع سے پرہیز کی تدابیر اختیار کی جاوے؟ فقط والسلام

الجواب ــــــــــــــــــــ

فی الدر المختار: والأصل عندنا أن كل من ملك قبول النكاح بولاية نفسه انعقد بحضرته [إلى قوله] والأصل أن الآمر متى حضر جعل مباشراً.

في رد المحتار: (قوله جعل مباشراً) لأنه إذا كان في المجلس تنتقل العبارة إليه كما قد مناه، (في الصفحة السابقة) (۲/ ٤٤٨ـ ٤٤٩) (۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ مامور من الولی اگر مجلس میں رہ کر کچھ بھی نہ بولتا، تب بھی قاضی کے عقد کرنے کے وقت اس کا موجود رہنا ہی صحت نکاح کے لیے کافی تھا اور یہاں تو قاضی کے سوال کے وقت یہ خود بولا ہے تو حقیقۃً عقد اس نے کیا ہے، عدم جواز نکاح کی کوئی وجہ نہیں اور شافعی کے مذہب کی مجھ کو تحقیق نہیں، نہ میرے پاس کتاب ہے اور نہ مہارت؛ مگر ظاہر اس میں کوئی اختلاف کی بات نہیں، بہتر یہ ہے کہ کسی شافعی عالم سے پوچھ لیا جاوے۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/ ۲۴۱)

کیا نکاح میں وکیل اور گواہ کو عاقدین کا علم ہونا ضروری ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید شادی شدہ ہے بیوی بچے بھی ہیں، اسی دوران زید کو کسی غیر عورت سے محبت ہوگئی، وہ ایک بیوہ عورت ہے، اگر اس کو چھوڑتا ہے تو بے سہارا ہوجاتی ہے، اسی دوران زید کو اس بات کا بھی احساس ہوتا ہے کہ جو کچھ ہورہا ہے، یہ گناہ ہے، کھل کر شادی نہیں کرسکتا؛ کیوں کہ زید کی بیوی نہیں چاہتی ہے کہ میرے پاس کوئی سوکن ہو، ایک دن اس بیوہ کی لڑکی کی شادی تھی، زید اس بیوہ سے پہلے طے کرتا ہے کہ جب میں نکاح پڑھانے آوں گا تو تم لڑکی کے پاس رہنا جو مہر تمہاری بیٹی کی ہوگی، وہی مہر تمہاری ہوگی، وکیل گواہ سامنے ہوں گے تو جب زید نکاح پڑھانے لگا تو لڑکی سے کہا: تمہارا نکاح فلاں ابن فلاں سے اتنے دین مہر کے ساتھ کیا جاتا ہے، لڑکی نے کہا: منظور ہے، اس کے بعد ساتھ میں اس بیوہ سے پوچھا کہ تمہیں بھی منظور ہے، اس نے کہا: منظور ہے، چوں کہ پہلے سے طے تھا؛ مگر وکیل وگواہ کو پتہ نہیں تھا کہ زید بھی اپنا نکاح بیوہ کے ساتھ کررہا ہے؛ مگر ہاں سب کے سامنے کہلوایا تو جواب دیں۔ زید کا نکاح بیوہ سے ہوا، یا نہیں؟

(المستفتی: محمد خورشید عالم، مدرسہ مفید الاسلام، اندرا چوک، گنگانگر (راجستھان)

باسمه سبحانه وتعالى، الجواب ـــــــــــــــ وبالله التوفيق

صورت مسئولہ میں زید کا نکاح بیوہ کے ساتھ منعقد نہیں ہوا ہے؛ کیوں کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوہ کے نکاح سے متعلق نہ وکیل کو کچھ خبر ہے، نہ ہی گواہوں کو کچھ علم ہے، حالانکہ نکاح منعقد ہونے کے لیے گواہ اور وکیل دونوں کو یہ علم ہونا ضروری ہے کہ فلاں لڑکی کا نکاح فلاں لڑکے کے ساتھ کیا جارہا ہے، لہٰذا اس کو بیوی کی طرح رکھنا زنا کاری ہوگی۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم: ۷/ ۱۰۱)

وشرط حضور شاهدين حرين، أو حر وحرتين، مكلفين سامعين قولهما معاً على الأصح فاهمين أنه نكاح على المذهب، الخ. (شامی، زکریا: ٤/ ٨٧ـ ٩٢، کراچی: ٣/ ٢١، ٢٢، البحر الرائق، کوئٹہ: ٣/ ٨٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۱/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۳/ ۵۳۴۱)
الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۱/ ۶/ ۱۴۱۸ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۳/ ۶۶-۶۷)

---

(۱) ردالمحتار، کتاب النکاح: ٣/ ٢٤، انیس

کیا صحت نکاح کے لیے وکیل اور قاضی کا ہونا لازم ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرا رشتہ چاند بی سے تقریباً آٹھ ماہ پہلے ہوا تھا، رشتہ کے بعد لڑکی کے والدین نے مجھے اپنے گھر بجنور بلایا اور مجھ میں اور لڑکی میں فون پر برابر رابطہ رہا؛ لیکن اس طرح نکاح کے بغیر فون پر بات کرنا اور گھر پر جانا مجھے قطعاً مناسب نہ لگا؛ اس لیے میں نے یہی بہتر سمجھا کہ جلد از جلد نکاح ہو جائے، چناں چہ ہم دونوں نے آپس کے مشورہ سے دو گواہوں (۱) حافظ صلاح الدین، (۲) ندیم عابد کی موجودگی میں آپس میں ایجاب وقبول کیا اور میں نے چاند بی سے اس طرح کہا کہ میں تمہیں ایک ہزار روپئے مہر کے عوض اپنے نکاح میں لینا چاہتا ہوں تو چاند بی نے کہا: میں نے قبول کیا۔ واضح ہو کہ بوقت ایجاب وقبول مذکورہ دو گواہ ہی تھے، نہ قاضی تھا، نہ وکیل تو کیا اس طرح میرا نکاح ہو گیا، یا نہیں؟ لڑکی کے والد کا کہنا ہے کہ یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، جس کی بنا پر وہ لڑکی کو بھیجنے پر راضی نہیں ہیں۔ (المستفتی: ریاست علی، منڈی دھنورہ، جے پی نگر (یوپی))

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

نکاح کے صحیح ہونے کے لیے وکیل اور قاضی کا ہونا لازم نہیں؛ بلکہ صرف دو مردوں کا گواہ کے طور پر موجود ہونا کافی ہے، لہٰذا سوال نامہ میں جو شکل لکھی گئی ہے، اس سے نکاح صحیح اور درست ہو گیا ہے۔ اب شرعی طور پر ریاست علی اور چاند بی دونوں میاں بیوی بن چکے ہیں۔

النكاح ينعقد بالإيجاب و القبول (إلىٰ قوله) بحضور شاهدين، الخ. (الهداية، كتاب النكاح، اشرفية ديوبند: ۳۰۶/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۵ر رجب المرجب ۱۴۲۷ھ (فتویٰ نمبر: الف ۹۰۶۱/۳۸)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۵/۷/۱۴۲۷ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۶۸/۱۳-۶۹)

نکاح میں وکیل اور گواہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ نکاح میں لڑکی کی جانب سے ایک وکیل طے ہوتا ہے اور نوشہ کی جانب سے دو گواہ طے ہوتے ہیں۔ اس کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

(المستفتی: مدرسہ عربیہ اشاعت العلوم کرن کھیر، اکولہ، مہاراشٹر)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

بوقت نکاح لڑکی کی جانب سے ایک وکیل جو لڑکی سے اجازت لے کر کے آتا ہے، پھر اس کی اجازت سے نکاح خواہ نکاح پڑھا دیتا ہے، یہ جائز اور صحیح طریقہ ہے اور جہاں تک دولہے کی طرف سے دو گواہوں کی بات ہے تو مجلس نکاح میں دو گواہوں کا

ہونا صحت نکاح کے لیے شرط ہے اور یہ دو گواہ دولہے کی جانب سے بھی ہوسکتے ہیں اور دولہن کی جانب سے بھی ہوسکتے ہیں؛ لیکن بہتر یہی ہے کہ دولہن کے رشتہ داروں میں سے دو گواہ ہوں اور ان گواہوں کے سامنے دولہن کا وکیل دولہن سے اجازت لے کر کے آجائے، پھر انہی کی موجودگی میں ایجاب وقبول ہوجائے، جیسا کہ ہمارے اترپردیش میں یہی دستور ہے۔

وشرط حضور شاهدين حرين، أوحر وحرتين، مكلفين سامعين قولهما معاً على الأصح. (الدر المختار مع الرد، زكريا: ۸۷/٤-۹۲، كراچی: ۲۱/۳-۲۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱/ ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ (فتویٰ نمبر: الف ۱۰۸۱۵/۳۹)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۳/۱۱/۴ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۳/ ۶۹-۷۰)

وکیل کی موجودگی میں قاضی صاحب نکاح پڑھا دیں تو کیسا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں امام صاحب نکاح پڑھاتے ہیں، ایک مجلس نکاح میں دلہن کے وکیل نے حسب دستور امام صاحب سے نکاح پڑھانے کی درخواست کی، امام صاحب نے خطبہ پڑھا اور دولہا کو مخاطب کر کے کہا کہ فاطمہ بی بی اسماعیل سے سیدات کی ذات کو ان وکیل صاحب کی وکالت سے اور ان دو گواہوں کی گواہی سے حاضرین کے روبرو اتنی مہر کے عوض آپ کے نکاح میں دیا، آپ نے قبول کیا؟ دولہا نے کہا کہ قبول کیا تو نکاح ہوگیا، یا نہیں؟ ایک غیر مقلد مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ نکاح نہیں ہوا؛ اس لیے کہ ایجاب نہیں پایا گیا، جو کہ رکن ہے، لہٰذا دوبارہ نکاح پڑھانا چاہیے، ورنہ زنا کاری ہوتی رہے گی، کیا یہ اعتراض صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں نکاح خوان نے وکیل کی اجازت سے خطبۂ نکاح پڑھ کر وکیل کی موجودگی میں اور شرعی گواہوں کی حاضری میں دولہا کو مخاطب کر کے کہا کہ فاطمہ بی بی اسمٰعیل سیدات کو ان وکیل کی وکالت سے اور ان دو گاہوں کی گواہی سے حاضرین مجلس کے روبرو اتنی مہر کے عوض میں آپ کے نکاح میں دیا، آپ نے قبول کیا؟ (یہ ایجاب ہے) اس کے جواب میں ناکح نے کہا کہ قبول کیا (یہ قبول ہے) ایجاب وقبول دونوں پائے گئے، لہٰذا نکاح منعقد ہوگیا۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

الوكيل بالتزوج ليس له أن يؤكل غيره، فإن فعل فزوجه الثاني بحضرة الأوّل جاز. (۵۸۰/۳، فصل في التوكيل بالنكاح، إلخ) فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۵۱/۸)

کیا وکیل اور گواہوں کے بغیر جوازِ نکاح کی کوئی صورت ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر صرف لڑکا اور لڑکی ہوں،

اور کوئی گواہ، یا وکیل میسر نہ ہو، تو نکاح پڑھانے کی کیا شکل اختیار کرنی چاہیے؟ اگر لڑکی اور لڑکا دونوں آپس میں ایجاب وقبول کرلیں تو کیا نکاح صحیح ہوجائے گا؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر صرف لڑکا اور لڑکی موجود ہوں اور گواہ نہیں ہیں تو ایسی صورت میں نکاح کے جواز کی کوئی صورت نہیں ہے، نکاح کے لیے بہر حال دو مسلمان گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ بریں بنا اگر لڑکے اور لڑکی گواہوں کے بغیر ایجاب وقبول کریں گے تو ہرگز اُن کا نکاح منعقد نہیں ہوگا اور دونوں بدستور ایک دوسرے کے لیے اَجنبی رہیں گے اور اُن کے درمیان اِزدواجی تعلق حرام ہوگا۔

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما قولہ: لا نکاح إلا ببینة. (سنن الترمذی: ۱/ ۱٤۰، وصححه)

وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين مسلمين. (الدر المختار مع الشامی: ٤/ ۸۷-۹۲ زکریا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۱/ ۲/ ۱٤۲۲ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/ ۱٤٦)

بالغہ نومسلم لڑکی سے دو گواہوں کے سامنے بغیر وکیل کے اِیجاب وقبول کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میرے ایک دوست نے تقریباً دس برس قبل ایک ہندو لڑکی (جو اسلام قبول کرچکی ہے) سے تعمیر ملت اِدارہ میں دو گواہوں کی موجودگی میں قاضی صاحب کے سامنے نکاح کیا ہے، اس نکاح میں لڑکی کی طرف سے وکیل نہیں تھا، لڑکی کا باپ چوں کہ کافر ہے؛ اس لیے وہ لڑکی کی طرف سے وکالت کے فرائض انجام نہیں دیا، اس پس منظر میں چند سوالات میرے ذہن میں پیدا ہورہے ہیں: کیوں کہ میرے دوست کی دوسری بیوی (جو مسلمان والدین کی بیٹی ہے) نے کسی عالم اور مفتی صاحب سے یہ دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ: ”لا نکاح إلا بولی“ وکیل کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا، اس بات پر میرے دوست کی دوسری بیوی اپنے شوہر پر یہ دباؤ ڈال رہی ہیں کہ آپ کا نکاح نومسلم لڑکی سے ہوا ہی نہیں؛ اس لیے آپ اس سے علاحدگی اختیار کرلیں؟

(۱) کیا یہ نکاح شریعت کی نظر میں جائز ہے، یا نہیں؟

(۲) کیا یہ نکاح اگر ٹوٹ جاتا ہے تو اس نومسلم لڑکی کی کفالت کون کرے گا؟ (کافروں کے ملک میں)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

مذکورہ نومسلمہ بیوی سے آپ کا نکاح بلا شبہ درست ہے؛ اس لیے کہ لڑکی نے خود قاضی اور دو شرعی گواہوں کی موجودگی میں نکاح کو قبول کیا ہے، جو شرعاً معتبر ہے اور حدیث ”لا نکاح إلا بولی“ کا تعلق اس صورت سے ہے، جب کہ لڑکی نابالغہ ہو؛ کیوں کہ نابالغہ کا نکاح بغیر ولی (باپ دادا وغیرہ) کی اجازت کے نہیں ہوتا، پس جو عورت بالغہ مسلمان ہے، اس کے نکاح کی صحت کے لیے ولی، یا وکیل کی کوئی شرط نہیں۔

أن أبا هريرة رضى الله عنه حدثهم، أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: لا تنكح الأيم حتٰى تستأمر، ولا تنكح البكر حتٰى تستأذن، وبهٰذا احتج أبوحنيفة على أن الولى لا يجبر الثيب ولا البكر على النكاح، والمرأة العاقلة البالغة إذا زوجت نفسها من غير ولى ينفذ نكاحها. (عمدة القارى: ۱۲۸/۲۰)

وهٰذا بإطلاقه حجة لأبى حنيفة فى عدم تجويزه إجبار البكر البالغة،وفى شرح جمع الجوامع حمله الحنفية على الصغيرة والأمة والمكاتبة. (مرقاة المفتاتيح: ۲۰۴/۶-۲۰۷)

قال فى الخانية: والقاضى عند عدم الأولياء بمنزلة الولى فى ذٰلك. (البحر الرائق،باب الأولياء والأكفاء: ۱۹۷/۳،زكريا)

اور بلا وجہ شرعی کے محض دوسری بیوی کے کہنے پر مذکورہ نومسلمہ سے نکاح ہرگز نہیں توڑنا چاہیے؛ بلکہ مسلم معاشرہ کے ہر فرد کو اس کی قربانی کی قدر کرنی چاہیے اور منکوحہ کی کفالت کی ذمہ داری اُس کے شوہر پر ہے۔

عن أبى هريرة رضى الله عنه أنه عن النبى صلى الله عليه وسلم: لايحل لامرأة تسأل طلاق أختها تستفرغ صحفتها،فإنما لها ما قدر لها. (صحيح البخارى: ۷۷۴/۲)

(قوله:لايحل): ظاهره التحريم؛ لكنه محمول علٰى ما إذا لم يكن هناك سبب يجوز ذٰلك. (عمدة القارى: ۱۴۲/۲۰)

النفقة هى الطعام والكسوة والسكنى والنفقة الغير تجب على الغير بأسباب ثلاثة: زوجية، وقرابة، وملك،فتجب للزوجة علٰى زوجها؛لأنها جزاء الاحتباس. (شامى: ۲۷۸/۵-۲۸۱، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۹/۲/۴ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۱۴۷/۸-۱۴۸)

لڑکے کی عدم موجودگی میں دُوسرا شخص نکاح قبول کرسکتا ہے:

سوال: کیا لڑکے کی عدم موجودگی میں اس کا والد، یا وکیل لڑکے کی جانب سے نکاح قبول کرسکتا ہے؟ جب کہ ہمارے علاقے میں ایسا عام کیا جاتا ہے، بعد میں وہ لڑکے سے قبول کروالیتا ہے؟

الجواب

کسی دُوسرے کی جانب سے وکیل بن کر ایجاب وقبول کرنا صحیح ہے،(۱) اب اگر لڑکے نے اس کو ’’نکاح کا وکیل‘‘ بنایا تھا، تب تو وکیل کا ایجاب وقبول خود اس لڑکے کی طرف سے ہی سمجھا جائے گا، بعد میں لڑکے سے قبول کرانے کی ضرورت نہیں اور اگر لڑکے نے وکیل مقرّر نہیں کیا تھا، کوئی شخص اس کی اجازت کے بغیر ہی وکیل بن گیا اور اس نے لڑکے کی طرف سے ایجاب وقبول کرلیا تو اس کا کیا ہوا نکاح لڑکے کی اجازت پر موقوف ہے، اگر لڑکا اس کو برقرار رکھے تو نکاح صحیح ہوگا اور اگر مسترد کردے تو نکاح ختم ہوگیا۔(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱۱۹/۶)

(۱) ويصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضره الشهود، كذا فى التاتارخانية. (الفتاوىٰ الهندية،كتاب النكاح: ۲۹۴/۱)

(۲) قال:وتزويج العبد والأمة بغير إذن مولاهما موقوف فإن أجاز المولٰى جاز وإن رده باطل وكذلك لوزوج رجل امرأة بغير رضاها أورجلا بغيررضاه وهٰذا عندنا فإن كل عقد صدرمن الفضولى وله مجيز انعقد موقوفا على الإجازة: ۳۲۲/۲،شركت علمية بيروت)

دُولہا کی موجودگی میں اس کی طرف سے وکیل قبول کرسکتا ہے:

سوال: اگر کوئی شخص اپنے نکاح کے وقت موجود ہو اور وہ نکاح کی مجلس میں نہ بیٹھے تو اس شخص کا نکاح اس کا بھائی، یا کوئی سرپرست اس کی طرف سے وکیل بن کر قبول کرسکتا ہے؟

الجواب

اگر کوئی شخص اس کی طرف سے وکیل بن کر قبول کرلے تو نکاح ہوجائے گا۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱۱۹/۶)

دولہا کی غیر موجودگی میں نکاح:

سوال: صوبہ سرحد کے دیہی علاقوں میں شادی کے موقعوں پر عام طور پر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ دولہا کی غیر موجودگی میں نکاح پڑھایا جاتا ہے اور دولہا کی جگہ اس کا بھائی یا دوست وغیرہ ایجاب وقبول کے الفاظ اس طرح ادا کرتے ہیں کہ میں نے فلاں شخص کے لیے یہ لڑکی قبول کرلی۔ کیا یہ نکاح جائز ہے؟

الجواب

کسی کی طرف سے وکیل بنا کر ایجاب وقبول صحیح ہے۔(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱۱۹/۶-۱۲۰)

شوہر بیوی الگ الگ ملک میں ہوں تو تجدید نکاح کس طرح کریں:

سوال: اگر کوئی نکاح کے ایک سال بعد اپنا نکاح دوبارہ کرنا چاہے اور مرد ایک ملک میں اور عورت دوسرے ملک میں ہو تو کیا یہ صورت ہوسکتی ہے کہ اس عورت سے مرد خط کے ذریعے معلوم کرلے کہ میں اپنا اور تمہارا نکاح کر رہا ہوں، اگر وہ اجازت دے دے کہ میری طرف سے آپ وکیل مقرر کرلیں، یا خود اگر صرف خاوند کو اتنا بتادے کہ میری اجازت ہے، نکاح پڑھ لیں تو اگر شوہر بیوی کی طرف سے خود وکیل مقرر کرے اور اسی مہر پر جتنا پہلے تھا، نکاح پڑھ لے تو کیا نکاح ہوجائے گا؟ نیز اگر منہ سے ایسی بات نکل جائے، جس سے نکاح ٹوٹ جائے اور ایمان جاتا رہا ہے تو اگر بیوی پاس نہ ہو کہ بلکہ کسی دوسرے ملک میں ہوا اور وہ خط کے ذریعے، یا ٹیلی فون کے ذریعے اجازت دے کہ تم نکاح دوبارہ پڑھ لو اور وکیل بھی خود مقرر کرلو تو کیا بیوی اس کی اجازت پر نکاح ہوجائے گا؟

---

(۱) ویصح التوکیل بالنکاح وإن لم یحضره الشهود، کذا فی التاتارخانیة.(الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، الباب السادس الوکالة: ۲۹٤/۱)

ثم النکاح کما ینعقد بهٰذه الألفاظ بطریق الإصالة،ینعقد بها بطریق النیابة بالوکالة والرسالة،لأن تصرف الوکیل کتصرف المؤکل.(بدائع الصنائد،کتاب النکاح،فصل فی رکن النکاح: ۲۳۱/۲)

(۲) ویصح التوکیل بالنکاح وإن لم یحضر الشهود کذا فی التتارخانیة.(الفتاویٰ الهندیة،کتاب النکاح،الباب السادس فی الوکالة: ۲۹٤/۱)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

اگر نکاح کی تجدید کی ضرورت ہو تو بیوی سے ٹیلی فون پر، یا کسی اور ذریعے سے رابطہ قائم کر کے دریافت کیا جا سکتا ہے، اگر وہ اجازت دے تو نکاح کی تجدید صحیح ہے، شوہر اس کی طرف سے وکیل بھی ہو جائے گا۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱۲۰/۶)

کیا ایک ہی شخص لڑکی، لڑکے دونوں کی طرف سے قبول کر سکتا ہے:

سوال: اگر کسی شادی میں لڑکی کا باپ نکاح میں کہے کہ ''میں لڑکی کے والد کی حیثیت سے اپنی لڑکی کا نکاح فلاں لڑکے سے کرتا ہوں'' پھر کہے کہ: ''لڑکے کے سرپرست کی حیثیت سے میں قبول کرتا ہوں'' تین بار کہے تو کیا نکاح ہو گیا، یا کہ نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

جو شخص لڑکے اور لڑکی دونوں کی جانب سے وکیل، یا ولی ہو، اگر وہ یہ کہہ دے کہ ''میں نے فلاں لڑکی کا فلاں لڑکے سے نکاح کر دیا'' تو نکاح ہو جاتا ہے۔(۲) یعنی اس بات کی بھی ضرورت نہیں کہ ایک بار یوں کہے کہ ''میں فلاں لڑکی کا فلاں لڑکے سے نکاح کرتا ہوں'' اور دُوسری بار یوں کہے کہ ''میں اس لڑکے کی طرف سے قبول کرتا ہوں'' اور تین بار دہرانے کی بھی ضرورت نہیں، صرف ایک بار گواہوں کے سامنے کہہ دینے سے نکاح ہو جائے گا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱۲۰/۶)

دو وکیلوں میں سے ایک کا دوسرے کی اجازت کے بغیر نکاح کر دینا:

سوال: مسماۃ سکینہ نے دو وکیلوں کو اپنے نکاح کر دینے کا اختیار دے دیا۔ اس صورت میں اگر ایک وکیل اس کا نکاح دوسرے وکیل کی اجازت کے بغیر کر دے تو یہ نکاح شرعاً درست ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

صورت مسئولہ میں جب عورت نے دو شخصوں کو وکیل بالنکاح بنایا اور ان میں سے ایک نے بغیر دوسرے کی اجازت و رضامندی کے نکاح کر دیا تو نکاح نہیں ہوا۔

إذا وكّلت المرأة أو الرجل رجلين بالتزويج، ففعل أحدهما لم يجز، هكذا في فتاویٰ قاضي خان (الفتاویٰ الهندية: ۲۹۸/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۸/۱۰/۱۳۷۰ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۰۲/۴)

---

(۱) امرأة وكلت رجلاً أن يزوجها من نفسه فقال: زوجت فلانة من نفسي، يجوز وإن لم تقل قبلت، كذا في الخلاصة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح: ۲۹۵/۱، طبع بلوچستان)

وللوكيل أن يزوج مؤكلته من نفسه، والمراد بالوكيل، والوكيل في أن يزوجها من نفسه لما في المحيط، لو كلته بتزويجه من رجل فزوجها من نفسه لم يجز. (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل بعض مسائل الوكيل والفضولي: ۱٤٦/۳، طبع دار المعرفة بيروت)

(۲) (ويتولى طرفي النكاح واحد) بإيجاب مع القبول في خمس صور كأن كان وليا أو وكيلا من الجانبين. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۹٦/۳، طبع ايچ ايم سعيد كراچی)

لڑکی نے جسے وکیل بنایا، فقط وہی نکاح کراسکتا ہے:

سوال: ہمارے گاؤں میں نکاح کا طریقہ یہ ہے کہ ایک شخص کولڑکی کا وکیل مقرر کرتے ہیں اور وکالت کے تقرر پر دو گواہ بھی ہوتے ہیں، پھر کبھی یہ تینوں بندے لڑکی کے پاس جا کر نکاح کی اجازت لیتے ہیں، کبھی صرف گواہ جا کر کہتے ہیں کہ آپ کا نکاح فلاں بن فلاں سے کرنے کی اجازت ہے؟ وہ ہاں کہہ دیتی ہے، پھر وکیل نکاح پڑھا دیتا ہے؛ لیکن ظاہر ہے وکیل تو اندر گیا نہیں۔ کیا وہ بطور وکیل لڑکی کی طرف سے عقد کرسکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

جو شخص لڑکی کے پاس جا کر اجازت لے گا فقط وہی نکاح کا وکیل شمار ہوگا اور اس وکالت کے وقت گواہوں کی موجودگی ضروری نہیں لہٰذا بہتر صورت یہ ہے کہ ایک شخص جو کے محرم ہو اسے وکالت کے لیے منتخب کیا جائے اور وہ اندر لڑکی کے پاس جا کر لڑکی سے اجازت لے لے اور لڑکی کا نکاح پڑھا دے، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں جو شخص (یعنی وکیل) اندر جا کر اجازت لے کر نہیں آیا، وہ لڑکی کا نکاح کرانے کا وکیل نہیں، اگر وہ شخص نکاح کرائے گا تو یہ نکاح لڑکی کی اجازت پر موقوف رہے گا، البتہ جو گواہ اندر گئے ہیں اور لڑکی نے انہیں اجازت دی ہو تو وہ گواہ شرعاً لڑکی کے وکیل ہوں گے (یا ان دو میں سے ایک گواہ جس کو لڑکی اجازت دے) وہ وکیل بن کر نکاح کرا سکتے ہیں۔

لمافي الهندية (۲۹۸/۱): إذا وكلت المرأة رجلا أن يزوجها وقالت ما صنعت من شيء فهو جائز جاز للوكيل أن يوكل غيره بتزويجها. الخ.

وفي الشامية (۹۹/۳): قوله (فإن له ذلک) أي تزويجها لنفسه بشرط أن يعرفها الشهود أو يذكر اسمها واسم أبيها وجدها.

(وفي ص: ۹۵، مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح): واعلم أنه لا تشترط الشهادة على الوكالة بالنكاح بل على عقد الوكيل وإنما ينبغي أن يشهد على الوكالة إذا خيف جحد الموكل إياها، فتح. (نجم الفتاویٰ: ۸۸/۵)

مطلق توکیل کو صحت مند عورت سے نکاح پر حمل کیا جائے گا:

سوال: ایک شخص دوسرے شخص کو وکیل بناتا ہے کہ میرا نکاح کسی عورت سے کروادو وہ شخص اس کا نکاح ایک نابینا عورت سے کروا دیتا ہے، یا لنگڑی عورت سے کروا دیتا ہے تو اس صورت میں نکاح درست ہوگا، یا نہیں؟ برائے مہربانی تشفی بخش جواب دیں۔

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

مذکورہ شخص نے دوسرے کو وکیل بنا کر کہا کہ میرا نکاح کسی عورت سے کروادو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ متعارف

نکاح کروانا۔اب وکیل نے اس کا نکاح کسی نابینا، یالنگڑی عورت سے کروادیا تو یہ نکاح مؤکل کی اجازت پر موقوف ہوگا؛ کیوں کہ وکیل نے مؤکل (جس نے نکاح کے لیے کہا تھا) کی منشا کی خلاف ورزی کی ہے۔

لما في البحر الرائق(٢٤٧/٣):وذكر في الوكالة أن اعتبار الكفاء ة في هذا استحسان عندهما لأن كل واحد لا يعجز عن التزوج بمطلق الزوجة فكانت الاستعانة في التزوج بالكفء، كذا في الهداية وظاهره ترجيح قولهما؛لأن الاستحسان مقدم على القياس إلا في مسائل معدودة ليس هذا منها ولذا قال الإسبيجابي: قولهما أحسن للفتوى واختاره أبو الليث.

وفي الهندية (٢٩٥/١،الباب السادس في الوكالة بالنكاح وغيرها) :ولو وكل رجلا أن يزوجه امرأة فزوجه امرأة عمياء أو شلاء أو رتقاء أو مجنونة أو صغيرة تجامع أو لا تجامع حرة أو أمة ليست بكفء له مسلمة أو كتابية جاز في قول أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ،كذا في فتاوى قاضي خان.

وفي الشامية (٩٥/٣،باب في الكفاء ة) :قوله (بتزويج امرأ ة)...وما لو كانت عمياء أو مقطوعة اليدين أو مفلوجة أو مجنونة خلافا لهما أو صغيرة لا تجامع اتفاقا وقيل على الخلاف، فتح... قوله (وقالا: لا يصح) أي إذا رده الآمر والأولى التعبير بلا ينفذ ليفيد أنه موقوف... قوله (وهو استحسان) قال في الهداية: وذكر في الوكالة إن اعتبار الكفاء ة في هذا استحسان عندهما لأن كل أحد لا يعجزعن التزوج بمطلق الزوجة فكانت الاستعانة في التزوج بالكفء، آه، قال في الفتح: وفيه إشارة إلى اختيار قولهما؛ لأن الاستحسان مقدم على غيره؛ إلا في المسائل المعلومة والحق أن قول الإمام ليس قياسا لأنه أخذ بنفس اللفظ المنصوص فكان النظر في أي الاستحسانين أولى،آه. (نجم الفتاویٰ:۸۸/۵-۸۹)

وکیل کو صرف کفو میں نکاح کرانے کا حق ہوگا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک دوسرے شخص کو نکاح میں وکیل بنایا کہ میری شادی کراؤ اور نہیں بتایا کہ کیسی عورت سے نکاح کروانا ہے، چناں چہ اس وکیل نے اس کا نکاح ایسی عورت سے کروایا، جو اس شخص کے کفو کی نہیں تھی تو اس صورت میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ نکاح درست ہوا، یا نہیں اور وکیل کا ایسا کرنا کیسا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

نکاح مؤکل کی اجازت پر موقوف رہے گا، موکل اگر اجازت دے تو وہ نکاح نافذ ہوگا، ورنہ نہیں اور وکیل کے لیے ایسا کرنا درست نہیں؛ بلکہ اس کو چاہیے تھا کہ اپنے مؤکل کا نکاح اس کے کفو میں کراتا۔

لمافي الخانية (١٦١/١-١٦٢،كتاب النكاح، فصل في الوكالة): ولو وكل رجلاً بأن يزوجه امرأة

فزوجه امرأة عمياء أو شلاء أو رتقاء أو مجنونة أوصغيرة تجامع أولا تجامع حرة أو أمة كفاء وليست كفاء بكفء له مسلمة أو كتابية جاز فى قول أبى حنيفة رحمه الله تعالى.

وفى الشامية (۹۵/۳، كتاب النكاح، مطلب فى الوكيل والفضولى فى النكاح): (قوله: جاز) فى بعض النسخ نفذ وهى أنسب لأن الكلام فى النفاذ لا فى الجواز ح قوله (وقالا لا يصح) أى إذا رده الآمر والأولٰى التعبير بلا ينفذ ليفيد أنه موقوف... قوله (وهو استحسان) قال فى الهداية وذكر فى الوكالة إن اعتبار الكفائة فى هذا استحسان عندهما لأن كل أحد لا يعجز عن التزوج بمطلق الزوجة فكانت الاستعانة فى التزوج بالكفء اه قال فى الفتح وفيه إشارة إلى اختيار قولهما لأن الاستحسان مقدم على غيره إلا فى المسائل المعلومة والحق أن قول الإمام ليس قياسا لأنه أخذ بنفس اللفظ المنصوص فكان النظر فى أى الاستحسانين أولٰى اه. والمراد باللفظ المنصوص لفظ الموكل.

وفى تقريرات الرافعى (۱۹۱/۳): تحت]قوله: والحق ان قول الامام ليس قياسا الخ[فيه أن القياس ما كان دليله جليا والاستحسان ما كان دليله خفيا وهنا لا شك فى ظهور دليله وخفاء دليلهما تأمل، على أن الطحاوى قال قولهما أحسن للفتوى. (نجم الفتاویٰ: ۸۹/۵-۹۰)

وکیل کے کفو میں نکاح کرانے کی شرط پر اشکال کا جواب:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص دوسرے کو وکیل بناتا ہے کہ کسی عورت سے میرا نکاح کرادو وہ شخص مؤکل خود ایک ٹانگ سے لنگڑا ہے، وکیل نے رشتہ ڈھونڈا اور ایک لنگڑی سے اس کا نکاح کرادیا، مؤکل کو علم ہوا تو اس نے بولا: ''میں نہیں مانتا لنگڑی سے تو میں خود نکاح کرسکتا تھا، وکیل تو صحیح لڑکی سے نکاح کے لیے بنایا تھا''۔ مفتی صاحب مسئلے کا کیا حل ہے؟

یہاں ایک طالب علم ہے، اس نے کہا کہ لنگڑا صحیح کہتا ہے؛ کیوں کہ مطلق وکالت میں کفو اور صحت مند عورت سے نکاح کرانا مراد ہوتا ہے اور وکیل نے اس کی رعایت نہیں کی، لہٰذا یہ نکاح کالعدم ہے۔ ہم بھی دین سے کچھ متعلق ہیں، ہم نے سوچا طالب علم کا صحت مند کہنا تو سمجھ آتا ہے؛ لیکن کفو کہنا تو مشکل ہے؛ کیوں کہ کفو تو مرد ہوتا ہے، عورت تو بھنگی بھی ہو تو پرواہ نہیں، کفاءت مرد سے متعلق مسئلہ ہے، بہرحال طالب کا کہنا تھا کہ یہ استحسان ہے اور صاحبین کا قول ہے۔ اب آپ حضرات اس مسئلے پر مفصل ہر ہر جزء پر گہری نظر فرماتے ہوئے جواب مرحمت فرمائیں۔ خصوصاً اس پر کہ کیا وکیل کا کفو میں نکاح کرنا ضروری ہے؟

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں طالب علم کا قول صحیح ہے، یہ صاحبین کا قول ہے اور استحسان ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے؛ تاہم واضح

رہے کہ یہ مسئلہ اصطلاحی کفاءت سے متعلق نہیں؛ بلکہ عرف سے متعلق ہے؛ یعنی اگر کسی کو وکیل بنایا جائے تو عرف یہ ہے کہ وہ مؤکل کے لیے بے عیب شیٔ کا انتخاب کرے، چناں چہ صورت مذکورہ میں لنگڑے شخص نے وکیل اس وجہ سے بنایا تھا کہ کسی صحت مند عورت سے نکاح کرایا جائے، لہٰذا اگر وکیل نے کسی لنگڑی عورت سے مؤکل کا نکاح کرایا تو نکاح نہیں ہوگا۔

لمافی الشامية(۹۵/۳،مطلب فی الوكيل والفضولي فی النكاح) **قوله (بتزويج امرأة) أی منكرة ويأتی محترزه وأطلق فی الأمة فشمل المكاتبة وأم الولد بشرط أن لا تكون للوكيل للتهمة وما لو كانت عمياء أومقطوعة اليدين أو مفلوجة أو مجنونة خلافا لهما،الخ.** (نجم الفتاویٰ:۵/۹۰)

وکیل اگر مؤکل کی شرط کی مخالفت کردے تو نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے کسی کو وکیل بنایا کہ میرا نکاح کسی خوبصورت گوری لڑکی سے کرادے لیکن وکیل نے بدصورت کالی لڑکی سے اس کا نکاح کرادیا تو کیا یہ نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں چونکہ وکیل نے مؤکل کے امر کی مخالفت کی ہے اس لئے یہ نکاح مؤکل کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر مؤکل نے اجازت دے دی تو یہ نکاح صحیح ہوجائے گا، ورنہ نہیں۔

لمافی الهندية (۲۹۵/۱): أمره أن يزوجه بيضاء فزوجه سوداء أوعلى العكس لا يصح.

وفی الدرالمختار (۹۵/۳):وأجمعوا أنه لو زوجه بنته الصغيرة أوموليته لم يجز كما لو أمره بمعينة أوبحرة أو أمة فخالف.

وفی الشامية (۹۶/۳):وفی كل موضع لا ينفذ فعل الوكيل فالعقد موقوف على إجازة الموكل وحكم الرسول كحكم الوكيل فی جميع ما ذكرناه. (نجم الفتاویٰ:۵/۹۰-۹۱)

نکاح میں دلہا دلہن کا بھی وکیل بن سکتا ہے:

سوال: عاقل بالغ لڑکے اورلڑکی کی منگنی ہوگئی۔ان دونوں کے والدین ان کی شادی کرانے کے لیے راضی بھی ہیں؛مگرفی الوقت نہیں؛ بلکہ ایک سال کے بعد اورفی الوقت نکاح کے مخالف ہیں اوران دونوں کا کفو؛یعنی دین داری، حسب ونسب، مال ودولت اورحسن وجمال وغیرہ دونوں برابر ہیں تو اگر اس عاقلہ بالغہ لڑکی نے اس عاقل بالغ لڑکے سے کہا کہ میں آپ کو اختیار دیتی ہوں کہ آپ میرا نکاح اپنے آپ سے کرلیں اورمیں آپ سے نکاح کرتی ہوں۔وہ لڑکا دوعاقل بالغ لڑکوں کے پاس گیا اوران کو گواہ بناکران کے سامنے اقرارکیا کہ فلانہ لڑکی نے مجھے اپنے آپ سے نکاح کا اختیار دیا ہے ''میں اس لڑکی کو اپنے نکاح میں لیتا ہوں'' آیا کہ شرعی اعتبار سے نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

لڑکی کا منگیتر جس کو لڑکی نے اپنے آپ سے نکاح کرانے کا وکیل بنایا تھا، اس نے جب دو ایسے عاقل بالغ گواہوں کے سامنے جو لڑکی کو پہچانتے تھے، لڑکی کا نام لے کر کہا کہ فلانہ لڑکی نے مجھے اپنے آپ سے نکاح کا اختیار دیا ہے "میں اس لڑکی کو اپنے نکاح میں لیتا ہوں" تو نکاح منعقد ہو گیا اور اگر وہ گواہ لڑکی کو پہچانتے نہ تھے تو پھر لڑکی کے باپ، دادا کا نام لینا بھی ضروری ہے۔

لمافي الهندية (۲۹۵/۱): امرأة وكلت رجلا بأن يزوجها من نفسه فقال زوجت فلانة من نفسي يجوز وإن لم تقل قبلت كذا في الخلاصة.

وفي الشامية(۲۲/۳): والحاصل أن الغائبة لا بد من ذكر اسمها واسم أبيها وجدها وإن كانت معروفة عند الشهود على قول ابن الفضل وعلى قول غيره يكفي ذكر اسمها إن كانت معروفة عندهم وإلا فلا وبه جزم صاحب الهداية في التجنيس وقال لأن المقصود من التسمية التعريف وقد حصل وأقره في الفتح والبحر... والظاهر أن المراد بالمعرفة أن يعرفها أن المعقود عليها هي فلانة بنت فلان الفلاني لا معرفة شخصها.

وفي الدر المختار (۹۶/۳): أو أصيلاً من جانب ووكيلا أووليا من آخر.

وفي الرد تحته: قوله (ووكيلا أو وليا من آخر) كما لو وكلته امرأته أن يزوجها من نفسه... ولا بد من التعريف بالاسم والنسب. (نجم الفتاویٰ:۹۱/۵)

وکیل کا موکلہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وکیل کا اپنی مؤکلہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ جبکہ ہمارے معاشرہ میں عموماً اسے ناجائز قرار دیا جاتا ہے۔ از روئے شریعت کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: شفیع اللہ مغلپورہ لاہور، ۱۲/ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ)

الجواب ــــــــــــــــــــ

وکیل کا اپنی موکلہ کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے یہ اس کے محرمات میں سے نہیں ہے جبکہ عدم جواز صرف محرمات تک محدود ہے۔ (كما في كتب الفقه) (۱) وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۸۱/۴)

---

(۱) قال الإمام أكمل الدين البابرتي: (بيان المحرمات) لما كانت من بنات آدم من أخرجها الله عن محلية النكاح بالنسبة الى بعض بني آدم احتاج الى ذكرها في فصل على حدة واسباب حرمتهن تتنوع الى تسعة انواع القرابة والمصاهرة والرضاع والجمع وتقديم الحرة على الامة وقيام حق الغير من نكاح او عدة والشرك وملك اليمين والطلقات الثلاث وكل ذلك مذكور في الكتاب. (شرح العناية على هامش فتح القدير: ۱۱۷/۳، فصل في بيان المحرمات)

لڑکی کے ولی کے وکیل نے ایجاب کیا اور لڑکے کے وکیل نے قبول، نکاح ہوا، یا نہیں:

سوال: مشرف علی میانجی نے اپنے لڑکے ابوالخیر کو اپنی بنت صغیرہ کلثوم کو مولوی اعظم اللہ کے دینے کے لیے اجازت دی، پس ابوالخیر نے کہا کہ میں نے مسماۃ کلثوم کو مولوی اعظم کو دیا، امام الدین نے کہا کہ میں نے مولوی اعظم اللہ کی جانب سے قبول کیا اور عام خرچ کے بھی حسب رواج دے دیئے اور ابوالخیر نے لے لیے، صورت مسئولہ میں کلثوم کا نکاح مولوی اعظم اللہ کے ساتھ منعقد ہو گیا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

الدرالمختار میں ہے:

”أوهل أعطيتينها إن المجلس للنكاح وإن للوعد فوعد، الخ“.

وفی ردالمحتار: ”(قوله: إن المجلس للنكاح) أى لإنشاء عقده، لأنه يفهم منه التحقيق في الحال، فإذا قال الآخر: أعطيتكها او فعلت لزم. (۱)

اور نیز درمختار میں ہے کہ الفاظ ہبہ وتملیک وصدقہ وعطیہ یہ سب کنایات ہیں، اگر نیت ان الفاظ میں نکاح کی ہے، یا قرینہ ہے تو نکاح منعقد ہو جائے گا، الخ۔

پس صورت مسئولہ میں اگر وہ مجلس انعقاد نکاح کی تھی اور یہ کلام بطور خطبہ نہ تھا اور شہود کے سامنے ایجاب وقبول واقع ہوا تو نکاح منعقد ہو گیا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۸۲-۸۳)

ولی اگر دوسرے کو وکیل بنادے تو کیا حکم ہے:

سوال: بھائی کی موجودگی میں اور کسی رشتہ دار مثلاً ماموں وغیرہ کو دلہن جا مقرر وارث بن کر منکوحہ ہونے کے لیے وکالت کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ولی جائز اگر کسی دوسرے رشتہ دار، یا غیر رشتہ دار کو وکیل بنا دیوے تو جائز ہے، اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸/۱۹۲)

باپ کا بیٹی سے اِجازت لے کر بغیر وکیل بنائے مجلسِ نکاح میں نکاح پڑھوانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مجلسِ نکاح میں باپ موجود

---

(۱) ردالمحتار، كتاب النكاح: ۲/۳۷۸، ظفير

(۲) لأن الوكالة نوع من الولاية كنفاذ تصرفه على المؤكل. (ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب في الوكيل والفضولي: ۲/۴۴۶، ظفير)

ہے، باپ نے اپنی بیٹی سے اجازتِ نکاح کے لیے کسی کو وکیل اور گواہ نہیں بنایا؛ بلکہ خود ہی لڑکی سے اِجازت لے کر مجلسِ نکاح میں نکاح خواں سے نکاح پڑھوادیا، مجلسِ نکاح میں تقریباً ۵۰/آدمی تھے، یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ اور رجسٹر میں جو وکیل اور گواہوں کے نام درج ہوتے ہیں اور دستخط لیے جاتے ہیں، اب رجسٹر کے اندر وکیل اور گواہوں کے خانہ میں کس کو لکھیں، یا مجلسِ نکاح میں جو حضرات موجود ہیں، اُن میں سے دو گواہوں کے نام لکھیں، ارکان نکاح میں جو ایجاب وقبول اور حضور شاہدین آتا ہے، اُس سے مجلسِ نکاح کے گواہ مراد ہیں، یا لڑکی سے اجازت لیتے وقت جو وکیل اور ۲/گواہ جاتے، وہ مراد ہیں؟ اس سلسلہ میں دارالافتاء سے تسلی بخش تفصیل مطلوب ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

باپ کا اپنی بیٹی سے اجازت لے کر دوسرے کو وکیل بنائے بغیر اُس کا نکاح مجلسِ نکاح میں پڑھوانا بلا شبہ جائز اور درست ہے اور مجلسِ نکاح کے سبھی حاضرین اس نکاح کے گواہ سمجھے جائیں گے، رجسٹر میں جن دو گواہوں کا نام لکھا جاتا ہے، وہ صرف ایک رسمی کارروائی ہے، لہٰذا ضرورت کے وقت اُن کے علاوہ دیگر حاضرین مجلس بھی نکاح کی گواہی دے سکتے ہیں۔

عن عبد اللّٰہ بن دینار عمن حدثه عن الحسن قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: إذا أنكح الرجل ابنه وهو كارهٌ فليس بنكاح، وإذا زوجه وهو صغير جاز نكاحه. (المصنف لابن أبی شيبة:۴۴۹/۳،رقم:۱۶۰۰۴،دار الكتب العلمية بيروت)

عن عطاء قال: كان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم إذا خطب أحدًا من بناته جلس إلى جنب خدرها، فقال: إن فلانًا يخطبُ فلانةً، فإن سكتت زوجها وإن طعنت بيدها، وأشار حفص بيده السبابة، أی تطعن فی الخدر، لم يزوجها. (المصنف لابن أبی شيبة:۴۴۵/۳،رقم: ۱۵۹۶۴،دار الكتب العلمية بيروت)

ولو بعث مريدُ النكاح (أقواماً للخطبة، فزوجها الأب) أو الولی (بحضرتهم، صح) فيجعل المتكلم فقط خاطبًا والباقی شهودًا به يفتیٰ.

وعليه الفتویٰ؛ لأنه ضرورة فی جعل الكل خاطبًا، فيجعل المتكلم فقط والباقی شهود. (الدر المختار مع الشامی، كتاب النكاح،مطلب فی عطف الخاص علی العام:۷۷/۳،کراچی،۹۷-۹۸،زکریا)

رجل زوّج ابنته من رجل فی بيت وقومٌ فی بيت آخر يسمعون ولم يشهدهم، إن كان من هٰذا البيت إلى ذٰلك البيت كوة رأوا الأب منها، تقبل شهادتهم ... رجل بعث أقواماً لخطبة امرأة إلى والدها، فقال الأب: زوّجت، وقبل عن الزواج واحدٌ من القوم، لا يصح النكاح، وقيل: يصح، وهو الصحيح وعليه الفتویٰ. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح ،الباب الأول فی تفسيره شرعاً الخ:۲۶۸/۱،زکريا)

ووقت حضور الشهادة وقت الإيجاب والقبول لا وقت الإجازة. (الفتاویٰ الهندية: ۲۶۹/۱،زکريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۸/۶/۵ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۴۴/۸-۳۴۶)

نکاح میں وکیل باپ سے مراد کون ہیں اور وکیل محرم ہونا ضروری ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ نکاح کے رجسٹر میں جہاں لڑکا لڑکی اور گوہوں کے دستخط ہوتے ہیں، اسی میں وکیل کا بھی دستخط ہوتا ہے تو پوچھنا یہ ہے کہ اس وکیل سے کون سا وکیل مراد ہے؟ آیا جو لڑکا، یا لڑکی کے گھر شادی کا پیغام لے کر جاتا ہے، وہی مراد ہے، یا کوئی دوسرا؟ کیوں کہ بعض علاقوں میں ایسا ہوتا ہے کہ نکاح پڑھانے کے وقت جب دو گواہ لڑکا اور لڑکی کے پاس جاتے ہیں تو اس وقت ایک فرضی وکیل بنالیا جاتا ہے اور دونوں گواہوں کے ساتھ ساتھ وہ بھی لڑکا اور لڑکی کے پاس نکاح کے وقت موجود رہتا ہے، اس سے زیادہ اس کا اور کوئی کام نہیں ہوتا ہے، اسی کا دستخط نکاح رجسٹر میں ہوتا ہے، اس وکیل کو لڑکا یعنی دولہا میاں سسر کے درجہ تک مانتا اور عزت کرتا ہے اور عرف میں اس کو وکیل باپ، یا وکیل سسر کے نام سے یاد کرتے ہیں اور لڑکی؛ یعنی دولہن بھی اس کو باپ کے درجہ میں مانتی ہے اور ادب واحترام کرتی ہے اور باپ کا درجہ دے کر اس سے بول چال بھی کرتی ہے تو کیا شرعی اعتبار سے اس طرح کا وکیل بنانا اور اس کو سسر کے درجہ تک سمجھنا، یا لڑکی کا اس کو باپ کے درجہ تک سمجھ کر بول چال کرنا درست ہے، یا نہیں؟ (المستفتی: اسرار الحق مظاہری)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وباللہ التوفیق

نکاح کے رجسٹر میں جن گواہوں اور وکیل کا نام لکھا جاتا ہے، اس سے وہ گواہ اور وکیل مراد ہیں، جو بوقت نکاح مجلس نکاح میں شریک ہوں، ان گواہان اور وکیل کا لڑکی کے لیے محرم ہونا ضروری ہے، نامحرم اجنبی مردوں کے لیے لڑکی سے اجازت لینے کے لیے جانا شرعاً ممنوع اور ناجائز ہے۔

﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوْهُنَّ مِنْ وَرَآءِ حِجَابٍ﴾ (الأحزاب: ۵۳)

والنظر إلى الأجنبيات حرام. (الهندية، زكريا: ۳۹۲/۵، جديد زكريا: ۳۸۲/۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۵؍محرم الحرام ۱۴۲۲ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۰/۷۵/۵۳۷۵)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۵/۱/۱۴۲۲ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۷۰/۱۳-۷۱)

باپ کی موجودگی میں وکیل کا نکاح کرنا:

سوال: زید نے کسی شخص کو اپنی نابالغہ لڑکی سے نکاح کر دینے کا وکیل بنا دیا۔ اب وہ وکیل اس لڑکی کے باپ کی موجودگی میں اور اسی کے مکان میں لڑکی کا نکاح کر دیتا ہے تو اس صورت میں لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــ

خیارِ بلوغ حاصل نہ ہوگا؛ کیوں کہ باپ کی موجودگی میں وکیل کا نکاح کرنا ایسا ہی ہے کہ خود باپ نے نکاح کیا۔

(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۷۶)

ایک شخص اپنی طرف سے اصیل اور عورت کی طرف سے وکیل بن کر نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: زید اپنی طرف سے اصیل اور عورت کی طرف سے وکیل ہو کر نکاح اپنی اپنی موکلہ سے کرسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

زید ایک طرف سے اصیل اور ایک طرف سے وکیل ہو کر نکاح اپنا اپنی موکلہ سے کرسکتا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ وکیل؛ یعنی زید دو گواہوں کے روبرو یہ کہے کہ مسماۃ فلانہ نے مجھ کو اختیار اپنے نکاح کا دیا ہے اور وکیل بنایا ہے، پس تم گواہ رہو کہ میں نے اپنا نکاح فلاں بنت فلاں سے کیا، پس نکاح صحیح ہو جائے گا۔

فی الشامی: "ولو صرح بالتوكيل وقال: وكلتك بأن تزوجي نفسك مني، فقالت: زوجت صح النكاح". (۱)

وأيضاً فيه: "وصورته أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب أحضرت الشهود وقرأته عليهم وقالت: زوجت نفسي منه". (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۸/۷)

نکاح میں ایک شخص کا اصیل اور وکیل ہونا:

سوال: رشید کی عمر ۵۰/سال اور انیس خاتون بیوی کی عمر تقریباً ۴۵/سال ہے، شوہر کے انتقال کو تقریباً ۲۰/سال ہوگئے، رشید نے انیس سے نکاح کرنے کو کہا، وہ راضی ہوگئی اور کہا کہ نکاح تم کرلو، زید نے نکاح پڑھایا۔ نکاح پڑھانے والا اور وکیل نمازی نہیں۔ عمر بحیثیت گواہ ہے، وہ بھی نمازی نہیں۔ نکاح انیس کی عدم موجودگی میں ہوا، بعد میں رشید نے انیس سے کہا کہ تمہارے کہنے کے مطابق ہم نے نکاح کرلیا ہے اور انیس نے بھی قبول کرلیا ہے تو کیا یہ نکاح جائز ہوا؟ کیا اس کو بیع فضولی پر قیاس کرسکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ انیس نے رشید کو نکاح کی اجازت دے دی کہ تم نکاح کرلو تو رشید اس کی طرف سے وکیل اور اپنی طرف سے اصیل ہوگیا، زید اور عمر دونوں گواہ ہوگئے، جب رشید نے ان دونوں کے سامنے انیس کو قبول کرلیا تو یہ نکاح منعقد ہوگیا، نفسِ توکیل بھی کافی تھی، نکاح میں شخصِ واحد اصیل اور وکیل ہوسکتا ہے، پھر انیس نے اس کی تنفیذ بھی کردی تو بالکل ہی بلا تردد لازم ونافذ ہوگیا۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۵۳۰/۱۱)

---

(۱) دالمحتار، كتاب النكاح: ۳٦۲/۲، ظفير

(۲) ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳٦٤/۲، ظفير

(۳) "أجمع أصحابنا أن الواحد يصلح وكيلاً في النكاح من الجانبين، ووليًا من الجانبين، ووليًا من جانب أصيلاً من جانب، الخ". (الفتاوىٰ العالمگيرية، كتاب النكاح، الباب السادس في الوكالة بالنكاح وغيرها: ۲۹۹/۱، رشيديه)

قاضی ووکیل کا الگ الگ ہونا اور خطبہ پہلے ہو، یا ایجاب وقبول:

سوال: یہاں پر پہلے ایجاب وقبول کرایا جاتا، پھر خطبہ پڑھا جاتا ہے اور وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ ایجاب وقبول واجب ہے اور خطبہ سنت ہے؛ اس لیے ایجاب وقبول پہلے ہونا چاہیے اور خطبہ بعد میں۔ نیت ایجاب وقبول اس طرح کرائی جاتی ہے کہ فلاں کی صاحبزادی فلاں صاحب کی وکالت اور فلاں فلاں کی شہادت میں اپنے نفس کو بعوض اتنے اتنے آپ کی زوجیت میں دیا، کیا آپ نے قبول کیا؟

(الف) سوال یہ ہے کہ سنت طریقہ کیا ہے کہ پہلے ایجاب وقبول ہو، یا نہ ہو؟

(ب) کیا وکیل دوسرا ہو اور ناکح دوسرا؟ اور قاضی یہ کہے کہ فلاں کی وکالت سے اور قاضی صرف خطیب کی حیثیت رکھتا ہو، صحیح ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

(الف) پہلے خطبہ پڑھا جائے، پھر ایجاب وقبول کرایا جائے۔ (۱) یہ بات کہ فرض پہلے ہو، سنت بعد میں ہو، قاعدہ کلیہ نہیں، وضو میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے، منہ (چہرہ) دھونا فرض ہے، سنت پہلے ادا کی جاتی ہے، فرض بعد میں فجر کی نماز میں سنت دو رکعت پہلے پڑھتے ہیں، فرض بعد میں پڑھتے ہیں۔

(ب) یہ صورت بھی درست ہے، قاضی بھی وکیل ہوسکتا ہے۔ (۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۴/۱۳۹۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۴۲)

نکاح میں عاقد کا خود وکیل بننا:

سوال: ایک عورت نے ایک مرد کو اختیار دیا کہ تم میری طرف سے وکیل ہو، تم میرا نکاح اپنے نفس کے ساتھ باندھ لو، اس شخص نے دو گواہوں کے روبرو ایسا ہی کیا، اس طریقہ سے نکاح کا شرعاً انعقاد ہوجاتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

عقد نکاح میں جیسا کہ ایک آدمی مرد عورت دونوں کی طرف سے وکیل بن سکتا ہے، ایسا ہی کوئی مرد ایک طرف سے

---

(۱) "ويندب إعلانه وتقديم خطبة". (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۸/۳، سعيد)

(۲) "(ولو زوج بنته البالغة العاقلة) كونها بنته غير قيد، فإنها لو وكلت رجلاً غيره، فكذا لك، كما في الهندية، وقيد بالبالغة؛ لأنها لو كانت صغيرة لا يكون الولي شاهداً؛ لأن العقد لا يمكن نقله إليها، بحر". (الدرالمختار)

"(قوله: لأنها تجعل عاقدة) لانتقال عبارة الوكيل إليها، وهي في المجلس، فكانت مباشرة ضرورة، ولأنه لا يمكن جعلها شاهدة على نفسها (قوله: وإلا لا) أي وأن لم تكن حاضرة، لا يكون العقد نافذاً، بل موقوفاً على إجازتها، الخ". (ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب في عطف الخاص على العام: ۲۵/۳، سعيد)

اصیل اور دوسری طرف سے وکیل ہوکر نکاح کرسکتا ہے، لہذا صورت مسئولہ میں عورت نے جب اس مرد کو وکیل بنایا کہ اپنے نفس کے ساتھ میرا نکاح باندھ لو تو جب اس شخص نے روبروئے گواہان نکاح باندھ لیا تو یہ نکاح درست اور صحیح ہے۔

قال العلامة الحصكفي: كما للوكيل الذى وكلته أن يزوجها من نفسه فان لهٗ ذٰلک فيكون أصيلاً من جانب و كيلاً من اٰخر. (الدرالمختار علىٰ صدر ردالمحتار: ۹۸/۳، كتاب النكاح باب الأكفاء)(۱)(فتاویٰ حقانیہ: ۳۸۲/۴)

وکیل کہتا ہے کہ لڑکی نے اجازت دی اور لڑکی کہتی ہے کہ نہیں، نکاح ہوا، یا نہیں:

سوال: وکیل نے دو آدمیوں کی موجودگی میں لڑکی سے وکالتِ نکاح کی اجازت لی، اس نے ہاں کہا، اس نے قاضی سے آ کر کہا نکاح پڑھا دیا گیا، لڑکی کے باپ کو جب معلوم ہوا تو اس نے آ کر اپنی لڑکی کلثوم سے اس سلسلہ میں معلوم کیا، جواب میں کلثوم نے اس پورے واقعہ سے لاعلمی ظاہر کی اور کہا کہ میں نے کسی کو اذن نہیں دیا ہے۔ شرع شریف میں اس نکاح کا کیا حکم ہے؟

الجواب

لڑکی اگر بالغ ہے اور اس نے بجواب کلامِ بکر ''ہوں'' کہا ہے، جس کے شاہد ہیں تو نکاح اس کا منعقد ہو گیا اور بعد میں انکار کرنا لڑکی کا کہ میں اذن نہیں دیا، معتبر نہ ہوگا کہ لفظِ ہوں کہنا اس کا اولاً اذن ہے۔

قال فى الدرالمختار: "(فإن استأذنها غير الأقرب) كأجنبى أوولى بعيد (فلا) عبرة لسكونها، بل لابد من القول". (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عزیز الرحمٰن (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۱۱/۷-۳۱۲)

وکیل نے لڑکی سے اجازت نہیں لی اور نکاح کر دیا، کیا حکم ہے:

سوال: اگر ہندہ بالغہ کے پدر نے زید کو وکیل بنایا اور زید نے بلا اجازت ہندہ کے نکاح اس کا پڑھایا، بعد میں ہندہ کو جس وقت اطلاع نکاح کی ہوئی، اس نے سکوت کیا تو یہ سکوت اس کا موجب صحت نکاح ہے، یا نہیں؟ اور یہ سکوت اجازت ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر ہندہ بالغہ کے پدر نے زید کو وکیل بنایا اور زید بلا اجازت دئے ہندہ کے نکاح اس کو پڑھ دیا، بعد میں ہندہ کو جس

---

(۱) قال ابن نجيم المصرى رحمه الله: تحت قول الماتن، وللوكيل أن يزوج مؤكلته من نفسه والمراد بالوكيل الوكيل فى أن يزوجها من نفسه لما فى المحيط لو وكلته بتزويجها من رجل فزوجها من نفسه لم يجز. (البحر الرائق: ۱۳۶/۳، كتاب النكاح، فصل لابن العم أن يزوج، إلخ)

ومثلهٗ فى الهندية: ۲۹۵/۱، الباب السادس فى الوكالة بالنكاح وغيرها

(۲) الدرالمختار على هامش الشامى: ۴۱۳/۲، ظفير

وقت اطلاع نکاح کی ہوئی، اس نے سکوت کیا تو یہ سکوت اس کا موجب صحت نکاح ہے اور سکوت اس کا اجازت ہے۔

"(..زوجها) وليّها وأخبرها رسوله أو الفضولي عدل (فسكتت) عن رده مختارةً (أو ضحكت غير مستهزئة أو تبسمت أو بكت بلا صوت) (إلى قوله) فهو إذن. (الدر المختار) (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۸/۱۰۷)

عورت نے پانچ ہزار مہر پر نکاح کی اجازت دی؛ لیکن وکیل نے کم کر دیا تو کیا حکم ہے:

سوال: زید و ہندہ دونوں بالغ ہیں ان کا نکاح ہوا ہندہ نے اپنا مہر پانچ ہزار روپیہ سکہ رائج تعین کر کے وکیل کو ہدایت کی؛ لیکن وکیل بھول گیا، یا کسی اور وجہ سے اس نے قاضی کے سامنے ہندہ کی رضا مندی شرع محمدی مہر پر ظاہر کی؛ یعنی دو دینار سرخ اور ۳۳ ٹکہ، چناں چہ اس تعین مہر سے نکاح ہو گیا، فریقین کے ملنے پر اختلاف مہر کا حال معلوم ہوا، ہندہ اس سے کم پر رضا مند نہیں ہے اور زید اس بڑی رقم کو منظور نہیں کرتا، کیا نکاح ہو گیا، زید نے ہندہ کو چھوا بھی نہیں ہے، صرف صورت دیکھی ہے، کیا کوئی تعداد مہر کی واجب ہوئی؟

الجواب

یہ نکاح موقوف ہے، اگر زید اس مقدار پر راضی ہو، جو منکوحہ کہتی ہے تو نکاح نافذ ہوگا اور اگر راضی نہ ہو، باطل ہوگا، کما فی نکاح الفضولی، درمختار میں زیادتی کی طرف خلاف کرنے کی مثال موجود ہے، کمی کی نہیں ہے؛ لیکن ظاہر یہ ہے کہ اس کا حکم بھی ایسا ہی ہے؛ کیوں کہ بصورت خلاف وکیل کو اختیار باقی نہیں رہتا، پس وہ بحکم فضولی ہوگا۔

قال في الدر المختار: "وكّله بأن يزوجه فلانة بكذا فزاد الوكيل في المهر لم ينفذ. (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۸/۱۹۳-۱۹۴)

عورت وکیل بنادے اور وکیل دو گواہوں کے سامنے خود نکاح کر لے تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک عورت بیوہ نے بوجہ اندیشہ فساد خفیہ نکاح اس طرح کیا کہ جس شخص سے نکاح کیا، اس کو اس عورت نے یہ کہا کہ میں نے مجھ کو اجازت دی، میرا نکاح اپنی ساتھ کر لو، دو گواہوں کے سامنے پانچ روپیہ مہر پر چوں کہ گواہ اس موقعہ پر نہیں آسکتے تھے، نہ عورت کسی دوسرے موقعہ پر جا سکتی تھی؛ اس لیے اس شخص نے علاحدہ مسجد میں دو آدمیوں کے سامنے یہ کہہ دیا کہ فلاں عورت نے مجھے اجازت دی ہے کہ تم میرا نکاح اپنے ساتھ کر لو؛ اس لیے میں تم دونوں گواہوں کے سامنے اس عورت کو پانچ روپیہ مہر پر قبول و منظور کر لیا اور تم دونوں کے سامنے نکاح اس عورت کا اپنے ساتھ کر لیا۔ شرعاً نکاح درست ہوا، یا نہ؟

الجواب

یہ نکاح منعقد ہو گیا۔ (۳) (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۸/۱۹۴)

---

(۱) الدر المختار علی هامش ردالمحتار، باب الولي: ۲/۱۰ ٤، ظفير

(۲-۳) الدر المختار علی هامش ردالمحتار، کتاب النکاح: ۲/۳۷۹، ظفير

وکیل کا اپنے نفس سے نکاح کرنے کا حکم:

سوال: ایک شخص نے اپنی لڑکی کے نکاح کے لیے کسی شخص کو وکیل بنایا کہ وہ اس کا نکاح کسی دوسرے مرد سے کردے، اس وکیل نے اس لڑکی کا نکاح اپنے نفس کے ساتھ کرلیا، لڑکی کا باپ راضی نہیں ہے تو یہ نکاح صحیح ومنعقد ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں اگر یہ صحیح ہے کہ شخص مذکور نے مذکورہ شخص کو دوسرے سے اپنی لڑکی کے نکاح کرانے کا وکیل بنایا تھا اور اس نے اپنے نفس سے نکاح کرلیا تو ایسی صورت میں یہ نکاح شرعاً صحیح ومنعقد نہیں ہوا اور دونوں میاں بیوی نہیں ہوئے؛ اس لیے کہ اس صورت میں وکیل کو اپنے نفس سے نکاح کا اختیار نہیں ہے۔

للوكيل الذى وكّلته أن يزوّجها من نفسه فإن له (ذٰلک) فيكون أصيلا من جانب وكيلا من آخر (بخلاف مالو وكّلته بتزويجها من رجل فزوّجها من نفسه)...لم يصح تزويجها من نفسه. (ردالمحتار، باب قبيل المهر: ۳۲۷/۲-۳۲۸) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

سہیل احمد قاسمی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۰۲/۴-۳۰۳)

نکاح کے وقت وکیل نے عورت کے نام میں غلطی کردی تو نکاح نہیں ہوا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ بروقت نکاح ہندہ اور زینب یہ غلطی ہوگئی کہ ہندہ نے جس شخص کے ساتھ نکاح باندھنے کی اجازت دی تھی، اس کے روبرو زینب کا نام لے دیا گیا اور زینب نے جس شخص کے ساتھ اپنا نکاح باندھنے کی اجازت دی تھی، اس شخص کے روبرو ہندہ کا نام لے دیا، ان دونوں شخصوں میں سے ہر ایک نے قبول کیا ایسے نکاح کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں نکاح نہیں ہوا، دونوں کا نکاح دوبارہ صحیح نام کے ساتھ ہونا چاہیے۔

قال فى الدر (۴۵/۲): (غلط وكيلها بالنكاح فى اسم أبيها بغير حضورها لم يصح) للجهالة وكذا لو غلط فى اسم بنته، آه.

وفى الشامية تحت (قوله: لم يصح): "والظاهر أنه فى مسئلتنا لا يصح عند الكل؛ لأن ذكر الاسم وحده لايصرفها عن المراد إلى غيره بخلاف ذكر الإسم منسوبا إلى أب آخر، فإن فاطمة بنت أحمد لا تصدق على فاطمة بنت محمد، تأمل، وكذا يقال فيما لو غلط فى اسمها، آه. (۱)

---

(۱) ردالمحتار، كتاب النكاح: ۲٦/۳، دار الفكر بيروت، انيس

وفی العالمگیریة (۳/۲): رجل له بنت واحدة اسمها فاطمة قال لرجل: زوجت منک ابنتی عائشة ولم تقع الاشارة إلی شخصها، ذکر فی فتاوی الفضلی أنه لا ینعقد النکاح.(۱) **واللّٰہ اعلم بالصواب**

۲۲ ؍محرم ۱۳۴۰ھ (امداد الاحکام: ۳؍۳۵۰)

بذریعہ خط وکیل بنایا اور وکیل نے اپنے ساتھ شادی کردی، کیا حکم ہے:

سوال: ہندہ ایک بارہ برس کی لڑکی ہے اور اس کا ولی بجز اس کی ماں کے کوئی دوسرا نہیں ہے اور وہ زید کے گھر رہتی ہے، جو کہ بہت دور کا عزیز ہے، زید نے اس کی ماں کو بذریعہ ڈاک خط بھیجا کہ اگر تم اجازت دو تو میں جہاں مناسب سمجھوں، ہندہ کا نکاح کردوں، ہندہ کی ماں نے بذریعہ کارڈ اس کی اجازت دے دی، زید نے اس کا نکاح خود اپنے ساتھ بموجودگی ایک مرد اور دو عورت کے کرلیا، ایک زید کی بہن اور ایک زوجہ اولیٰ ہے۔ کیا ایسا نکاح جائز ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

جائز ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۸؍۱۹۰۔۱۹۱)

وکیل بنایا کہ میری لڑکی کا نکاح کرادو، پھر وکیل نے اپنے بیٹے سے نکاح کرادیا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک مجلس میں کم از کم چالیس شخص موجود تھے، اس مجلس میں مسکین علی نے اپنی لڑکی کے اذن محمد اسرائیل کو دیئے بطور امانت، جب مسکین علی نے اپنی لڑکی کے اذن اسرائیل کو دئے تو اس وقت مسکین علی نے قاضی بھی رکھا اور وکیل بھی اور گواہ بھی رکھے تھے، کچھ دنوں کے بعد مسکین علی کی امانت محمد سرائیل نے اپنے لڑکے کو دے دی؛ یعنی مسکین علی کی لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے کے ساتھ قاضی وکیل وغیرہ کی موجودگی میں کردیا تو یہ نکاح ہوگیا، یا نہیں؟ بہت سے علماء فرماتے ہیں کہ نکاح درست ہے؛ مگر کچھ کہتے ہیں کہ یہ نکاح نہیں ہوا؛ لہٰذا برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جب مسکین علی نے اپنی لڑکی کا نکاح کرانے کی اجازت محمد اسرائیل کو دے دی اور اُنہوں نے اپنے ہی لڑکے کے ساتھ نکاح کرادیا تو یہ نکاح مسکین علی کی اجازت پر موقوف ہوگا، وہ اگر اجازت دے دیں تو نکاح منعقد ہوجائے گا۔

عن الحسن قال: إذا اختلف الولیّ والمرأة نظر السلطان، فإن کان الولیّ مضارًا زوّجها وإلا ردّ أمرها إلی ولیها. (المصنف لابن أبی شیبة: ۳/۴۴۸، رقم: ۱۶۰۰۲، دار الکتب العلمیة بیروت)

---

(۱) الفتاویٰ الهندیة، الباب الثانی فیما ینعقد به النکاح ومالا: ۱/۲۷۰، دار الفکر بیروت، انیس

(۲) أو وکلته أن یتصرف فی أمرها أوقالت له: زوج نفسی ممن شئت) لم یصح تزویجها من نفسه. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار، مطلب فی الوکیل والفضولی فی النکاح: ۲/۴۵۱، ظفیر)

ولو زوجها من أبيه أو ابنه لم يجز عنده، وفي كل موضع لاينفذ فعل الوكيل، فالعقد موقوف على إجازة المؤكل. (شامي: ۲۲۳/٤،زكريا)

الأصل عندنا أن العقود تتوقف على الإجازة، إذا كان لها مجيز حالة العقد جازت، وإن لم يكن تبطل. (فتح القدير،فصل في الوكالة بالنكاح:۲۰۸/۳) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۴۱۶/۲/۸ھ،الجواب صحیح:شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔(کتاب النوازل:۳۴۲/۸-۳۴۳)

نکاح کا وکیل اپنا نائب بنا سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: بوقت نکاح دلہن کا وکیل خود نکاح نہیں پڑھاتا ہے، نائب یا قاضی وغیرہ کو سپرد کرتا ہے تو وکیل دوسروں کو نائب بنا سکتا ہے، اس سے نکاح میں کوئی حرج تو نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

وکیل کو اختیار نہیں کہ دوسرے کو نکاح خوانی کا وکیل بنائے۔ ہاں وکیل اول کی حاضری میں دوسرا وکیل نائب قاضی وغیرہ نکاح کرے تو کوئی حرج نہیں آتا، نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

الوكيل بالتزوج ليس له أن يؤكل غيره، فإن فعل فزوجه الثاني بحضرة الأوّل جاز. (۵۸۰/۳، فصل في التوكيل بالنكاح،إلخ)

یعنی: وکیل نکاح کو حق نہیں کہ دوسرے کو وکیل بنائے، اگر اس نے ایسا کیا اور وکیل ثانی نے پہلے کی حاضری میں نکاح خوانی کی تو نکاح درست ہو گیا۔ (فتاویٰ رحیمیہ:۱۴۹/۸)

بذریعہ تار بنائے گئے کا نکاح صحیح ہوگا، یا نہیں:

سوال: دو شخص ایک ہی مرشد کے معتقد ہیں، ان دونوں میں ایک نے اپنی لڑکی کا عقد دوسرے کے لڑکے سے کر دیا ہے اور تاریخ نکاح مرشد کے سامنے طے ہوگئی، ایک فریق مقررہ پر نہ آسکا، اس نے بذریعہ تار مرشد کو اطلاع دی کہ میری عدم موجودگی میں نکاح پڑھ دیا جائے۔ اس صورت میں مرشد نکاح پڑھ سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

مرشد اس حالت میں نکاح پڑھا سکتا ہے اور ایجاب وقبول اس فریق کی طرف سے کر سکتا ہے، جس نے بذریعہ خط، یا تار کے اجازت دی ہے۔(۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۱۳۸/۷)

(۱) يصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضره الشهود، كذا في التتارخانية ناقلا عن خواهرزاده. (الفتاویٰ الهندية، الباب السادس في الوكالة في النكاح،نول كشور:۳۰۳/۲،ظفير)

اس وکیل کے ذریعہ نکاح جسے ولی نے کسی قاصد، یا خط کے ذریعہ وکیل بنایا ہو:

سوال: ایک شخص نے ایک شخص کو زبانی کہا کہ ہم سفر میں جا رہے ہیں تم فلاں شخص کو کہو کہ میری لڑکی کا نکاح کوئی تاریخ اچھی مقرر کر کے فلاں سے اتنے دین مہر پر پڑھا دے۔ اس کہنے کے وقت دوسرا کوئی نہ تھا، پھر ایک خط بھی اسی کے نام سے اسی مضمون کی تاکید میں تھا تو یہ تیسرا شخص دوسرے شخص کے کہنے پر نکاح پڑھا سکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں تیسرے شخص کی وکالت درست ہے اور اس کا نکاح پڑھانا درست ہے اور یہ دوسرا شخص رسول بالتوکیل ہوگا اور یہ جائز و درست ہے۔ البحر الرائق میں ہے:

"**ویثبت العلم إمّا بالمشافهة أو الکتاب إلیه أو الرسول إلیه**". (کتاب الوکالة: ۱۴۰)(۱) فقط اللّٰہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۰ محرم الحرام ۱۳۴۲ھ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴/۱۰۱-۱۰۲)

نکاح بذریعہ وکیل یا بذریعہ خط:

سوال: لڑکا اور لڑکی اپنی مرضی سے خفیہ طور پر نکاح کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ کیا دونوں کا ایک ہی دن نکاح ہونا ضروری ہے، یا دو چار دن کا وقفہ ہو سکتا ہے، مثلاً ایک کا نکاح پیر کے دن ہوا اور دوسرے کا جمعرات کے دن ہو؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر مجلس میں دونوں موجود ہوں، یا ایک موجود اور دوسرے کی طرف سے کوئی وکیل موجود ہو، تب بھی کافی ہے، دو مجلس کی ضرورت نہیں اور یہی صورت مناسب اور بہتر ہے، یا مثلاً لڑکی اپنی طرف سے لڑکے کو وکیل بنا دے کہ میرا نکاح اپنے سے اتنے مہر پر کر لیں اور لڑکا گواہوں کے سامنے کہے کہ فلاں لڑکی نے مجھے وکیل بنایا ہے، لہٰذا اس کا نکاح اپنے سے میں نے کر لیا، تب بھی صحیح ہو جائے گا۔ (۲) اگر لڑکی نے خط کے ذریعہ ایجاب کیا اور لڑکے نے خط پہونچنے پر گواہوں کے سامنے وہ خط پڑھ کر سنایا اور ان کے سامنے ہی قبول کر لیا، تب بھی صحیح ہو جائے گا۔ (۳) دونوں کا نکاح آپس میں ہوا اور پھر دو تین دن کے وقفہ سے ہو، یہ صورت سمجھ میں نہیں آتی۔ فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/۳/۱۳۹۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۳۳)

---

(۱) البحر الرائق: ۷/۱۵۳، طبع أولیٰ مطبع علمیة بیروت

(۲) "وینعقد بإیجاب من أحد هما وقبول من الآخر ... کزوجت نفسي أو بنتي أو مؤ کلتي منک". (الدر المختار)
(قوله: کزوجت نفسي أشار إلی عدم الفرق بین ألا یکون الموجب أصیلاً أو ولیاً أو وکیلاً". (رد المحتار، کتاب النکاح: ۳/۹، سعید)

(۳) "فإنه قال: ینعقد النکاح بالکتاب کما ینعقد بالخطاب، وصورته: أن یکتب إلیها یخطبها، فإذا بلغها الکتاب أحضرت الشهود وقرأته علیهم، وقالت: زوجت نفسي منه أما لو لم تقل بحضرتهم سوی زوجت نفسي من فلان لا ینتعقد، الخ". (ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: التزوج بإرسال کتاب: ۳/۱۲، سعید)

نکاحِ غائب میں توکیل کی صورت:

سوال (۱) زاہد امریکہ میں ہے اور زاہدہ افریقہ میں ہے، زاہد امریکہ میں رہتے ہوئے زاہدہ کی عدم موجودگی میں زاہدہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ مجلس نکاح کیسے قائم کی جائے؟ اور جواز کی کیا صورت ہے؟

(۲) دوسرا مسئلہ اس کے برعکس ہے یعنی محمود امریکہ میں ہے اور محمود افریقہ میں ہے، مجلس نکاح کہاں پر قائم ہوگی، ایجاب وقبول کی طرفین میں کیا شکل ہوگی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱) زاہد زبانی، یا تحریری کسی کو اپنا وکیل بنادے کہ وہ زاہدہ کی طرف سے ایجاب ہوا اور زاہد کا وکیل زاہد کے لیے قبول کرے، پس نکاح منعقد ہوجائے گا، حاضرین مجلس گواہ ہوں گے۔ (شامی اور خانیہ میں تفصیل مذکور ہے) (۱)

(۲) اس کی بھی یہی صورت ہے، جو نمبر: ۱، میں ہے، خواہ شوہر کے مقام پر ہو اور زوجہ کی طرف سے وکیل ہو، یا اس کا برعکس ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۳/۱۳۹۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۴۱)

بیرونِ ملک میں مقیم لڑکے کے نکاح کے لیے اپنے والد کو مختار بنانا:

سوال: میں کنیڈا میں بوجہ تعلیم مقیم ہوں، میری شادی کے سلسلہ میں والد نے لکھا تو میں نے جواباً لکھا: بذریعہ ٹیلیفون نکاح کردوں، جب کہ اور بہت سے لڑکوں کے ہوتے ہوئے ہیں۔ ایک مولوی صاحب کے بتلانے پر کہ مختار نامہ منگا لیا جائے تو میں نے ایک بیرسٹر سے مختار نامہ لے کر اور پاکستان ہائی کمشنر سے تصدیق کرا کر والد کو بھجوا دیا، میں نے اپنے والد صاحب کو لکھا کہ نکاح پڑھنے کے بعد جب اقرار لیویں تو آپ میری طرف سے اقرار کرلیں کہ یہ رشتہ میرے لڑکے کو منظور ہے اور میں اس کا اقرار کرتا ہوں۔

مذہب اور مختار نامہ کی رو سے مولوی صاحب نے نکاح پڑھنے کے بعد چند شہادتوں کے میرے والد سے قبولیت کا اقرار لیا اور مجھے ابا جان نے ٹیلی گرام سے مبارکباد دی اور میرے والد صاحب نے بطورِ مختاری نکاح نامہ پر دستخط کئے،

(۱) "فإنه قال: ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب، وصورته :أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب،أحضرت الشهود وقرأته : زوجت نفسي منه ، أما لو لم تقل بحضر تهم سوى زوجت نفسي من فلان، لاينعقد". (رد المحتار، كتاب النكاح،مطلب:التزوج بإرسال كتاب: ۳/۱۲،سعيد)

فتاویٰ قاضی خان على هامش الفتاوىٰ العالمگيرية،كتاب النكاح، الباب الأول فيما انعقاد النكاح، الفصل الأول: ۱/۳۲۶،رشيديه ،وكذا في مجمع الأنهر،كتاب النكاح: ۱/۳۲۰،دارإحياء التراث العربي بيروت،وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/۱۴۸،رشيديه)

میرے گھر میں سے دس ۱۰ ارکو کنیڈا پہونچ رہی ہیں۔ میری بیوی کو تایا کہتے پھرتے ہیں کہ یہ نکاح جائز نہیں؛ کیوں کہ لڑکا یہاں نہیں تھا، براہ کرم بتلا دیں کہ یہ نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

جب کہ آپ نے والد صاحب کو اپنی طرف سے مختار بنادیا، انہوں نے مجلسِ نکاح میں گواہوں کے سامنے آپ کی طرف سے قبول کیا تو نکاح بالاتکلف درست ہو گیا، کوئی شبہ اور تر ددنہ کریں۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۴۱/۱۱)

وکیل کے ذریعے تحریری ایجاب سے نکاح کا حکم:

سوال: کیا مجلس نکاح میں فریقین کا حاضر ہونا اور زبانی ایجاب وقبول کرنا ضروری ہے، یا نہیں؟ اگر کسی کی طرف سے مجلس نکاح میں تحریری صورت میں بغیر اس کے موجودگی کے ایجاب پیش کیا جائے اور فریق ثانی گواہوں کے سامنے اس ایجاب کو قبول کر لے تو کیا اس سے نکاح منعقد ہو جائے گا، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

اگر چہ بہتر یہ ہے کہ دونوں عاقدین، یا ان کے وکلاء مجلس نکاح میں موجود ہوں؛ لیکن اگر کوئی فریق خود، یا اس کا وکیل نہ ہو؛ مگر اس کی طرف سے ایجاب مستند تحریری شکل میں موجود ہو اور فریق ثانی گواہوں کی موجودگی میں قبول کا اظہار کرے تو نکاح درست ہوگا۔

قال العلامة الكاساني: ولو أرسل إليها رسولاً وكتب إليها بذلك كتابًا فقبلت بحضرة شاهدين سمعا كلام الرسول وقرأة الكتاب جاز ذلك لاتحاد المجلس من حيثُ المعنى. (بدائع الصنائع، فصل: أما شرائط النكاح: ۲۳۳/۲)

وفي الهندية: ولو أرسل إليها رسولاً وكتب اليها بذٰلك كتاباً فقبلت بحضرة الشاهدين سمعا كلام الرسول وقرأة الكتاب جاز ذٰلك لا تحادالمجلس من حيث المعنى. (الفتاوٰى الهندية: ۲٦۹/۱، كتاب النكاح. باب الأوّل) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۱۳/۴)

---

(۱) ''ثم النكاح كما ينعقد بهذه الألفاظ بطريق الأصالة ينعقد بها بطريق النيابة بالوكالة والرسالة؛ لأن تصرف الوكيل كتصرف المؤكل، وكلام الرسول كلام المرسل، والأصل في جواز الوكالة في باب النكاح ماروى: ''أن النجاشي زوج رسول الله صلى الله عليه وسلم أم حبيبه رضى الله عنها ''. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في ركن النكاح: ۳۲۲/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

''(قوله : كز وجت نفسي) أشار إلى عدم الفرق بين أن يكون الموجب أصيلاً، أو وليا أو كيلاً''. (رد المحتار ، كتاب النكاح: ۹/۳، سعيد)

نکاح نامے پر صرف دستخط:

سوال: وکیل اور گواہان لڑکی کے پاس گئے اور موجودہ قوانین کے مطابق صرف نکاح نامے کے رجسٹر پر لڑکی کا دستخط لے لیا، وکیل نے لڑکی سے کوئی بات نہ کہی، نہ لڑکے کا نام لیا، نہ مہر کی رقم بتائی، نہ خود کو وکیل گردانا، نہ نکاح پڑھانے کی اجازت لی، صرف دستخط لے کر نکاح خواں کے پاس لوٹ آئے اور دونوں گواہوں نے بھی صرف دستخط کرتے ہی دیکھا، سنا کچھ بھی نہیں اور ایسی ہی حالت میں نکاح خواں نے بھی بغیر گواہوں سے دریافت کئے نکاح پڑھ دیا اور لڑکی بھی رخصت ہو کر سسرال چلی گئی، کیا شرعاً نکاح ہو گیا؟ اور اگر نہیں ہوا تو کیا صورتِ حال سامنے آئے گی؟

الجواب

نکاح کے فارم میں یہ ساری تفصیلات درج ہوتی ہیں، جنہیں پڑھ کر لڑکی نکاح کی منظوری کے دستخط کرتی ہے، اس لیے اجنبی کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ (۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱۲۱/۶)

توکیل و اجازتِ نکاح کے بعد دستخط سے مکر جانا:

سوال: ہندہ نے دوشوال ۱۳۶۲ھ، کی شب کو دو شاہدوں کے روبرو رجسٹر نکاح خوانی سرکاری پر انگوٹھا اپنی رضا سے لگا دیا، بعد ازاں جب ورثہ ہندہ کو واقعہ معلوم ہوتا ہے تو حلفیہ بیان کرتی ہے کہ نہ میرا انگوٹھا ہے، نہ کسی کاغذ پر دستخط کئے ہیں اور نہ نکاح کی اجازت دی ہے تو کیا اس صورت میں اس کا انکار عندالاحناف معتبر ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــ حامداً و مصلیاً

جب شرعی گواہ موجود ہیں کہ ہندہ نے ہمارے سامنے رجسٹر نکاح خوانی پر دستخط کئے ہیں اور اس نکاح پر رضامندی ظاہر کر دی تو اب اس کا انکار شرعاً معتبر نہیں۔

"أمرأة وكلت رجلاً بأن يزوجها من نفسه، فقال: زوجت فلانة من نفسي، يجوز، وإن لم تقل: قبلت، كذا في الخلاصة". (ص: ۲۹۵/۱) (۲)

"ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب، وصورته: أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب أحضرت الشهود وقرأته عليهم، وقالت: زوجت نفسي منه، أو تقول: إن فلاناً كتب إلي يخطبني، فأشهدوا أني زوجت نفسي منه، أما لو لم تقل بحضرتهم سوى زوجت نفسي من فلان، لا ينعقد؛ لأن سماع الشطرين شرط صحة النكاح، وبأسماعهم الكتاب أو التعبير عنه منها قد سمعوا الطرين، بخلاف ما إذا انتفيا، قال في المصفى: هذا: أي

---

(۱) والعلم للوكيل بالتوكيل (إلى قوله) ويثبت العلم أما بالمشافهة أو الكتاب إليه. (البحر الرائق، كتاب النكاح: ۱۴۰/۷)

(۲) الفتاویٰ العالمگیریة، الباب السادس فی الوکالة بالنكاح وغيرها: ۲۹۵/۱، رشیدیه

الخلاف إذا كان الكتاب بلفظ التزوج ، أما إذا كان بلفظ الأمر ، كقوله: زوجني نفسك مني، لا يشترط إعلامها الشهود بما في الكتاب، لأنها تتولى طرفي العقد بحكم الوكالة، آه". (رد المحتار: ۲/۹ ۲۰)(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ الجواب صحیح: سعید احمد، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/صفر ۱۳۶۳ھ۔ صحیح: عبداللطیف، سہارنپور، ۱۴/صفر ۱۳۶۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۳۴)

اجازت و دستخط کے بعد انکار:

سوال: ایک عاقلہ بالغہ عورت اپنے ایک رشتہ دار کو جس کو وہ چچا کہتی ہے کہ چچا جی میرا نکاح فلاں سے کرادو؛ کیوں کہ والدین کی طرف سے اس کے ساتھ میری نسبت کی ہوئی ہے، اب غیر جگہ جہاں میں منظور نہیں کرتی، بطمع زر کرنا چاہتے ہیں۔ اس گفتگو کے تقریباً ۴: ۳۰/ گھنٹے بعد مسماۃ کے منسوب جس کے ساتھ وہ جہاں نکاح رکھتی ہے، وہ اس کے پاس جاتا ہے اور اس حالت میں کہ وہ دونوں ہیں اور کوئی نہیں مسماۃ اس کو کہتی کہ میں بخوشی اجازت دیتی ہوں کہ روبرو گواہوں کے نکاح کرلو اور یہی لفظ مرد تحریر کرتا ہے اور عورت دستخط کردیتی ہے اور ایک پرچہ تحریر کرتا ہے کہ فلانی کی فلاں سے ۵۰/روپے حق مہر میں منظور ہے تو روبرو دو گواہوں کے اپنے ساتھ نکاح کرلو، جس کے نیچے وہ تحریر کرتی ہے: فلانی دل سے راضی ہوں۔ اس کے بعد مسماۃ کے چچا کو جس کو وہ چچا کہتی ہے اور ایک دوسرے شخص کے سامنے اس نے دونوں کاغذ دکھلا دیئے اور کہا: میں اپنا نکاح کرتا ہوں، ۵۵/روپے بمدِ مہر ہیں اور قبول کرتا ہوں۔ تینوں مسماۃ کے گھر چلے گئے اور ناکح نے اندارج رجسٹر کرلیا اور شاہدین سے پوچھتا تو اس نے کہا: ہاں میں نے اجازت دی ہے۔ مسماۃ نے نشان انگوٹھا لگا دیا اور شاہدین نے دستخط کردیئے؛ مگر جب مسماۃ کے ورثہ کو علم ہوا تو اس نے انکار کردیا کہ میں نے ہرگز اجازت نہیں دی اور نہ دستخط کئے۔ آیا یہ انکار معتبر ہے، یا نہیں؟ ناکح شرعاً کیا کرسکتا ہے؟ تھوڑی دیر کے بعد چچا اور دوسرے شخص نے پوچھا کہ نشان وغیرہ تم نے کیا، اس نے ہاں کہا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

صورت مسئولہ میں جب کہ مسماۃ نے دو گواہوں کے سامنے اجازت و رضامندی کا اقرار کیا اور رجسٹر نکاح خوانی پر دستخط کردیئے ہیں تو شرعاً نکاح صحیح ہوگیا، اب انکار سے کچھ نہیں ہوتا، (۲) البتہ دو گواہ عادل نہ ہوں اور شرعاً مردود الشہادۃ ہوں تو ان کی گواہی سے قضاء نکاح کا ثبوت نہیں ہوگا اور مسماۃ کا انکار اس وقت معتبر ہوگا۔ (۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ جمادی الثانیۃ ۱۳۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف غیرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۳۶)

---

(۱) ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب: التزوج بإرسال كتاب: ۳/۱۲-۱۳، سعيد

(۲) "فإنه قال: ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب ، وصورته: أن يكتب إليها يخطبها، فإذا بلغها الكتاب،==

بالغہ عورت اگر غیر ولی کے اجازت طلب کرنے پر سکوت اختیار کرے، جب کہ غیر ولی نے خود کو عورت کے ولی کا رسول، یا وکیل ظاہر نہ کیا ہو، اس صورت میں لڑکی کا سکوت اذن سمجھا جائے گا، یا نہیں:

سوال (۱) ایک شخص سے ولی نے کہا کہ جاؤ لڑکی سے جو بالغہ باکرہ ہے، نکاح کی اجازت لے آؤ اور اس کے کان میں یہ بات ڈال دو کہ تیرا نکاح فلاں شخص سے کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں یہ شخص ولی کا وکیل ہوگا، یا رسول؟

(۲) اگر یہ شخص جا کر لڑکی سے اتنا ہی کہہ دے کہ تیرا نکاح فلاں سے کرتے ہیں، یہ نہیں کہا کہ مجھے ولی نے بھیجا ہے، یا میں اس کی طرف سے وکیل، یا رسول ہو کر آیا ہوں اور لڑکی نے اس کی بات سن کر سکوت کیا تو اس صورت میں لڑکی کا سکوت معتبر ہے، یا نہیں؟ اور یہ سکوت اجازت پر محمول ہوگا، یا نہیں؟

الجواب

قال الشامی بعد تفصیل الفرق بین الوکیل والرسول: "وحاصله أنه یصیر وکیلاً بألفاظ الوکالة ویصیر رسولاً بألفاظ الرسالة وبالامر؛ لکن صرح فی البدائع أن: افعل کذا وأذنت أن تفعل کذا، توکیل، ویؤیده ما فی الولوالجیة، فذکره، ثم قال: وأفاد أنه لیس کل أمر توکیلا بل لا بد مما یفید کون فعل المأمور بطریق النیابة عن الأمر فلیحفظ، آه". (۶۱۷/۷)(۱)

وفی البحر: "لأن الرسالة لا تتضمن الوکالة لأنها فوقها، آه". (۱۴۸/۷) (۲)

چوں کہ ولی کا یہ قول کہ "جاؤ، لڑکی سے اجازت نکاح لے آؤ، یا اس کے کان میں یہ بات ڈال دو" محتمل ہے وکالت اور رسالت دونوں کو اور کوئی لفظ صریح موجب توکیل موجود نہیں بجز امر کے اور امر محتمل طرفین ہے؛ اس لیے اس کلام کو رسالت پر محمول کرنا لازم ہے؛ کیوں کہ وہ ادنی ہے، **الأدنی هو المتیقن.**

== أحضرت الشهود، وقرأته علیهم، وقالت: زوجت نفسی منه، أو تقول: إن فلاناً کتب إلی یخطبنی فاشهدوا أنی زوجت نفسی منه، أما لو لم تقل بحضرتهم سوی زوجت نفسی من فلان، لا ینعقد؛ لأن سماع شطرین شرط صحة النکاح، وبإسماعهم الکتاب أو التعبیر عنه منها قد سمعوا الشطرین، بخلاف ما إذا انتفیا، قال فی المصفی: هذا: أی الخلاف إذا کان الکتاب بلفظ التزوج، أما إذا کان بلفظ الأمر، کقوله: زوجنی نفسک منی، لا یشترط إعلامها الشهود بما فی الکتاب؛ لأنها تتولی طرفی العقد بحکم الوکالة، الخ". (ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: التزوج بإرسال کتاب: ۱۲/۳ـ۱۳، سعید)

"ولا المحدود فی القذف وإن تاب، لقوله تعالیٰ: ﴿ولا تقبلوا لهم شهادة أبداً﴾ الخ". (الهدایة، باب من یقبل شهادته ومن لا یقبل: ۱۶۰/۳، إمدادیه ملتان)

صفحه هذا:

(۱) ردالمحتار، کتاب الوکالة: ۵۰۹/۵، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) البحر الرائق، کتاب الوکالة: دارالکتاب الإسلامی بیروت، انیس

(۲) اگر اس شخص نے لڑکی سے جا کر اپنی وکالت، یا رسالت کا اظہار نہیں کیا تو اس کے قول کو سن کر لڑکی کا سکوت کرنا مفید اذن نہ ہوگا۔

قال الشامی:"فالرسول لا بد له من إضافة العقد إلى مرسله لمامر عن الدرر من أنه معبّر وسفير بخلاف الوكيل، فإنه لا يضف العقد إلى المؤكل إلا فى مواضع كالنكاح والخلع والهبة والرهن ونحوها، فإن الوكيل فيها كا لرسول،حتى لو أضاف النكاح لنفسه كان له،آه.(٦١٧/٤)(١)

وفى البحر تحت قول الكنز (وفيما يضيفه إلى المؤكل كالنكاح والخلع والصلح عن دم العمد أو أن إنكار يتعلق بالمؤكل فلا يطالب وكيله بالمهر ووكيلها بتسليمها) ما نصه:أى والحقوق فى كل عقد يستغنى الوكيل عن إضافته إلى مؤكله لأن الوكيل فيها سفير محض، الاترى أنه لا يستغنى عن اضافته العقد إلى المؤكل ولو أضافه إلى نفسه كان النكاح له، فصار كالرسول وهذا لأن الحكم فيها لايقبل الفصل عن السبب لأنه إسقاط فيتلاشى فلا يتصور صدوره من شخص و ثبوت حكمه لغيره فكان سفيراً (إلى أن قال) وأشار بالكاف فى قوله كالنكاح إلى بقية أفراد هذا النوع ولذا قال فى الهداية:من اخواته العتق على مال والكتابة والهبة وكذا إذا كان الوكيل من جانب الملتمس،آه.(١٥٢/٧)(٢)

قال ابن عابدين فى حاشية البحر:وكذا بقية الصور الآتية يقول الوكيل من جهة طالب التملك:هب فلا نا أو تصدق عليه أو أعره أو أودعه أو ارهن عنده،كذا أو أقرضه كذا،ولو قال: هبنى أو تصدق علىَّ أو أعرنى،الخ، يقع له، لا للمؤ كل،آه، (إلى أن قال) فعلى هذا قولهم: التوكيل بالاستقراض باطل، معناه أنه فى الحقيقة رسالة لا وكالة، فلو أخرج الكلام مخرج الوكالة لم يصح، بل لابد من إخراجه مخرج الرسالة،كما قلنا،وبه علم أن ذلك غير خاص بالاستقراض، بل كل ما كان تمليكا إذا كان الوكيل من جهة طالب التملك،لامن جهة المملك (أى يعم) فإن التوكيل بالإقراض والإعارة صحيح لا بالإستقراض والإستعارة، بل هو رسالة، هذا ما ظهر لى،فتأمله.(ص:١٥٢)(٣)

قلت:وفى الصورة المسئولة لم يوجد مايدل على كون هذا الأجنبى وكيلا، كما قلنا فى الجواب الأول وإن سلمنا أن الأمر فيه يدل على التوكيل فهو وكيل من جانب الملتمس أى من جهة طالب التملك وقد عرفت أن التوكيل بطلب التملك لا يصح،بل هو رسالة وقد تقدم أن الرسول لا بد له من إخراج الكلام مخرج الرسالة وإلا لا يكون رسولا ًوإذا لم يكن رسولا لم يكن طالبا للإذن من

(١) ردالمحتار،كتاب الوكالة:٥٠٩/٥،دارالفكربيروت،انيس

(٢) البحرالرائق،كتاب الوكالة:١٥١/٧-١٥٢،دارالكتاب الإسلامى بيروت،انيس

(٣) منحة الخالق على البحرالرائق،كتاب الوكالة:١٥٣/٧،دارالكتاب الإسلامى بيروت،انيس

جهة الولی، بل من جهة نفسه وهو إذن اجنبی محض فلایکون سکوت البنت علم الرضا لکونه سکوتا بعد کلام الأجنبی معها لا کلام رسول الولی والله تعالی أعلم وعلمه أتم وأحکم

۲۷/صفر ۱۳۴۶ھ (امدادالاحکام:۳/۳۵۳)

حکم بایجاب وکیل بالفاظ اذن داده است:

بعونہ تعالی		السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت تاج العلماء سراج الفضلاء مدظلہ العالی

سوال: شرائط ملازمانہ وضوابط تلازمانہ بجا آوردہ بعد عرض ملازمان ثریا مکان برساند کہ محمد رشید احمد وکیل زبیدہ خاتون مع دوشاہد عادل بحضار مجلس درآمدہ ناطق شدہ زبیدہ خاتون دختر محمد نصیر احمد یک ہزار روپیہ مہر متعین نمودہ بمعرفت من نزج اسد اللہ کہ پسر از الفاظ ایجاب است، یا نہ براہین قاطعہ بزیر کلک نادر سلک آوردہ این ہیچمدارا سرفراز دارین فرمایند زیادہ آفتاب عنایت درخشان باد الی یوم التناد؟

الجواب

لفظ اذن نکاح دادہ از الفاظ ایجاب نکاح نیست؛ بلکہ مشعر از توکیل است پس تکلم وکیل بلفظ انشاء لازم بود چون وکیل بعد ازان تکلم بلفظ انشاء نکردہ ایجاب محقق نہ شدہ۔ پس تجدید نکاح لازم است واگر درعرف سائل اذن نکاح بمعنی انشاء نکاح مستعمل است سوال بار دیگر کردہ باید۔ واللہ تعالی اعلم

۱۷/رمضان ۱۳۴۷ھ (امدادالاحکام:۳/۳۵۳)

وکیل بالنکاح کا دوسرے کو اپنا وکیل بنانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کیا نکاح میں وکالت علی الوکالت جائز ہے؟ یعنی لڑکی نے ایک شخص کو اپنی طرف سے نکاح کا وکیل بنایا، پھر اس وکیل نے کسی دوسرے شخص کو اس لڑکی کے نکاح کا وکیل بنادیا اور یہ تیسرا شخص اس لڑکی کا نکاح کرادے تو کیا شرعاً یہ نکاح جائز اور درست ہے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب وبالله التوفیق

وکیل بالنکاح اپنی طرف سے دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا؛ لیکن اگر وکیل بنا دیا اور دوسرے نے اصل وکیل کی موجودگی میں نکاح پڑھایا تو یہ نکاح وکالۃً منعقد ہوجائے گا اور اس میں کوئی خرابی نہیں رہے گی، البتہ اگر وکیل اپنی جگہ دوسرے کو وکیل بنا کر خود مجلس سے غیر حاضر رہا اور اس کی غیر موجودگی میں نکاح پڑھایا گیا، تو یہ نکاح وکالۃً منعقد نہیں ہوگا؛ بلکہ فضولی کے طور پر منعقد ہوگا اور بعد میں اگر لڑکی اس پر کسی بھی طرح رضامندی ظاہر کردے، یا بخوشی رخصت ہوکر شوہر کے گھر چلی جائے تو انجام کار یہ نکاح نافذ ہوجائے گا۔

الوكيل بالتزويج ليس له أن يؤكل غيره، فإن فعل فزوج الثاني بحضرة الأول جاز. (الفتاویٰ الهندية: ۲۹۸/۱، زكريا)

كل عقد صدر من الفضولي وله قابل يقبل، سواء كان ذلك القابل فضوليا آخر أو وكيلا أو أصيلا انعقد موقوفا، هٰكذا في النهاية. (الفتاویٰ الهندية: ۲۹۹/۱، زكريا)

وتثبت الإجازة لنكاح الفضولي بالقول والفعل كذا في البحر الرائق. (الفتاویٰ الهندية: ۲۹۹/۱، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۲/۸/۳ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۳۴۳/۸-۳۴۴)

عاقدین کی طرف سے وکیل بننا، نیز وکیل کا موکلہ سے اپنا نکاح کرنے کا حکم:

سوال: ہمارے علاقے میں ایک نکاح اس طرح کیا گیا کہ لڑکا اور لڑکی دونوں غیر ملک برطانیہ میں مقیم تھے، وہاں تعلیم کے حصول کے لیے گئے ہوئے تھے، لڑکی کا تو باپ وکیل ہوتا ہے، لڑکے نے بھی اپنا وکیل بنا دیا، لہٰذا دونوں کے وکیلوں نے یہاں ان کا نکاح ایک تقریب منعقد کر کے اس میں کرا دیا، ان دونوں سے بذریعہ ٹیلیفون رابطہ تھا۔ آیا یہ نکاح منعقد ہو گیا؟ کیا دلہا، یا دلہن میں سے کسی ایک کا موقع پر موجود ہونا ضروری نہیں؟ وکیل بنانے کی تفصیلات تحریر فرما دیں؟ نیز لڑکی کا وکیل اپنے آپ سے لڑکی کا نکاح کر سکتا ہے؟

الجواب ———————— بعون الملك الوهاب

دونوں سوالوں کے جواب درج ذیل ہیں:

(۱) نکاح میں لڑکا اور لڑکی دونوں کو اپنا وکیل بنانے کا اختیار ہے، لہٰذا اگر دونوں کے وکیل عقدِ نکاح کو انجام دے دیں تو بھی نکاح منعقد ہو جائے گا؛ بلکہ نکاح میں تو اگر لڑکا اور لڑکی دونوں کسی ایک شخص مثلاً سلیم کو وکیل بنا دیں اور وہ شخص (سلیم) لڑکے اور لڑکی کی طرف سے ایجاب وقبول کر دے تو یہ بھی جائز ہے۔ نیز دُلہا خود بھی دلہن کا وکیل بن کر اپنے آپ سے اس کا نکاح کرا سکتا ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں چوں کہ دونوں کے وکیلوں نے یہ عقد کرایا ہے، لہٰذا یہ نکاح صحیح ہے اور دولہا، یا دلہن کا موقع پر موجود ہونا ضروری نہیں؛ لیکن ہر جواز کی صورت میں دو گواہوں کا موقع پر موجود ہونا لازمی ہے۔

(۲) آپ کا دوسرا سوال یہ ہے کہ وکیل اپنے آپ سے نکاح کرا سکتا ہے، یا نہیں؟ اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ دیکھا جائے گا کہ لڑکی نے وکیل کو کیا الفاظ بولے ہیں، اگر لڑکی نے یہ کہا ہو کہ ''آپ اپنے آپ سے میرا نکاح کرا دو'' (یا اس جیسا کوئی جملہ جس میں وکیل سے نکاح پر دلالت ہو) تو پھر وکیل اپنے آپ سے نکاح کرا سکتا ہے؛ لیکن اگر لڑکی نے یہ بولا کہ ''کسی شخص سے میرا نکاح کرا دو''، یعنی جملہ مطلق ہو اور وکیل کا ذکر نہ ہو تو پھر وکیل اپنے آپ

سے نکاح کرانے میں بااختیار نہ ہوگا اور اگر اپنے آپ سے نکاح کرا دیتا ہے تو یہ نکاح نافذ نہ ہوگا (بلکہ لڑکی کی اجازت پر موقوف ہوگا، اگر لڑکی اجازت دیدے تو صحیح ہو جائے گا وگرنہ کالعدم ہوگا)۔

لمافي البحر الرائق (۲٤٠/۳):لو وكلته بتزويجها من رجل فزوجها من نفسه لم يجز لأنها إمرأته بالتزويج من رجل نكرة وهو معرفة بالخطاب والمعرفة لا تدخل تحت النكرة.

وفي الدرالمختار(۱٤/۳): ومن شرائط الايجاب والقبول اتحاد المجلس لوحاضرين.

وفي الدر المختار(۹٦/۳): (ويتولى طرفي النكاح واحد) بإيجاب يقوم مقام القبول في خمس صور كأن كان وليا أو وكيلا من الجانبين أوأصيلا من جانب ووكيلا أو ولياً من آخر أو ولياً من جانب وكيلا من آخر كزوجت بنتي من موكلي. (نجم الفتاویٰ:۸۴/۵-۸۵)

غیر محرم کا وکیل بن کر اجازت لینے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ برادری کے معزز لوگوں نے ایک صاحب اولاد نمازی ایماندار باشرع کو نکاح میں وکالت کے لیے منتخب کیا، وکیل صاحب مع دو گواہوں کے لڑکی کے مکان پر جاتے ہیں اور اجازت لے کر گھر میں داخل ہوتے ہیں، قریش برادری میں دولہن سے نکاح کی اجازت لیتے وقت بے پردہ ہوتی ہے اور دیگر لڑکیاں بھی بے پردہ ہوتی ہیں، وکیل صاحب لڑکی سے نکاح کی اجازت لے کر نیچی نظروں سے باہر آ کر نکاح خواں کو آگاہ کرتے ہیں۔ وکیل صاحب کا یہ عمل جائز ہے، یا ناجائز؟

(المستفتی: محمد حنیف، اصالت پورہ، مراد آباد)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

پوری برادری کے لیے ایک ہی شخص کو وکیل مقرر کرنا جائز نہیں؛ کیوں کہ وہ ہر عورت کا محرم نہیں ہو سکتا، لہٰذا مرد کے لیے غیر محرم عورتوں کے مجمع میں جا کر غیر محرم عورت سے بات چیت کرنا جائز نہیں، ایسا شخص شرعاً فاسق ہے؛ اس لیے اجازت کے لیے جب تک محرم مرد موجود ہو، غیر محرم مرد کا وکیل بن کر اجازت لینے کے لیے عورتوں کے مجمع میں جانا جائز نہیں، لہٰذا لڑکی کا محرم مرد ہی اجازت لینے کے لیے جایا کرے۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا يخلون رجل بامرأة، إلا مع ذي محرم. (الحديث) (صحيح البخاري، كتاب النكاح باب لايخلون رجل بامرأة إلا مع ذومحرم، والدخول على المغيبة، النسخة الهندية: ۷۸۷/۲، رقم: ۵۰۳۷، ف: ۵۲۳۳)

فإن خاف الشهوة، أوشك امتنع نظره إلى وجهها، فحل النظر مقيد بعدم الشهوة، وإلا فحرام وهذا في زمانهم، وأما في زماننا، فمنع من الشابة إلا النظر لا المس لحاجة كقاض، وشاهد يحكم ويشهد عليها لا لتتحمل الشهادة في الأصح.

وفی الشامية: لأنه يوجد من لا يشتهي فلا ضرورة. (شامی، کتاب الحظر والإباحة،زکریا دیوبند: ۵۳۲/۹، کراچی: ۳۷۰/۶،وهكذا فی البحر الرائق، کوئٹه:۱۹۲/۸، زکریا دیوبند:۳۰۲/۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ،۱۲/رجب المرجب ۱۴۱۹ھ (فتویٰ نمبر:الف ۳۴/۵۵۵۸)

الجواب صحیح:احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ،۱۲/۷/۱۴۱۹ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ:۱۳/۸۰-۸۱)

نکاح کا وکیل نامحرم ہوسکتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے مجلس نکاح میں موبائل فون پرلڑکی سے ایجاب وقبول کروایا تو کیا موبائل فون پرایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے، یانہیں؟

(۲) لڑکی کے لیے اپنا وکیل اور گواہ محارم میں سے مقرر کرنا ضروری ہے، یا غیرمحرم کوبھی نکاح کا وکیل اور گواہ بناسکتی ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

گواہوں کے لیےضروری ہے کہ وہ متعاقدین (یعنی نکاح کرنے والے مرد اورعورت) میں سے ہرایک کے الفاظ (یعنی ایجاب وقبول) کوایک ساتھ سنیں، نیز متعاقدین اور گواہوں کی مجلس بھی ایک ہونی چاہیے، اگرمجلس ایک نہ ہوتو نکاح منعقدنہیں ہوتا، لہٰذا فون وغیرہ سے جوایجاب وقبول کیا جاتا ہے، اس سے مجلس ایک نہ ہونے کی وجہ سے نکاح منعقدنہیں ہوتا، چناں چہ اگر متعاقدین دوردراز علاقہ میں ہوں تو نکاح کی بہترصورت یہ ہے کہ لڑکا کسی ایسے شخص کو جو لڑکی کے شہر میں رہتا ہو، وکیل بنادے اور وکیل اس کی جانب سے گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرے، نیز لڑکی کے لیے وکیل وگواہ غیرمحرم بھی بن سکتے ہیں، البتہ نامحرم کولڑکی سے اجازت لینے کا وکیل بنانا خلافِ مروت ہے، بہتر یہ ہے کہ لڑکی کا محرم یا ولی اقرب خود جاکرلڑکی سے اجازت لے۔

لما فی الخانية علیٰ هامش الهندية (۳۲٦/۱):ولو أرسل الرجل وسولاً إليها أو كتب إليها كتاباً أني تزوجتک علی كذا فقبلت بحضرة الشاهدين إن سمعا كلام الرسول أو قرأ الكتاب عليهما فقبلت جاز.

وفی الهندية (۲٦۸/۱):رجل بعث أقواما لخطبة امرأة إلی والدها فقال الأب زوجت وقبل عن الزوج واحد من القوم لا يصح النكاح وقيل يصح النكاح وهو الصحيح وعليه الفتوی، كذا في محيط السرخسي.

لمافی فتاویٰ اللجنة الدائمة (۹۰/۱۸):س: إذا توفرت أركان النكاح وشروطه إلا أن الولی والزوج كل منهما فی بلد، فهل يجوز العقد تليفونيا أو لا؟

ج: نظراً إلى ما كثر فی هذه الأيام من التغرير والخداع، والمهارة في تقليد بعض الناس

بعضا فی الکلام وإحکام محاکاة غیرهم فی الأصوات حتی إن أحدهم یقوی علی أن یمثل جماعة من الذکور والإناث صغارا وکباراً،ویحاکیهم فی أصواتهم وفی لغاتهم المختلفة محاکاة تلقی فی نفس السامع أن المتکلمین أشخاص،وما هو إلا شخص واحد،ونظرا إلیٰ عنایة الشریعة الإسلامیة بحفظ الفروج والأعراض،والاحتیاط لذلک أکثر من الاحتیاط لغیرها من عقود المعاملات، رأت اللجنة أنه ینبغی ألا یعتمد فی عقود النکاح فی الإیجاب والقبول و التوکیل علی المحادثات التلیفونیة تحقیقا لمقاصد الشریعة، ومزید عنایة فی حفظ الفروج والأعراض حتی لا یعبث أهل الأهواء ومن تحدثهم أنفسهم بالغش والخداع وباللّٰه التوفیق، وصلی الله علی نبینا محمد وآله وصحبه وسلم. (نجم الفتاویٰ:۸۶/۵-۸۷)

اجنبی شخص وکیل نکاح بننے سے بھائی نہیں بنتا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شادی کے دوران میں کسی بعید رشتہ دار کو وکیل نکاح بنانے کیلئے بھائی بنادیا جاتا ہےاوراس کے بعداس بہن سے رابطہ قائم کرتا ہےاس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

(المستفتی:نعیم الرحمٰن ارباب روڈ پشاور،۲رشعبان ۱۴۰۱ھ)

الجواب

یہ شخص اگراس عورت کے محارم سے نہ ہوتو وکیل نکاح بننے سے بھائی نہیں بنتا ہے، یہ اجنبی ہوتا ہےاس سے پردہ کرنا ضروری ہے یہ مضرات اورمفاسد سے بھرا ہوا جاہلانہ رسم ہے۔(۱) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲۸۲/۴)

بوقت نکاح بھائی بنانے کارواج غلط ہے:

سوال: یہاں کابل اور پشاور میں یہ دستور کہ ماں باپ موجود ہوں، یا نہ ہوں،نکاح کے وقت غیرآدمی کو بھائی بناتے ہیں،بغیراس کے نکاح نہیں کرتے اور ہمارے ہند کا یہ دستور ہے کہ ماں باپ خوداجازت دیں،یالڑکی خود ہوشیاری اوراجازت دے دونوں باتیں درست ہیں،یا کچھ فرق ہے؟

الجواب

جو ہمارے ملک کا رواج ہے کہ نابالغہ کے لیےاس کے اولیا؛ یعنی باپ داداوغیرہ اجازت دیتے ہیں اور جولڑکی بالغہ ہوتو خوداس کے گوش گزار کیا جاتا ہے کہ تیرا نکاح فلاں شخص سے کیا جاتا ہے،اس پر وہ سکوت کرتی ہےاور یہ سکوت

---

(۱) قال عبد اللّٰه النسفی:﴿ذلکم قولکم بأفواهکم﴾ أی أن قولکم للزوجة هی أم وللدعی هوابن قول تقولونه بألسنتکم لا حقیقة له إذ الابن یکون بالولادة وکذا الأم ﴿واللّٰه یقول الحق﴾ أی ما حق ظاهره وباطنه.(التفسیر النسفی:۳۳۴/۲،سورة الأحزاب،پارہ:۲۱، آیت:۵)

اجازت شرعاً بھی صحیح ہے اور ایسا ہی ہونا چاہیے، (۱) بھائی بنانے کی صورت فضول ہے اور اس کی کچھ اصل معلوم نہیں ہوتی۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۶/۸-۴۷)

نامحرم لڑکی سے براہِ راست نکاح کی اِجازت لینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے محلّہ کی مسجد کے امام صاحب جب کہیں نکاح پڑھانے جاتے ہیں تو وکیل اور گواہوں کے ساتھ دولہن کے کمرہ تک خود بھی جاتے ہیں اور لڑکی سے وہ براہِ راست اِجازت لیتے ہیں، جب کہ وہ لڑکی کے لیے نامحرم ہیں، امام صاحب کو لڑکی کے کمرہ تک جانا اور کلمہ پڑھوانا، یا اقرار کرانا صحیح ہے؟ جب کہ وکیل اور گواہ قابلِ احترام اور باعزت ذمہ دار شخص ہوں، کچھ دن پہلے کی بات ہے کہ ایک نکاح کے وقت امام صاحب، وکیل اور گواہوں کے ساتھ خود بھی گئے، جس میں وکیل اور گواہوں میں ایک حاجی صاحب ذمہ دار اور پڑھے لکھے تھے، اُن کو یہ بات اچھی نہیں لگی، وہاں پر موجود لوگوں نے بتایا کہ یہ امام صاحب تو ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہیں، جس لڑکی کا نکاح ہو رہا تھا، وہ خود پڑھی لکھی اور صوم وصلوٰۃ کی پابند ہے، کیا امام صاحب کو ایسا کرنا چاہیے؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

سنت یہ ہے کہ لڑکی کا ولی اور ذی رحم محرم ہی اس سے اِجازت لے اور کسی بھی نامحرم شخص کا وکیل بن کر براہِ راست لڑکی سے نکاح کی اِجازت لینا شریعت میں جائز نہیں ہے؛ بلکہ یہ بڑی بے حیائی اور بے شرمی کی بات ہے۔ پس امام صاحب کو نامحرم عورت سے اِجازت لینے خود جانا درست نہ ہوگا، اُنہیں یہ طریقہ ترک کر دینا لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ: ۵۷/۱۱، ڈابھیل)

عن عطاء قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا خطب أحدًا من بناته جلس إلى جنب خدرها فقال: إن فلاناً يخطب فلانةً فإن سكتت زوجها، وإن طعنت بيدها، وأشار حفص بيده السبابة، أي تطعن في الخدر لم يزوجها. (المصنف لابن أبي شيبة: ٤٤٦٥/٣، رقم: ١٥٩٦٤، دار الكتب العلمية بيروت)

ولا يجبر البالغة البكر على النكاح، فإن استأذنها هو الولي، وهو السنة، أو وكيله فسكتت أو ضحكت غير مستهزئة أو تبسمت أو بكت بلا صوت، فهو إذن. (شامي: ١٥٩/٤، زكريا)

واستحسن الرحمتي ما ذكره الشافعية: من أن السنة في الاستيذان أن يرسل إليها نسوة ثقات ينظرن ما في نفسها، والأم بذٰلك أولي؛ لأنها تطلع على ما لا يطلع عليه غيرها. (الدر المختار، باب الولي: ١٥٩/٤، زكريا)

وينظر من الأجنبية إلى وجهها وكفيها فقط للضرورة، وهٰذا في زمانهم، أما في زماننا فمنع من الشابة. (شامي: ٥٣٢/٩، زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۲/۶/۱۷ھ۔ (کتاب النوازل: ۱۰۳/۸-۱۰۴)

---

(۱) (لاتجبر البالغة البكر على النكاح) لانقطاع الولاية بالبلوغ (فإن استأذنها هو) أي الولي وهو السنة (أو وكيله أو رسوله أو زوجها) وليها واخبرها رسوله أو فضولي عدل (فسكتت) عن رده مختارةً (فهو إذن). (الدرالمختار على هامش ردالمحتار، باب الولي: ٤١٠/٢-٤١١، ظفير)

اجنبی اور نامحرَم مردوں کولڑکی کے پاس وکیل بنا کر بھیجنا خلافِ غیرت ہے:

سوال: ہمارے یہاں رواج ہے کہ جب کسی گھر میں لڑکی کی منگنی کی جاتی ہے تو دس بیس آدمی، یا کم وبیش لڑکے کے گھر والوں کی طرف سے لڑکی والے کے گھر جاتے ہیں، ساتھ ہی کافی مقدار میں مٹھائی وغیرہ اور لڑکی کے لیے کئی جوڑے کپڑے اور جوتے، انگوٹھی لڑکی کو پہناتے ہیں، جو تھوڑی دیر کے بعد اُتار دیتے ہیں۔ اس کے بعد لڑکے کے والوں کی آمد و رفت خلافِ معمول کسی تکلف کے بغیر رہتی ہے، پھر شادی سے دو چار دن پہلے لڑکی کو کچھ مستورات لڑکے کے گھر سے آکر مایوں بٹھاتی ہیں اور لڑکی کے والدین لڑکی کے لیے جہیز وغیرہ بناتے ہیں۔ غرض مدعا یہ ہے کہ یہ سب باتیں ہوتی ہیں اور لڑکی کو اپنے رشتے اور نسبت کا پورا پورا علم ہوتا ہے اور وہ تمام معاملے میں خاموش رہتی ہے اور ان تمام باتوں کو لڑکی منظور کرتی ہے، اس کی صاف دلیل یہ ہے کہ لڑکی کسی بات پر انکار نہیں کرتی تو بوقتِ نکاح بعض حضرات لڑکی کے پاس اجازت کے لیے دو گواہ بھیجتے ہیں، جو کہ غیر محرَم ہوتے ہیں اور غیر محرَم عورتوں میں بلا جھجک جاتے اور لڑکے سے اجازتِ نکاح اور وکیل کا سوال کرتے ہیں، اکثر و بیشتر لڑکی خود نہیں بولتی، پڑوس والی عورتوں میں سے کوئی عورت کہہ دیتی ہے کہ لڑکی نے فلاں کو وکیل مقرّر کیا ہے، جب کہ لڑکی کا باپ، بھائی، چچا وغیرہ مجلس میں موجود ہوتے ہیں، بعض اوقات ایسے نام بھی وکالت کے لیے سامنے آتے ہیں، جن کی ولی اَقرَب کی موجودگی میں وکالت جائز بھی نہیں ہوتی، کیا یہ سب کچھ جائز ہے؟

الجواب

اجنبی اور نامحرَم لوگوں کا لڑکی کے پاس اجازت کے لیے جانا خلافِ غیرت ہے، معلوم نہیں لوگ اس خلافِ غیرت وحیا رسم کو کیوں سینے سے چمٹائے ہوئے ہیں؟ باپ لڑکی کا ولی ہے، وہی اس کی جانب سے نکاح کرنے کا وکیل اور مجاز بھی ہے،(۱) البتہ رشتہ طے کرنے اور مہر وغیرہ کے سلسلے میں لڑکی سے مشورہ ضرور ہونا چاہیے اور یہ مشورہ لڑکی کی والدہ اور دُوسری مستورات کے ذریعہ ہوسکتا ہے،(۲) اور آج کل تو نکاح کے فارم میں تمام اُمور کا اندراج ہوتا ہے، نکاح کے فارم پر دستخط کرنے سے لڑکی کی اجازت بھی معلوم ہوجاتی ہے؛ اس لیے اجنبی نامحرَم اَشخاص کو دُلہن کے پاس بھیجنے (اور ان کے دُلہن سے بے حجابانہ ملنے) کی رسم قطعاً موقوف کردینی چاہیے، شادی کی تیاری کے باوجود کنواری لڑکی کا اس پر خاموش رہنا اس کی طرف سے اجازت ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱۲۱/۶-۱۲۲)

☆☆☆

---

(۱) (الوالی فی النکاح) ... (العصبة بنفسه) ... (بلا توسطه إثنیٰ) ... (علیٰ ترتیب الإرث)
قال ابن عابدین: یقدم الأب ثم أبوه، الخ. (رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۷۶/۳)

(۲) وهو السنة بأن یقول لها قبل النکاح فلان یخطبک أویذکرک ... واستحسن الرحمتی ما ذکره الشافعیة من أن السنة فی الاستئذان أن یرسل إلیها نسوة ثقات ینظرن ما فی نفسها والأم بذلک أولیٰ لأنها تطلع علیٰ ما لا یطلع علیه غیرها. (رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۵۸/۳)

فضولی کا نکاح کرانا

فضولی کے نکاح کا حکم:

سوال: ایک مقام پر نکاح اس طرح سے ہوا کہ ایک وکیل اور دو گواہ لڑکی اور لڑکے والے نے مقرر کئے اور اجازت لینے اندر مکان لڑکی کے پاس گئے، مہر مقرر کیا، لڑکی نے اپنے نکاح کی اجازت دے دی، وہ تینوں صاحب لڑکی سے اجازت لے کر قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وکیل صاحب سے قاضی نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں لڑکی کی طرف سے وکیل ہوں اور یہ دونوں صاحب گواہ ہیں۔ قاضی صاحب نے کہا کہ لڑکی کا والد خود نکاح پڑھاوے تو اولیٰ ہے اور جو پڑھا ہوا نہ ہو تو وہ خود اجازت دے دے۔ اب قاضی صاحب نے اس لڑکی کے والد سے دریافت کیا نہیں اور نہ لڑکی سے دوبارہ دریافت کیا؛ بلکہ اسی شخص سے جو پہلے وکیل بن چکا تھا، لڑکی کا نام، والد اور دادا کا نام دریافت کیا اور مہر دریافت کیا، اس کے بعد دولہا کا نام و والد و دادا کا نام دریافت کیا۔ اب قاضی صاحب نے دولہا سے یہ نہیں کہا کہ تمہارے نکاح کے یہ وکیل اور یہ گواہ ہیں، بغیر گواہ اور وکیل کے قاضی صاحب نے نکاح پڑھا دیا، ایسی صورت میں نکاح جائز ہوا کہ نہیں؟ جواب سے مطلع فرمائیے گا۔

(المستفتی: ۲۳۹۷، محمد یعقوب صاحب، بریلی، ۱۶/ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۴/ اگست ۱۹۳۸ء)

الجواب

اگر مجلس نکاح میں لڑکی کا باپ موجود تھا، اس کے سامنے نکاح پڑھا دیا گیا اور وہ خاموش رہا تو یہ نکاح اس کی اجازت سے پڑھایا جانا قرار پائے گا اور نکاح صحیح ہوگا، (۱) اور اگر ابھی تک اس قسم کا کوئی عمل نہ پایا گیا ہو، جس سے اجازت سمجھی جائے تو یہ نکاح لڑکی کی (اگر وہ بالغہ ہو)، یا اس کے ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا، اگر وہ اجازت دیں تو صحیح، ورنہ فسخ ہو جائے گا۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایۃ المفتی: ۳۰۵/۵)

---

(۱) أمر الأب رجلا أن يزوج صغيرته فزوجها عند رجل وامرتين والحال أن الأب حاضر، صح: لأنه يجعل عاقداً حكماً. (الدر المحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۲۴/۳، سعيد)

(۲) وثبت الإجازة لنكاح الفضولي بالقول والفعل. (الفتاویٰ الهندية، الباب الرابع فی الأولياء: ۲۹۹/۱، ماجدية)

لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل ... فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على أجازتها، فإن أجازته جاز وإلا بطل. (الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع فی الأولياء: ۲۸۷/۱، ماجدية)

فضولی کا نکاح کرانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہم نے کلما کی قسم اس طرح کھائی تھی کہ میں کلما کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں فلاں کام نہیں کروں گا اور اگر دوبارہ کروں تو جب جب میں نکاح کروں، میری بیوی کو طلاق ہو، یہ ہیں ہماری قسم کے الفاظ، اس سے قبل ہم نے جو خط روانہ کیا، اس میں ہم سے یہ غلطی ہوئی تھی کہ ہم نے جب جب کی جگہ صرف ایک جب لکھ دیا تھا، آپ نے جواب لکھا تھا کہ اگر کلما کی قسم میں جب جب کا لفظ استعمال کیا ہے تو ایسی صورت میں جب بھی کسی عورت سے نکاح کرے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

مفتی صاحب! ضروری بات یہ ہے کہ آج سے ایک ماہ پہلے ہمارا نکاح اس طرح کر دیا گیا ہے، جس نکاح کا خلاصہ تفصیل یہ ہے: کہ ہم نے کسی سے یہ نہیں کہا کہ تم میرا نکاح کر دو نہ کسی کو وکیل بنایا؛ بلکہ ہمارا رشتہ طے ہو جانے کے بعد ہم نے اپنی قسم کے بارے میں گھر والوں کو آگاہ کر دیا تھا، اس کے بعد ہمارے گھر والوں نے ہمارا نکاح اس طرح کیا، کہ ایک عورت جو بحیثیت فضولی بن کر اس نے یہ عمل کیا، فضولی عورت نے دو مرد گواہوں کی موجودگی میں اس لڑکی سے کہا جہاں رشتہ طے ہوا تھا کہ ہم نے تمہارا نکاح فلاں ابن فلاں سے اتنے مہر پر کر دیا ہے، کیا تم نے قبول کیا، اس لڑکی نے ایجاب قبول کر لیا، اس کے بعد اس فضولی عورت نے مرد سے کہا کہ ہم نے تمہارا نکاح فلاں بنت فلاں سے اتنے مہر پر کر دیا ہے، فضولی عورت کی بات سن کر مرد نے زبان سے کچھ نہیں کہا؛ بلکہ مہر کی رقم فضولی عورت کو دے دی اور مہر کی رقم فضولی عورت نے لڑکی کو جا کر دے دی؛ مگر ہم نے لڑکی سے ابھی خلوت و جماع نہیں کیا ہے، صرف نکاح کی رضامندی مہر دے کر ظاہر کر دی ہے، کیا عورت نے بحیثیت فضولی بن کر ہمارا جو نکاح کیا ہے، یہ نکاح درست ہو گیا، اگر ابھی ہمارا نکاح درست نہ ہوا ہو تو مہربانی فرما کر جو صحیح نکاح کا طریقہ ہو اس طریقہ سے آگاہ کر دیں؛ کیوں کہ ہم نے ابھی اس لڑکی سے خلوت و جماع نہیں کیا ہے، اگر اس طرح سے ہمارا نکاح نہ ہوا ہو تو آپ کے بتائے ہوئے طریقہ پر دوبارہ اسی لڑکی سے نکاح کر سکتے ہیں؟　　(المستفتی: محمد خالد بھوگاؤں مین پوری)

باسمه سبحانه و تعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

سوال نامہ میں نکاح کے جس حیلہ کا ذکر کیا گیا ہے، وہ حیلہ درست ہے، اس طرح نکاح شرعاً جائز ہے، لہٰذا وہ عورت آپ کی بیوی بن چکی ہے، اب دوسرے حیلہ کی ضرورت نہیں، اس لڑکی کو بیوی کی حیثیت سے رکھ سکتے ہیں اور جب آپ نے فضولی عورت کے ذریعہ بیوی کے پاس مہر بھیج دیا ہے تو اب آپ کے لیے اس کے ساتھ خلوت و جماع سب درست ہے۔ (مستفاد: امداد الاحکام: ۹۳/۴، امداد الفتاوی زکریا: ۴۵۹/۲، احسن الفتاوی: ۱۷۶/۵)

وكذا إذا قال لجماعة لي حاجة إلى نكاح الفضولي، فزوجه واحد منهم. (شامی، کتاب الطلاق، باب التعليق، کراتشي: ۳۴۸/۳، زکریا: ۵۹۸/٤)

إذا قال كل امرأة أتزوجها، فهي طالق، فزوجه فضولي وأجاز بالفعل بأن ساق المهر ونحوه لا تطلق. (الهندية، زكريا: ٤١٩/١، جديد: ٤٨٨/١، شامی، کراچی: ٨٦٤/٣، زكريا: ٦٧٢/٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۹ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ (الف فتویٰ نمبر: ۶۵۳۳/۳۵)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۹/۳/۱۴۲۱ھ (فتاویٰ قاسمیہ: ۲۵/۱۲-۲۷۶)

فضولی کے پڑھائے ہوئے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے اجنبیہ زاہدہ کے سلسلے میں یہ تحریر لکھی ہے کہ جب جب میں اس سے نکاح کروں اس پر طلاق ہے، اب زید یہ چاہتا ہے کہ زاہدہ مذکورہ سے نکاح کر کے اپنے گھر میں بحیثیت بیوی بنا کر رکھے، اس سلسلے میں مقامی علما کی مختلف آرا ہیں، ایک فریق کہتا ہے کہ اب زاہدہ سے زید جب بھی نکاح کرے گا، فوراً طلاق واقع ہوجائے گی، زاہدہ کو بیوی بنا کر نہیں رکھ سکتا، نکاح باقی رہنے کی کوئی صورت نہیں؛ لیکن ایک عالم مولانا فخر الدین صاحب قاسمی اور بعض مستند مفتی صاحبان کی رائے یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں اگر زید کا نکاح زاہدہ مذکورہ سے بالفضولی کر دیا جائے اور زید بالفعل قبول کرلے تو اس حالت میں زاہدہ پر طلاق بھی نہیں ہوگی اور زاہدہ زید کی بیوی بن کر رہے، ان پر کوئی گناہ نہیں ہے؛ بلکہ جو شخص زید اور زاہدہ کے تعلقات کو ناجائز کہے، وہ بہتان لگانے کے جرم میں حد قذف کا مستحق ہے؛ یعنی اسلامی حکومت میں اسی کوڑے لگائے جائیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ فریق اول کی رائے صحیح ہے، یا مولانا قاسمی کی رائے ٹھیک ہے؟ برائے کرم بحوالہ کتب جواب باصواب مرحمت فرمائیں۔

نوٹ: زید کا نکاح زاہدہ مذکورہ سے بالفضولی ہوگیا ہے، اور زید قبول بالفعل کر کے زاہدہ کو اپنے ساتھ رکھ رہا ہے۔

(المستفتی: محمد صابر اودھم، ضلع مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــ وباللہ التوفیق

فریق ثانی کا قول صحیح ہے کہ فضولی نکاح کر دے اور حالف نکاح کی زبانی اجازت نہ دے اور نہ ہی کسی کی مبارک بادی قبول کرے؛ بلکہ نکاح کی اطلاع ملنے پر مہر کا کچھ حصہ ادا کر دے، یا زاہدہ کے ساتھ ہمبستر ہوجائے تو طلاق واقع نہیں ہوگی اور زن وشوہر کی زندگی درست اور صحیح ہوجائے گی اور اس نکاح پر کسی کا الزام اور طعن کرنا جائز نہ ہوگا۔ (مستفاد: احسن الفتاوی: ۱۷۶/۵، امداد الفتاوی: ۴۵۹/۲)

حلف لا يتزوج فزوجه فضولي، فأجاز بالقول، وبالفعل لا يحنث، به يفتى.

وتحته في الشامية: كبعث المهر أو بعضه بشرط أن يصل إليها، وقيل: الوصول ليس بشرط، الخ. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الأيمان، باب اليمين في الضرب والقتل، زكريا: ٦٧٢/٥، كراتشي: ٨٤٥/٣، مجمع الأنهر، قديم: ٥٨٣/١، جديد دار الكتب العلمية بيروت: ٣١٦/٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۳ رجمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ (الف فتویٰ نمبر: ۲۲۰۲/۲۶) (فتاویٰ قاسمیہ: ۲۴/۱۲-۲۷۵)

غیر ولی کا کیا ہوا نکاح:

سوال: مسمی سلامت علی نے اپنی زوجہ مسماۃ ہندہ ایک دختر حقیقی مسماۃ اختری کو مکمل قطع کر کے دوسرے موضع میں سکونت اختیار کر لی اور عرصہ دراز تک دونوں زوجین اپنی اپنی جائے سکونت پر بالکل اجنبی کی طرح رہتے رہے، جب جانبین میں موافقت کی امید بالکل قطع ہو چکی تو ہندہ نے اپنا نکاح ثانی مسمی کرامت علی سے کر لیا اور خوب محبت و پیار سے رہتے سہتے رہے۔ نکاح کے بعد سلامت علی نے نہ دختر کو لے جانے کا قصد کیا اور نہ زوجہ کا دھیان دل پر لایا۔ ایک روز ہندہ نے اپنے خاوند کرامت علی سے کہا کہ مسماۃ اختری کا نکاح مسمیٰ اصغر علی سے موضع ساہا میں کر دو۔ خاوند صاحب نے اختری کے بلا اجازت پوشیدہ طریقہ سے اپنے رشتہ دار کے مسمی حشمت علی سے کر دیا اور معاً رخصت بھی کر دیا، ان ایام میں اختری سن نابالغہ میں تھی۔ جب یہ تمام دغابازی ہندہ کو معلوم ہوئی تو وہ خاوند پر بہت خفا ہوئی اور فوراً اپنی دختر کو اپنے پاس بلوالیا، بعدہ سالہا سال تک رخصتی کا نام تک نہ لیا، یہاں تک کہ اختری جوان ہوگئی اور اختری کا والد حقیقی فوت ہو گیا۔ بعد میں ہندہ نے سینہ سپر ہو کر اپنے شوہر کی رضامندی کے خلاف اور حشمت کے طلاق دیئے بغیر صرف اپنی و اختری کی رضامندی سے اسے سابق پسند کردہ لڑکے اصغر علی سے نکاح ثانی کر دیا اور حشمت علی کو صاف جواب دے دیا، وہ محروم ہو کر بیٹھ گیا۔ فی الحال دونوں اختری و اصغر علی ایک مکان میں خاوند و بیوی کی طرح رہتے سہتے ہیں۔ اب بعض لاعلم اشخاص یہ کہتے ہیں کہ جو نکاح اول کیا تھا، وہی صحیح ہو گیا تھا، نکاحِ ثانی نہیں ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ نکاح ثانی صحیح ہوا ہے؛ کیوں کہ یہ اختری و اصغری کی والدہ کی رضامندی سے ہوا ہے۔ حضور والا سلیس اردو میں تحریر فرمادیں کہ یہ عورت کون سے خاوند کو حلال ہے اور کس کو حرام ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ______________ حامداً و مصلیاً

اگر سلامت علی نے ہندہ کو طلاق دے دی تھی اور ہندہ نے عدت گزار کر کرامت علی سے نکاح کیا تھا، تب تو یہ نکاح صحیح ہے اور اگر طلاق نہیں دی تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، (۱) سلامت علی کے انتقال کے بعد عدتِ وفات گزار کر دوبارہ نکاح کرنا چاہیے اور سلامت علی ہندہ کو طلاق تو دے دی تھی؛ لیکن عدت پوری ہونے سے پہلے ہندہ نے کرامت علی سے نکاح کر کیا ہے، تب بھی صحیح نہیں ہوا، عدتِ طلاق گزار کر دوبارہ کرنا چاہیے، یہ حکم تو ہندہ کا ہے۔

اور ہندہ کی لڑکی اختری کا یہ حکم ہے کہ اس کا پہلا نکاح جو کرامت علی نے کیا تھا، وہ ہندہ کے پہلے شوہر؛ یعنی اختری کے والد سلامت علی کی اجازت پر موقوف تھا، اگر اس نے اجازت دے دی تھی تو نافذ ہو گیا تھا، (۲) پھر اختری کو جو اس کی والدہ نے بلا لیا تھا اور پھر رخصت نہیں کیا؛ بلکہ اس کے جوان ہونے پر دوبارہ اصغر علی سے نکاح کر دیا، یہ ناجائز رہا،

---

(۱) "لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة، سواء كانت العدة عن طلاق أو وفاة أودخول في نكاح فاسد أو شبهة نكاح". (الفتاویٰ العالمگیرية: ۲۸۰/۱، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، رشيديه)

(۲) "فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على أجازته". (الدر المختار: ۸۱/۳، باب الولي، سعيد)

یہ نکاح درست نہیں ہوا، حشمت علی کے گھر اس کو بھیجنا ضروری ہے اور اگر اختری کے والد سلامت علی نے اس کے نکاح کی اجازت نہیں دی تھی؛ بلکہ رد کر دیا تھا تو وہ رد ہو گیا تھا، اب حشمت علی کو کوئی حق نہیں رہا۔ اختری کے بالغہ ہونے پر جو اس کی رضامندی سے اس کی والدہ نے اصغر علی سے دوبارہ نکاح کیا ہے، وہ صحیح اور نافذ ہو گیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۶/۸/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم، یکم رمضان ۱۳۵۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۰۱)

ایضاً:

سوال: میرے چچا زاد بھائی محمد عمر خان کے لڑکے کلام الدین خان جو مر چکے ہیں، ان کی دو لڑکیاں اور بیوی موجود ہیں: (۱) دختر جس کی عمر چار پانچ سال ہے، (۲) دختر قیصری جس کی عمر ڈھائی سال ہے، ان دونوں لڑکیوں کا عقدِ نکاح ہو گیا، سروری کا نکاح محمد ظہیر خان نے ولی بن کر اپنی اجازت سے کیا، قیصری کا نکاح ثناء اللہ نے ولی بن کر اپنی اجازت سے کیا۔ یہ دونوں عقد کس کی اجازت سے ہونے چاہیے تھے؟ اور ولی کون ہو سکتا تھا؟

شجرۂ خاندان

محبوب عالم	شفیع خان	کلو خان	وزیر خان
نجیب اللہ، ثناء اللہ، جان اللہ		محمد عمر خان (فوت)	دولت خان (فوت)
مر چکے، زندہ، زندہ		کلام الدین خان (فوت)	محمد ظہیر خان (زندہ)
		سروری، قیصری	

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

ثناء اللہ خان نے جو قیصری کا نکاح کیا ہے، وہ صحیح ہو گیا، اس کو شرعاً ولایتِ نکاح حاصل ہے۔(۱) محمد ظہیر خان نے جو نکاح سروری کا کیا ہے، وہ ثناء اللہ اور جان اللہ کی اجازت پر موقوف ہے،(۲) اگر ان میں سے کسی نے بھی اس کو منظور کر لیا تو وہ درست ہو گیا، اگر کسی نے نامنظور کر دیا تو وہ جب ہی بے کار اور ختم ہو گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۲/۱۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۸/۲/۱۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۰۲)

---

(۱) "فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على أجازته". (الدر المختار، باب الولي: ۸۱/۳، سعيد)

"(وأن كان المزوج غيرهما) أي غير الأب وأبيه ... (وإن كان من كف وبمهر المثل صح)". (الدر المختار: ۶۹/۳، باب الولي، سعيد)

(۲) "(الوالي في النكاح) ... (العصبة بنفسه) ... (بلا توسط أنثىٰ) ... (على ترتيب الأرث والحجب) ... فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته". (الد المختار) ==

توقف نکاح فضولی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں ایک عورت بیوہ اوراس کی لڑکی نابالغہ ہے اورلڑکی کے تائے چچا غیر حقیقی ہیں، اس لڑکی کے نکاح کے وقت غیر حقیقی تائے چچا سے نکاح کی اجازت چاہی توانہوں نے کہا کہ ہمیں اس نکاح سے کچھ غرض نہیں ہے، نہ انکار ہے، نہ اقرار ہے۔ عورت بیوہ نے باذن خود نکاح کرادیا، عرصہ دوسال گزرگیا، اب یہ ہی عورت بیوہ اس لڑکی نابالغہ کا نکاح ثانی دوسری جگہ کرنا چاہتی ہے، اس لڑکی کی تائے چچا غیر حقیقی کونکاح ثانی کرنے میں اب بھی کچھ غرض مطلب نہیں ہے، نہ انکار کرتے ہیں، نہ اقرار کرتے ہیں۔ اس حالت میں نکاح ثانی جائز ہے، یا ناجائز؟

الجواب

فی الدرالمختار: (ونکاح عبد وأمة بغیر إذن السید موقوف) علی الإجارة (کنکاح الفضولی) سیجئی فی البیوع توقف عقوده کلها إن لها مجیز حالة العقد وإلا تبطل.

فی رد المحتار: لوباع الصبی ماله أو اشتری (إلیٰ قوله) توقف علی إجازة الولی، فلو بلغ هو فأجاز نفذ، آه. (۵۳۵/۲)(۱)

وفی الدرالمختار: الفضولی قبل الاجازة لا یملک نقص النکاح بخلاف البیع.

فی ردالمحتار (قوله: یملک نقص النکاح): أی لا قولاً ولا فعلاً، قال فی الخانیة: العاقدون فی الفسخ أربعة: عاقد لا یملک الفسخ قولاً وفعلاً، وهو ا لفضولی حتی لو زوج رجلا امرأة بلا إذنه، ثم قال قبل إجازته: فسخت، لا ینفسخ وکذا لو زوجه أختها یتوقف الثانی ولا یکون فسخا للأول، وعاقد یفسخ بالقول فقط وهو الوکیل بنکاح معینة إذا خاطب عنها فضولی، فهذا الوکیل یملک الفسخ بالقول ولو زوجه أختها لا ینفسخ الأول. (۵۳۸/۲)(۲)

بنابرروایات مذکورہ جواب اس مسئلہ کا یہ ہے کہ اگر یہ تایا چچا عصبات میں سے ہوں تو ان کے ہوتے ہوئے ماں کا نکاح کردینا موقوف یعنی معلق ہے، جب تک یہ تایا چچا زبان سے نہ کہیں کہ ہم اس کو قبول نہیں کرتے، اس وقت تک یہ ایسا ہی رہے گا اور دوسری جگہ بھی نکاح صحیح نہیں ہوسکتا اوراگر دوسری جگہ بھی ماں کردے گی تو وہ بھی معلق ہوجاوے گا،

== قال العلامة الشامی رحمه اللّٰه تعالیٰ تحته بعد عبارة: "فلا یکون سکوته إجازة لنکاح الأبعد وإن کان حاضراً فی مجلس العقد مالم یرض صریحاً أو دلالة، تأمل". (ردالمحتار: ۷۶/۳-۸۱، باب الولی، سعید)

"وإن زوج الصغیر أو الصغیرة أبعد الأولیاء، فإن کان الأقرب حاضراً وهو من أهل الولایة، توقف نکاح الأبعد علی إجازته" (الفتاویٰ العالمگیریة: ۲۸۵/۱، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیه)

(۱) ردالمحتار، مطلب فی الوکیل والفضولی فی النکاح: ۹۷/۳، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) ردالمحتار، باب المهر: ۱۰۰/۳، دارالفکر بیروت، انیس

پھر چچا تایا اگر اس ثانی کو جائز رکھیں گے تو وہ جائز ہو جاوے گا اور اگر اس میں بھی سکوت کیا تو دونوں معلق رہیں گے، پھر لڑکی جب بالغ ہو جاوے گی اور اگر وہ زبان سے کچھ نہ کہے گی تو دونوں معلق ہی رہیں گے، **(والتمکین من الوطء یقوم مقام الاجازة باللسان)**(۱) اور اگر وہ چچا تایا عصبہ نہ ہوں تو سوال مکرر کیا جاوے۔

۱۵/ جمادی الثانی ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ، ص: ۴۴) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/ ۲۲۱)

فضولی کا نکاح اجازت پر موقوف رہے گا:

سوال: ایک شخص نے زید کی لڑکی کا نکاح بلا اجازت ایک غیر شخص سے کر دیا، یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

غیر کے ساتھ نکاح کرنا موقوف ہے، باپ کی اجازت پر، یا اگر لڑکی بالغہ ہے تو خود اس کی اجازت پر، اگر انھوں نے اجازت نہیں دی اور اس نکاح سے رضامندی ظاہر نہیں کی تو نکاح باطل ہوا۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/ ۱۳۷)

فضولی کا نکاح موقوف ہے:

سوال: زینب نے بلا اجازت باپ کے زید کے ساتھ نکاح کر لیا ہے اور زینب کے ساتھ اس کا چھوٹا بھائی عمر تھا، جس کی عمر تخمیناً چھ سال ہوگی، زید کی بھائی بکر نے اپنی لڑکی فاطمہ کا نکاح عمر کے ساتھ کر دیا، جب کہ عمر کا والد موجود نہ تھا، دس روز کی مسافت پر تھا، بغیر اس کی اجازت کے کیا گیا، عمر کی جانب سے خالد نے قبول کیا، جو کہ عمر کا رشتہ دار نہیں؛ بلکہ اجنبی شخص ہے، دس گیارہ سال کا عرصہ گزر چکا ہے، اب نکاح عمر کا فاطمہ کے ساتھ ہے، یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے:

(کل تصرف صدر منه) ... (وله مجیز) ... (حال وقوعه انعقد موقوفاً).(۳)

اور علامہ شامی مجیز کے بیان میں لکھتے ہیں:

فأفاد أنه لیس المراد المجیز بالفعل بل المراد من له ولایة إمضاء ذلک الفعل من مالک أو ولی کاب وجد ووصی وقاض، الخ.(۴)

---

(۱) لِأَنَّ التَّمْكِينَ مِنَ الْوَطْءِ كَالْإِقْرَارِ. (ردالمحتار، باب الولی: ۳/ ٦٤، دارالفکر بیروت، انیس)

(۲) فإن کل عقد صدر من الفضولی وله مجیز انعقد موقوفا علی الإجازة. (الهدایة، فصل فی الوکالة فی النکاح: ۱/ ۱۹۷، دارإحیاء التراث العربی بیروت، انیس)

(۳) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، کتاب البیوع، فصل فی الفضولی: ٤/ ۱۸۷، ظفیر

(۴) ردالمحتار، کتاب البیوع، فصل فی الفضولی: ٤/ ۱۸۷، ظفیر

پس اس سے ثابت ہوا کہ صورت مسئولہ میں جب کہ عمرو کا والد مجیز وقت عقد موجود نہیں ہے تو یہ تصرف فضولی کا اس کی اجازت پر موقوف رہے گا، باطل نہ ہوگا اور جب عمر قبل اجازت اپنے والد کے بالغ ہوگیا تو اب عقد اس کی اجازت پر موقوف رہے گا، جیسا کہ اس جزئیہ سے مستنبط ہوتا ہے:

(قولہ:باع مثلا،الخ) أی تصرف تصرفاً یجوز علیه لوفعله ولیّه فی صغره کبیع وشراء وتزوج وتزویج أمته وکتابة قنّه ونحوه فإذا فعله الصبی بنفسه یتوقف علی إجازة ولیه مادام صبیاً لوبلغ قبل إجازة ولیه فأجازبنفسه جازولم یجز بنفس البلوغ بلا إجازة،جامع الفصولین. (ردالمحتار: ۱۵۲/٤)(۱)

الغرض یہ نکاح موقوف ہے، جب تک مجیز کی طرف سے اجازت، یا انکار نہ ہوجاوے موقوف رہے گا۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۲۲/۷-۲۲۳)

فضولی نے نکاح کردیا اور عورت نے قبول کرلیا تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک شخص نے مجمع یہ کہا کہ تم گواہ رہو میں نے فلاں عورت غائب کا اس مرد حاضر سے نکاح کردیا اور یہ شخص نکاح کرنے والا اس عورت کا ولی شرعی نہیں ہے؛ لیکن جب عورت کو خبر پہونچی تو اس نے اس نکاح کو قبول کرلیا تو کیا یہ نکاح جائز ومکمل ہوجائے گا اور اگر مہر کی تعداد بیان نہ کی ہو تو کس قدر مہر واجب ہوگا؟

الجواب

جب کہ شوہر نے اس نکاح کو قبول کرلیا تھا اور پھر جس وقت عورت کو خبر پہونچی تو اس نے بھی اس نکاح فضولی کو قبول کرلیا تو یہ نکاح صحیح ہوگیا۔ (کذا فی الدر المختار)(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۸۴/۸)

اجازت نکاح فضولی بتمکین الوطی:

سوال: ایک بیوہ عورت سے نکاح کی اجازت کے واسطے اس کے پاس آدمی بھیجا گیا، وہ آدمی اس کے پاس نہیں گیا، صبح کو بیوہ نے شہرت سنی کہ نکاح ہوگیا اور اس خبر سے وہ اسی شخص کے گھر میں چلی گئی، اولاد بھی پیدا ہوئی، یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟ بعد چندروز کے اسی عورت کی حقیقی بہن اس کے خاوند کے یہاں ناجائز تعلق کے ساتھ بلا نکاح آ گئی اور اس سے بھی اولاد ہوئی، اب اس پہلی عورت کا نکاح باقی رہا، یا نہیں؟ پھر اس پہلی عورت کو اس کے شوہر نے مار نکال دیا اور یہ

---

(۱) ردالمحتار، کتاب البیوع، فصل فی الفضولی، تحت قوله: بیانه صبی باع مثلاً: ۱۸۷/٤، ظفیر

(۲) (ونکاح عبد وأمة بغیر إذن السید موقوف) علی الإجازة (کنکاح الفضولی) سیجئی فی البیوع توقف عقوده کلها إن لها مجیز حالة العقد وإلا تبطل. (الدرالمختار)

(قوله: کنکاح الفضولی): أی الذی باشره مع آخر أصیل، أو ولی أو وکیل، أو فضولی ...قال فی البحر: الفضولی من یتصرف لغیره بغیر ولایة ولا وکالة أو لنفسه. (ردالمحتار، باب الکفاءة: ٤٤٩/٢، ظفیر)

کہا: جہاں تیرا جی چاہے چلی جا، چناں چہ وہ دوسری بستی میں چلی گئی۔ اب چاہتی ہے کہ کہیں نکاح ہوجاوے، اس کے لیے عدت کی کیا صورت ہونی چاہیے، اس کی دوسری بہن بلا نکاح اب تک اس کے شوہر کے پاس موجود ہے۔

الجواب

فی العالمگیریة، کتاب النکاح، الباب السادس: "وتثبت الإجازة لنکاح الفضولی بالقول والفعل. (۱)

وعد فی الدرالمختار وغیره: تمکینها من الوطء من الأفعال الدالة علی الرضا. (۲)

اس سوال میں سائل نے یہ نہیں لکھا کہ واقع میں نکاح پڑھا بھی گیا تھا، یا صرف شہرت ہی ہوگئی تھی، اگر محض شہرت ہوئی ہے، تب تو نکاح نہیں ہوا اور نکاح نہیں ہوا تو عدت بھی نہیں اور اگر نکاح ہوا تھا تو یہ نکاح فضولی ہے، عورت کی تمکین من الوطی اجازت نکاح ہے؛ اس لیے یہ نکاح نافذ ہوگیا اور حقیقی بہن کے آنے سے اور صحبت سے اس نکاح میں کوئی خلل نہیں ہوا، البتہ یہ جو کہا کہ جہاں تیرا جی چاہے چلی جا، اس سے تحقیق کرنا چاہیے کہ بہ نیت طلاق کہا ہے، یا کیا؟ اور حالت مذاکرہ طلاق، یا غضب میں کہا، یا کیا؟ اس کے بعد جواب دیا جاسکتا ہے۔ فقط

۱۸/ربیع الاول ۱۳۲۷ھ (تتمہ اولی ص: ۷۷) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲/۲۲۰)

وکیل وگواہوں نے مجلس نکاح میں ایجاب وقبول کے بعد لڑکی کو اطلاع کردی، لڑکی نے اجازت دے دی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید دہلی میں رہتا ہے اور ہندہ دوسو کلومیٹر کے فاصلہ پر دہلی سے دور رہتی ہے، دونوں میں فون کے ذریعہ بات چیت خفیہ ہوتی رہتی ہے، ایک دن زید نے نکاح کے ارادہ سے دہلی میں رہتے ہوئے دو گواہوں اور ایک وکیل اپنی طرف سے متعین کرکے امام مسجد سے اپنا نکاح پڑھوالیا، جب کہ لڑکی نے اپنی طرف سے کسی کو نکاح کا وکیل نہیں بنایا تھا اور زید کے دونوں نامزد گواہوں نے نکاح کی اطلاع فون کے ذریعہ ہندہ کو دے دی، جسے ہندہ نے بذات خود فون پر قبول کرلیا اور ہندہ کے گھر والے اور ولی کو اس کی خبر نہ ہوئی، پھر زید ہندہ کو بہلا پھسلا کر اور نکاح کے صحیح ہونے کی سند دکھا کر اپنے پاس پوشیدہ طور پر دہلی لے گیا اور ہندہ کئی روز اس کے پاس رہنے کے بعد اپنے گھر واپس آگئی، مفتی صاحب سے اب سوال یہ ہے کہ یہ نکاح شرعاً (جو فون کے ذریعہ ہوا ہے) منعقد ہوا، یا نہیں؟ جب کہ لڑکی (ہندہ) کے ولی اور گھر والے اس نکاح سے راضی نہیں ہیں اور دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتے ہیں، اب دخول کے بعد دوسری جگہ نکاح کرنے کے لیے استبراء رحم ضروری ہے، یا نہیں؟ اگر ضروری ہے، تو اس کی مدت کتنی ہوگی؟ تشفی بخش جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع دیں، عین نوازش ہوگی۔ فقط والسلام

(المستفتی: محمد رضوان قصبہ چلکانہ، ضلع سہارنپور)

---

(۱) الفتاویٰ الهندیة، الباب السادس فی الوکالة بالنکاح وغیرها: ۱/۲۹۹، دارالفکر بیروت، انیس

(۲) لَكِنْ أَجَابَ فِي الْفَتْحِ بِأَنَّ الْحَقَّ أَنَّ الْكُلَّ مِنْ قَبِيلِ الْقَوْلِ إلَّا التَّمْكِينُ فَيَثْبُتُ دَلَالَةً لِأَنَّهُ فَوْقَ الْقَوْلِ: أَيْ لِأَنَّهُ إذَا ثَبَتَ الرِّضَا بِالْقَوْلِ يَثْبُتُ بِالتَّمْكِينِ مِنْ الْوَطْءِ بِالْأَوْلَى لِأَنَّهُ أَدَلُّ عَلَى الرِّضَا. (ردالمحتار، باب الولی: ۳/۶۲، دار الفکر بیروت، انیس)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ـــــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

مذکورہ صورت میں جب مسجد کے امام نے قاضی بن کر دو نامزد شرعی گواہوں کی موجودگی میں ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ کر دیا تو یہ نکاح فضولی ہوا ہے اور اس نکاح کے منعقد ہونے کا مدار لڑکی کی اجازت پر موقوف رہا اور بعد میں جب اس نکاح کی اطلاع لڑکی کو دی گئی اور لڑکی نے فون کے ذریعہ سے اس نکاح کو تسلیم کر کے قبول کرنے کی اطلاع دے دی اور اس کے بعد لڑکی (ہندہ) از خود لڑکے (زید) کے پاس دہلی میں آ کر رضا مندی کے ساتھ بخوشی حق زوجیت ادا کرنے لگی تو یہ نکاح شرعی طور پر نافذ ہو چکا ہے اور اس نکاح کے صحیح ہونے میں کوئی تردد باقی نہیں رہا اور معلوم ہوا ہے کہ دونوں ایک ہی برادری میں سے ہیں اور لڑکی عاقلہ، بالغہ ہے تو ایسی صورت میں لڑکی کے اولیا کو حق اعتراض بھی باقی نہ رہا، جب کہ مہر بھی مہر مثل سے کم نہ ہو، لہٰذا دونوں کے درمیان ازدواجی تعلق قائم ہو جانے کے بعد اس نکاح کو ختم کرنے کا اختیار نہ ماں باپ کو ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کو ہے اور زید سے شرعی طور پر طلاق حاصل کر کے عدت پوری کئے بغیر کسی دوسری جگہ نکاح کرنا قطعی طور پر جائز نہیں ہوگا۔

لو زوج رجل امرأة بغير رضاها، أو رجلا بغير رضاه، وهذا عندنا، فإن كل عقد صدر من الفضولي، وله مجيز انعقد موقوفا على الإجازة. (الهداية مع الفتح، كتاب النكاح، فصل في الوكالة بالنكاح وغيرها، كوئٹه: ۱۹۸/۳، زكريا: ۲۹۷/۳)

صدر من الفضولي وله مجيز انعقد موقوفا على الإجازة، فإذا أجاز من له الإجازة ثبت حكمه مستندا إلى العقد، فسر المجيز في النهاية بقابل يقبل الإيجاب، سواء كان فضوليا أو وكيلا، أو أصيلا. (فتح القدير، كوئٹه: ۲۹۷/۳، زكريا: ۹۷/۳)

أن لا تكون منكوحة الغير لقوله تعالىٰ: ﴿والمحصنات من النساء﴾ معطوفا على قوله عز وجل ﴿حرمت عليكم امهاتكم﴾ (إلى قوله) والمحصنات من النساء﴾ وهن ذوات الأزواج. (بدائع الصنائع، زكريا: ۵۴۸/۲، الهندية، زكريا: ۲۸۰/۱، التاتارخانية، زكريا: ۶۶/۴، رقم: ۵۵۴۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۲ر جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ (الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۷۴/۴۱)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۲/۶/۱۴۳۵ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۲۲/۱۲-۲۲۳)

فضولی نے نکاح کیا اور ولی نے اجازت نہیں دی، کیا حکم ہے:

سوال: زید کی لڑکی زینب نابالغہ کا نکاح خالد فضولی نے کر دیا، ولید کے ساتھ، زید نے اپنے محلّہ کے آدمیوں کو جمع کر کے یہ کہا کہ میری لڑکی زینب کا عقد میرے بھتیجے نذیر سے کر دو، ان حضرات نے زید سے یہ کہا کہ اگر تو اجازت عقد کی دوسری جگہ دے آیا ہے تو نکاح وہاں ہو گیا، زید نے حلفیہ بیان کیا کہ میں نے اجازت نہیں دی، تب نکاح زینب کا نذیر کے ساتھ باجازت زید کر دیا۔ اس صورت میں کون سا عقد صحیح ہوا؟

الجواب

اس صورت میں خالد فضولی کا کیا ہوا نکاح زید کی اجازت پر موقوف تھا، پس جب کہ زید نے اس نکاح کو جائز نہیں رکھا تو وہ باطل ہوگیا،(۱) اور خود زید نے اپنی ولایت سے جو نکاح زینب کا نذیر سے کرادیا، یہی نکاح جو نذیر سے ہوا، صحیح ہوا، خالد کا کیا ہوا نکاح صحیح نہ ہوا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۸۹/۸۔۱۹۰)

بلا اجازت ولی غیر نے نکاح کردیا تو کیا حکم ہے:

سوال: ایک مسماۃ کے والدین اور دادا بھائی فوت ہوگئے اور اس کے دادا کے ہم زلف نے جو غیر شخص ہے، مسماۃ مذکورہ آٹھ سالہ کا نکاح کردیا، مسماۃ نے بالغ ہوتے ہی اسی وقت روبرو گواہان شرعی کے اس نکاح کو فسخ کردیا تو شرعاً یہ نکاح فسخ ہوا، یا نہیں؟

الجواب

مسماۃ کے دادا کا ہم زلف ظاہر ہے کہ ولی اس نابالغہ کا نہیں ہے؛ بلکہ اجنبی اور فضولی ہے، لہٰذا وہ موقوف ہے کسی ولی کی اجازت پر اور اگر ولی کوئی نہیں ہے تو وہ نکاح باطل ہے، یا خود نابالغہ کی اجازت پر بعد بلوغ کے موقوف تھا اور جب مسماۃ مذکورہ نے بعد بلوغ کے اس نکاح کو فسخ کردیا اور اس سے انکار کردیا تو وہ باطل ہوگیا۔

درمختار میں ہے:

(ونكاح عبد وأمة بغير إذن السيد موقوف) على الإجارة (كنكاح الفضولي) سيجيء في البيوع توقف عقوده كلها إن لها مجيز حالة العقد وإلا تبطل،الخ. وتفصيله في الشامي. (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۸۴/۸۔۱۸۵)

بلا اجازت ولی فضولی نے جو نکاح کیا اور ولی نے انکار کردیا تو وہ نکاح نہیں ہوا:

سوال: ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کی والدہ کے شوہر ثانی نے ایک لڑکے نابالغ کے ساتھ کردیا۔ لڑکی نابالغہ کے سوائے دو سوتیلے بھائیوں کے اور کوئی وارث نہیں تھا، بوقت نکاح کے سوتیلے بھائیوں سے کسی نے اجازت نہیں لی؛ بلکہ عرصہ کے بعد سوتیلے بھائیوں کو خبر ہوئی تو سوتیلے بھائی ناراض ہوئے کہ ہماری بلا اجازت کیوں نکاح کردیا اور نکاح سے پہلے والدہ لڑکی نابالغہ کی مرچکی تھی، اس صورت میں لڑکی دوسری جگہ بعد بالغہ ہونے کے نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

والدہ کا شوہر ثانی اس نابالغہ کا ولی نہیں ہے؛ بلکہ ولی عصبہ ہوتا ہے اور اگر ولی قریب کوئی موجود نہ تھا تو سوتیلے بھائی

---

(۱) **(ونكاح عبد وأمة بغير إذن السيد موقوف) على الإجارة (كنكاح الفضولي) سيجئى في البيوع توقف عقوده كلها إن لها مجيز حالة العقد وإلا تبطل،الخ. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار،باب الكفاءة: ٤٤٩/٢،ظفير)**

(۲) **الدرالمختار مع ردالمحتار،باب الكفاءة: ٤٤٩/٢،ظفير**

یعنی علاتی بھائی ولی ہیں، بدون اس کی اجازت کے نکاح صحیح نہیں ہوسکتا، پس جب کہ علاتی بھائی نے بعد خبر پانے کے ناخوشی اس نکاح سے ظاہر کی تو وہ نکاح جو موقوف تھا باطل ہوگیا۔(۱) لہذا اب اس لڑکی کو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۸/۶۰)

عورت کے ساتھ مرد خود گواہوں کے سامنے نکاح کرے اور فضولی قبول کرے، کیا حکم ہے:

سوال: اگر زید ہندہ کے ساتھ اس طرح پر نکاح کرے کہ بلا اجازت واطلاع ہندہ کے عمرو بکر سے کہے کہ تم دونوں گواہ رہو میں نے ہندہ کے ساتھ نکاح کیا اور خالد دوسرا فضولی فی المجلس کہے کہ میں نے ہندہ کی طرف قبول کیا تو یہ ظاہر ہے کہ دوسرے فضولی کا قبول بالاتفاق غائب کے اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔پس دریافت طلب یہ بات ہے کہ اگر اس قول مفتی بہ کے بموجب کہ جس چیز میں جد و ہزل برابر ہے، اس میں لفظ کے معنی کی حقیقت؛ بلکہ مضمون کا بھی علم شرط نہیں، اس صورت میں ہندہ غائبہ من المجلس سے کسی دوسرے وقت میں عربی زبان میں مثلا یہ کہلا لیا جائے: ”رضيت بالتزويج الذى قبله عنى خالد“ تو یہ شرعاً اجازت ہوجائے گی اور نکاح مذکور منعقد ہوجائے گا، یا نہ؟

الجواب

وکیل بنانے، یا فضولی کے عقد کی اجازت دینے کے لیے رضاء موکلہ مجیزہ کی ضرورت ہے اور رضا کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اس کو سمجھنے، ورنہ بلا علم رضا بالعقد الموقوف کیسے حاصل ہوسکتی ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۸/۱۸۵-۱۸۶)

فضولی کے نکاح کی خبر پر لڑکا خاموش رہا، جب لڑکی کی دوسری شادی ہوگئی تو کہتا ہے کہ نکاح ہو چکا ہے:

سوال: امیر خان ملازم فوجی کے نکاح کی قبولیت ایک فضولی نے کی اور امیر خان کو بذریعہ خط کے خبر دی کہ میں نے تمہارا نکاح فلاں عورت کے ساتھ کر دیا ہے۔امیر خان نے اس عقد کی منظوری وعدم منظوری کا کوئی جواب نہیں دیا؛ یعنی ساکت رہا، اس حالت سکوت میں فضولی کا انتقال ہوگیا اور والدہ دختر نے اپنی لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر دیا۔اب امیر خان باوجود عدم قبولیت نکاح فضولی مدعی نکاح ہے، کیا یہ عورت امیر خان کی منکوحہ کہی جائے گی، یا زوج ثانی کی زوجہ متصور ہوگی؟

الجواب

اس صورت میں اگر امیر خاں اب بھی نکاح فضولی کو قبول کرلے تو نکاح اس کا صحیح ونافذ ہوگا اور دوسرا نکاح باطل وحرام ہے۔

(۱) (الوالي في النكاح) لا المال (العصبة بنفسه) ... (على ترتيب الإرث والحجب) ... فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته.(الدرالمختار على هامش ردالمحتار،باب الولي: ۲/۴۲۷،ظفير)

(۲) والعبرة فى العقود للمعانى دون الألفاظ.(قواعد الفقه،رقم القاعدة:۱۸۳،ص:۹۱،ظفير

درمختار میں ہے:

(ولو أجاز) من له الإجازة (نكاح الفضولى بعد موته صح) لأن الشرط قيام المعقود له وأحد العاقدين لنفسه فقط.

(قوله:وأحد العاقدين) هو العاقد لنفسه،كما فى البحر، أى سواء كان أصيلا أوو ليا أوو كيلا فإنه عاقد لنفسه بمعنى أنه غير فضولى، تأمل، وانظر مالوكان فضوليا بأن كان كل من العاقدين فضوليين والظاهر أن الشرط قيام المعقود لهما فقط. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۸۶/۸)

صورت ذیل میں نکاح درست نہیں ہوا:

سوال: زید نے ایک معاملہ میں یہ قسم کھائی کہ اگر میں فلاں کام کروں تو میں جونکاح کروں، یا جس عورت سے نکاح کروں، اس پر طلاق مغلظ ہے،اب اگر زید اپنا نکاح بذریعہ وکیل فضولی بصورت ذیل کرے کہ زید اپنے کسی خاص محبّ سے یہ کہے کہ جب میرے نکاح ہونے کا وقت قریب آجائے اور ہندہ منسوبہ کی جانب سے اذن آجائے، مجھ سے ایجاب وقبول کرانے کے قبل تم دوگواہوں کے سامنے یہ کہنا کہ میں نے زید کی جانب سے ہندہ کو بعوض اس قدر مہر نکاح میں قبول کیا،اس کے بعد ناکح ہندہ کا نکاح زید سے کہے کہ میں نے قبول کی تو اس صورت میں نکاح ہوجائے گا، یا نہیں؟اور زید نے شخص مذکور کو اپنا وکیل نہیں بنایا۔

الجواب

اس طریق سے نکاح صحیح نہیں ہوتا؛ کیوں کہ ایک شخص فضولی جوولی اور وکیل جانبین کا نہ ہو، وہ متولی ایجاب وقبول طرفین کا نہیں ہوسکتا۔درمختار میں ہے:

(ويتولى طرفى النكاح واحد) بإيجاب يقوم مقام القبول فى خمس صور،كأن كان وليا أو وكيلا من الجانبين أو اصيلا من جانب ووكيلا أووليا من آخر أو وليا من جانب، وكيلا من آخر، كزوجت بنتى من موكلى (ليس) ذلك الواحد (بفضولى) ولو (من جانب). (۲)

پس صورت مذکورہ میں بذریعہ فضولی زید کا نکاح موافق طریق مذکور کے سبب عدم حنث ہوسکتا تھا،بشرطیکہ عورت کی طرف سے ایجاب کرنے والا دوسرا شخص ہو،خواہ اس کا ولی، یا وکیل، یا فضولی۔

قال فى الدرالمختار:(كنكاح الفضولى) أى الذى باشره مع آخر أصيل أوولى أووكيل أوفضولى، أما لوتولى طرفى العقد وهوفضولى من الجانبين أوأحدهما فإنه لايتوقف خلافا لأبى يوسف، كمامر،[أى بل يبطل]. (۳)

(۱) ردالمحتار،باب الكفاءة،مطلب فى الوكيل والفضولى فى النكاح:۴۵۱/۲،ظفير
(۲) الدرالمختارعلى هامش ردالمحتار،باب الكفاءة،مطلب فى الوكيل والفضولى فى النكاح:۴۴۸/۲،ظفير
(۳) ردالمحتار،مطلب فى الوكيل والفضولى فى النكاح:۹۷/۳،دارالفكربيروت،انيس

وفـي كتـاب الأيـمان منه: (حلف لايتزوج فزوّجه فضولي فأجاز بالقول حنث وبالفعل) ومنه الكتابة خلافا لابن سماعة (لا) يحنث، به يفتي،خانية.

(قوله:ومنه الكتابة) أي من الفعل ما لو أجاز بالكتابة.(شامی)(۱)(فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۸/۱۸۷-۱۸۸)

صورت مذکورہ میں نکاح فضولی درست نہیں:

سوال: زید نے ہندہ کے ساتھ اس طرح پر نکاح کیا: بلااطلاع واجازت ہندہ کے خالداور ولید دوشخصوں سے ہندہ کو ان کواچھی طرح بتلا کر کہا کہ میں نے تم دونوں کے سامنے ہندہ کے ساتھ نکاح کیا،اس کے بعد یہ عبارت **"قبلت تزويج من أرسل هذا القرطاس إلى نفسي من نفسه"** لکھ کرایک لڑکے کے ہاتھ ہندہ کے پاس بھیج دی اوراس لڑکے سے کہہ دیا کہ ہندہ سے کہہ دینا کہ یہ ایک دعا ہے، زید نے لکھ کر بھیجی ہے،اس کوتین مرتبہ پڑھوتواس کا فائدہ بعد میں بتایا جائے گا۔پس اس لڑکے نے ایسا ہی کیا اور وہ عبارۃ تین مرتبہ ہندہ سے کہلوادی؛مگر ہندہ کواس کا گمان بھی نہیں کہ اس کی کہہ لینے سے نکاح ہوجائے گا۔ہاں یہ یقیناً کہی جاتی ہے کہ یہ کاغذ زید ہی کا بھیجا ہوا ہے۔پس یہ تو ظاہر ہے کہ فضولی کا نکاح اجازت پر موقوف ہوتا ہےاور علی مافی الدرالمختار وغیرہ، یہ بھی مفتی بہ ہے کہ جس میں جدو ہزل برابر ہو،اس میں لفظ کی معنی کی حقیقت، یااس کے مضمون کا علم شرط نہیں۔پس دریافت طلب یہ بات ہے کہ بطور مذکور شرعا ہندہ کی اجازت ہوئی، یانہیں؟ برتقدیر ثانی کیا اجازت کا بھی کم ازکم دوگواہوں کے سامنے ہونا شرط ہے،اس وجہ سے نہیں ہوئے، یااور کسی وجہ سے؟ غرض کہ جس وجہ سے نہیں ہوئے،اس وجہ کو مفصل ومدلل ارقام فرمادیں اوراجر جزیل اللہ تعالیٰ سے پاویں۔

الجواب

درمختار میں ہے:

(ولايتوقف الايجاب على قبول غائب عن المجلس في سائر العقود) من نكاح وبيع وغيرهما بل يبطل الإيجاب ولاتلحقه الإجارة اتفاقا،(ثم قال) (ويتولى طرفي النكاح واحد)، الخ، (ليس) ذلك الواحد (بفضولي) ولو(من جانب)وإن تكلم بكلامين على الراجح؛ لأن قبوله غير معتبر شرعاً لما تقرر أن الإيجاب لايتوقف على قبول غائب،الخ.

وفي ردالمحتار (قوله لما تقرر):حاصله أن الإيجاب لما صدر من الفضولي وليس له قابل في المجلس،ولو فصوليا آخر صدر باطلا غير متوقف على قبول غائب، فلايفيد قبول العاقد بعده. (ص:٣٢٦)(۲)

وفيه أيضا: (قوله:ولومن جانب) أي سواء كان فضوليا من جانب واحد أو من جانبين،أي من

(۱) ردالمحتار،باب اليمين في الضرب والقتل وغيرذلك،مطلب لايتزوج فزوجه فضولي:۳/۱۸۸-۱۸۹،ظفير

(۲) ردالمحتار،باب الكفاءة،مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح:٤٩/٢،ظفير

جانب الزوج والزوجة فإذا كان فضوليا منهما أو كان فضوليا من أحدهما وكان من الآخر أصيلا أووكيلا أووليا ففي هذه الأربع لايتوقف بل يبطل عندهما خلافا للثاني. (۱)

پس معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں نکاح فضولی کا موقوف اجازت پر نہیں رہا؛ بلکہ باطل ہوگیا، علاوہ بریں ایجاب قبول دو گواہوں کو معاً سننا ضروری ہے۔

كما في الدرالمختار: (و) شرط(حضور) شاهدين (حرين) أو حر وحرتين (مكلفين سامعين قولهما معاً). (۲)

الغرض صورت مذکورہ میں نکاح منعقد نہیں ہوا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۸۸/۸-۱۸۹)

نکاحِ فضولی یمینِ طلاق کی صورت میں:

سوال: زید نے ایک آدمی کو مندرجہ ذیل قسم کھانے پر مجبور کیا کہ میں نے قسم کھائی کہ ''میں جب بھی شادی کروں تو میری عورت پر طلاق ہوگی'' اس کے بعد زید نے وہ کام کرلیا۔ چند سال بعد اس نے شادی کرلی اور ایک بچہ بھی پیدا ہوگیا۔ اب ایک شخص کے یاد دلانے پر اسے اپنی قسم یاد آئی، جب سے شادی کی ہے، اب تک اسے قسم یاد نہیں آئی تھی، اب وہ کیا کرے؟

(۱) عورت پر طلاق ہوئی، یا نہیں؟

(۲) بچہ کے متعلق کیا حکم ہے؟

(۳) پھر سے اس کے ساتھ زندگی گزارنے کی کیا صورت ہے؟

(۴) اس کے ساتھ اب تک جو میاں بیوی کے تعلقات رکھے، اس میں گناہ ہوا، یا نہیں؟

(۵) اگر گناہ ہوا ہو تو اس کے کفارہ کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب ______________ حامداً ومصلياً

(۱) طلاق ہوگئی۔ (۳)

(۲) شبہۃ العقد کی وجہ سے بچہ ثابت النسب ہے۔

(۳) کوئی فضولی اس کا نکاح کردے اور یہ خاموش رہے، زبان سے قبول نہ کرے؛ بلکہ فعل سے اجازت دے دے، مثلاً اس طرح کہ اس کی عدم موجودگی میں فضولی گواہوں کے سامنے اس عورت سے ایجاب وقبول کرلے، پھر اس (قسم کھانے والے) سے کہے کہ فلاں عورت کے ساتھ میں نے تمہارا عقد کردیا ہے اور اتنی رقم مہر معجّل مثلاً بیس روپے مقرر کردیا ہے، وہ بیس روپے لاؤ؛ تاکہ تمہاری عورت کو دے دوں، وہ خاموشی سے بیس روپے مہر کے اس کو دے دے، بس نکاح ہوگیا۔

---

(۱) ردالمحتار، باب الكفاءة، مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح: ۴۴۸/۲، ظفير

(۲) الدرالمختار، كتاب النكاح: ۲۱/۳-۲۲، دارالفكر بيروت، انيس

(۳) "وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقوله لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق". (الفتاوىٰ العالمگيرية، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الثالث في تعليق الطلاق: ۴۲۱/۱، رشيديه)

(۴) وہ قسم یاد نہ رہنے کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے، لہذا توبہ واستغفار کرے، اللہ پاک معاف کرے۔

"ولا فرق في وجوب الكفارة بين العامد والناسي،والمكره في الحلف والحنث". (ملتقی،ص:۵٤۹)(۱)

"حلف لايتزوج ،فزوجه فضولي،فأ جاز بالقول،حنث ،وبالفعل لا يحنث". (الدرالمختار، ص:۵۸۳)(۲)

"ويثبت نسب الولد المولود في النكاح الفاسد،آه". (الهندية،ص:۳٤٤)(۳)

"فثبت نسب ولد معتدة الرجعي ولو بالأشهر لإياسها، بدائع ، وفاسد النكاح في ذلك كصحيحه،قهستاني". (الدرالمختار)(۴)

جب تک طریقِ مذکور پر بذریعہ فضولی دوبارہ نکاح نہ ہو جائے، دونوں الگ الگ رہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۵۴۶)

مفقود کی طرف سے فضولی نے قبول کیا تو نکاح ہوا، یا نہیں:

سوال: ایک شخص نے اپنے مفقود الخبر لڑکے کے واسطے ایک نکاح کی قبولیت کی اور لڑکے کے مفقود ہونے کی وجہ سے لڑکے کی اجازت کی نوبت نہیں آئی تو یہ عقد منعقد ہوگیا، یا مفقود کی اجازت پر موقوف رہا؟ یا امضاءِ نکاح پر مفقودیت پسر کے باعث عدم قدرت کی وجہ سے یہ عقد باطل ہوگیا، اگر منعقد ہوگیا تو کیا وکیل ہے؟ اور اگر موقوف ہے تو کب تک موقوف رہے گا، اس کی مدت شریعت میں کیا مقرر ہے؟ آیا مفقود کے ہم عمروں کے معدوم ہونے جانے تک یہ نکاح موقوف رہے گا، یا اس سے پہلے توقف جاتا رہے گا؟ اور اگر نکاح باطل ہوا تو اس کی وجہ کیا ہے؟ نیز اس نکاح میں والد مفقود فضولی ہے، یا ولی ہے؟

الجواب

شرعاً مفقود وہ غائب ہے، جس کی موت وحیات کچھ معلوم نہ ہو، پس جب کہ اس کی حیات معلوم ومحقق نہیں ہے، جیسا کہ مفقود کی تعریف سے ظاہر ہوا تو اس کی طرف سے قبول نکاح موقوف نہ رہے گا؛ بلکہ باطل ہوگا؛ کیوں کہ فقہا نے نکاح کے موقوف رہنے کی شرائط میں سے یہ لکھا ہے کہ حالت عقد میں اجازت دینے والے کا وجود معلوم اور محقق ہو اور جب مفقود کے وجود کا علم نہیں، ورنہ تو وہ مفقود نہیں تو عقد مذکور باطل ہوگا۔

في الدرالمختار:(كنكاح الفضولي)سيجيء في البيوع توقف عقوده كلها إن لها مجيز حالة العقد وإلا تبطل. (۵)

قال في الفتح:وهذا يوجب أن يفسر المميز هنا بمن يقدر على إمضاء العقد، لابالمقابل مطلقا. (۶)

فقط واللہ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۷/۱۳۹-۱۴۰)

---

(۱) ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر ومع سكب الأنهر شرح ملتقى الأبحر،كتاب الأيمان:۱/٥٤١، دار إحياء التراث العربي

(۲) الدر المختار مع ر د المحتار، كتاب الأيمان،مطلب:حلف لا يتزوج فزوجه فضولي :۳/۸٤۶، سعيد

(۳) الفتاوىٰ العالمگيرية،الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ۱/۳۳۰،رشيديه

(۴) فصل في ثبوت النسب:۳/٥٤۰،سعيد

(۵) الدرالمختار على ها مش ردالمحتار،باب الكفاء ة،مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح :۲/٤٤۹،ظفير

(۶) ردالمحتار،باب الكفاء ة،مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح :۲/٤٤۹،ظفير

نابالغ کا نکاح غیر ولی نے کیا، ولی نے طلاق دی، پھر نکاحِ ثانی ہوا:

سوال(۱) زید نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح مسمیٰ عمر کے نابالغ لڑکے سے کر دیا، مسمی بکر نے جو عمر کا حقیقی بھائی ہے، اپنے بھتیجے کے لیے قبول کیا۔ عرصہ ایک سال کے بعد تقریباً ۴؍سال عرصہ گزرنے کے بعد اب مسمی زید نے اپنی لڑکی نابالغہ کا نکاح کسی دوسری جگہ کر دیا۔ کیا عندالشرع نکاحِ ثانی جائز ہے؟

(۲)　اور طلاق مسمی عمر کی نابالغ لڑکے کی جانب سے درست؟ جواب مدلل ہو۔

(۳)　اگر نہیں تو مسمی زید کی نسبت عندالشرع کیا سزا ہے؟

(۴)　اور جنہوں نے نکاحِ ثانی کیا ہے، ان کی نسبت کیا حکم ہے؟ یہ یاد رہے کہ نکاح ثانی لینے والوں کو یہ تو علم تھا کہ اس لڑکی کا نکاح پہلے ہوا تھا؛ مگر بچپن ہی میں مطلقہ ہوگئی، وہ اپنی لاعلمی کی وجہ سے طلاق کو درست اور صحیح سمجھے۔

(۵)　نیز جو گواہان وغیرہ اب نکاحِ ثانی میں ہوئے ان میں سے کسی کو بھی پہلے نکاح، یا طلاق کا کوئی علم نہ تھا، نکاح کے وقت منکوحہ کنواری لکھی گئی۔ اب نکاح ثانی کو بھی عرصہ سات ماہ ہو چکا ہے۔ فقط

الجواب ــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

(۱)　اگر اول نکاح درست ہو چکا تھا یعنی عمر نے اس کی اجازت دے دی تھی، (کیوں کہ قبول عمر نے نہیں کیا، جو کہ شرعی ولی ہے؛ بلکہ بکر نے کیا ہے، پس یہ قبول عمر کی اجازت پر موقوف ہے) تو یہ نکاح نافذ اور صحیح ہو گیا تھا، (۱) اور عمر نے جو طلاق ثلاثہ دی ہے، وہ واقع نہیں ہوئی، جب طلاق واقع نہیں ہوئی تو نکاحِ ثانی درست نہیں ہوا، اگر عمر نے اول نکاح کی اجازت نہیں دی تھی؛ بلکہ اس کو رد کر دیا تھا تو وہ اول نکاح نافذ اور لازم نہیں ہوا تھا؛ بلکہ رد ہو گیا تھا، پس نکاح ثانی درست ہو گیا اور طلاق بے کار گئی، اس کی ضرورت بھی نہیں۔

"الوالی فی النکاح العصبة بنفسه بلا توسط انثیٰ علی ترتیب الإرث والحجب، آه". (۲)

"لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، وکذلک المعتدة". (الهندیة) (۳)

(۲)　نہیں، جیسا کہ جواب نمبر:۱ میں گزرا۔

(۳)　اس نے اگر اول نکاح صحیح اور نافذ ہو جانے کے باوجود دوسرا نکاح کر دیا ہے تو وہ دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا اور ایسا کرنے سے زید گناہ گار ہوا، اس کو چاہیے کہ اپنے اس فضل سے توبہ کرلے اور لڑکی کو اس کا شوہر اول کے پاس پہنچا دے۔ اگر اول صحیح اور نافذ نہیں ہوا تھا، تب ایسا کیا ہے تو یہ موافق شرع ہے، اس سے گناہ گار نہیں ہوا۔

(۴)　اگر مسئلہ سے ناواقفیت کی بنا پر ایسا کیا ہے؛ یعنی منکوحہ لڑکی (جس پر طلاق شرعاً نہیں واقع ہوئی) سے

---

(۱)　"فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب، توقف علی إجازته". (الدر المختار: ۳/ ۸۱، باب الولی، سعید)

(۲)　الدر المختار: ۳/ ۷۶، باب الولی، سعید

(۴)　الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/ ۲۸۰، القسم السادس، المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، رشیدیه

نکاح کرلیا تو وہ لوگ معذور ہیں، اب انہیں لڑکی کو واپس کردینا چاہیے، اگر جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تو سخت گناہ گار ہے۔اگر پہلا نکاح صحیح نہیں ہوا تو دوسرا نکاح کرنے والے گناہ گار نہیں۔

(۵) ایسی حالت میں ان پر گناہ نہیں، اگر جان بوجھ کرنا جائز نکاح کے گواہ بنتے تو گناہ گار ہوتے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۱۳۵۶/۱۲/۲۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۲۷/ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۵۰۶/۱۱)

کلما کی قسم کے بعد پسند کا کوئی اعتبار نہیں:

سوال: میرا ایک دوست ایک جگہ انٹرویو کے لیے گیا، وہاں اس سے ''کلما'' پر قسم لی گئی (یعنی اگر میں نے فلاں فلاں امر کی مخالفت کی تو میں جب جب کسی لڑکی سے شادی کروں اسے تین طلاق ہوں) اور اب وہ یہ قسم پوری نہ کرسکا تو اُسے کسی نے بتایا کہ تم اب کبھی شادی نہیں کرسکتے، جب بھی شادی کروگے تو بیوی کو طلاق ہوجائے گی اور وہ تین طلاقوں سے مغلظہ ہوجائے گی، وہ دوست بڑا پریشان تھا، اُسے ایک دوست نے فضولی کے نکاح کرانے کا حیلہ بتایا، اُسے وہ حیلہ بھی سمجھ نہ آیا اور اس میں اس کی پسند ناپسند کا بھی اعتبار مشکل تھا۔مفتی صاحب! اب وہ زندگی کی سخت کشمکش میں ہے، مفتی صاحب! اس کی قسم کا کوئی کفارہ نہیں ہوسکتا کہ یہ قسم ختم ہوجائے؟ فقہ حنفی کے علاوہ دوسری فقہ میں بھی کوئی گنجائش نہیں ہے؟ مفتی صاحب! کسی طرح اس بیچارے مظلوم کا مسئلہ حل فرمادیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

سائل کی زبانی یہ بات معلوم ہوئی کہ ''کلما'' پر قسم لیتے وقت (یعنی یہ کہتے وقت کہ جب جب کسی لڑکی سے، الخ) وکالت کی نفی نہیں کی گئی، لہٰذا سائل کے دوست کی پریشانی کا حل یہی ہے کہ کوئی فضولی شخص (بغیر صریح، یا دلالۃً اجازت کے نکاح کرانے والا شخص فضولی کہلاتا ہے) اُس کا نکاح کرادے، جہاں تک تعلق اس کی پسند ناپسند کا ہے تو اُسے اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ نکاح تو ہورہا ہے، حالاں کہ اُس نے خود قسم اُٹھا کر اپنے نکاح کے اختیار کو ختم کیا ہے۔

لما فی الدر المختار (۹۷/۳) کتاب النكاح مطلب فی الوكيل والفضولی: (ونكاح عبد وأمة بغير إذن السيد موقوف) على الإجازة (كنكاح الفضولی).

وفی الرّد تحته: (قوله: كنكاح الفضولی) أی الذی باشره مع آخر أصيل أو ولی أو وكيل أو فضولی ... قال فی البحر الفضولی من يتصرف لغيره بغير ولاية ولا وكالة أو لنفسه.

وفی الشامية (۳۴۸/۳، كتاب النكاح، مطلب فی فسخ اليمين المضافة): وفی البحر عن البزازية والتزوج فعلا أو من فسخ اليمين من زماننا وينبغی أن يجیء إلى عالم ويقول له ما حلف واحتياجه إلى نكاح الفضولی فيزوجه العالم امرأة ويجيز بالفعل فلا يحنث وكذا إذا قال لجماعة لی حاجة إلى نكاح الفضولی فزوجه واحد منهم أما إذا قال لرجل اعقد لی عقد فضولی يكون توكيلا، اه. (نجم الفتاویٰ:۹۳/۵)

ذرائع ابلاغ کے ذریعہ نکاح

نکاح کے لیے تحریر ضروری نہیں ہے:

سوال: نکاح میں اگر حاکم کی طرف سے تحریر کو ضروری قرار دیا ہے تو تحریر ضروری ہے، یا نہ؟ بغیر تحریر کے نکاح منعقد ہوگا، یا نہ؟

الجواب

بلا تحریر نکاح منعقد ہوجاوے گا، تحریر ضروری نہیں ہے، شرائط نکاح مثل شرط وغیرہ ہونی چاہیے، تحریر ہونا، یا نہ ہونا ضروری نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۸۵/۷-۸۶)

نکاح بذریعۂ تحریر:

سوال: ایک نابالغ لڑکی نے جو برادری کے اعتبار سے انصاری ہے، اس نے بنا کسی جبر و دباؤ اور لالچ کے بخوشی ایک بالغ شادی شدہ لڑکے صدیقی کے پاس یہ تحریر بھیجی کہ ''میں فلاں بنت فلاں نے اپنا نفس فلاں بن فلاں کے نکاح میں اتنے مہر پر دے دیا''۔ لڑکے نے لڑکی کی اس تحریر کو دو گواہوں کے سامنے پڑھ کر سنائی اور کہا کہ ''یہ تحریر فلاں بنت فلاں نے اپنے نکاح کے لیے میرے پاس بھیجی ہے'' اور گواہوں کے رو برو لڑکے نے لڑکی کو اپنے نکاح میں قبول کرلیا۔ کیا یہ نکاح صحیح درست ہوگیا؟

بعد نکاح ہمبستری لڑکی اپنے عزیز و اقارب کے دباؤ، یا خوف دلانے، یا کسی غلط فہمی میں مبتلا ہوکر شوہر کی طرف سے بدظن ہوکر اپنی تحریر سے انکار کردے، یا یہ کہہ دے کہ یہ تحریر مجھ سے دھوکا دے کر لکھوائی اور شوہر کو اپنا بھائی بھی کہہ دے تو کیا ایسی صورت میں نکاح میں کوئی فرق آئے گا؟

الجواب ــــــــــــ حامداً و مصلیاً

شرعاً یہ نکاح صحیح (اور درست) ہوگیا، (۲) نکاح اور ہمبستری کے بعد (اس) لڑکی کا اپنی تحریر سے انکار شرعاً معتبر

---

(۱) والثاني أعني الشرط الخاص انعقاد وسماع اثنين بوصف خاص للايجاب والقبول، الخ، وركنه الايجاب والقبول حقيقةً أو حكما. (البحر الرائق، كتاب النكاح: ۸۳/۳، ظفير)

(۲) ''ولا بكتابة حاضر بل غائب بشرط اعلام الشهود بما في الكتاب ما لم يكن بلفظ الأمر، فيتولى الطرفين''. (الدر المختار، كتاب النكاح، مطلب: التزوج بارسال كتاب: ۱۲/۳، سعيد)　==

نہیں،(۱)شوہر کو بھائی کہنے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا۔(۲)فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱۰/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱۰/۱۳۸۵ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۶۷۷-۶۷۸)

دھوکہ سے تحریر کے ذریعہ نکاح ہوتا ہے، یا نہیں:

سوال: اگر کوئی شخص فریب سے عورت کے سامنے یہ لفظ لکھ کر پیش کرے اور کہے کہ یہ تحریر پڑھا: ''زوجنی معک''، پھر اس کے جواب میں خود کہے: ''زوجت معک''، یہ نکاح ہوا، یا نہیں؟

الجواب

ایسی صورت میں انعقاد نکاح میں اختلاف ہے،(۳) علاوہ بریں **حضور شاهدين فاهمين** شرط جواز ہے۔(۴)

فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۱۰۰-۱۰۱)

کیا پرچہ پر پہیلی لکھ کر حل کراتے وقت ''نکاح'' کا لفظ لکھنے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے:

سوال: مسمی زید کی سوتیلی ماں مع اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کے علاحدہ مکان میں رہتی ہے اور ان کے تعلقات مسمی بکر کے گھرانے سے خوشگوار تھے اور بکر کا لڑکا جس کے دوستانہ مراسم زید کے سب سے سوتیلے بھائی سے تھے اور کچھ دنوں تک اس کو ٹیوشن بھی پڑھایا تھا، جس کی وجہ سے کثرت سے آمد ورفت رہتی تھی اور اسی سبب سے دونوں گھرانوں میں پردہ کا بھی اہتمام نہ تھا۔

چند ماہ قبل مسمی بکر کا لڑکا جب ٹیوشن پڑھا چکا تو اس نے چال چلی کہ معمہ حل کرانے کے بہانے سے ان کے گھر آ کر

== ''والأصل في ذلک أن الكتاب من الغائب بمنزل الخطاب من الحاضر ... ولو قرأت الكتاب على الشهود، أو قالت: ان فلانا كتب الى يخطبني، فاشهدوا أني قد زوجت نفسى منه، صح النكاح''.(خلاصة الفتاوی، الفصل السابع عشر فی النكاح بالكتاب والرسالة مع الغائب: ۲/۸، امجد اکادمی لاهور)

(۱) ''جحود جميع العقود ما عد النكاح فسخ''.(الدرالمختار، مسائل شتى: ۵/۵۱، سعيد)

(۲) مفتی عزیز الرحمٰن نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں: ''اس صورت میں نکاح قائم ہے، عورت کے اس کہنے سے کچھ نہیں ہوا''۔(فتاوی دار العلوم دیوبند: ۱/۲۱۱، باب الظہار)

''قال أصحابنا: لا يصح ظهار المرأة من زوجها، وهو قول مالک والثوری والليث والشافعي''.(أحكام القرآن للجصاص: ۳/۶۳۳، باب فی ظهار المرأة من زوجها، قديمی)

(۳) قال في الفتح: لولقنت المرأة: ''زوجت نفسي'' بالعربية ولاتعلم معناه وقبل والشهود يعلمون ذلک أولا يعلمون صح كالطلاق وقيل: لا، كالبيع، كذا فی الخلاصة، ومثل هذا فی جانب الرجل إذا لقنه لايعلم معناه.(رد المحتار كتاب النكاح: ۲/۳٦٧، ظفير)

(۴) وشرط سماع كل من العاقدين لفظ الآخر ليتحقق رضاهما وشرط حضور شاهدين حرين أوحر وحرتين، الخ.(الدرالمختار، كتاب النكاح: ۲/۳٧۳، ظفير)

یہ معمہ لڑکی سے حل کرانے لگا، (۱) جس میں یہ تحریر تھی: ''میں جاوید سے ۔۔۔۔۔۔۔ کر رہی ہوں اور یہ ۔۔۔۔۔۔ میری مرضی سے ہو رہا ہے، اس پر کسی کی ذمہ داری نہیں ہے۔ لڑکی نے کہا: تم ہی حل کرلو؛ مگر اس نے سمجھایا کہ تو معمہ ہے، اس کو حل کرنے میں کیا حرج ہے؟ جو الفاظ ان دو جگہوں پر فٹ ہوں، وہ ان میں لکھنا ہے۔

بہر حال! کافی غور کرنے کے بعد لڑکے نے ''نکاح'' خالی جگہوں پر لکھوالیا اور اس کو بناء بنا کر جعلی وفرضی دستخط وکیل وگواہ بنا کر نکاح نامہ واقرار نامہ مرتب کرالیا، جب اس کا علم زید کو ہوا تو زید نے ہمشیرہ سے دریافت کیا کہ واقعہ کیا ہے؟ پرچہ لکھ کر دینے اور معمہ وغیرہ کا لڑکی نے اقرار کرلیا اور کہا کہ نہ تو میں نے نکاح کیا ہے اور نہ میرے وہم وگمان میں تھا اور نہ میں کسی قاضی کے پاس گئی اور نہ ہی وکیل سے کچھ کہا اور نہ ہی کوئی گواہ آیا اور نہ تو میں نے کاغذ پر دستخط کئے اور میں حلفیہ کہتی ہوں کہ پرچہ لکھتے وقت میرے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں تھی۔ اب اس صورت پر کیا پابندی عائد ہوگی؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

اس جعل سازی سے شرعاً نکاح منعقد نہیں ہوا، نکاح کے لیے گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ضروری ہے، یہاں تحریر لکھتے اور دستخط کرتے وقت کوئی سامنے موجود ہوتے اور برضا ورغبت لڑکی تحریر لکھتی، جس سے واقعۃً نکاح کرنا مقصود ہوتا اور لڑکا بھی اس پر دستخط کر دیتا اور گواہ بھی دستخط کر دیتے؛ مگر زبان سے ایجاب وقبول کے الفاظ ادا نہ کئے جاتے اور سب کارروائی تحریر ہوتی اور اس مجلس میں لڑکا لڑکی گواہ سب موجود ہوتے، تب بھی اس تحریر سے شرعاً نکاح منعقد نہ ہوتا، ردالمحتار میں یہ مسئلہ مذکور ہے، تحریر غائب کے حق میں چند شرائط کے ساتھ معتبر ہوتی ہے، حاضر کے حق میں تحریر سے نکاح نہیں ہوتا۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۳/۸/۱۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۷۸/۱۰)

محض تحریری ایجاب وقبول سے نکاح نہ ہونا اور جواز کی شرط:

سوال: زبیدہ جو بالغ ہے (پڑھ لکھ سکتی ہے)، کیا بکر کے ساتھ (جو پڑھ لکھا سکتا ہے) بذریعہ تحریر ایجاب وقبول کرسکتی ہے اور کیا یہ نکاح شرعاً درست ہوگا اور اگر دو عاقل اور بالغ مسلمان اپنے قلم سے ہی تحریر پر جن کو یقین ہو کہ وہ تحریر جس کے ذریعہ سے نکاح ہوا ہے، زبیدہ اور بکر ہی کے قلم سے ہے تو کیا یہ گواہی شرعاً جائز اور قابل تسلیم ہوگی، حالانکہ زبیدہ اور بکر ایک شہر میں موجود نہیں ہیں؟

---

(۱) ''معمہ حل کرنا: مخفی، پوشیدہ، مبہم، پہیلی، چیستان، پیچیدہ بات، الجھا ہوا مسئلہ کرنا''۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۲۶۵، فیروز سنز، لاہور)

(۲) ''ولا بكتابة حاضر بل غائب بشرط اعلام الشهود بما في الكتاب''. ''(قوله: ولا بكتابة حاضر) فلو كتب: تزوجتك، فكتبت: قبلتُ، لم ينعقد، بحر، والأظهر أن يقول: فقالت: قبلت، إذا الكتابة من الطرفين بلا قلول لا تكفي ولو في الغيبه، تأمل، (قوله بل غائب) الظاهر أن المراد به الغائب عن المجلس وإن كان حاضراً في البلد، الخ''. (ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب: التزوج بارسال كتاب: ۱۲/۳، سعيد)

الجواب

اگر دونوں طرف سے تحریر ہی ہوئی ہے تو نکاح درست نہ ہوگا، اسی طرح اگر ایک طرف سے تحریری ایجاب کی زبانی خبر نہیں دی گئی، تب بھی نکاح نہ ہوگا، اسی طرح گواہوں نے صرف زبیدہ، یا بکر یا دونوں کا قلم پہنچان کر گواہی دی، تب بھی نہ یہ گواہی درست ہوگی، نہ اس گواہی سے نکاح درست ہوگا، صرف نکاح درست ہونے کی خاص صورت یہ ہے کہ مثلاً زبیدہ کے نام بدرخواست نکاح خط لکھے اور زبیدہ دو گواہوں کے، یا زیادہ کو جو شرعاً گواہی کے قابل ہوں؛ یعنی دو مرد، یا ایک مرد دو عورت عاقل بالغ مسلمان جوان کی زبان سمجھتے ہوں، ایک جلسہ میں جمع کر کے ان کے سامنے پورا مضمون خط کا بیان کرے کہ فلاں شخص نے میرے پاس بدرخواست نکاح خط لکھا ہے اور میں اس درخواست کو منظور کرتی ہوں اور اس کو نکاح میں قبول کرتی ہوں، بس اب انکا درست ہوگیا۔

في رد المحتار: الكتابة من الطرفين بلاقول لا تكفي ولو في الغيبة، وفيه من الفتح: ينعقد النكاح بالكتابة كما ينعقد بالخطاب وصورته أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب احضرت الشهود وقرأته عليهم وقالت زوجت نفسي منه أو تقول: إن فلاناً كتب إلي يخطبني فاشهدوا أني زوجت نفسي منه، أما لولم تقل بحضر تهم سوى زوجت نفسي من فلان لا ينعقد، لأن سماع الشرطين شرط صحة النكاح وبإسماعهم الكتاب أوالتعبير عنه منها قد سمعوا الشرطين بخلاف ما إذا انتقيا. (۱)

(امداد:۲/۲۳۴)۱۹/ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ (تتمہ اولی، ص:۸۸) (امداد الفتاویٰ جدید:۲/۱۳۰-۱۳۱)

سوال: ما قولکم ایہا العلماء الکرام! ہندہ عاقلہ بالغہ بست سالہ نے زید کے نام حسب ذیل تحریر بھیجی:

جناب صاحب آپ نے بذریعہ تحریر جو پیام نکاح بھیجا، وہ میں نے بجان ودل منظور کیا اور میں صاف الفاظ میں کہتی، نیز لکھتی ہوں کہ میں نے بعوض دس ہزار روپیہ مہر مؤجل اپنی ذات کو آپ کے عقد نکاح میں دیا راقمہ (دستخط) زید نے یہ تحریر وصول کر کے چند مستور الحال اہل اسلام کو مطلع کیا، نیز قبولیت نکاح ومنظوری مقدار مہر سے آگاہی بخشی اور ہندہ کو بھی اطلاع کردی کہ میں نے قبول کیا اور چند مسلمان آدمیوں کو میں نے گواہ کرلیا ہے۔ از روئے شرع متین وفقہ عالیہ مذہب امام اعظم اس صورت میں نکاح مابین زید وہندہ منعقد ہوجائے گا، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوگا؛ **لأن الشرط سماع الشاهدين ألفاظ الزوجين في مجلس واحد ولم يوجد والذي وجد هو الخبر لا الإنشاء وهو الشرط وهذا كله في الدرالمختار وردالمحتار.**

۱۱/محرم الحرام ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ، ص:۷) (امداد الفتاویٰ جدید:۲/۱۳۱-۲۳۲)

---

(۱) ردالمحتار، کتاب النکاح:۳/۱۲، دارالفکر بیروت، انیس

مذکورہ تحریر سے نکاح نہیں ہوا:

سوال: ایک دختر ۱۸/سالہ نے اپنا خلاف مرضی والدین اس طریقہ سے کیا ہے کہ جس سے وہ نکاح کرنا چاہتی تھی، اس کو یہ تحریر لکھی کہ میں بہ صحت وثبات عقل بلا اکراہ واجبار برضائے خود اپنے نفس کو بالعوض پانچ سو روپے دین مہر مؤجل کے تمہارے زوجیت میں دیتی ہوں اور چھ گواہوں کے نام بھی یہ تحریر بھیج دی۔ اس صورت میں نکاح منعقد ہوجاتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

صورت جواز نکاح بذریعہ تحریر شامی میں فتح القدیر سے نقل کی ہے کہ اگر کسی مرد نے عورت کو لکھا کہ مجھ سے نکاح کرلو اور اس عورت نے گواہوں کو بلا کر ان سے کہا کہ فلاں شخص مجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو تم گواہ رہو کہ میں نے اس سے اپنا نکاح کرلیا ہے تو اس صورت میں نکاح منعقد ہوجاوے گا اور اگر عورت نے گواہوں کے سامنے مرد کے طرف سے کچھ کلام نقل نہ کی اور صرف یہ لکھا اور کہا کہ میں نے اپنا نکاح فلاں شخص سے کیا تو نکاح منعقد نہ ہوگا، البتہ اگر عورت مرد کو یہ لکھے کہ تم مجھ سے اپنا نکاح کرلو، اس پر مرد نے دو گواہوں کے سامنے عورت کے اس پیام کو نقل کر کے کہا کہ تم گواہ رہو، میں نے اس عورت سے اپنا نکاح کرلیا تو نکاح منعقد ہوجاوے گا، الغرض جواز نکاح کے لیے اس صورت میں ضروری ہے کہ مرد روبرو دو گواہ کے یہ نقل کرے کہ فلاں نے مجھ کو لکھا ہے اور وہ مجھ سے نکاح کرنا چاہتی ہے، پس تم گواہ رہو کہ میں نے اس عورت سے نکاح کرلیا اور قبول کرلیا، اس طرح اگر کیا جاوے گا تو نکاح منعقد ہوجاوے گا۔ (شامی)(۱) فقط (صورت مسئولہ میں نکاح درست نہیں ہوا۔ظفیر) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۱۰۳-۱۰۴)

بذریعہ تحریر نکاح اور طلاق کے وقوع میں فرق کی وجہ:

سوال: اگر لڑکا لڑکی (دونوں بالغ) تحریری طور پر ایجاب وقبول کر کے نکاح کریں اور دونوں زبان سے کچھ بھی نہ کہیں تو یہ نکاح درست ہوگا، یا نہیں؟ اگر نہیں تو بذریعہ تحریر یعنی صرف لکھنے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے اور نکاح نہیں دونوں میں کوئی فرق ہو تو تحریر فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

عقد نکاح کے لیے زبان سے کچھ کہے بغیر صرف تحریری طور پر ایجاب وقبول کیا جائے تو یہ نکاح منعقد نہ ہوگا؛ لیکن

---

(۱) (قوله:فتح) فإنه قال: ينعقد النكاح بالكتاب كماينعقد بالخطاب وصورته أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب احضرت الشهود وقرأته عليهم وقالت زوجت نفسي منه أوتقول: إن فلا ناكتب إلي يخطبني فاشهدوا لي زوجت نفسي منه أما لو لم تقل بحضرتهم سوى زوجت نفسي من فلان لاينعقد لأن سماع الشطرين شرط صحة النكاح. (ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب الزوج بارسال كتاب: ۲/ ۳٦٤. ظفير)

تحریراً برضا ورغبت طلاق لکھ کر دینے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ان دونوں کے درمیان فرق بالکل واضح ہے کہ نکاح کے انعقاد کے لیے دو گواہوں کا موجود ہونا شرط ہے۔نیز عاقدین کا ایک دوسرے کے کلام کو سننا اور گواہوں کے لیے بیک وقت عاقدین کے کلام کو سننا بھی شرط ہے، جو کہ تحریراً نکاح کی صورت میں نہیں پایا جاتا، جب کہ طلاق کے وقوع کے لیے نہ گواہ شرط ہیں، نہ کسی شخص کا طلاق کے الفاظ کا سننا شرط ہے، لہٰذا برضا ورغبت لکھ کر طلاق دینے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

لمافی الجوهرة النيرة (٦٧/٢): ومن شرط الشهادة فى انعقاد النكاح ان يسمع الشهود كلامهما جميعا فى حالة واحدة.

وفى فتح القدير (٢٠٣/٣):ونص القدورى وغيره على اشتراط السماع ولأنه المقصود بالحضور فلا يجوز بالأصمين على ما هو الأصح وعن اشتراط السماع ما قدمناه فى التزوج بالكتابة من أنه لا بد من سماع الشهود ما فى الكتاب المشتمل على الخطبة بأن تقرأه المرأة عليهم أو سماعهم العبارة عنه.

وفى الدرالمختار (٢١/٣):(وشرط سماع كل من العاقدين لفظ الآخر) ليتحقق رضاهما (و) شرط (حضور) شاهدين(حرين) أو حر وحرتين (مكلفين سامعين قولهما معا)على الأصح.

وفى الشامية (٢٤٦/٣،مطلب فى الطلاق بالكتابة):(قوله: كتب الطلاق الخ) قال فى الهندية الكتابة على نوعين مرسومة وغير مرسومة ونعنى بالمرسومة أن يكون مصدرا ومعنونا مثل ما يكتب إلى الغائب وغير المرسومة أن لا يكون مصدرا ومعنونا وهو على وجهين مستبينة وغير مستبينة فالمستبينة ما يكتب على الصحيفة والحائط والأرض على وجه يمكن فهمه وقرائته وغير المستبينة ما يكتب على الهواء والماء وشيء لا يمكن فهمه وقرائته ففى غير المستبينة لا يقع الطلاق وإن نوى وإن كانت مستبينة لكنها غير مرسومة إن نوى الطلاق يقع وإلا لا وإن كانت مرسومة يقع الطلاق نوى أو لم ينو ثم المرسومة لا تخلو أما إن أرسل الطلاق بأن كتب أما بعد فأنت طالق فكما كتب هذا يقع الطلاق وتلزمها العدة من وقت الكتابة. (نجم الفتاویٰ:۱۸۵/۴-۱۸۶)

لڑکی کے دستخط اور لڑکے کا ایک بار قبول کرنا نکاح کے لیے کافی ہے:

سوال: ایک دن میری ہمشیرہ کا اور دُوسرے دن میری کزن کا نکاح ہوا، جس میں محلّہ کے اِمام صاحب نے نکاح پڑھایا؛ مگر دُولہا سے دو مرتبہ پوچھا: ''تمھیں قبول ہے؟'' مگر دُلہن سے صرف ایک دستخط کرائے، استفسار پر جواباً فرمانے لگے کہ شریعت میں ایک مرتبہ پوچھنا ہوتا ہے، دُوسری مرتبہ گواہوں کی تسلی کے لیے ہوتا ہے، آپ ہماری ذہنی خلش کو دُور فرمادیں، کیا یہ نکاح دُرست ہوئے ہیں؟

الجواب

صرف ایک دفعہ کے ''قبول ہے'' سے بھی نکاح ہو جاتا ہے اور لڑکی نے جب دستخط کر دیئے تو گویا اپنی رضامندی سے مولوی صاحب کو وکیل بنا دیا؛ اس لیے نکاح صحیح ہے۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۹۸/۶)

بذریعہ خط ڈاک نکاح کا مسئلہ:

سوال: بذریعہ تحریر ڈاک نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

نکاح بذریعہ تحریر بھی ہوسکتا ہے، جب کہ اس تحریر پر اعتماد ہو اور مکتوب الیہ مجلس شہود میں قبول کر لے اور مضمون تحریر بھی ان کو سنا دے۔ فقط (تالیفات رشیدیہ، ص: ۳۸۰)

خط کے ذریعہ نکاح:

سوال: زید نے اپنی لڑکی کو بکر کو دیا اور اس یہ کہا کہ میں نے اپنی لڑکی تم کو دی، اس کے زید نے بکر کو خط لکھا اور تین آدمیوں کے دستخط کرائے تو خط پر نکاح جائز ہوا، یا نہیں؟

الجواب

اگر زید نے بکر کو خط اس مضمون کا بھیج دیا کہ میں نے اپنی دختر کا نکاح تم سے کیا اور مکتوب الیہ نے اس کے مضمون کو حاضری کو سنایا اور قبول کیا تو نکاح منعقد ہو گیا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۲/۷)

خط کے ذریعے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ خط کے ذریعے نکاح منعقد ہوتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ---------- بعون الملك الوهاب

خط کے ذریعے نکاح منعقد ہو جاتا ہے؛ لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ جب عورت کو وہ خط ملے تو دو گواہوں کے سامنے وہ خط پڑھے اور یہ کہے کہ فلاں نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے اور تم گواہ رہو کہ میں نے اپنا نکاح اس سے کر دیا ہے؛ کیوں کہ گواہوں کا ایجاب وقبول کا سننا صحت نکاح کے لیے شرط ہے۔

لمافي الهندية (۲٦۹/۱): ولو قالت إن فلانا كتب إلى يخطبني فاشهدوا إنى قد زوجت نفسى منه صح النكاح لأن الشهود سمعوا كلامهما بإيجاب العقد وسمعوا كلام الخاطب بإسماعها إياهم.

(۱) والعلم للتوكيل بالتوكيل(إلى قوله)ويثبت العلم أما بالمشافهة أو الكتابة إليه.(البحر الرائق: ۱٤۰/۷)

وفی الشامیة (۱۲/۳): قال: ینعقد النکاح بالکتاب کما ینعقد بالخطاب وصورته أن یکتب إلیها یخطبها فإذا بلغها الکتاب أحضرت الشهود وقراء ته علیهم وقالت زوجت نفسی منه أو تقول إن فلانا کتب إلی یخطبنی فاشهدوا إنی زوجت نفسی منه أما لو لم تقل بحضرتهم سوی زوجت نفسی من فلان لا ینعقد لأن سماع الشطرین شرط صحة النکاح وبإسماعهم الکتاب أو التعبیر عنه منها قد سمعوا الشطرین. (نجم الفتاویٰ:۴/۱۸۵) ☆

نکاح خط وکتابت کے ذریعہ:

سوال: مثلاً ایک عورت نے ایک شخص کو خط لکھا کہ میں آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں، اتنے مہر پر، آپ منظور کریں اور ادھر سے اس شخص نے اس کے جواب میں لکھا کہ مجھے منظور ہے اور وہ شخص دو شخصوں کے سامنے پڑھ کر اور اس کا جواب بھی ان کو سنا کر لکھ دیا تو نکاح ہوگیا؛ مگر اس عورت نے خفیہ بلا دو شرعی گواہ کے خط لکھا ہو، تو کیا یہ نکاح ہو جاوے گا، یا ادھر سے بھی دو گواہ شرعی ہونے کی ضرورت ہوگی اور ان دونوں خطوں پر دونوں فریق کے گواہاں کے دستخط بھی ہونے چاہئیں، یا نہیں؟

الجواب

شامی میں خط پر جواز نکاح کی یہ صورت لکھی ہے کہ مثلاً مرد عورت کو خط لکھے کہ میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں اور عورت دو گواہوں کو بلا کر ان کے سامنے اس خط کو پڑھے اور کہہ دے کہ میں نے اپنا نکاح اس سے کیا، الخ۔ اس صورت کے

☆ **جانبین کے خط سے نکاح منعقد نہیں ہوتا:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں لاہور میڈیکل کالج میں تھا تو کراچی سے ایک لڑکی نے مجھے نکاح کے بارے میں خط لکھا اور اپنی تصویر بھی ساتھ بھیج دی، میں نے نکاح قبول کر کے خط لکھ دیا اور مہر پچاس ہزار لکھ دیا، کچھ دنوں پہلے ایک مولوی صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ خط کے ذریعے نکاح نہیں ہوتا تو مجھے تردد ہوا، اب آپ حضرات میرے تردد کو دور کریں اور بتائیں کہ میرا یہ نکاح صحیح ہوا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــ بعون الملك الوهاب

خط کے ذریعے نکاح میں یہ ضروری ہے کہ خط وصول کرنے والا دو گواہوں کے سامنے اس خط کی عبارت پڑھے اور پھر نکاح کو قبول کرلے۔ دونوں طرف سے خط بھیج دینے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا لہٰذا صورتِ مسئولہ میں آپ کا نکاح منعقد نہیں ہوا۔

لمافی الشامیة(۱۲/۳، مطلب التزوج بإرسال کتاب): قوله (ولا بکتابة حاضر) فلو کتب تزوجتک فکتبت قبلت لم ینعقد بحر... قوله (فتح) فإنه قال ینعقد النکاح بالکتاب کما ینعقد بالخطاب وصورته أن یکتب إلیها یخطبها فإذا بلغها الکتاب أحضرت الشهود وقراء ته علیهم وقالت زوجت نفسی منه أو تقول إن فلانا کتب إلی یخطبنی فاشهدوا إنی زوجت نفسی منه أما لو لم تقل بحضرتهم سوی زوجت نفسی من فلان لا ینعقد لأن سماع الشطرین شرط صحة النکاح وبإسماعهم الکتاب أو التعبیر عنه منها قد سمعوا الشطرین. (نجم الفتاویٰ:۴/۱۸۶)

موافق یہ بھی جائز ہے کہ عورت مرد کو خط لکھے اور مرد دو گواہوں کے سامنے اس کا خط پڑھے اور یہ کہہ دے کہ میں نے اس عورت سے نکاح کیا۔غرض یہ کہ اگر دو گواہوں کے سامنے شوہر نے اس خط کو پڑھ دیا اور قبول کرلیا تو نکاح ہوگیا۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۰۲/۷-۱۰۳)

نکاح بذریعۂ خط:

سوال: دولہا افریقہ میں اور دولہن ہندوستان میں اور نکاح پڑھانا ہے تو اس کی کیا صورت ہے؟ خلاصہ تحریر فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

دلہن حیا اس کا ولی دولہا، یا اس کے ولی کو بذریعۂ خط اجازت دے دے اور اس خط کے پہنچنے پر دولہا، یا اس کا ولی گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرالے، مثلاً دلہن نے لکھا کہ ”میں تم کو وکیل بناتی ہوں، تم میرا نکاح اپنے سے کرلو“۔اس پر دو گواہوں کے سامنے کہے کہ ”فلانہ بنت فلاں نے مجھے اپنی طرف سے اپنے نکاح کا وکیل بنایا ہے، میں نے اس سے اپنا نکاح کرلیا“۔یا دلہن کے ولی (باپ) نے دولہا کے ولی (باپ) کو لکھا کہ میں تم کو وکیل بناتا ہوں کہ میری فلاں لڑکی کا نکاح تم اپنے لڑکے سے کرلو“۔اس پر وہ گواہوں کے سامنے کہہ دے کہ ”میں نے فلاں کی لڑکی فلاں کا نکاح اپنے لڑکے فلاں سے کردیا“ بس نکاح ہوجائے گا، ایک ہی شخص کا کہنا ایجاب وقبول دونوں کے قائم مقام ہوجائے گا۔(۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ:۱۰/۴۶۴)

خط کے ذریعہ نکاح:

سوال: فاطمہ نے لکھنؤ سے رفیق مقیم کلکتہ کے پاس رجسٹری خط بذریعہ ڈاکخانہ بھیجا، جس میں تحریر کیا کہ ”بھارتی رفیق صاحب میں آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں؛ اس لیے میں نے اپنے کو آپ کی زوجیت میں دے دیا، امید ہے کہ آپ قبول فرمائیں گے“، پھر دستخط کردیا، جب رفیق کے پاس یہ خط پہونچا تو دس پانچ روز اپنے پاس خط ڈالے

(۱) ینعقد النکاح بالکتاب کماینعقد بالخطاب،وصورته أن یکتب إلیها یخطبها فإذا بلغها الکتاب احضرت الشهود قرأته علیهم وقالت زوجت نفسی منه، أو تقول إن فلانا کتب إنی یخطبنی فاشهدوا انی زوجت نفسی منه، أما لو لم تقل بحضرتهم سوی زوجت نفسی من فلان لاینعقد، لأن سماع الشطرین شرط صحة النکاح وبإسماعهم الکتاب أوالتعبیر عنه منها.(ردالمحتار، کتاب النکاح:۳٦٤/٢،ظفیر مفتاحی)

(۲) ”فإنه قال:ینعقد النکاح بالکتاب کما ینعقد بالخطاب، وصورته:أن یکتب إلیها یخطبها، فإذا بلغ الکتاب، أحضرت الشهود وقرأته علیهم، وقالت: زوجت نفسی منه، أو تقول: إن فلانا کتب إلی یخطبنی، فاشهدوا أنی زوجت نفسی منه؛ أما لو لم تقل بحضرتهم سوی: زوجت نفسی من فلان، لا ینعقد“.(ردالمحتار،مطلب: التزوج بارسال کتاب:۱۲/۳، سعید)

رہے، پھر دو آدمیوں کو گواہی کے لیے بلایا کہ ''تیری حقیقی پھوپھی زاد بہن مسماۃ فاطمہ بنت حبیب خان نے لکھنؤ سے میرے پاس بذریعہ ڈاک رجسٹری خط بھیجا ہے، جس کا مضمون یہ ہے''۔

اس کے بعد فاطمہ کا ایجاب نامہ پڑھ کر سنایا گیا اور وہ خط بھی گواہوں کو دکھایا، پھر کہا کہ ''آپ لوگ گواہ رہیں، میں نے فاطمہ کی بات منظور کر لی اور اس کو اپنی زوجیت میں لے لیا اور اس کا نکاح اپنے سے کر لیا''۔ اب کیا اس صورت میں نکاح ہو گیا، یا نہیں؟ اس مسئلہ کے بارے میں دار العلوم دیوبند سے کل فتوی نمبر: ۴۸۸ آیا ہے، اس کی نقل یہ ہے:

''مذکورہ صورت میں جب کہ رفیق نے دو گواہوں کے سامنے جب فاطمہ کا خط سنا کر ان کے سامنے ہی اس نکاح کو قبول کر لیا اور فاطمہ کی طرف سے خود وکیل بن کر ایجاب وقبول کیا اور پھر بحیثیتِ زوج قبولِ نکاح کیا اور اس ایجاب وقبول پر دو گواہ بنا لیے تو یہ نکاح صحیح ہوگا''۔ اس فتویٰ میں فاطمہ کی طرف سے خود وکیل بن کر ایجاب کی قید لگی ہوئی ہے، درمختار: ۲/۳۶۴، میں ہے اور مولانا احمد علی صاحب نائب مفتی دار العلوم دیوبند کی تالیف کردہ کتاب ''عورت اور اسلام'' ص: ۴۲ بعنوان ''خط کے ذریعہ نکاح'' بنقل عبارت فتح القدیر پر جو تحریر ہے، اس میں اس وکالت کی قید مذکور نہیں ہے، پس صورتِ مسئولہ کا فیصلہ از خود مشکل ہو گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ رفیق کو تو یہ کچھ معلوم تھا نہیں کہ خط سنانے کے ساتھ ہی فاطمہ کی طرف سے وکیل بن کر ایجاب کرنا، پھر بحیثیتِ زوج قبول کرنا ضروری ہے، یا نہیں؟ اس نے خالی الذہن کے ساتھ وکیل ہونے، یا نہ ہونے کی نیت کئے بغیر عورت کے ایجاب نامہ کو سنا کر بحیثیت زوج قبول کر لیا، اس پر دو گواہ بنا لیے تو اب کیا یہ نکاح صحیح ہو گیا، یا نہیں؟ اگر نکاح صحیح ہو گیا تو فبہا، اگر صحیح نہیں ہوا تو ایسے نکاح کے بعد جو رفیق نے اپنی منکوحہ سے وطی کی ہے، پھر اس فاطمہ کو طلاقِ مغلظہ دی ہے، اس کا کیا ہوگا؟ کیا اس نکاح وطی وطلاق مغلظہ کو کالعدم قرار دیا جائے؟ اور رفیق بلا عدت گزارے اور بلا حلالہ کے دوبارہ فاطمہ سے نکاح کر سکتا ہے؟ یا فاطمہ عدتِ طلاق گزار کر اور پھر رفیق، یا کسی اور شخص کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے؟ صحیح نکاح نہ ہونے کی صورت میں رفیق اگر دوبارہ فاطمہ سے نکاح کرنا چاہے تو حلالہ کی ضرورت تو نہیں پڑے گی؛ کیوں کہ اس نے وطی کے بعد تین طلاق دی ہے؟

اب حضرت والا سے گزارش ہے کہ جواب تشفی بخش طور پر فی الفور براہ راست عطا فرمائیں؛ تا کہ دس روز تک مل جائے، بڑی ہی عنایت ہوگی۔ اس سے قبل قریب ہی میں ایک خط حضرت والا کی خدمت میں برائے دعا ارسال کر چکا ہو، امید ہے کہ فراموش نہ فرمائیں گے۔

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں وکالت کے علاوہ دوسری صورت بھی ہو سکتی ہے اور اس سے بھی نکاح درست ہو سکتا ہے۔

''ینعقد النکاح بالکتاب، کما ینعقد بالخطاب، وصورته: أن یکتب الیها یخطبها، فإذا بلغها

الكتاب، أحضرت الشهدو، وقرأته عليهم، وقالت: زوجتُ نفسی منه، أو تقول: ان فلانا كتب الی يخطبنی، فاشهدوا أنی زوجتُ نفسی منه، أما لو لم تقل بحضرتهم سوی: زوجتُ نفسی من فلان، لا ينعقد؛ لأن سماع الشرطين شرط صحة النكاح ... قد سمعوا الشطرين بخلاف ما اذا نتفيا". (۳٦٤/۲)(۱)

اس لیے رفیق نے فاطمہ کو جو تین طلاق دی ہیں، وہ معتبر ہوں گی اور بغیر حلالہ کے فاطمہ کے ساتھ رفیق کا نکاح دوبارہ جائز نہیں ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸٦/۸/٦ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/٦۷۵-٦۷۷)

خط وکتابت کے ذریعہ نکاح کا مسئلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شخص انگلینڈ میں ہے اور اس کی منگیتر پاکستان میں ہے تو نکاح کیسے کیا جائے گا، اس نوعیت کا ایک مسئلہ ماہنامہ طیبہ سیالکوٹ، فروری ۱۹۵٦ء، ص: ۳۱ کے آخر میں بشکل سوال وجواب درج ہے۔ سوال یہ ہے کہ لڑکا برطانیہ میں ہے اور لڑکی یہاں، کیا خط وکتابت کے ذریعہ نکاح ہوسکتا ہے؟ جواب یہ ہے: ہوسکتا ہے اس طرح کہ لڑکی خود، یا اس کی مرضی سے اس کا وکیل لڑکے کو لکھ دے کہ فلاں لڑکی تمہارے نکاح میں دی اور لڑکا اس خط کو گواہوں کے سامنے پڑھ کر سناوے اور پھر ان گواہوں کے سامنے قبول کرے۔

ينعقد ... بكتابة ... غائب بشرط اعلام الشهود بما فی الكتاب. (الدرالمختار: ۱۸۰)

التماس ہے کہ جواب مذکور (مع تکمیل عبارت) وصحیح ترجمہ بہ ثبت مہر تصدیق فرما کر ہدیہ تشکر قبول فرمایا جائے۔

(المستفتی: شیر محمد قریشی کہوٹہ، راولپنڈی، ۱۲/۴/۱۹۷۲ء)

الجواب

مکمل عبارت یہ ہے:

ولا بكتابة حاضر، بل غائب بشرط إعلام الشهود بما فی الكتاب ما لم يكن بلفظ الأمر فيتولی الطرفين، فتح. (هامش ردالمحتار: ۳٤٦/۲)(۳)

یعنی مجلس نکاح میں حاضر شخص کا نکاح خط وکتابت کے ذریعہ درست نہیں ہے؛ بلکہ صرف غائب شخص کا نکاح

---

(۱) رد المحتار، كتاب النكاح، مطلب: التزوج بارسال كتاب: ۱۲/۳، سعيد

(۲) قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنكح زوجا غيره﴾ (سورة البقرة: ۲۳۰)

"عن عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها: "أن رجلا طلق امرأته ثلثا، فتزوجت، فطلق، فسئل النبی صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم: أتحل للأول؟ قال: "لا، حتی يذوق عسيلتها كما ذاق الأول". (صحيح البخاری، كتاب الطلاق، باب من أجاز الطلاق الثلاث: ۷۹۱/۲، قديمی)

(۳) الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار: ۲۸۸/۲، كتاب النكاح

بذریعہ خط وکتابت درست ہے، بشرطیکہ مرسل الیہ گواہوں کو خط کے مضمون سے آگاہ کرے؛ لیکن اگر مرسل نے خط میں امر کا صیغہ لکھا، مثلاً میرا نکاح اپنے ساتھ منعقد کرو تو اس مضمون سے گواہوں کو خبردار کرنا ضروری نہیں؛ بلکہ یہ کافی ہے کہ گواہوں کے سامنے کہہ دے کہ میں نے مثلاً فلانہ کو نکاح میں قبول کیا۔ وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲۷۳/۴)

نکاح بذریعہ خط:

سوال: یہاں پر ایک محترم کا نواسہ مسمی زید لندن میں ہے اور ان کی پوتی فاطمہ یہاں ہندوستان میں ہے، دونوں کی منگنی تو کئی سال سے ہوچکی ہے، ان دونوں میں نکاح کا سوال درپیش ہے، بغیر نکاح کی اسناد کے پاسپورٹ نہیں بن سکتا، اب ان کے نکاح کی کیا صورت اختیار کی جائے؟

الجواب

صورت مسئولہ میں زید فاطمہ کو لکھے کہ میں نے تیرے ساتھ اپنا نکاح کرلیا، وہ خط جب عورت کو پہنچے تو وہ شرعی گواہوں کے سامنے کہے کہ یہ خط میرے پاس آیا ہے اور میں اس لڑکے سے نکاح کرتی ہوں تو یہ ایجاب وقبول صحیح ہوجائے گا، یا لڑکی لڑکے کو خط لکھے کہ میں نے اپنی ذات تمہارے نکاح میں دے دی ہے، اس خط کو لڑکا شرعی گواہوں کے سامنے پڑھے اور کہے کہ میں نے اس خط کو منظور کرلیا تو یہ ایجاب وقبول صحیح ہوجائے گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ولو أرسل إليها رسولاً أو كتب إليها بذلك كتاباً فقبلت بحضرة شاهدين سمعاً كلام الرسول وقراءة الكتابة جاز لاتحاد المجلس من حيث المعنى. (۲/۲، کتاب النکاح) فقط واللہ اعلم بالصواب

(فتاویٰ رحیمیہ: ۸/)

بذریعہ خط ایجاب وقبول سے نکاح کب درست ہوگا:

سوال: فاطمہ ایک عاقلہ بالغہ نوجوان خواندہ لڑکی ہے، مسائل شرعی سے بھی واقفیت رکھتی ہے، راجپوت قوم سے ہے، جس کے یہاں اب تک یہ رسم ہندوانہ چلی آتی ہے کہ وہ ایک گوت میں رشتہ ناتہ نہیں کرتے، لڑکی خود ایک لڑکے سے جو انھیں کے وت میں ہے، اپنا نکاح کرنا چاہتی ہے، گویا برادری کی رو سے نکاح نہیں کرسکتی، باقی دینی لحاظ سے لڑکا اس کا بالکل کفو ہے، اب یہ لڑکی چاہتی ہے کہ میں پہلے اس کے ساتھ خفیہ نکاح کرلوں اور بعد میں اس کا اظہار کردوں، بعد میں والدین مجبور ہوکر نکاح کو مان لیں گے، اب یہ لڑکی گاؤں کے گواہاں تو برائے نکاح نہیں کرسکتی؛ کیوں کہ پہلے ہی راز افشا ہونے کا خوف ہے؛ اس لیے لڑکی خود اپنے ہاتھ سے اپنا مکمل حال اور ایجاب لکھ کر دیتی ہے کہ لڑکا کہیں دوسری جگہ جا کر گواہوں کے روبرو ایجاب پڑھ کر سنادے اور وہ قبول کرے اور اسی کاغذ پر لکھ دے۔ آیا اس طور سے نکاح منعقد ہوجاوے گا، یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں اگر مرد اس ایجاب مکتوب از جانب عورت کو دو گواہوں کے سامنے پڑھ کر سنا دیوے اور انہیں گواہوں کے سامنے قبول کرے تو نکاح منعقد ہو جاوے گا، (۱) اور ایک صورت جواز کی یہ ہے کہ وہ عورت اس مرد کو وکیل اپنے نکاح کا بنا دیوے؛ یعنی یہ کہہ دے کہ میں نے تجھ کو اختیار دیا کہ اپنا نکاح مجھ سے کرے اور مرد روبرو دو گواہوں کے اس کو ظاہر کر کے انھیں گواہوں کے سامنے قول کرے، یا یہ کہہ دے کہ میں نے اس عورت سے اپنا نکاح کرلیا، تب بھی نکاح منعقد ہو جاوے گا۔ (کذا فی الشامی وغیرہ) (۲)

اور چوں کہ یہ نکاح کفو میں ہے، لہٰذا اس کی صحت کے لیے اجازت اولیا کی ضرورت نہیں ہے۔ (کذا فی الدر المختار) (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۸۹/۷-۹۹)

جواز نکاح بالکتابت کی ایک صورت:

سوال: بعد از نیاز و آداب والسلام علیکم کہ عرض ہے کہ اگر کوئی عورت بالغہ بیوہ ایجاب اپنے ہاتھ سے اس طرح لکھ کر مرد کو دے دے کہ مسماۃ فلانہ یعنی کاتبہ آپ کا نکاح مسمی فلان یعنی مکتوب الیہ سے کیا، باین قدر مہر، پھر مکتوب الیہ وہ ایجاب دو گواہوں کو پڑھ کر سناوے اور اپنا قبول بھی ان کو سنا دے تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا، یہ نہ؟

حضرت بندہ نے علما سے سنا ہے، یا کسی میں دیکھا ہے کہ کتابت بمنزلہ کلام کے ہے، جب ایسا ہے تو سامعین کلامہما معاً جو کہ شرط انعقاد نکاح کا ہے، متحقق ہو گیا تو چاہیے کہ نکاح بھی متحقق ہو جاوے؟

الجواب

ہاں اس طرح نکاح صحیح ہو جاتا ہے، جب کہ خط سنا کر اپنا قبول شاہدین کے سامنے بیان کر دے۔

وسماع الشاهدين كلام المتعاقدين شرط انعقاد النكاح فلو قرأ الكتاب على الشهود وقالت: إن فلانا كتب إلي يخطبني فاشهدوا زوجت نفسي منه بمحضر من الشهود لا ينعقد النكاح، فإن الشهود لم يسمعوا كلام الزوج. (كذا في الخلاصة: ۴۹/۳)

۲۲/رجب محرم ۱۳۴۷ھ (امداد الاحکام: ۲۲۸/۳)

---

(۱) وأفاد المصنف أن انعقاد النكاح بكتاب أحدهما يشترط فيه سماع الشاهدين قراءة الكتاب مع قبول الآخر. (البحر الرائق، كتاب النكاح: ۹۵/۳، ظفير)

(۲) وإذا أذنت المرأة للرجل أن يزوجها من نفسه فعقد بحضرة شاهدين جاز. (الهداية، فصل في الوكالة: ۳۰۲/۲ ظفير)

(۳) فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي ... وله الاعتراض في غير الكفء. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الولي: ۴۰۷/۲، ظفير)

دوتین آدمیوں کے سامنے عورت نے ایجاب لکھ کر بھیج دیا اور مرد نے خط پڑھ کر قبول کیا، کیا حکم ہے:

سوال: ایک عورت نے دوتین آدمیوں کے سامنے ایک شخص کو لکھ کر بھیج دیا کہ میں اپنی راضی سے بالعوض مہر شرعی تمہارے نکاح میں آ چکی، اس نے قبول کرلیا تو یہ نکاح ہو گیا، یا نہیں؟

الجواب

اس میں جواز نکاح کی صورت یہ لکھی ہے کہ جس مرد کو عورت نے ایسا لکھا ہے، وہ دو گواہوں کے سامنے عورت کی تحریر کو سنا کر یہ کہے کہ میں نے قبول کیا، غرض دو گواہوں کا ہونا اور اعادہ تحریر عورت کا کرنا اور اس کے بعد۔۔۔روبرو دو گواہ کے قبول کرنا شرط جواز ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۰/۷)

مذکورہ ذیل صورت میں نکاح ہوا، یا نہیں:

سوال: صغریٰ نے ایک پرچہ لکھ کر زید کو دیا، اس بات کا کہ میں اس بات کا اقرار کئے دیتی ہوں کہ میرا نکاح زید کے ساتھ ہو گیا، آپ اس کو منظور کریں گے، یا نہیں؟ زید نے کہا کہ بسم اللہ میں ضرور منظور کرلوں گا، جانبین سے مکرر سہ کرر اس بات کا اقرار ہو گیا، اس کے بعد صغریٰ کے بھائی نے صغریٰ کے ایک چھڑی ماری، صغریٰ کے چلانے سے مجمع زیادہ ہو گیا، اسی مجمع میں صغریٰ نے اقرار کرلیا کہ میرا نکاح زید کے ساتھ ہو گیا ہے، اس صورت میں نکاح منعقد ہوا، یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں جو پرچہ لکھ کر صغریٰ نے زید کو دیا اور زید نے اس کو منظور کیا، اس سے منعقد نہیں ہوا؛ کیوں کہ شہود کے سامنے نہ وہ رقعہ پڑھا گیا، نہ زید قبول کیا، پس وہ لغو ہوا، اب رہا صغریٰ کا اقرار نکاح پچیس تیس آدمیوں کے مواجہ میں کہ میرا نکاح زید سے ہو گیا اور زید نے اس سے کہا: بسم اللہ مجھے منظور ہے، اس میں روایت درمختار یہ ہے کہ بعض علما فرماتے ہیں کہ اگر گواہوں کے سامنے اقرار ہوا تو وہ اقرار انشاء نکاح ہو جاوے گا اور نکاح صحیح ہو جاوے گا۔

عبارت درمختار یہ ہے:

ولا بالإقرار على المختار، الخ، لأن الإقرار إظهار لما هو ثابت وليس بإنشاء وقيل: إن كان بمحضر من الشهود وصح كما يصح بلفظ الجعل وجعل الإقرار إنشاءً وهو الأصح، ذخيرة.(۲)

---

(۱) قال: ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب وصورته أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب احضرت الشهود وقرأته عليهم وقالت زوجته نفسي منه أو تقول إن فلانا كتب إلي يخطبني فاشهدوا إلى زوجت نفسي منه أما لو لم تقل بحضرتهم سوى زوجت نفسي من فلان لا ينعقد لأن سماع الشطرين شرط صحة النكاح وبإسماعهم الكتاب أو التعبير عنه منها قد سمعوا الشطرين. (ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب التزوج بارسال كتاب: ۳٦٤/۲، ظفير)

(۲) الدر المختار على هامش ردالمحتار كتاب النكاح: ۳٦٥/۲، ظفير

شامی نے ذخیرہ کی عبارت نقل فرما کر صاحب فتح القدیر علامہ ابن الہمام کا یہ فیصلہ قاضی خاں کے حوالے سے نقل فرمایا ہے کہ اگر اقرار روبرو دو گواہوں کے اس صیغہ سے ہو کہ عورت کہے: یہ میرا شوہر ہے اور مرد کہے: یہ میری بیوی ہے تو نکاح منعقد ہو جاوے گا اور اگر اقرار اس طریق سے ہو کہ عورت کہے: میرا نکاح اس مرد سے ہو گیا ہے اور مرد بھی ایسا کہے تو نکاح منعقد نہ ہوگا؛ کیوں کہ یہ خبر کاذب ہے، عبارت ذخیرہ وقول فتح القدیر یہ ہے:

وهذاالإقرار بمنزلة إنشاء النكاح لأنه مقرون بالعوض فهوعبارة عن تمليك مبتدء في الحال،فإن كان بمحضر من الشهود صح النكاح وإلافلا في الأصح،انتهٰى ملخصاً، وقال في الفتح: قال قاضي خان: وينبغي أن يكون الجواب على التفصيل:إن أقرا بعقد ماض ولم يكن بينهما عقد، لا يكون نكاحاً وإن أقرالرجل أنه زوجها وهي أنها زوجته، يكون إنكاحاً ويتضمن إقرارهما الإنشاء بخلاف إقرارهما بماض؛لأنه كذب وهوكماقال أبوحنيفة رضي اللّٰه تعالٰى عنه:إذا قال لامرأته:لست لي امرأة ونوى به الطلاق يقع،كأنه قال:لأني طلقتك،ولوقال: لم أكن تزوجتها ونوى الطلاق لايقع لأنه كذب محض،آه. (۱)

پس اس فیصلہ محقق کے موافق صورت مسئولہ میں نکاح نہیں ہوا؛ کیوں کہ یہاں اقرار بصیغہ ماضی مذکور ہے، دونوں جگہ صغریٰ کا یہ لفظ مذکور ہے کہ میرا زید سے نکاح ہو گیا۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۲/۷-۱۴۴)

میاں بیوی میں دوری ہو تو کتابت کے ذریعہ نکاح ہوسکتا ہے:

سوال: ایک شخص لاہور میں ہے اور عورت مثلاً پشاور میں ہے تو کیا بذریعہ خط و کتابت نکاح ان کا منعقد ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ خط بذریعہ رجسٹری، یا دو پیسہ کا ٹکٹ لگا کر، یا آدمی کے ہاتھ بھیجا جاوے؟

الجواب

بذریعہ کتاب نکاح ہوسکتا ہے۔ ایک صورت اس کی یہ بھی ہے کہ عورت مرد کو، یا مرد عورت کو اپنے نکاح کا وکیل بذریعہ خط وغیرہ بنا دیوے، پس اگر مکتوب الیہ روبرو دو گواہوں کے اس مضمون کو ادا کر کے نکاح اپنے سے کر لے تو نکاح ہو جاوے گا۔

في الشامي (قوله لو حاضرين) احترز به عن كتابة الغائب، لما في البحرعن المحيط:الفرق بين الكتاب والخطاب أن في الخطاب لوقال:قبلت في مجلس آخر لم يجز وفي الكتاب يجوز. (۲)

وفيه أيضاً:قال في الفتح:ومن اشترط السماع ماقدمناه في التزوج بالكتاب من أنه لابد من سماع الشهود ما في الكتاب المشتمل على الخطبة بأن تقرأه المرأة عليهم أوسماعهم العبارة

(۱) الدرالمختارعلى هامش ردالمحتاركتاب النكاح: ۳٦۵/۲،ظفير

(۲) ردالمحتاركتاب النكاح: ۳٦٦/۲،ظفير

عنه بأن تقول: إن فلانا كتب إلى يخطبني ثم تشهدهم أنها زوجته نفسها، آه؛ لكن إذا كان الكتاب بلفظ الأمر بأن كتب: زوّجي نفسک منی لايشترط سماع الشاهدين لمافيه بناء على أن صيغة الأمر توكيل لأنه لايشترط الإشهاد على التوكيل، الخ. (۱)

پس جب کہ معلوم ہوا کہ بذریعہ خط وکتابت بھی نکاح ہوسکتا ہے تو خط جس طریق سے بھی بھیجا جاوے، سب برابر ہے؛ مگر یہ ضروری ہے کہ خط اسی کا ہوا، دھوکہ نہ ہو۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۱۴۴)

دور ہوتے ہوئے عقد نکاح کی کیا صورت ہے:

سوال: میرے ایک عزیز ہے، جو کہ ولایت بغرض تعلیم گئے ہوئے ہیں، میرے ایک عزیز کی نسبت پیغام شادی دیا ہے؛ لیکن عزیزہ کے رشتہ دار بغرض اطمینان یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح یہ رشتہ عقد کے ذریعہ سے مستحکم ہوجاوے، ولایت سے یہاں آنے میں تعلیم کا سخت نقصان ہے، زیرباری کا خیال ہے، لڑکا و لڑکی دونوں بالغ ہیں۔ کیا کسی صورت سے عقد ہوسکتا ہے؟

الجواب

اس کی صورت جواز کی یہ ہے کہ لڑکے کا ولی، یا کوئی رشتہ دار، یا غیر رشتہ دار ولایت ان کو لکھیں کہ ہم تمہاری شادی فلاں شخص کی دختر سے اس قدر مہر پر کرنا چاہتے ہیں، تم اپنی اجازت لکھ بھیجو، پس ان کی اجازت آنے پر جس کو وہ اجازت دیویں، یہاں شاہدین کے سامنے ایجاب وقبول باضابطہ ان کی طرف سے کرلیا جاوے، نکاح منعقد ہوجاوے گا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۷/۱۵۱)

جو دور دراز سے مجبوری کی وجہ سے نہ آسکتا ہو، اس کی شادی کس طرح انجام دی جائے:

سوال: ایک شخص دور دراز اپنے وطن میں رہتا ہے، گورنمنٹی ملازمت ہے، اس کی شادی کے دن قریب آگئے ہیں، رخصت منظور نہیں ہوتی تو بذریعہ خط اس کی شادی ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

دور سے بذریعہ خط وکتابت بھی نکاح ہوسکتا ہے۔ (۳) اس کی صورت یہ ہے کہ جو شخص جو نکاح کا ارادہ رکھتا ہے،

---

(۱) ردالمحتار، کتاب النکاح: ۲/۳۷۵، ظفیر

(۲) يصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضر الشهود. (عالگیری مصری: ۱/۲۳۱، ظفیر)
ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب. (ردالمحتار، كتاب النكاح: ۲/۳٦٤، ظفير)

(۳) قال: ينقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب وصورته أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب احضرت الشهود وقرأته عليهم، الخ. (ردالمحتار، كتاب النكاح: ۲/۳٦٤، ظفير)

اپنی طرف سے کسی کو وکیل بنادے کہ میرا نکاح فلاں لڑکی سے کردو، وہ شخص وکیل عورت کے سامنے، یا اس کے وکیل کے سامنے جا کر روبرو دو گواہوں کے یہ کہے کہ میں نے فلاں مرد کا نکاح فلاں عورت سے بقدر اس قدر مہر کے کیا اور عورت، یا اس کا وکیل قبول کرلے، یا عورت کی طرف سے ایجاب ہو اور مرد کا وکیل قبول کرے، بہر حال یہ صورت بھی جواز نکاح کی ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۶۰/۷)

ٹیلفون کے ذریعہ سے نکاح:

سوال: ایک شخص امریکہ میں تعلیم پا رہا ہے، وہ شادی کرنا چاہتا ہے، ہندوستان آنے کے لیے بہت روپیہ اور وقت خرچ ہوگا؛ اس لیے وہ چاہتا ہے کہ بذریۂ ٹیلیفون، یا دوسرے ذریعہ سے نکاح کرے تو امریکہ میں چند معتبر لوگوں کے سامنے بذریعہ ٹیلیفون قبول کرسکتا ہے، کیا اس طرح نکاح درست ہوگا؟ فقط

الجواب ———————— حامداً و مصلیاً

جو شخص امریکہ میں ہے، وہاں بذریۂ ٹیلیفون، یا دیگر ذرائع (خط، تار وغیرہ) سے کسی کو ہندوستان میں اپنا وکیل بنادے کہ وہ اس کی طرف سے فلاں لڑکی کے نکاح کو قبول کرلے، پھر یہاں مجلسِ نکاح منعقد کی جائے اور قاضی صاحب، یا لڑکی کے والد وغیرہ جو بھی نکاح پڑھائیں، وہ کہیں کہ "میں فلاں لڑکی کا نکاح فلاں شخص سے جو کہ امریکہ میں ہے کیا" اور وکیل کہے کہ "میں نے اس لڑکی کو فلاں کے نکاح میں قبول کیا" پس اس سے نکاح منعقد ہوجائے گا اور صحیح ہوجائے گا۔(۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۳/۲۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۷۸/۱۰-۶۸۰)

ٹیلی فون پر نکاح کی شرعی حیثیت:

سوال: ٹیلی فون پر آج کل نکاح ہوتا ہے، کیا یہ درست ہے اور نکاح ہوجاتا ہے؟

---

(۱) وإذا أذنت المرأة للرجل أن يزوجها من نفسه فعقد بحضرة شاهدين جاز وقال زفر والشافعي: رحمهما الله لايجوز، لهما أن الواحد لا يتصور أن يكون مملكا ومتملكا كما في البيع إلا أن الشافعي رحمه الله يقول في الولي ضرورة لأنه لا يتولاه سواه ولا ضرورة في حق التوكيل، ولنا: أن الوكيل في النكاح معبر وسفير والمانع في الحقوق دون التعبير ولاترجع الحقوق إليه. (الهداية، فصل في الوكالة بالنكاح: ۳۰۲/۲. ظفير)

(۲) "بعض ٹیلیفون سیٹ ایسے ہوتے ہیں، جن میں صرف ایک ہی بندہ سن سکتا ہے، باقی شرکاء مجلس نہیں سن سکتے اور بعض ایسے سیٹ ہوتے ہیں، جن میں یہ سہولت ہوتی ہے کہ تمام شرکاء مجلس بات کو سن سکتے ہیں، لہٰذا جس ٹیلیفون میں یہ سہولت موجود ہو تو اس میں عقد نکاح درست ہوگا اور جس میں یہ سہولت میسر نہ ہو، اس میں عقد نکاح درست نہیں ہوگا۔ (راجع للتفصیل: خیر الفتاوی، کتاب النکاح، عنوان: "فون پر ایجاب وقبول کا حکم"، ص: ۳۶۹، ۳۷۰، ملتان)

الجواب

نکاح میں چوں کہ یہ ضروری ہے کہ دو گواہ مجلس نکاح میں حاضر ہوں اور ایجاب وقبول دونوں سنیں؛(۱) اس لیے ٹیلی فون پر نکاح درست نہیں ہوتا، اگر دوسرے شہر، یا ملک میں نکاح کرنا ہوتو اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس شہر میں کسی شخص کو اپنے نکاح کا وکیل مقرر کردیں، وکیل اس کی طرف سے دوسرے فریق کے ساتھ دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرے، اس طرح نکاح صحیح ہوجائے گا۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۲۶/۱۰/۱۴۰۱ھ۔ (فتاویٰ عثمانی:۲/۳۰۴) ☆

موبائل فون پر نکاح وطلاق:

سوال: کیا سعودی اور دوبئی میں رہنے والا موبائیل فون پر نکاح کرسکتا ہے؟ طلاق دے سکتا ہے؟

(سید حفیظ الرحمٰن، پھولا نگ)

الجواب

نکاح کے لیے ضروری ہے کہ ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہو؛ اس لیے موبائیل پر نکاح کرنا درست نہیں، البتہ نکاح کا وکیل بنایا جاسکتا ہے اور وکیل اپنے موکل کی طرف سے ایجاب، یا قبول کرسکتا ہے، اس طرح نکاح منعقد ہوجائے گا۔(۲) طلاق کے سلسلہ میں صحیح طریقہ تو یہ ہے کہ ایک دوسرے کو ملاقات کر کے سمجھائیں، اگر طلاق ناگزیر

(۱) فی الدر المختار، کتاب النکاح (۹/۳): وینعقد بایجاب من أحدهما وقبول من الآخر.
وفیه أیضاً (۲۱/۳): وشرط شاهدین حرین أو حر وحرتین مکلفین سامعین قولیهما معا.
وفی الهدایة (۳۰۶/۲،طبع شرکة علمیة): ولا ینعقد نکاح المسلمین إلا بحضور شاهدین حرین عاقلین بالغین مسلمین.
وفی الهندیة،کتاب النکاح، الفصل الأول (۲۶۸/۱): ومنها سماع الشاهدین کلامهما معا،هکذا فی فتح القدیر.

☆ **ٹیلی فون پر نکاح کا حکم:**

سوال: ٹیلی فون پر نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ بصورت اول کن شرطوں کے ماتحت؟

الجواب

ٹیلی فون پر نکاح نہیں ہوسکتا، کیونکہ دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول اس میں شرعی شرائط کے مطابق ممکن نہیں۔(فی الدر المختار، کتاب النکاح (۲۱/۳):وشرط حضور شاهدین حرین أو حر وحرتین مکلفین سامعین قولهما معا.وفی الهدایة (۳۰۶/۲، طبع شرکة علمیة): ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاهدین حرین عاقلین بالغین مسلمین. وفی الهندیة، کتاب النکاح الفصل الأول (۲۶۸/۱): ومنها سماع الشاهدین کلاهما معا،هکذا فی فتح القدیر)البتہ غیر ممالک میں رہنے والے اگر نکاح کرنا چاہیں تو اس کی یہ صورت ممکن ہے کہ جس شہر میں لڑکی موجود ہو، اس شہر کے کسی آدمی کو لڑکا اپنا وکیل بنادے اور اس سے کہہ دے کہ میرا نکاح فلاں لڑکی سے کردو، اب یہ وکیل دو گواہوں کی موجودگی میں لڑکی، یا اس کے وکیل کے ساتھ ایجاب وقبول کرلے۔ واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۵/۱۱/۱۴۰۱ھ۔ (فتاویٰ عثمانی:۲/۳۰۵)

(۲) دیکھئے: الفتاوی الهندیة: ۲۶۹/۱

ہو جائے تو طلاق دیں؛ تاہم طلاق واقع ہونے کے لیے شوہر و بیوی کا ایک جگہ موجود رہنا ضروری نہیں۔ اگر خط، یا کسی اور ذریعہ سے شوہر بیوی تک طلاق کی اطلاع پہنچا دے تو اس سے بھی طلاق کے احکام جاری ہو جاتے ہیں؛ اس لیے موبائل فون کے ذریعہ اگر مرد نے طلاق دی اور اس کی آواز پہچاننے میں کوئی التباس نہ ہو تو یہ بھی طلاق واقع ہونے کے لیے کافی ہے؛ لیکن چونکہ موبائیل پر دی گئی طلاق پر کوئی گواہ نہیں ہوتا اور آواز میں اشتباہ بھی ہوسکتا ہے؛ اس لیے بہتر ہے کہ تحریر کے ذریعہ طلاق دے، یا فون کرتے وقت دو اشخاص کو گواہ بنالے؛ تاکہ آئندہ مرد وعورت کے لیے طلاق کو ثابت کرنا آسان ہو۔ (کتاب الفتاویٰ:۴/۳۰۴-۳۰۵) ☆

ٹیلی فون کے ذریعہ نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل لوگ ٹیلی فون کے ذریعہ نکاح کراتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟ بینوا تو جروا۔ (المستفتی: حاجی رشید الدین واہ کینٹ، ۳۰/۷/۱۹۷۸ء)

الجواب

جو شخص ٹیلی فون کے ذریعہ نکاح کرتا ہو اور وہ لاہور میں ہو اور عورت لندن میں ہو، مثلاً تو یہ شخص اس لڑکی، یا اس کے ولی کو بذریعہ ٹیلی فون کہہ دے کہ اپنی بیٹی کے ساتھ میرا نکاح پڑھے تو وہ گواہوں کے روبرو یہ کہے کہ فلاں نے بذریعہ ٹیلی فون یہ پیغام دیا ہے کہ میرا فلانہ کے ساتھ نکاح پڑھے تو میں نے فلانہ کو فلاں کے نکاح میں دے دیا، خواہ یہ ولی (والد) لاہور والے کو کلام بذریعہ ٹیلی فون سنادے، یا نہ سنادے، نکاح منعقد ہوگا۔ (ماخوذ از فتح القدیر بحوالہ شامی:۲/۲۶۳)(۱) وھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۴/۲۷۳)

☆ **فون پر نکاح:**

سوال: ۲۵/جولائی کے ''روز نامہ منصف'' میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ بہار کی تسلیم انور کا نکاح سعودی عرب میں مقیم ذکی امام سے ٹیلیفون پر ہوا ہے، جب کہ فقہ کی کتابوں میں شادی کے لیے چار شرائط کو ضروری قرار دیا گیا ہے، جس میں سے ایک شرط یہ ہے کہ دولہا دلہن ایک ہی محفل میں ہوں۔ (سیدہ فاطمہ، مستعد پورہ)

الجواب

ٹیلیفون پر نکاح سے متعلق مسئلہ اس سے پہلے بھی آچکا ہے، حاصل یہ ہے کہ اگر ٹیلیفون ہی پر عاقدین میں سے ایک نکاح کی پیشکش کرے اور دوسرا اسے قبول کرے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا؛ کیوں کہ نکاح کے درست ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ایک ہی مجلس میں ایجاب وقبول ہو اور اسی مجلس میں گواہان ایجاب وقبول کو سنیں، البتہ اگر عاقدین میں سے ایک شخص سعودی عرب میں ہو اور وہ ٹیلیفون کے ذریعہ ہندوستان میں کسی کو اپنے نکاح کا وکیل بنادے اور وکیل دو گواہوں کے سامنے اپنے مؤکل کی طرف سے نکاح کا ایجاب کرے اور دوسرا فریق اسے قبول کرے تو نکاح منعقد ہو جائے گا؛ کیوں کہ اس صورت میں ایک ہی مجلس میں ایجاب وقبول پایا گیا، کتب فقہ میں اس کی نظیر موجود ہے۔ (دیکھئے: الفتاوی الهندية: ۱/۲۶۹)(کتاب الفتاویٰ:۴/۳۰۵)

(۲) قال العلامة ابن عابدين: (قوله بل غائب)الظاهر أن المراد به الغائب عن المجلس وإن كان حاضراً ==

ٹیلیفون پر نکاح کا حکم:

سوال: اگر مجلس میں ایجاب وقبول ٹیلیفون کے ذریعے ہو، جب کہ نکاح کے گواہ اور حاضرین مجلس نکاح اس ایجاب وقبول کو سن بھی لیں تو کیا اس سے نکاح ہو جائے گا؟

الجواب

آج کل ٹیلیفون سیٹ کئی قسم کے ملتے ہیں، مثلاً:

(۱) وہ ٹیلیفون سیٹ جس سے صرف ایک آدمی آواز سن سکتا ہے۔

(۲) وہ ٹیلیفون سیٹ جن کے ذریعے بات کرنے والے ایک دوسرے کی تصویر بھی دیکھ سکتے ہیں۔

(۳) وہ ٹیلیفون سیٹ جن کے ذریعے بات چیت کرنے والوں کی آواز حاضرین مجلس بھی سن سکتے ہیں۔

اول الذکر میں نکاح منعقد نہ ہوگا؛ اس لیے کہ گواہوں کے لیے ایجاب وقبول کا ایک ساتھ سننا ضروری ہے، جو یہاں مفقود ہے اور آخیرین میں چوں کہ شہادت کے تمام تقاضے پورے ہو سکتے ہیں، لہٰذا نکاح درست ہے۔

قال العلامة الحصكفي: وشرط حضور شاهدين حرين أوحر وحرتين مكلّفين سامعين قولهما معًا على الأصح. (الدر المختار علیٰ هامش ردّ المحتار، كتاب النكاح: ۲۷۲/۲)

وفي الهندية: ومنها سماع الشاهدين كلا مهمامعاً هٰكذافي فتح القدير فلاينعقد بشهادة نائمين إذا لم يسمعاً كلام العاقدين. (الفتاوی الهندية: ۲۶۸/۱، كتاب النكاح،الفصل الأوّل) (فتاویٰ حقانیہ: ۳۱۲/۴)

فون پر نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک لڑکا اور لڑکی نے فون پر بلا کسی گواہ کے بات کرتے ہوئے آپس میں یہ الفاظ کہے کہ کیا تم نے بغیر کسی زور زبردستی بغیر کسی دباؤ کے میرے ساتھ نکاح قبول کیا، لڑکی نے جواباً تین بار کہا: میں نے قبول کیا، ایسے ہی لڑکی نے لڑکے سے کہا اور لڑکے نے تین بار قبول کیا۔

(المستفتی: عبداللہ، مرادآباد)

== في البلد ...وصورته أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب أحضرت الشهود وقراء ته عليهم وقالت زوجت نفسي منه أوتقول إن فلاناً كتب إلیّ يخطبني فاشهدوا أني زوجت نفسي منه اما لو لم تقل بحضرتهم سوى زوجت نفسي من فلان لا ينعقد لان سماع الشطرين شرط صحة النكاح وباسماعهم الكتاباو التعبير عنه منها قد سمعوا الشطرين بخلاف ما اذا انتفيا قال في المصفى هذا اى الخلاف اذا كان الكتاب بلفظ التزوج اما اذا كان بلفظ الامر كقوله زوجي نفسک مني لا يشترط اعلامها الشهود بما في الكتاب لانها تتولى طرفي العقد بحكم الوكالة ونقله عن الكامل وما نقله من نفي الخلاف في صورة الامر لا شبهة فيه على قول المصنف والمحققين اما على قول من جعل لفظة الامر ايجابا كقاضي خان على ما نقلناه عنه فيجب اعلامها اياهم ما في الكتاب. (ردالمحتار هامش الدر المختار: ۲۸۸/۲، مطلب التزوج بارسال كتاب)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

فون پر محض ایجاب وقبول سے نکاح کا انعقاد نہیں ہوتا؛ کیوں کہ مسئولہ صورت میں نکاح کی دو اہم شرطیں عاقدین کا، یا ان کے وکیل کا ایک مجلس میں موجود ہونا اور دو گواہوں کا مجلس عقد میں موجود ہونا مفقود ہیں۔

ومن شرائط الإيجاب والقبول اتحاد المجلس. (شامي، زكريا: ٧٦/٤، كراچی: ١٤/٣)

وشرائط الإيجاب والقبول فمنها اتحاد المجلس، إذا كان الشخصان حاضرين، فلو اختلف المجلس لم ينعقد. (البحر الرائق، كراچی: ٨٣/٣، زكريا: ١٤٨/٣)

وشرط حضور شاهدين حرين أو حر و حرتين مكلفين سامعين قولهما معاً. (تنوير مع الشامي، زكريا: ٨٧/٤، ٩١، كراچی: ٢١/٣-٢٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۸/صفر المظفر ۱۴۳۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۹۸۹۶/۳۸)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۱/۲/۲۱ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۱۵/۱۳-۱۱۶) ☆

☆ **ٹیلیفون پر نکاح:**

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ٹیلیفون کے ذریعہ نکاح درست ہے، یا نہیں؟ مثلاً لڑکا دہلی میں رہتا ہے اور لڑکی ممبئی میں تو اب ان دونوں کے درمیان ٹیلیفون کے ذریعہ نکاح درست ہوگا، یا نہیں؟ اگر درست ہے تو مہربانی فرما کر صورت درستگی تحریر فرمائیں۔　(المستفتی: نظر الاسلام، تریپورہ)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

ٹیلیفون پر نکاح جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ نکاح کی صحت کے لیے مجلس عقد اور حضور شاہدین شرط ہے، جو ٹیلیفون کی صورت میں ممکن نہیں ہے؛ اس لیے ٹیلیفون پر نکاح نہ ہوگا؛ البتہ ٹیلیفون پر نکاح کے لئے یہ صورت ہوسکتی ہے کہ ٹیلیفون کے ذریعہ لڑکا، یا لڑکی کی جانب سے کسی متعارف آدمی کو وکیل بنادیا جائے، پھر وہ متعارف شخص دو گواہوں کے سامنے لڑکا، یا لڑکی، یا ان کے اولیا سے ایک مجلس میں ایجاب وقبول کرلے، پھر اس کی اطلاع ٹیلیفون پر دوسرے کو دے دی جائے تو اس طرح نکاح صحیح ہوسکتا ہے۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ قدیم: ۳۳۲/۳، ۱۳۲/۳، جدید زکریا: ۱۸۳/۸، محمودیہ قدیم: ۱۶۲/۱۱، ڈابھیل: ۶۸۰/۱۰)

ومن شرائط الإيجاب و القبول اتحاد المجلس. (الدرالمختار، كراچی: ١٤/٣، زكريا: ٧٦/٤)

وشرط حضور شاهدين. (الدرالمختار مع رد المحتار، زكريا: ٨٧/٤، كراچی: ٢١/٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۵/محرم الحرام ۱۴۲۲ھ (فتویٰ نمبر: الف ۶۹۹۶/۳۵)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۲۲/۱/۵ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۱۶/۱۳-۱۱۷)

کیا ٹیلی فون پر نکاح ہوجائے گا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ٹیلی فون پر نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ گواہی اور ایجاب وقبول کی کیا صورت ہوگی؟ قاضی لڑکے کے پاس، یا لڑکی کے پاس نکاح پڑھائے گا؟ جواب عالی سے نواز کر عند اللہ ماجور ہوں۔　(المستفتی: محمد انعام احمد ایٹہ) ==

فون پر نکاح کی شرعی حیثیت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ٹیلی فون پر نکاح کے بارے میں فتاوی عثمانی :۲/۳۰۴ر میں ناجائز لکھا ہے؛ مگر خیر الفتاوی: ۴/۳۷۰، مطبوعہ الحق ممبئی ، بعنوان ''فون پر ایجاب وقبول کا حکم وجواب مذکور پر موصول ہونے والی تحریر کا جواب'' میں ہے:

الجواب: دراصل فون دوطرح کے ہیں:ایک وہ کہ اس کی آواز صرف وہی شخص سن سکتا ہے، جس نے فون اٹھایا ہو۔ دوسرا وہ فون ہے، جس کی آواز سب حاضرین کو سنائی دیتی ہے۔

پہلی قسم کے فون پر نکاح منعقد نہ ہوگا؛ کیوں کہ ایجاب وقبول کو معاً دونوں گواہوں کا سننا شرعاً ضروری ہے، اس فون پر معاً سننا نہ ہوگا؛ بلکہ علی التعاقب ہوگا۔ درمختار میں ہے:

وشرط حضور شاهدين حرين، أوحر وحرتين، مكلفين سامعين قولهما معاً. (ردالمحتار، كراتشي:۳/۲۱-۲۲، زكريا:٤/۸۷-۹۱)

چوں کہ عموماً فون ایسے ہی ہیں؛اس لیے نکاح کے عدم انعقاد کا قول کہا گیا ہے، دوسری قسم کے فون میں چونکہ مذکورہ شرط پائی جائے گی؛اس لیے نکاح منعقد ہوجائے گا،فون کے ذریعہ جو براہ راست آواز آتی ہے، اسے رسول کے پیغام ایجاب، یا خط کے مضمون کے اعادہ کی طرح قرار دیں گے؟ اس بارے میں مفتیان شاہی کی کیا رائے ہے؟ امید کہ مدلل جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں گے۔ (المستفتی: محمد ابراہیم، تری پورہ)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ———— وبالله التوفيق

تحریر کردہ صورت میں صحیح شرعی حکم یہ ہے کہ فون پر ایجاب وقبول کی صورت میں مطلقاً نکاح منعقد نہ ہوگا، خواہ فون

== **باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ———— وبالله التوفيق**

ٹیلی فون پر نکاح ہوسکتا ہے، اس کی شکل یہ ہے کہ جو شخص نکاح کرنا چاہتا ہے، وہ بذریعہ ٹیلی فون، یا دیگر ذرائع سے لڑکے والے لڑکی کے یہاں کسی کو وکیل بنادیں، یا لڑکی والے لڑکے کے یہاں کسی کو وکیل بنادیں، پھر یہ وکیل دو گواہوں کے سامنے اپنے موکل کی طرف سے نکاح کا ایجاب، یا قبول کرلے، اس کے بعد پھر اس نکاح کی اطلاع ٹیلی فون پر اپنے موکل کو کردے تو اس طریقہ سے ٹیلی فون پر نکاح ہوسکتا ہے؛ لیکن ٹیلی فون پر اس طرح نکاح جائز نہیں ہے کہ ایک طرف سے ایک کہے کہ میں تمہارے ساتھ نکاح کرتا ہوں اور دوسری طرف سے یہ کہے کہ میں قبول کرتی ہوں چاہے ٹیلی فون کی آواز متعدد لوگوں کو سنائی دیتی ہو؛ اس لیے کہ مجلس ایک نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم:۱۱/۱۶۳، جدید ڈابھیل:۱۰/۲۸۰)

ويصح النكاح بالوكالة ... لأنه عقد ينعقد بالرضا والإنابة. (الفتاویٰ التاتاخانية، كوئٹه: ۳/٥٤، زكريا: ٤/۱۲٦، رقم: ٥۷۲۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۱رصفر المظفر ۱۴۲۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۴/۶۴۸۴)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۱/۲/۱۴۲۱ھ۔ (فتاویٰ قاسمیہ:۱۳/۱۱۷-۱۱۸)

پر صرف قبول کرنے والے نے پہلے کا ایجاب سنا ہو، یا اسپیکر کھول کر ساتھ میں گواہوں نے بھی ایجاب کرنے والے کا کلام سنا ہو، بہر صورت نکاح منعقد نہ ہوگا، وجہ اس کی یہ ہے کہ نکاح کے انعقاد کے لیے شرعاً دو شرطیں لازم ہیں:

اول یہ کہ عاقدین ایک مجلس میں موجود ہوں۔

دوم یہ کہ گواہان ایک ساتھ عاقدین کے کلام کو سنیں اور فون کا اسپیکر کھول کر گواہوں کے بیک وقت جانبین سے ایجاب وقبول سننے کی صورت میں اگر چہ دوسری شرط (گواہان کا ایک ساتھ عاقدین کے کلام کو سننا) پائی جارہی ہے؛ لیکن شرط اول (عاقدین کی مجلس کا اتحاد) مفقود ہے؛ لہٰذا اس طرح نکاح منعقد نہ ہوگا اور زیر بحث مسئلہ میں فون کی آواز کو قاصد اور رسول کے پیغام پر قیاس کرنا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ قاصد کی حیثیت شرعاً وکیل کی سی ہے، لہٰذا وکیل کے کلام کی طرح اس کے پیغام کو ایجاب قرار دیا جائے گا اور فون کی آواز لامحالہ ایجاب کرنے والے کی طرف منسوب مانی جائے گی؛ کیوں کہ فون ایک آلہ غیر مختار ہے۔ بریں بنا فون پر ایجاب وقبول کرنے کی صورت میں اتحاد مجلس کی شرط فوت ہونے کی وجہ سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔

ومن شرائط الإيجاب والقبول اتحاد المجلس لو حاضرين وإن طال. (شامي، زكريا: ٧٦/٤، كراچی: ١٤/٣)

فمنها اتحاد المجلس إذا كان الشخصان حاضرين، فلو اختلف المجلس لم ينعقد. (البحر الرائق، كوئٹه: ٨٣/٣، زكريا: ١٤٨/٣)

وشرط حضور شاهدين... سامعين قولهما معاً. (شامي، زكريا: ٨٧/٤-٩١، كراچی: ٢١/٣-٢٢)

وحكم رسول كوكيل. (شامي، زكريا: ٤٩٩/٤، كراچی: ١٠٠/٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۳/ربیع الاول ۱۴۳۲ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۹/۱۰۳۳۰) (فتاویٰ قاسمیہ: ۱۳/۱۱۸-۱۲۰)

ٹیلی فون پر لڑکی سے اجازت لینا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شادی میری نظر میں عجیب طرح سے ہورہی ہے کہ لڑکی کندرکی میں ہے اور لڑکا دہلی میں رہتا ہے اور دہلی میں اجتماع ہورہا ہے، یہاں سے چند آدمی اجازت لے کر دہلی چلے گئے ہیں اور شادی آج اجتماع میں ہوگی اس حالت میں شادی ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ آپ لکھت میں بتلائیں کہ یہ جائز ہے، یا ناجائز؟ اور کیا فون پر لڑکی سے اجازت لے کر نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

(المستفتی: محمد عارف زیدی ریلوے گارڈ، کندرکی، مرادآباد، یوپی)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــ وبالله التوفيق

جب لڑکی سے مذکورہ افراد باقاعدہ اجازت لینے کے بعد تبلیغی اجتماع میں پہونچ کر وہاں کے امیر کو نکاح پڑھانے کی اجازت دے دیں اور امیر مجمع عام میں نکاح پڑھا دے تو شرعی طور پر ایسا نکاح بلاتردد جائز ہے، اسی طرح اگر لڑکی

سے ٹیلیفون پر اجازت لے لی جائے، اس کے بعد اس کا نکاح اجتماع میں کر دیا جائے تو یہ نکاح بھی بلا تردد جائز اور درست ہو جائے گا۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم: ۱۱/۱۶۲، جدید ڈابھیل: ۱۰/۶۸۰، فتاوی رحیمیہ قدیم: ۵/۲۶۶، جدید زکریا: ۸/۱۴۳)

ولو صرح بالتوكيل فقال وكلتك بأن تزوجني نفسك مني، فقالت: زوجت صح النكاح. (شامي، كتاب النكاح، كراچي: ۳/۱۰، زكريا: ٤/٧٠)

ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب. (شامي، زكريا: ٤/٧٣، كراچي: ٣/١٢)

ويتولّىٰ طرفي النكاح واحد بإيجاب يقوم مقام القبول. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الكفاءة، كراچي: ٣/٩٦، زكريا: ٤/٢٢٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

كتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۹ر رجب المرجب ۱۴۲۱ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۵/۶۸۲۱)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۹/۷/۱۴۲۱ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/۱۲۰-۱۲۱)

فون پر نکاح کی جائز شکل:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ محمد ندیم نے ایک لڑکی شاہین جہاں سے نکاح کیا، نکاح کی صورت یہ پیش آئی کہ امام صاحب نے فون کر کے لڑکی سے اجازت لی، پھر لڑکے محمد ندیم کے تین دوستوں کی موجودگی میں مسجد کے کمرہ میں نکاح پڑھا دیا، اس نکاح کے بعد بیوی شاہین سے ریسٹورنٹ وغیرہ میں ملاقاتیں ہوئیں؛ لیکن تنہائی میں باقاعدہ خلوت صحیحہ نہیں ہوئی، اس نکاح کے آٹھ ماہ بعد محمد ندیم نے اپنی بیوی کو بعض حالات کی بنا پر تین طلاق دے دی، پھر آٹھ نو ماہ بعد بغیر حلالہ کے اسی لڑکی شاہین سے نکاح کر لیا، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ پہلا نکاح صحیح ہوا، یا نہیں اور پھر طلاق کے بعد بغیر حلالہ شرعی جو دوسرا نکاح کر لیا، وہ صحیح ہوا، یا نہیں؟ شرعی حکم تحریر فرمائیں۔　　(المستفتی: محمد ندیم اصالت پورہ، مرادآباد)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

لڑکے کو بلا کر پوری تفصیل زبانی معلوم کر لی گئی ہے اور واقعہ کے مطابق سوال لکھوایا گیا ہے، اب اسی کے مطابق جواب لکھا جا رہا ہے، پہلے نکاح میں امام صاحب نے لڑکی سے فون کر کے نکاح کی اجازت لی ہے، پھر تین آدمی کی موجودگی میں کمرہ میں نکاح پڑھایا گیا ہے اور لڑکی نکاح کی اجازت دینے کا اقرار کرتی ہو تو شرعی طور پر وہ نکاح درست ہو گیا ہے، پھر اس کے بعد سال بھر تک رخصتی نہیں ہوئی ہے اور نہ ہی خلوت صحیحہ ہوئی ہے، صرف کھانے کے ہوٹلوں میں ملاقات ہوئی ہے، ایسی صورت میں شرعاً وہ لڑکی غیر مدخول بہا اور غیر رخصت شدہ ہے، ایسے میں اس نے اسے تین طلاقیں دے دی ہیں تو اس کی دو شکلیں ہے:

(۱)　تین طلاقیں زبانی الگ الگ دی ہیں، یا تحریری الگ الگ تین مرتبہ طلاقیں لکھ دی ہیں تو ایسی صورت میں

پہلی ایک طلاق معتبر ہوگی، اس سے لڑکی پر ایک طلاق بائن واقع ہوکرلڑکی نکاح سے الگ ہوگئی ہے اور باقی دوطلاقیں لغو ہوگئی ہیں؛ اس لیے کہ پہلی طلاق واقع ہوتے ہی لڑکی غیر مدخولہ نکاح سے الگ ہوجاتی ہے اور محل طلاق نہیں رہتی اور اس کے اوپر کسی بھی مرد سے نکاح کرنے کے لیے عدت گزارنا لازم نہیں ہوتا اور نہ ہی حلالہ کی ضرورت ہوتی ہے، لہٰذا اگر یہی شکل پیش آئی ہے تو بعد میں جو بغیر حلالہ کے شاہین کا نکاح جو اس کے ساتھ ہوا ہے، وہ نکاح درست ہوگیا ہے۔

(۲)　اور اگر ایک ہی لفظ میں یہ کہہ دیا ہو کہ میں نے اس کو تین طلاق دے دی، یا اس طرح لکھ دیا ہو کہ میں نے اس کو تین طلاق دی تو پھر بغیر حلالہ کے بعد والا نکاح درست نہیں ہوا اور جامعہ نعیمیہ سے جو جواب لکھوایا گیا ہے، اس میں سوال واقعہ کے مطابق نہیں ہے۔

لو قال لزوجته غير المدخول بها: أنت طالق ثلاثاً،وقعن،لما تقرر أنه متى ذكر العدد كان الوقوع به، وإن فرق بانت بالأولٰى لا إلى عدة ولذا لم تقع الثانية. (شامي مع الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب طلاق غيرالمدخول بها، كراچی: ۲۸٤/۳، زكريا: ٥٠٩/٤-٥١٢)

إن مستبينا على نحو لوح وقع إن نوىٰ. (شامي مع الدرالمختار، كراچی: ۲٤٦/۳، زكريا: ٤٥٦/٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۵؍محرم الحرام ۱۴۳۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۴۰؍۱۰۹۲۷)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۵؍۱؍۱۴۳۴ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳؍۱۲۲-۱۲۳)

فون پر نکاح کی ایک صورت جس میں نکاح نہیں ہوا:

سوال:　زید پاکستان کا باشندہ ہے اور بیرون ملک ملازمت کرتا ہے، اس کا رشتہ ایک خاتون کے ذریعہ ہندہ سے طے ہوا، جو ہندوستانی ہے، ان دونوں کا نکاح ہندوستان میں بذریعۂ ٹیلیفون ہوا، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

زید نے اپنا ایک فوٹو (بیرون ملک) جہاں وہ مقیم ہے سے بھیجا، جس میں وہ ۲۲؍سال کا جوان دکھائی دیتا ہے، ہندہ کی عمر ۱۷؍سال کی ہے، اس کا فوٹو زید کے پاس بھیجا گیا، فوٹو دیکھ کر رشتہ منظور کرلیا گیا، نکاح کی ایک تاریخ مقرر ہوگئی کہ اس روز ٹیلیفون پر نکاح ہوگا، نکاح کے روز لڑکی کے مکان میں کچھ لوگ جمع ہوئے، ایک صاحب کو ہندہ کے نکاح کا وکیل بنایا گیا اور اس نے دو گواہوں کے سامنے ہندہ سے اجازت ومنظوری حاصل کی کہ اس کا نکاح زید کے ساتھ بعوض دس ہزار روپیہ مہر کردیا جائے، قاضی صاحب نے نکاح کے رجسٹر میں تمام ضروری اندراجات کے لیے زید کو فون کیا اور فون پر ایجاب وقبول ہوا، جس کی نوعیت یہ ہے: قاضی صاحب نے وکیل کا بیان لیا اور گواہوں نے اس کی تصدیق کی، پھر قاضی صاحب نے زید کو فون پر نکاح کا پیغام دیا اور زید نے فون پر اس کو قبول کیا، اس طرح یہ نکاح منعقد ہوا، زید نکاح ہونے سے پہلے کبھی ہندوستان نہیں آیا، ہندہ اس کے والدین اس کے نکاح کا وکیل اور شاہدین اور

قاضی صاحب کسی نے بھی اس کونہیں دیکھا تھا، نہ اس کی آواز کی پہچان کسی کو تھی، نکاح کے ڈیڑھ سال بعد زید جب اپنی اس منکوحہ ہندہ کو لے جانے کے لیے ہندوستان آیا تو ہندہ اوراس کے والدین نے اس میں فوٹو والے زید سے بہت فرق محسوس کیا، اس کے پاسپورٹ میں اس کی عمر ۴۸ رسال لکھی تھی، جب کہ نکاح کے وقت ۲۵ رسال بتائی گئی تھی، بالوں میں خصاب بھی لگا ہوا تھااور ہندہ کو لے جانے کے لیے جو ویزا بنا کرلایا تھا، اس میں اس کو خادمہ لکھا تھا، بنابریں ہندہ اوراس کے والدین نے اس نکاح سے انکارکردیااور ہندہ اس کے ساتھ نہیں گئی۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ فون پر جس صورت میں یہ نکاح ہوا ہے، وہ از روئے شرع شریف صحیح ہے، یا نہیں؟ اور ہندہ دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

حامداً ومصلیاً ومسلماً! یہ نکاح شرعی قانون کے مطابق منعقد نہیں ہوا ہے؛ اس لیے کہ شوہر بھی مجہول ہے اور ایجاب وقبول کی مجلس بھی متحد نہیں ہے اور نہ شاہدین نے ایک ہی مجلس میں ایجاب وقبول سنا ہے۔

ومنها أن يكون الإيجاب والقبول في مجلس واحدحتى لو اختلف المجلس بأن كانا حاضرين فأوجب أحدهما،فقام الآخر عن المجلس قبل القبول أواشتغل بعمل يوجب اختلاف المجلس لاينعقد وكذا إذا كان أحدهما غائبا لم ينعقد. (فتاوی عالمگیری: ۲/۲، كتاب النكاح)

ومنها سماع الشاهدين كلا منهما معا،هكذا في فتح القدير. (عالمگیری: ۱/۲)

اس لیے عورت آزاد ہے، جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے، طلاق حاصل کرنے اور فسخ نکاح کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۸/)

ٹیلی فون پر نکاح کے اَقسام واَحکام:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کیا ٹیلی فون کے نکاح کو نکاح فضولی کا درجہ دیا جاسکتا ہے، یا یہ نکاح قطعاً معتبر ہی نہیں رہے گا؟ بہر صورت دوبارہ نکاح کرنا ہی ضروری ہوگا، اگر اس طرح سے لاعلمی میں کوئی نکاح ہوگیا ہواور ایک مدت کے بعد معلوم ہوا ہو کہ یہ نکاح صحیح نہیں ہوا تھا تو زوجین کے تعلقات اوراولاد وغیرہ کا کیا حکم ہوگا؟

باسمه سبحانه وتعالى، الجواب ـــــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

ٹیلی فون پر نکاح کی تین صورتین ہیں:

(۱) مجلس عقد میں لڑکا حاضر نہیں ہے؛ لیکن لڑکے نے فون پر مجلس میں موجود کسی شخص کو نکاح کا وکیل بنادیا اوراس وکیل نے لڑکے کی طرف سے مجلس میں گواہوں کے سامنے ایجاب، یا قبول کیا تو یہ نکاح شرعاً درست ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ لڑکی ٹیلی فون کے ذریعہ مجلس میں موجود کسی شخص کو اپنا وکیل بنادے اور وہ وکیل اسی مجلس میں لڑکی کی طرف سے ایجاب، یا قبول کرے تو یہ عقد بھی شرعاً درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۶۸۰، ڈابھیل)

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ براہِ راست ایجاب، یا قبول ٹیلی فون پر ہو تو یہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتا، اس پر نکاحِ فضولی کا اطلاق بھی نہیں کیا جاسکتا؛ کیوں کہ نکاح کی صحت کے شرائط میں سے یہ بات ہے کہ ایجاب وقبول کرنے والے دونوں فریق (اِصالۃً وکالۃً) کی مجلس ایک ہو اور دونوں کے کلام کو اسی مجلس میں کم از کم دو گواہوں نے ایک ساتھ سنا ہو، اگر لاعلمی میں ایسا نکاح ہوگیا تو دوبارہ نکاح کرنا ضروری ہے؛ تاہم اس طرح کے نکاح میں عقد صحیح سمجھ کر جو وطی کی گئی ہے، وہ کم از کم وطی بالشبہ کے درجہ میں ہے؛ اس لیے اس سے جو اَولاد ہوئی وہ احتیاطاً ثابت النسب ہوگی۔

ویصح التوکیل بالنکاح. (الفتاویٰ التاتارخانیة: ۶۹/۳)

ومن شرائط الإیجاب والقبول اتحاد المجلس. (الدر المختار مع الشامی: ۷۶/۴، زکریا)

وشرط حضور شاهدین حرین مکلفین سامعین قولهما معاً. (شامی: ۸۷/۴، زکریا)

قوله اتحاد المجلس: قال في البحر: فلو اختلف المجلس لم ینعقد. (شامی: ۷۶/۴، زکریا، بدائع الصنائع: ۴۹۰/۲، زکریا)

إلا أن یقال: إن انعقاد الفراش بنفس العقد إنما هو بالنسبة إلی النسب؛ لأنه یحتاط في إثباته إحیاء للولد. (شامی: ۱۹۷/۵، زکریا)

ومنه أي من قسم الوطء بشبهة، قال في النهر: وأدخل في شرح السمرقندي منکوحة الغیر تحت الموطوء ة بشبهة. حیث قال: أي بشبهة الملک أو العقد، بأن زفت إلیه غیر امرأته فوطئها أو تزوج منکوحة الغیر ولم یعلم بحالها وأنت خبیر بأن هذا یقتضي الاستغناء عن المنکوحة فاسدا، إذ لا شک أنها موطوء ة بشبهة العقد أیضاً، بل هي أولی بذلک من منکوحة الغیر، إذ اشتراط الشهادة في النکاح مختلف فیه بین العلماء، بخلاف الفراغ عن نکاح الغیر، إذا علمت ذٰلک ظهر لک أن الشارح متابع لما في شرح السمرقندي لا مخالف له، ویمکن الجواب عن السمرقندي بأنه حمل المنکوحة نکاحاً فاسداً علی ما سقط منه شرط الصحة بقدر وجود المحلیة کالنکاح المؤقت أوبغیر شهود، أما منکوحة الغیر فهي غیر محل إذ لایمکن اجتماع ملکین في أن واحد علی شيء واحد، فالعقد لم یؤثر ملکا فاسداً، وإنما أثر في وجود الشبهة. (شامی: ۱۹۸/۵-۱۹۹، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۲۷/۴/۱۴۳۰ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۷۷/۸-۷۹)

قاضی کا براہِ راست فون پر لڑکی سے وکالتِ نکاح کی تصدیق کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ فاطمہ نامی خاتون نے اپنے نکاح کے لیے ایک شخص کو اپنا وکیل بنایا، وکیل نے نکاح پڑھانے والے کے سامنے مسماۃ مذکورہ کی بات رکھی تو نکاح

پڑھانے والے نے موصوفہ سے براہِ راست ٹیلیفون پر رابطہ کر کے پوچھا کہ کیا آپ نے اپنے نکاح کے لیے فلاں شخص کو اپنا وکیل بناتے ہوئے کہا ہے کہ میرا نکاح توفیق نامی شخص کے ساتھ کر دیں؟ تو فاطمہ نامی خاتون نے اقرار کرتے ہوئے کہا کہ ہاں میں نے فلاں کو نکاح کرانے کا ذمہ دار بنایا ہے، چناں چہ نکاح پڑھانے والے نے اس اقرار کے بعد اس وکیل کی موجودگی میں توفیق کا نکاح فاطمہ نامی خاتون کے ساتھ کر دیا، شرعاً یہ نکاح درست ہے، یا غلط؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ـــــــــــــــ وبالله التوفيق

مسئولہ صورت میں لڑکی کی طرف سے وکالۃً نکاح درست ہو چکا ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/۵۳۲، کراچی)

وينعقد بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر، كزوجت نفسي أوبنتي أوموكلتي منك، و يقول الآخر: تزوجت. وفي الشامي تحت قوله (كزوجت نفسي أو بنتي أو موكلتي منك) أشار إلى عدم الفرق بين أن يكون المجيب أصيلاً أو وليا أو وكيلاً. (الدر المختار مع الشامي: ٤/٦٩، زكريا، ٣/٩، كراچی)

إذا وكلت المرأة رجلاً أن يزوجها على مهر صحيح (إلىٰ قوله) أما إذا زوجها على مهر صحيح فظاهر. (المحيط البرهاني: ٣/١٥٣، رشيدية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاء: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۱/۱/۵ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/۸۱-۸۲)

ٹیلیفون کے ذریعہ نکاح کا حکم:

سوال: مفتی صاحب! کیا درج ذیل صورتوں میں نکاح منعقد ہو جائے گا؟

(۱) لڑکا سعودی عرب میں ہے اور لڑکی پاکستان میں ہے، پاکستان میں مجلسِ نکاح منعقد کی جاتی ہے اور پھر اسی مجلس میں لڑکے کو فون کیا جاتا ہے، لڑکا فون پر اس طرح ایجاب کرتا ہے کہ اس کو دو گواہ سن لیتے ہیں اور آواز بھی پہچانتے ہیں اور لڑکی قبول کرتی ہے۔ آیا اس صورت میں نکاح منعقد ہو جائے گا؟ کیا نکاح کے منعقد ہونے کے لیے گواہوں کا مجلسِ حقیقی میں موجود ہونا ضروری ہے، مجلسِ معنوی کا وجود کافی نہیں؟ جب کہ خیر الفتاویٰ (۴/۱۷ا-۳، کتاب النکاح) میں مجلس معنوی کو کافی بتایا ہے۔

(۲) ایک لڑکا اور ایک لڑکی اکٹھے بیٹھ کر اس طرح ایجاب وقبول کرتے ہیں کہ ایجاب وقبول کو دو ایسے گواہ فون پر سنتے ہیں، جو اس مجلس میں موجود نہیں ہوتے، کیا اس صورت میں نکاح منعقد ہو جائے گا؟ کیا اس صورت میں بھی مجلسِ معنوی کا وجود کافی سمجھا جائے گا، یا نہیں؟ دونوں صورتوں کا تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

ٹیلیفون کے ذریعے نکاح منعقد نہ ہوگا؛ کیوں کہ نکاح کی صحت کے لیے گواہوں کا مجلسِ عقد میں موجود ہونا

ضروری ہے، جو کہ مذکورہ صورت میں نہیں پایا جاتا۔اسی طرح گواہوں کا ایک ساتھ ایجاب وقبول کو سننا بھی شرط ہے اورٹیلیفون (اور دیگر آلاتِ جدیدہ) کے ذریعے یہ امکان موجود ہے کہ بولنے والا غیر عاقد ہو؛ بلکہ آج کے زمانے میں تو آواز بدلنا، دھوکہ دینا اور دیگر مکروفریب ان ذرائع کے ذریعے عام ہیں، جب کہ شریعت عورت کی عصمت کے بارے میں شدید احتیاط کی قائل ہے، لہٰذا کسی صورت میں بھی ان آلات کے ذریعے نکاح کے انعقاد کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ نیز جب اس کا متبادل موجود ہے تو پھر خواہ مخواہ اپنے کوشبہات میں ڈالنا کوئی عقلمندی نہیں اور وہ یہ ہے کہ کسی اہل شخص کو اپنا وکیل بنا کر بھیج دے، یا بذریعہ خط کسی کو اپنا وکیل بنادے، وہ گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کردے۔

لمافی الدرالمختار (۲۱/۳،کتاب النکاح) **:(وشرط سماع کل من العاقدین لفظ الآخر) لیتحقق رضاهما (و) شرط (حضور) شاهدین(حرین) أوحر وحرتین (مکلفین سامعین قولهما معا)علی الأصح(فاهمین) أنه نکاح علی المذهب.**

وفی الشامیة تحته (ص:۲۳)**:قال فی الفتح ومن اشتراط السماع ما قدمناه فی التزوج بالکتاب من أنه لا بد من سماع الشهود ما فی الکتاب المشتمل علی الخطبة بأن تقرأه المرأة علیهم أو سماعهم العبارة عنه بأن تقول إن فلانا کتب إلی یخطبنی ثم تشهدهم أنها زوجته نفسها اه لکن إذا کان الکتاب بلفظ الأمر بأن کتب زوجی نفسک منی لا یشترط سماع الشاهدین لما فیه بناء علیٰ أن صیغة الأمر توکیل لأنه لا یشترط الإشهاد علی التوکیل.**

وفی الفتاویٰ اللجنه الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء(۹۱/۱۸)**: نظرا إلی ما کثر فی هذه الأیام من التغریر والخداع، والمهارة فی تقلید بعض الناس بعضا فی الکلام وإحکام محاکاة غیرهم فی الأصوات حتی إن أحدهم یقوی علی أن یمثل جماعة من الذکور والإناث صغارا وکبارا، ویحاکیهم فی أصواتهم وفی لغاتهم المختلفة محاکاة تلقی فی نفس السامع أن المتکلمین أشخاص، وما هو إلا شخص واحد، ونظرا إلی عناية الشریعة الإسلامية بحفظ الفروج والأعراض، والاحتیاط لذلک أکثر من الاحتیاط لغیرها من عقود المعاملات – رأت اللجنة أنه ینبغی ألا یعتمد فی عقود النکاح فی الإیجاب والقبول والتوکیل علی المحادثات التلیفونیة تحقیقا لمقاصد الشریعة، ومزید عناية فی حفظ الفروج والأعراض حتی لا یعبث أهل الأهواء ومن تحدثهم أنفسهم بالغش والخداع.** (نجم الفتاویٰ:۱۸۰/۴۔۱۸۱)

موبائل وغیرہ پرنکاح کے عدم انعقاد پرایک شبہ کا جواب:

سوال: ایک عالم صاحب بتارہے تھے کہ موبائل پر نکاح منعقد نہیں ہوتا؛ لیکن اگرلڑکی باہر ہے اور وہ اپنا وکیل موبائل کے ذریعے بنادے تو وکیل نکاح کرادے، وجہ یہ بتائی کہ بندہ تبدیل ہونے اور آواز کے اشتباہ کا خوف ہے؛

اس لیے براہ راست موبائل اور انٹرنیٹ پر نکاح منعقد نہیں ہوگا، البتہ وکالت درست ہے۔ اشکال یہ ہے کہ وکالت میں اگر چہ اتحاد مجلس اور حضور شاہدین ضروری نہ ہو؛ لیکن لڑکی سے اس کے نکاح کی وکالت کے باب میں بڑی سخت شرائط لگائی جاتی ہے کہ وہاں کمرے میں کوئی اور عورت نہ ہو، آواز سمجھتے ہوں، الخ، وکالتِ نکاح کے مسائل سے آپ زیادہ واقف ہوں گے، اب یہاں نیٹ، یا موبائل پر وکالت میں بھی تو یہ احتمال موجود ہے کہ بندہ تبدیل ہو، وہ لڑکی وہاں نہ ہو تو وکالت میں اتنی کھلی اجازت کیوں دی جاتی ہے، اگر یہ کہا جائے کہ نکاح موقوف علی الاجازت ہوگا تو یہ تو براہِ راست نکاح میں بھی کہا جاسکتا ہے۔ بندے کا خیال ہے کہ فتاویٰ لجنہ دائمہ میں بھی موبائل کے ذریعے وکالت کو علماء حرمین نے منع کہا ہے، اسے بھی دیکھ لیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

موبائل، یا انٹرنیٹ پر ایجاب وقبول کرنے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، البتہ جدید ذرائع کے ذریعے نکاح کا وکیل بنایا جائے تو یہ درست ہے، بعد ازاں وکیل مؤکل کی طرف سے ایجاب وقبول کرلے تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔

فاضل مستفتی مسئلے کی اصل علت میں خلط کی وجہ سے تردد کا شکار ہو گئے ہیں، درحقیقت مسئلے کی علت اشتباہ نہیں کہ موبائل، یا انٹرنیٹ، یا ٹیلیفون پر بات کرنے والا غیر شخص بھی ہوسکتا ہے؛ بلکہ علت حقیقۃً اتحاد مجلس اور حضور شاہدین ہے، یہی ہمارے مسئلے میں نکاح اور توکیل بالنکاح میں فرق کی وجہ بن رہی ہے، نکاح کے لیے عاقدین کا ایک مجلس میں ایجاب وقبول کرنا، نیز گواہوں کا بیک وقت اس ایجاب وقبول کا سننا شرط ہے، اس کے بغیر انعقاد نکاح محال ہے، جب کہ وکالت کے لئے نہ مؤکل اور وکیل کی مجلس متحد ہونا ضروری ہے، نہ گواہوں کا موجود ہونا صحت وکالت کی شرط ہے اسی وجہ سے اگر انٹرنیٹ کے ذریعے لائیو (Live) کال کر کے جس میں بولنے والے کی تصویر بھی براہ راست آرہی ہو، اس میں اشتباہ بہت کم رہ جاتا ہے؛ بلکہ ایک حد تک ختم ہو جاتا ہے؛ لیکن پھر بھی اس کال کے ذریعے نکاح کا ایجاب وقبول کرنا صحیح نہیں؛ کیوں کہ اشتباہ اگر چہ نہ ہو؛ لیکن اتحاد مجلس کی شرط موجود نہیں، لہٰذا موبائل پر نکاح کے منعقد ہونے کی اصل وجہ اختلاف مجلس اور عدم حضور شاہدین ہے اور وکالت اس لیے درست ہے کہ وکالت میں یہ چیزیں ضروری نہیں۔ البتہ فتاوی لجنہ دائمہ میں علماء حرمین نے نکاح کے ساتھ ساتھ توکیل بالنکاح کو بھی منع لکھا ہے، لجنہ کی عبارت یہ ہے:

”نظرا إلى ما كثر في هذه الأيام من التغرير والخداع، والمهارة في تقليد بعض الناس بعضا في الكلام وإحكام محاكاة غيرهم في الأصوات حتى إن أحدهم يقوى على أن يمثل جماعة من الذكور والإناث صغارا وكبارا، ويحاكيهم في أصواتهم وفي لغاتهم المختلفة محاكاة تلقي في نفس السامع أن المتكلمين أشخاص، وما هو إلا شخص واحد، ونظرا إلى عناية الشريعة الإسلامية بحفظ الفروج والأعراض، والاحتياط لذلك أكثر من الاحتياط لغيرها من عقود المعاملات – رأت اللجنة أنه ينبغي ألا يعتمد في عقود النكاح في الإيجاب والقبول والتوكيل

علی المحادثات التلیفونیة تحقیقا لمقاصد الشریعة، ومزید عنایة فی حفظ الفروج والأعراض حتی لا یعبث أھل الأھواء ومن تحدثھم أنفسھم بالغش والخداع''.

''دورِ حاضر میں درج ذیل چیزوں کا رواج عام ہو چکا ہے: دھوکہ دینا، بعض کا بعض کی طرح گفتگو کر لینا، دوسرے کی آواز کی نقل اتار لینا، یہاں تک کہ بعض لوگ تو ایسے بھی ہیں، جو چھوٹے بڑے مردوں اور عورتوں کی نہ صرف آواز کی نقل کر لیتے ہیں؛ بلکہ ان کے لب ولہجہ اور مختلف زبانوں پر بھی عبور رکھنے کی وجہ سے ایسی نقل کرتے ہیں کہ سننے والا سمجھتا ہے کہ بہت سے لوگ بیٹھے بات کر رہے ہیں، درحقیقت وہ ایک ہی شخص ہوتا ہے تو لجنہ نے ایک طرف انہیں مدنظر رکھا اور دوسری طرف اس بات کو کہ شریعت نے عورت کی عزت وعصمت کی بہت حفاظت کی ہے اور اس معاملے میں دیگر معاملات کے مقابلہ میں زیادہ احتیاط برتی ہے؛ اس لیے لجنہ کا خیال ہے کہ نکاح جیسے معاملات میں ایجاب وقبول اور توکیل میں ٹیلیفون جیسے ذرائع پر اعتماد نہ کیا جائے تاکہ شریعت کے مقاصد کا حصول متحقق ہو جائے''۔ (فتاوی لجنہ دائمہ: ۹۱/۱۸)

ظاہر ہے کہ یہاں صرف اشتباہ کا احتمال ہے، جس کی وجہ سے لجنہ میں اس سے اجتناب کا ذکر ہے؛ لیکن اس اشتباہ کو دور کرنے کی صورت موجود ہے، وہ یہ ہے کہ جو شخص وکیل بنا رہا ہے، وہ اگر اپنا نام، یا آواز تبدیل کر کے وکیل بنائے تو اس صورت میں وکیل اگر مؤکل کو جانتا ہے تو وکالت درست ہو جائے گی، وگرنہ (اگر لائن پر کوئی دوسرا شخص آواز بدل کر بات کر رہا ہو تو) پھر وکیل کا پڑھایا، نکاح اصل مؤکل کی اجازت پر موقوف ہو جائے گا۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اتحادِ مجلس اور حضورِ شاہدین کے نہ پائے جانے کی وجہ سے موبائل، یا انٹرنیٹ وغیرہ پر نکاح منعقد نہ ہوگا، البتہ توکیل میں چوں کہ یہ چیزیں شرط نہیں، لہٰذا وہ درست ہو جائے گی اور اگر کوئی شخص آواز بدل کر بھی وکیل بنا دیتا ہے تو نکاح اصل شخص کی اجازت پر موقوف رہے گا۔

ما فی ملتقی الأبحر (۲۳۸/۱): وشرط سماع کل من العاقدین لفظ الآخر و حضور حرین أو حر و حرتین مکلفین مسلمین ان الزوجة مسلمة سامعین معالفظھما فلایصح ان سمعا متفرقین.

وفی الھندیة (۲۶۸/۱): (ومنھا) سماع الشاھدین کلا مھما ھکذا فی فتح القدیر.

وفی الدرالمختار (۲۱/۳):(وشرط سماع کل من العاقدین لفظ الآخر) لیتحقق رضاھما (و)شرط (حضور) شاھدین(حرین) أو حر وحرتین (مکلفین سامعین قولھما معا)علی الأصح. (نجم الفتاویٰ: ۱۸۳/۴-۱۸۵)

بذریعہ ٹیلیفون کیے گئے نکاح سے پیدا شدہ بچے ثابت النسب ہوں گے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل لوگ ٹیلی فون پر نکاح کر لیتے ہیں، کیا اس طرح نکاح درست ہے؟ اور اگر درست نہیں تو جو بچے پیدا ہوں گے، وہ ثابت النسب ہوں گے؟

الجواب ــــــــــــ بعون الملك الوھاب

ٹیلیفون پر نکاح اگر براہ راست ہوا ہے، بایں طور کہ دو گواہوں کی موجودگی میں ایک فریق کی طرف سے ایجاب ہوا

اور پھر ٹیلیفون پر دوسرے فریق سے قبول کرایا گیا تو یہ نکاح فاسد ہوگا؛ کیوں کہ یہاں ایجاب وقبول کی مجلس متحد نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ گواہان نے بذریعہ ٹیلیفون قبول ہونے کو اکٹھے نہیں سنا۔ نکاح فاسد کا حکم یہ ہے کہ اگر مرد نے عورت سے جماع کرلیا تو اس سے جو اولاد پیدا ہوگی، اس کا نسب اس مرد سے ثابت ہو جائے گا۔

ٹیلیفون پر نکاح کرنے کی اگر نوبت آجائے تو اس کی صحیح صورت یہ ہے کہ فریقین میں سے کوئی ایک فریق، فریقِ ثانی کو، یا کسی اور شخص کو اپنی طرف سے نکاح کے لیے وکیل بنادے اور وہ وکیل دو گواہوں کی موجودگی میں بحیثیت وکیل ایجاب وقبول کا فریضہ انجام دے، مثلاً: زید کسی شخص کو بذریعہ خط کے اپنا وکیل بنادے، میں تم کو ہندہ بنت فلاں سے اپنے نکاح کا وکیل بناتا ہوں، اب وہ وکیل یہ کرے کہ دو گواہوں کی موجودگی میں ہندہ سے ایجاب کرلے اور خود زید کی طرف سے قبول کرلیتو اس طرح نکاح منعقد ہو جائے گا۔

لمافی الهندية(۱/ ۳۳۰):ويثبت نسب الولد المولود فى النكاح الفاسد وتعتبر مدة النسب من وقت الدخول عند محمد رحمه الله تعالى وعليه الفتوى قاله أبو الليث، كذا فى التبيين. (نجم الفتاویٰ:۴/ ۱۸۵)

ٹیلی فون پر نکاح کی شرعی حیثیت:

سوال: کیا ٹیلی فون پر نکاح جائز ہے، ہمارے ایک عزیز نے جو اپنی بیٹی اور دوسرے گھر والوں کے ساتھ یہاں مقیم ہیں، اپنی بیٹی کا نکاح ٹیلی فون پر پاکستان میں پڑھوایا ہے، جب کہ لڑکا اور نکاح خواں پاکستان میں ٹیلی فون پر موجود تھے، نکاح پاکستان میں رجسٹر بھی ہو گیا ہے، کیا نکاح شرعی طور پر ہو گیا؟

الجواب

ٹیلی فون پر ایجاب وقبول نہیں ہوتا، (۱) البتہ ٹیلی فون پر اگر نکاح خواں کو اختیار دے دیا جائے کہ وہ فلاں لڑکی کا نکاح فلاں لڑکے کے ساتھ اتنے مہر پر کردے اور وہ اس ہدایت کے مطابق نکاح کرادے تو نکاح ہو جائے گا۔ (۲)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۶/ ۹۷) ☆

---

(۱) **شرائط الإيجاب والقبول فمنها اتحاد المجلس إذا كانا الشخصان حاضرين فلو اختلفا المجلس لم ينعقد.(البحر الرائق، كتاب النكاح:۳/ ۸۹، طبع بيروت)**

وشرط حضور شاهدين حرين أو حر أو حرتين مكلفين سامعين قولهما معاً.(الدر المختار، كتاب النكاح:۳/ ۳۰۶)

(۲) **ويصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضر الشهود كذا فى التتارخانية.(الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح: ۱/ ۲۹۴)**

☆ **ٹیلی فون پر نکاح کرنا:**

سوال: میرا بھائی کوریا میں رہتا ہے، اس کے سسرال والے ٹیلی فون پر نکاح کر کے لڑکی کو کوریا بھجوانا چاہتے ہیں، کیا ٹیلی فون پر کیا گیا نکاح منعقد ہوگا؟

الجواب

لڑکا بذریعہ ٹیلی فون کے، یا خط کے، کسی آدمی کو اپنی طرف سے نکاح کا وکیل مقرر کردے اور وکیل اس کی طرف سے ==

بحالت مجبوری ٹیلی فون پر نکاح کی شرعی حیثیت:

سوال: کیا حالت مجبوری میں تمام بڑوں کی رضا مندی سے ٹیلی فون پر نکاح ہوسکتا ہے؟ اور کیا باہم ملاپ سے پہلے تجدید نکاح کی ضرورت نہیں؟

الجواب

ٹیلی فون پر نکاح نہیں ہوسکتا۔(۱) اگر دور ہونے کی وجہ سے لڑکا خود مجلس نکاح میں نہ آ سکتا ہو تو وہ اپنی طرف سے کسی کو وکیل بنادے اور وکیل اس کی طرف سے ایجاب وقبول کرلے۔(۲) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۶/۹۷-۹۸)

فون اور انٹرنیٹ پر نکاح سے متعلق ایک جامع فتوی:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ آج کل کے زمانہ میں لوگ فون پر نکاح کرتے ہیں، خصوصاً کالج کے طلبہ اسی طرح انٹرنیٹ پر بھی نکاح کا سلسلہ جاری ہونے لگا ہے، حضور والا سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ اس سلسلے میں ہماری رہنمائی فرمائیں کہ فون، یا انٹرنیٹ پر نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟ اور اس کے جواز کی کوئی شکل نکل سکتی ہو تو تحریر فرمائیں۔ (المستفتی: عبیداللہ، بھاگلپوری)

== ایجاب وقبول کرے، بس نکاح ہوجائے گا، خود لڑکے سے ٹیلی فون پر ایجاب وقبول کرانے سے نکاح ہوگا۔(شرائط الإيجاب والقبول فمنها اتحاد المجلس إذا كانا الشخصان حاضرين فلو اختلفا المجلس لم ينعقد.(البحر الرائق، كتاب النكاح:۸۹/۳، طبع بيروت) فقط واللہ اعلم (آپ کے مسائل اوران کا حل:۶/۹۷)

ٹیلیفون پر نکاح نہیں ہوتا:

سوال: ٹیلیفون پر نکاح ہوتا ہے، یا نہیں؟ میرا بھائی امریکہ میں ہے اور اس کی جہاں شادی کی بات چل رہی تھی تو لڑکی والوں نے اچانک جلدی کرنا شروع کردی، لڑکا اتنی جلدی نہیں آ سکتا تھا؛ اس لیے فوری طور پر ٹیلیفون پر نکاح کرنا پڑا، ابھی رُخصتی نہیں ہوئی ہے، بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ نکاح نہیں ہوا۔

الجواب

نکاح کے لیے ضروری ہے کہ ایجاب وقبول مجلسِ عقد میں گواہوں کے سامنے ہو، (شرائط الإيجاب والقبول فمنها اتحاد المجلس إذا كانا الشخصان حاضرين فلو اختلفا المجلس لم ينعقد.(البحر الرائق، كتاب النكاح: ۸۹/۳، طبع بيروت) اور ٹیلیفون پر یہ بات ممکن نہیں، اس لئے ٹیلیفون پر نکاح نہیں ہوتا۔ اور اگر ایسی ضرورت ہو تو ٹیلیفون پر یا خط کے ذریعہ لڑکا اپنی طرف سے کسی کو وکیل بنادے اور وہ وکیل لڑکے کی طرف سے ایجاب وقبول کرلے، (ويصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضر الشهود كذا في التتارخانية.(الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح: ۲۹۴/۱) چوں کہ آپ کی تحریر کردہ صورت میں نکاح نہیں ہوا؛ اس لیے اب رُخصتی سے پہلے ایجاب وقبول گواہوں کی موجودگی میں دوبارہ کرالیا جائے۔(آپ کے مسائل اوران کا حل:۶/۹۸)

(۱) شرائط الإيجاب والقبول فمنها اتحاد المجلس إذا كانا الشخصان حاضرين فلو اختلفا المجلس لم ينعقد.(البحر الرائق، كتاب النكاح:۸۹/۳، طبع بيروت)

(۲) ويصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضر الشهود، كذا في التتارخانية.(الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح: ۲۹۴/۱)

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

اسلامی شریعت میں نکاح کے صحیح ہونے کے لیے بہت سی شرطیں ہیں، ان میں سے دو شرطیں نہایت بنیادی اور لازمی ہیں، ان دونوں شرطوں کے بغیر نکاح کا وجود نہیں ہوسکتا، اگر ان دونوں شرطوں میں سے ایک بھی شرط نہیں ہے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

(۱) **ومن شرائط الإيجاب والقبول اتحاد المجلس.** (الدرالمختار مع الشامی، کتاب النکاح، کراتشی: ۱٤/۳، زکریا: ۷٦/٤)

نکاح میں ایجاب وقبول کے صحیح ہونے کے لیے جانبین کی مجلس کا ایک ہونا لازمی شرط ہے، لہٰذا اگر مجلس نکاح میں جانبین میں سے ایک بنفس نفیس موجود ہے، یا اس کا وکیل موجود ہے اور دوسری جانب سے نہ خود بنفس نفیس موجود ہے، نہ اس کا وکیل موجود ہے؛ بلکہ دوسری جگہ سے ٹیلی فون پر ایجاب وقبول کرتا ہے تو شرعی طور پر یہ نکاح منعقد نہیں ہوگا اور اس سے میاں بیوی کے درمیان ازدواجی تعلق قائم نہیں ہوگا اور نہ ہی ایک دوسرے کے لیے حلال ہوں گے۔

(۲) **وشرط حضور شاهدين.** (الدرالمختار، کراچی: ۲۱/۳، زکریا: ۸۷/٤)

مجلس نکاح میں دو گواہوں کا ایک ساتھ موجود ہونا شرط ہے اور دونوں گواہوں کا اسی مجلس میں ہونا عاقدین کی باتوں کا ایک ساتھ سننا بھی شرط ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ نکاح میں ایجاب وقبول کرنے والے دونوں بنفس نفیس، یا ان دونوں کے وکیل اسی مجلس میں موجود ہوں، لہٰذا اگر میاں بیوی میں سے ایک بنفس نفیس، یا اس کا وکیل اسی مجلس میں موجود ہے اور دونوں گواہوں نے ایک ساتھ اس کی بات براہ راست سنی ہے اور دوسرا بنفس نفیس، یا اس کا وکیل مجلس میں موجو نہیں ہے؛ بلکہ اس کی آواز ٹیلی فون سے سنی جارہی ہے تو دونوں گواہوں کا اس ٹیلی فون میں سننے کا اعتبار نہیں ہے؛ بلکہ دوسری جانب سے بھی بنفس نفیس، یا اس کے وکیل کا مجلس نکاح میں موجود ہوکر ایجاب وقبول کرنا اور دونوں گواہوں کا اس مجلس میں سننا شرط ہے؛ اس لیے یہ نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ ان دونوں شرطوں کے علاوہ نکاح کے صحیح ہونے کے لیے اور بھی شرطیں ہیں؛ لیکن یہ دونوں شرطیں ایسی بنیادی شرطیں ہیں، جو نہایت اہمیت کی حامل ہیں اور ٹیلی فون میں ایجاب و قبول کی صورت میں یہ دونوں شرطیں پائی نہیں جاتیں؛ لہٰذا ٹیلی فون میں ایجاب وقبول شرعی طور پر معتبر نہیں ہوگا۔

دوسرے ملک، یا دوسرے علاقہ میں رہ کر ٹیلیفون کو واسطہ بنا کر نکاح کے درست ہونے کے لیے چند متبادل شکلیں ہیں، جن کو اختیار کر کے نکاح کیا جاسکتا ہے۔

(۱) لڑکے کی طرف سے ٹیلی فون میں جہاں لڑکی رہتی ہے، وہاں کے کسی معتبر آدمی کو وکیل بنادے اور ٹیلی فون میں وکیل بنانا جائز اور درست ہے، پھر جہاں لڑکی ہے وہاں مجلس نکاح قائم ہوجائے اور جیسا کہ ہمارے ملک میں لڑکی سے اجازت لے کر جہاں لڑکی ہے، وہاں سے ہٹ کر مجلس قائم ہوتی ہے، اب بھی ایسی ہی مجلس قائم ہوجائے اور لڑکی کی طرف سے قاضی لڑکے کے وکیل سے گواہوں کی موجودگی میں لڑکے کی طرف سے مقرر کردہ وکیل کو مخاطب کر

کے یوں کہے کہ میں نے فلاں لڑکی کا نکاح اتنے مہر پر آپ کے موکل فلاں لڑکے کے ساتھ کردیا ہے، آپ نے اپنے موکل کی طرف سے اس کو قبول کرلیا؟ تو لڑکے کا وکیل اس طرح قبول کرے کہ میں نے فلاں لڑکی کو اپنے موکل کے نکاح میں قبول کرلیا تو یہ نکاح درست ہوجائے گا۔

(۲) دوسری شکل یہ ہے کہ لڑکی والے لڑکی سے نکاح کی اجازت لے کر ٹیلی فون پر براہ راست لڑکے کو اطلاع کردیں کہ اتنے مہر پر فلانی لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کرنے کی اجازت مل گئی ہے، میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ اپنے یہاں نکاح کی مجلس قائم کرلو اور دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرلو۔ اب وہ لڑکا تین آدمیوں کو جمع کرکے ان میں سے دو کو گواہ بنائے، ایک کو لڑکی کی طرف سے وکیل بنادے، پھر اس طرح ایجاب وقبول ہوجائے کہ لڑکی کا وکیل یہ کہے کہ میں نے فلاں لڑکی کا نکاح اتنے مہر پر آپ کے ساتھ کردیا ہے اور لڑکا یہ کہے کہ میں نے قبول کرلیا تو اس طرح نکاح منعقد ہوجائے گا، اب وہ لڑکی اس کی بیوی بن گئی، اب اس کا نکاح کسی دوسری جگہ جائز نہیں ہوگا۔

(۳) لڑکی سے اجازت لے کر لڑکی کا وکیل جہاں لڑکا رہتا ہے، وہاں کے کسی معتبر آدمی کو ٹیلی فون پر وکیل بنادے، پھر وہ وکیل نکاح کی مجلس قائم کرے، دو گواہوں کی موجودگی میں لڑکے کو مخاطب کرکے کہے کہ میں نے فلانی لڑکی جو فلاں جگہ رہتی ہے، اس کا نکاح اتنے مہر پر تمہارے ساتھ کردیا ہے تو لڑکا کہے کہ میں نے اس کو اپنے نکاح میں قبول کرلیا تو اب شرعی طور پر نکاح منعقد ہوگیا، وہ لڑکی اس لڑکے کی بیوی بن گئی، اب اس لڑکی کا نکاح کسی دوسری جگہ جائز نہیں ہوگا۔

یہ ٹیلی فون پر نکاح کے لیے متبادل شکلیں ہیں، جن کو اختیار کرکے دوسری جگہ کے لڑکے، یا دوسری جگہ کی لڑکی کے ساتھ عقد نکاح عمل میں آسکتا ہے۔

انٹرنیٹ پر نکاح:

انٹرنیٹ پر آدمی کی تصویر نظر آتی ہے، آوازیں بھی سنائی دیتی ہیں، ایسا لگتا ہے کہ جس لڑکے، یا لڑکی کے ساتھ انٹرنیٹ پر نکاح کیا جارہا ہے، وہ مجلس نکاح میں موجود ہیں، ادھر سے جب قاضی مجلس نکاح میں ایجاب کرتا ہے تو لڑکا یا لڑکی کی تصویر انٹرنیٹ پر آواز کے ساتھ بولتی ہے اور قبول کرنے کے الفاظ استعمال کرتی ہے، اس سے کوئی یہ سمجھ سکتا ہے کہ نکاح کی ساری شرطیں یہاں موجود ہیں، یہ محض ایک دھوکہ ہے، اس سے نکاح منعقد نہیں ہوگا؛ اس لیے کہ نکاح کے صحیح ہونے کے لیے ایجاب وقبول کرنے والے عاقدین کا بنفس نفیس، یا دونوں کے وکیل کا بنفس نفیس مجلس نکاح میں موجود ہونا شرط ہے اور انٹرنیٹ پر جو نظر آتا ہے، وہ اصل آدمی نہیں ہوتا ہے؛ بلکہ تصویر ہوتی ہے، اس کی مثال یوں سمجھو کہ انٹرنیٹ پر جو تصویر اور آواز آرہی ہے، وہ محفوظ رہ جائے اور جو اصل آدمی ہے، اس کی موت واقع ہوجائے اور وہ قبر میں دفن بھی ہوجائے، تب بھی انٹرنیٹ پر اس کی وہی تصویر اور وہی آواز باقی رہتی ہے، جب کہ اصل آدمی زندہ بھی نہیں ہے؛ اس لیے تصویر کا سامنے موجود ہونا شرعی طور پر اصل آدمی کے موجود ہونے کے قائم مقام نہیں ہوگا، لہٰذا انٹرنیٹ پر بھی جانبین سے

ایجاب وقبول اسی طرح معتبر نہیں ہے، جس طرح ٹیلی فون پر معتبر نہیں ہوتا ہے، ہاں البتہ انٹرنیٹ پر نکاح کے صحیح ہونے کے لیے وہی متبادل شکلیں اختیار کی جاسکتی ہیں، جو ٹیلی فون میں اختیار کرنی جائز ہیں کہ انٹرنیٹ پر لڑکے کی طرف سے وکیل بنادیا جائے، پھر وہ وکیل جہاں لڑکی ہے، وہاں مجلس نکاح قائم کرے، یا اس کے برعکس لڑکی کی طرف سے انٹرنیٹ پر وکیل بنادیا جائے، پھر وہ وکیل جہاں لڑکا ہے، وہاں مجلس نکاح قائم کرے، پھر مجلس نکاح میں ایجاب وقبول ہوجانے کے بعد ٹیلی فون، یا انٹرنیٹ سے دوسرے کو اطلاع کردی جائے کہ تمہارے شرائط کے مطابق یہاں نکاح ہو چکا ہے، یہ سب شکلیں ایسی ہیں، جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے حضرت نجاشی نے حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وکیل بن کر کردیا تھا۔

اسی طرح وکالت کے جواز کی دلیل یہ بھی ہے کہ شرعاً خط وکتابت کے ذریعہ وکیل بنانا جائز ہے اور دور نبوت، دور صحابہؓ اور ائمہ مجتہدین اور فقہا کے دور میں خط وکتابت ہی ایک ذریعہ تھا، ٹیلی فون، فیکس، ٹیلی ویژن کے چینل، انٹرنیٹ وغیرہ جدید ذرائع مواصلات کا اس زمانہ میں تصور اور وہم وگمان بھی نہ تھا، آج کے دور میں جب جانے پہچانے آدمی سے فون پر جو بات ہوجاتی ہے، وہ رجسٹری خط اور دو آدمی کے ذریعہ لائے ہوئے خط سے بھی کہیں زیادہ معتبر اور قابل اعتماد ہوتی ہے۔

ہمارے ہندوستانی تاجروں کا یورپ وامریکہ سے تجارتی کاروبار ہے، صرف ایک فون، یا فیکس پر اعتماد کر کے کروڑوں کا مال روانہ کردیا جاتا ہے اور ادھر سے بھی ایک فون، یا انٹرنیٹ پر اعتماد کر کے کروڑوں روپیہ روانہ کردیا جاتا ہے؛ مگر رجسٹری خط پر اتنا زیادہ اعتماد نہیں ہوتا، لہٰذا جانے پہچانے آدمی سے فون، یا انٹرنیٹ پر بات کرنا رجسٹری خط اور دو آدمی کے لائے ہوئے خط سے کم درجہ کا نہیں؛ اس لیے فون، یا انٹرینیٹ پر وکیل بنا کر مذکورہ تینوں طریقوں سے نکاح جائز اور درست ہے۔ فقہاء کی عبارات ملاحظہ فرمائیے:

(۱) وكذا ما يكتب الناس فيما بينهم يجب أن يكون حجة للعرف، الخ. (شامی، كتاب القاضی، باب كتاب القاضي إلى القاضي وغيره، زكريا: ۱۳۶/۸، كراچی: ۴۳۶/۵)

اور ایسے ہی جو تحریر لوگ اپنے مابین لکھتے ہیں، وہ لازمی طور پر حجت شرعی ہے، لوگوں کے درمیان متعارف ہونے کی وجہ سے۔

(۲) أجاز أبو يوسف ومحمد العمل بالخط في الشاهد، والقاضي الراوي آدمي إذا رأى خطه (والفتوىٰ على قولهما إذا تيقن أنه خطه سواء كان في القضاء، أو الرواية، أو الشهادة) وقوله و قلما يشتبه الخط من كل وجه فإذا تيقن جاز الاعتماد عليه توسعةً على الناس. (شامی، كتاب القضاء، باب كتاب القاضي إلى القاضي وغيره، زكريا: ۱۳۸/۸، كراچی: ۴۳۷/۵، البحر الرائق زكريا: ۱۲۱/۷، كوئٹه: ۷۲/۷)

حضرت اما ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے شاہد اور قاضی اور راوی کے متعلق خط پر عمل کرنا جائز قرار دیا ہے، جب خط کو دیکھ لے، اور فتویٰ ان دونوں کے قول پر ہے، جب اس بات کا یقین ہوجائے کہ وہ خط اس کا ہے، چاہے یہ خط فیصلہ

سے متعلق ہو یا روایت سے یا دستاویز پر شہادت سے متعلق ہو اور کلی طور پر دوسرے کے خط سے بہت کم مشابہ ہوتا ہے؛ لہٰذا جب یقین پیدا ہو جائے تو لوگوں کے اوپر آسانی کے واسطے اس پر اعتماد بھی جائز ہو سکتا ہے۔

(۳)　إذا وكلت المرأة رجلا أن يزوجها، أو أجازت ماصنع فأوصیٰ الوكيل إلى رجل أن يزوجها، ثم مات الوكيل كان للوصي أن يزوجها. (الهندية، زكريا: ۳/ ۶۱، جديد زكريا: ۳/ ۵۱۷)

جب عورت کسی مرد کو اس بات کا وکیل بنادے کہ وہ مرد اس عورت کا نکاح کسی سے کردے یا اس بات کی اجازت دیدے کہ وکالت میں جو چاہے عمل کرے تو وکیل نے کسی دوسرے آدمی کو اس عورت کے نکاح کی وصیت کی، پھر وکیل مرجائے تو وصی کے لئے جائز ہے کہ اس عورت کا نکاح کسی کے ساتھ کردے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۱۵/ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ (فتویٰ نمبر: رجسٹر خاص)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۵/ ۶/ ۱۴۱۴ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۱۲۳-۱۲۹)

انٹرنیٹ وموبائیل کے ذریعہ کئے گئے نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ E.mail, Internet, Telephone کے ذریعہ ایجاب وقبول کیا گیا نکاح درست ہوگا، یا نہیں؟　(المستفتی: محمد ادریس، جامعہ ملیہ دہلی)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ـــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

براہ راست ایجاب وقبول ٹیلی فون، موبائل، انٹرنیٹ میں صحیح نہیں ہو سکتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ نکاح کے ایجاب وقبول کے وقت میں دو ایسے گواہوں کا ہونا ضروری ہے، جو دونوں ایجاب وقبول سن سکیں اور ایجاب وقبول کرنے والوں کو دیکھیں اور پہچانیں، یہ بات مذکورہ آلات کے ذریعہ سے ثابت نہیں ہو پاتی، ہاں البتہ ان آلات کے ذریعہ سے نکاح درست ہونے کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ لڑکی سے اجازت لے کر اس کا وکیل، یا لڑکی براہ راست ٹیلی فون میں، جہاں پر لڑکا ہے، وہاں پر ٹیلی فون موبائل، یا انٹرنیٹ کے ذریعہ سے کسی کو اپنا وکیل بنادے، پھر وہ وکیل لڑکے کی موجودگی میں نکاح کی مجلس میں دو گواہوں کے سامنے لڑکی کی جانب سے ایجاب کرے اور لڑکا قبول کرے، یا لڑکا ایجاب کرے اور یہ وکیل لڑکی کی طرف سے قبول کرے، اس کے بعد وہ وکیل لڑکی والوں کو فون پر نکاح ہوجانے کی اطلاع کردے تو اس طرح نکاح منعقد ہوجائے گا، اسی طرح اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے کہ جہاں پر لڑکی ہے، وہاں پر کسی آدمی کو ٹیلیفون وغیرہ پر لڑکا اپنا وکیل بنادے، پھر نکاح کی مجلس قائم ہوجائے اور لڑکے کا وکیل مجلس نکاح میں لڑکے کی طرف سے ایجاب وقبول کی وکالت کرے، پھر جانبین سے ایجاب وقبول ہوجانے کے بعد نکاح منعقد ہوجائے گا، اس کے بعد لڑکے کا وکیل ٹیلیفون وغیرہ کے ذریعہ سے لڑکے کو اطلاع کردے تو اس طرح سے نکاح شرعی طور سے منعقد ہوجائے گا۔

ولو أرسل إليها رسولاً، أو كتب إليها بذلك كتاباً، فقبلت بحضرة شاهدين سمعا كلام

الرسول وقراء ة الكتاب جاز لاتحاد المجلس من حيث المعنى. (عالمگیری، زکریا: ۲۶۹/۱، زکریا جدید: ۳۳٤/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۶ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۶/ ۷۴۷۹)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ، ۱۴۳۲/۱/۲۷ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳۰/۱۳-۱۳۱)

انٹرنیٹ اور موبائل کے ویڈیو کانفرنس میں نکاح باطل:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ انٹرنیٹ اور موبائل کے ویڈیو کانفرنس پر نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(المستفتی: محمد یعقوب غازی آبادی)

باسمه سبحانه وتعالىٰ، الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

شرعاً نکاح کے صحیح ہونے کے لیے ایجاب وقبول کی مجلس میں جانبین میں سے دونوں کا بنفس نفیس، یا ان کے وکیل کا موجود ہونا شرط اور ضروری ہے، نیز مجلس نکاح میں دو گواہوں کا ایک ساتھ موجود ہونا اور دونوں گواہوں کا اسی مجلس میں عاقدین کی باتوں کا سننا بھی شرط ہے، انٹرنیٹ اور موبائل وغیرہ سے ویڈیو کانفرنس کے ذریعہ نکاح کرنا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ اس میں نکاح کی دونوں شرطیں مفقود ہیں۔ (مستفاد: جدید فقہی مسائل: ۲۸۸/۱، فتاوی عثمانی: ۳۰۴/۲، انوار نبوت: ۶۲۲)

شرط حضور شاهدين مكلفين سامعين قولهما معاً. (شامی، کراچی: ۱۴/۳، زکریا: ۸۷/٤)

من شرائط الإيجاب والقبول اتحاد المجلس. (شامی، کراچی: ١٤/٣، زکریا: ۷٦/۴)

شرائط الإيجاب والقبول فمنها اتحاد المجلس إذا كان الشخصان حاضرين، فلو اختلف المجلس لم ينعقد. (البحر الرائق، زکریا: ۱۸٤/۳، کراچی: ۸۳/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۷ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ، (فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۱۴۱۷) (فتاوی قاسمیہ: ۱۳۱/۱۳-۱۳۲)

بذریعہ کانفرنس کال، یا کیمرے والے موبائل کے ذریعے نکاح کرنے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بذریعہ ٹیلیفون کے نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ اس صورت میں کہ جب (کانفرنس کال) کے ذریعے یہ عقد دونوں فریقوں کے درمیان ہو رہا ہو اور ان کے علاوہ کم از کم دو مزید افراد (لائن) پر بطور گواہ کے موجود ہیں یا پھر دونوں فریقوں نے اپنے ''فونوں'' کا لاؤڈ اسپیکر کھول رکھا ہو کہ جس سے دونوں اطراف میں اور بھی کئی لوگ اس گفتگو کو براہ راست سن رہے ہوں۔

(۲) یا اسی طرح ہر دو فریق ایسا طریقہ اختیار کریں کہ جس میں آواز کا مشتبہ ہونا ختم ہو جائے، مثلاً اپنے فون پر کیمرے کا نصب کرنا کہ جو ان کی تصاویر کو بھی دوسری طرف سے ارسال کر رہا ہو۔

الجواب ـــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

بذریعہ ٹیلی فون دونوں طرف گواہوں کی موجودگی میں مرد وعورت کا ایجاب وقبول کرنا اگرچہ فون پر تصویر بھی دکھائی دے رہی ہو، مجلس کے شرعاً ایک نہ ہونے اور دوسری وجوہ فاسدہ پر مشتمل ہونے کی بنا پر شرعاً اس سے نکاح منعقد نہ ہوگا اور وجہ یہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے عورت کی عزت وعصمت کے تحفظ کے بارے میں بڑی احتیاط کی ہے اور نکاح میں بھی عورت کی عزت وعصمت کا مسئلہ ہوتا ہے؛ اس لیے ہر وہ طریقہ جس میں دھوکہ اور جعل سازی کا امکان ہو، نکاح کے معاملہ میں معتبر نہ ہوگا۔ نیز چونکہ دور حاضر میں ایسے بہت سے آلات اور طریقے ایجاد ہوگئے ہیں، جس سے ایک آدمی کی تصویر دکھا کر دوسرے کی آواز سنادی جاتی ہے، یا اس کے برعکس کیا جاتا ہے؛ اس لیے نکاح کے معاملے میں شرعی احکام کی پاسداری اور عورت کی عزت وعصمت کی حفاظت کی وجہ سے اس قسم کی چیزوں پر اعتماد نہیں کیا جائے گا، تاکہ بے دین اور فاسق وفاجر لوگوں کو ایسے معاملات میں دھوکہ دہی اور ان کو کھیل بنالینے کی کھلی چھوٹ نہ مل جائے، البتہ اگر یہ صورت اختیار کرلی جائے کہ فریق اوّل کسی کو یہاں اپنا وکیل بنالے اور وہ وکیل اس کی طرف سے ایجاب، یا قبول کرلے تو نکاح منعقد شمار ہوگا۔

لمافي الدر المختار (١٤/٣): ومن شرائط الإيجاب القبول اتحاد المجلس لو حاضرين وإن طال كمخيرة.

وفي الرد تحته: (قوله: اتحاد المجلس) قال في البحر فلو اختلف المجلس لم ينعقد.

وفي الفتاویٰ اللجنه الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (٩١/١٨): رأت اللجنة أنه ينبغي ألا يعتمد في عقود النكاح في الإيجاب والقبول والتوكيل على المحادثات التليفونية تحقيقا لمقاصد الشريعة، ومزيد عناية في حفظ الفروج والأعراض حتى لا يعبث أهل الأهواء ومن تحدثهم أنفسهم بالغش والخداع. (نجم الفتاویٰ: ۱۸۲/۴-۱۸۳)

بذریعہ انٹرنیٹ نکاح کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ لڑکا امریکہ میں اور لڑکی مرادآباد میں ہے، یا لڑکا سعودی عرب میں ہے اور لڑکی دہلی میں ہے، ان کا نکاح جو کہ انٹرنیٹ پر کیا جاتا ہے، جو کہ نئی ایجاد ہے تو کیا یہ نکاح جائز ہے؟ (المستفتی: منیر احمد کوکرپور، مرادآباد)

الجواب ـــــــــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

اگر انٹرنیٹ میں نکاح کی یہ شکل ہوتی ہے کہ لڑکے کی تصویر یہاں انٹرنیٹ پر نظر آرہی ہے اور یہیں پر نکاح کی مجلس قائم کرکے دو گواہوں کے سامنے قاضی ایجاب کے الفاظ استعمال کرتا ہے اور لڑکے کی تصویر میں سے قبول کرنے کی آواز آتی ہے تو ایسا نکاح شریعت میں معتبر نہیں ہے؛ اس لیے کہ نکاح کے لیے ایجاب وقبول کی مجلس میں بنفس نفیس ایجاب

کرنے والے اور قبول کرنے والے کا موجود ہونا شرط ہے، کسی ایک کا فوٹو موجود ہونا اور فوٹو میں سے آواز سنائی دینا کافی نہیں ہے؛ اس لیے ایسا نکاح جو انٹرنیٹ پر ہوتا ہے، معتبر نہیں ہے، اس طرح نکاح سے میاں بیوی نہیں بن سکتے ہیں۔

ومن شرائط الإيجاب والقبول اتحاد المجلس. (الدرالمختار مع شامی، زکریا: ۷٦/٤، کراچی: ۱٤/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، ۲۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ (فتویٰ نمبر: الف ۳۷/ ۸۰۴۷)

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ، ۱۴۲۴/۵/۲۱ھ۔ (فتاوی قاسمیہ: ۱۳/ ۱۲۹-۱۳۰)

انٹرنیٹ پر ویڈیو کالنگ کے ذریعہ نکاح کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ انٹرنیٹ ویڈیو کالنگ کے ذریعہ نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ میرا بھائی امریکہ میں ہے اور اس کی جہاں شادی کی بات چل رہی تھی تو لڑکی والوں نے اَچانک جلدی کرنا شروع کردی، لڑکا اتنی جلدی نہیں آسکتا؛ اس لیے فوری طور پر ویڈیو کالنگ کے ذریعہ نکاح کرنا پڑا، اَبھی رخصتی نہیں ہوئی ہے، بہت لوگ کہتے ہیں کہ نکاح نہیں ہوا؟ کیا آنے کے بعد نکاح دوبارہ کرنا پڑے گا؟

باسمه سبحانه وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــــــ وبالله التوفيق

انٹرنیٹ پر ویڈیو کالنگ کے ذریعہ نکاح شرعاً معتبر نہیں ہے، لہٰذا یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، اَب یا تو یہ شکل ممکن ہے کہ لڑکی ٹیلی فون وغیرہ کے ذریعہ لڑکے کو اپنے سے نکاح کرنے کا وکیل بنادے اور پھر لڑکا امریکہ ہی میں ایک ہی مجلس میں دو گواہوں کے سامنے یہ کہہ دے کہ میں نے اپنا نکاح فلاں مؤکلہ لڑکی سے کرلیا اور دوسری شکل یہ ہے کہ لڑکا جب امریکہ سے ہندوستان آئے تو باقاعدہ دستور کے مطابق مجلس نکاح منعقد کی جائے گی اور بہرحال انٹرنیٹ والا نکاح کالعدم ہے۔

شرط سماع كل من العاقدين لفظ الآخر ... وشرط حضور شاهدين، أصيلا يشهدان على العقد حرين ... مكلفين سامعين قولهما معا. (المغرب: ۱/ ٤٥۹، کراچی)

من شرائط الإيجاب والقبول اتحاد المجلس. (الدر المختار: ٤/ ٧٦، زکریا)

ويتولى طرفي النكاح واحد بإيجاب يقوم مقام القبول في خمس صور: كأن كان ... أصيلا من جانب ووكيلا من آخر.

وتحته في الشامية: كقوله مثلا: زوجت فلانة من نفسي، فإنه يتضمن الشطرين، فلا يحتاج إلى القبول بعده (إلى قوله) كما لو وكلته امرأة أن يزوجها من نفسه، فقال: تزوجت مؤكلتي. (الدر المختار مع الشامي، باب الكفاءة: ٤/ ٢٢٤، زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ، ۱۴۳۴/۴/۲۰ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸/ ۷۹-۸۰)

انٹرنیٹ وغیرہ پر نکاح:

سوال: انٹرنیٹ، ویب سائٹ، فیکس، ای میل، ٹیلیفون کانفرس اور ٹیلی گرام پر نکاح کرنا درست ہے، یا نہیں؟
(محمد عاشق صدیقی، پھلت، مظفرنگر، یوپی)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

نکاح میں ضروری ہے کہ ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہو، سوال میں جن صورتوں کا ذکر ہے، اس میں ظاہر ہے کہ بات کرنے یا تحریری طور پر اپنی بات کو پیش کرنے والے کی مجلس الگ ہوتی ہے اور مخاطب کی مجلس الگ؛ اس لیے ان ذرائع ابلاغ کے ذریعہ نکاح کا ایجاب وقبول درست نہیں؛ البتہ کسی شخص کو ایجاب وقبول کا وکیل بنایا جاسکتا ہے اور وہ اپنے موکل کا نکاح کرسکتا ہے۔(۱) (کتاب الفتاویٰ: ۳۰۶/۴)

انٹرنیٹ کے ذریعہ وکالۃً نکاح کے جواز کی صورت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: موجودہ دور کے نو ایجاد انٹرنیٹ کے ذریعہ دولہا اور دولہن کی غیر موجودگی میں نکاح جائز ہونے کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اُس کو وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیں؛ تاکہ اس سلسلہ میں ہماری رہنمائی ہوسکے۔

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

انٹرنیٹ، یا ٹیلی فون پر براہِ راست نکاح جائز نہیں، البتہ اگر فریقین دونوں انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ کسی تیسرے کو وکیل بنادیں اور وہ مجلس نکاح میں دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرلے تو یہ نکاح منعقد ہوسکتا ہے۔

قال في الدرالمختار: ويتولى طرفي النكاح واحد بإيجاب يقوم مقام القبول في خمس صور: كأن كان وليا، أو وكيلاً من الجانبين،الخ.قال الشامي: (قوله:وليا أو وكيلاً من الجانبين) كزوجت ابني بنت أخي أو زوجت مؤكلي فلاناً مؤكلتي فلانة، قال ط: يكفي شاهدان على وكالته ووكالتها وعلى العقد؛لأن الشاهد يتحمل الشهادات العديدة. (الدرالمختار مع الشامي: ٢٢٤/٤،زكريا،٩٦/٣، كراتشی)

وفي الفتح: ويجوز للواحد أن ينفرد بعقد النكاح عند الشهود على اثنين إذا كان وليا لهما، أو وكيلاً عنهما. (فتح القدير: ٢٩٩/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ، ۱۴۲۹/۲/۱۵ھ، الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ (کتاب النوازل: ۸۰/۸-۸۱)

انٹرنیٹ پر نکاح:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک دوست امریکہ میں

(۱) دیکھئے: رد المحتار: ٦٣/٤

مقیم ہیں ان کا نکاح ایک پاکستانی لڑکی کے ساتھ (براہ راست) ویڈیو کانفرس کے ذریعے ہوا اور اس کی صورت یہ تھی کہ لڑکا امریکہ میں اور لڑکی پاکستان میں دو دو گواہوں اور دیگر اولیا کے ساتھ ایک ایک کمرے میں بیٹھ گئے۔ اب نکاح کی مکمل کارروائی دونوں فریقوں نے کمپیوٹر اسکرین پر براہ راست دیکھی، جس کا انٹرنیٹ کے ذریعے براہ راست تبادلہ جاری تھا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ یہ نکاح منعقد ہوا ہے، یا نہیں؟ اور کیا اس بارے میں کوئی گنجائش دی جا سکتی ہے؟

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

نکاح منعقد نہیں ہوا؛ اس لیے کہ نکاح میں لڑکے اور لڑکی کا، یا پھر ان کے وکیل کا گواہوں کے ساتھ ایک مجلس میں ہونا ضروری ہے، جب کہ صورتِ مسئولہ میں مجلس کا اتحاد نہیں پایا جا رہا، رہا کمپیوٹر اسکرین پر تصویر کا دکھائی دینا تو اس میں احتمالِ خدع (دھوکہ) موجود ہے، ممکن ہے کہ سامنے دکھائی دینے والی تصویر حقیقی نہ ہو؛ بلکہ سائنس و کمپیوٹر کا کمال ہو، لہٰذا نکاح منعقد نہیں ہوا اور شریعت نے جب اتنی رخصت دی ہے کہ لڑکا، یا لڑکی کسی وجہ سے مجلس عقد میں حاضر نہ ہو سکتے ہوں تو اپنی طرف سے کوئی وکیل مقرر کر دیں تو پھر خواہ مخواہ نکاح میں ان آلات کے استعمال کی ضرورت نہیں۔

لمافي الهندية (۲۶۸/۱): رجل زوج ابنته من رجل في بيت وقوم في بيت آخر يسمعون ولم يشهدهم إن كان من هذا البيت إلى ذلک البيت كوة رأوا الأب منها تقبل شهادتهم وإن لم يروا الأب لا تقبل كذا في الذخيرة.

وفيه ايضاً (۲۹۴/۱): يصح التوكيل بالنكاح وان لم يحضره الشهود.

وفي الشامية (۹۵/۳): واعلم أنه لا تشترط الشهادة على الوكالة بالنكاح بل على عقد الوكيل وإنما ينبغي أن يشهد على الوكالة إذا خيف جحد الموكل إياها. (نجم الفتاویٰ: ۱۸۲/۴)

فیس بک اور ٹیوٹر پر نکاح پڑھانے کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل فیس بک اور ٹیوٹر کا طریقہ چل رہا ہے، لڑکے لڑکی گروپ بنا کر آپس میں ٹیوٹ کرتے ہیں، مثلاً ۱۵/ بندوں کا ایک گروپ ہے، ایک شخص یہاں کراچی سے پیغام چھوڑ دیتا ہے کہ گرمی ہو رہی ہے تو باقی چودہ کراچی، یا پاکستان میں جہاں ہوں، وہ اپنے اعتبار سے پیغام کا جواب دیتے ہیں، اس طرح مشترکہ بات چیت چلتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر لڑکا یہ پیغام چھوڑ دے کہ میں انیلہ سے نکاح کرتا ہوں اور انیلہ ٹیوٹر پر ہی قبول کا پیغام چھوڑ دے باقی ۱۳/ بھی مشاہدہ کر لیں تو کیا نکاح ہو جائے گا؟ یا انیلہ کے پاس اس کے دو بہنیں اور ایک بھائی بیٹھا ہوا اور انیلہ منہ سے بول دے قبول کیا اور بھائی بہن سن لیں تو نکاح ہوگا؟ ازراہ کرم ٹیوٹر کے تمام احکام بسطِ مشفی کے ساتھ بیان کریں۔

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملك الوهاب

انعقادِ نکاح کے لیے ضروری ہے کہ دو گواہ مجلسِ نکاح میں حاضر ہوں اور ایجاب و قبول سنیں۔ صورت مسئولہ میں

نکاح منعقد نہ ہوگا؛ کیوں کہ گواہ مجلسِ نکاح میں ایجاب اور قبول نہیں سن رہے۔ اگر دوسرے شہر، یا ملک میں نکاح کرنا ہوتو اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس شہر میں کسی شخص کو اپنے نکاح کا وکیل مقرر کردیں، وکیل اس کی طرف سے دوسرے فریق کے ساتھ دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرے، اس طرح نکاح صحیح ہو جائے گا، یا جب عورت کے پاس مرد کا پیغام جائے تو عورت مرد کے پیغام کو دو گواہوں کے سامنے پڑھے اور پھر اُس کو گواہوں کے سامنے قبول کرے، اس طرح ایجاب اور قبول کو گواہ مجلسِ نکاح میں سن لیں گے اور نکاح منعقد ہو جائے گا؛ لیکن شرط یہ ہے کہ گواہ مرد کو جانتے ہوں اور پیغام بھی اُسی مرد کا ہو۔

لمافي خلاصة الفتاوى (٤٨/٢،ط:رشيديه): لأن سماع الشهود كلام المتعاقدين شرط انعقاد النكاح فالشهود وإن سمعوا كلامها لكن لم يسمعوا كلام الزوج ولو قرأت الكتاب على الشهود أو قالت إن فلانا كتب إلي يخطبني فاشهدوا إني قد زوجت نفسي منه صح النكاح.

وفي التاتارخانية (١٢٦/٤،ط:فاروقيه): ويصح النكاح بالوكالة والرسالة والكتابة لأنه عقد ينعقد بالرضا والإنابة.

وفي الهندية كتاب النكاح (٢٦٧/١،ط: ماجديه) : وأما شروطه... ومنها سماع الشاهدين كلامهما معاهكذا في فتح القدير... ولا ارسل اليها رسولا او كتب اليها بذلك كتابا... جاز لا تحاد المجلس من حيث المعنى.

وفي الدرالمختار كتاب النكاح (٢١/٣): بل غائب بشرط إعلام الشهود بما في الكتاب ما لم يكن بلفظ الأمر فيتولى الطرفين.

وفيه أيضاً(٢١/٣):(وشرط سماع كل من العاقدين لفظ الآخر) ليتحقق رضاهما (و) شرط (حضور) شاهدين(حرين) أو حر وحرتين (مكلفين سامعين قولهما معا)على الأصح. (نجم الفتاویٰ:۱۸۳/۴)

میسج پر نکاح منعقد نہیں ہوگا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص میسج (Message) کرے، کسی لڑکی کو اور وہ اس میں نکاح کا ایجاب کرے اور لڑکی اس کے جواب میں ''قبول ہے'' کا (Reply) کرے اور لڑکی کے پاس جو میسج آیا تھا اور جو اس لڑکی نے جواباً میسج کیا ہے, اس کو لڑکی کا بھائی اور اس لڑکی کی سہیلیاں پڑھ لیں اور دوسرے طرف لڑکے کے دوست ان میسج کو پڑھ لیں تو اس طریقہ سے نکاح ہو جاتا ہے؟ اگر نہیں تو میسج پر نکاح کی کوئی ممکنہ جائز صورت ہے؟ اگر ہے تو برائے مہربانی تحریر فرمادیں اور نکاح جائز نہ ہونے کی وجہ بھی تفصیل سے تحریر فرمادیں۔

الجواب ـــــــــــ بعون الملك الوهاب

صورت مسئولہ میں اولاً یہ بات ذہن نشین رہے کہ بغیر اولیا کے لڑکے اور لڑکی کا آپس میں نکاح کے معاملات کرنا

شرفاء کا طریقہ کار نہیں۔ نیز نکاح سے قبل لڑکے، لڑکی کا آپس میں ایک دوسرے کو میسج بھیجنا، یا فون پر بات کرنا جائز نہیں یہ انتہائی قبیح اور غیر اسلامی حرکت ہے، البتہ اگر ایسی صورت پیش آجاتی ہے اور لڑکے کی طرف سے ایجاب کا میسج لڑکی پڑھ کر دو گواہوں کو سنائے اور پھر اسے قبول کرلے تو نکاح منعقد ہوجائے گا۔ صورت مسئولہ میں چونکہ لڑکی نے وہ میسج پڑھ کر نہیں سنایا اور گواہوں نے لڑکی کے قبول کے الفاظ نہیں سنے، لہٰذا یہ نکاح منعقد نہیں ہوا۔

لمافي الشامية (۱۲/۳، كتاب النكاح: مطلب التزوج بإرسال كتاب) : **(قوله: ولا بكتابة حاضر) فلو كتب تزوجتك فكتبت قبلت لم ينعقد بحر والأظهر أن يقول فقالت قبلت الخ إذ الكتابة من الطرفين بلا قول لا تكفي ولو في الغيبة تأمل... ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب وصورته أن يكتب إليها يخطبها فإذا بلغها الكتاب أحضرت الشهود وقراء ته عليهم وقالت زوجت نفسي منه أو تقول إن فلانا كتب إلي يخطبني فاشهدوا إني زوجت نفسي منه أما لو لم تقل بحضرتهم سوى زوجت نفسي من فلان لا ينعقد لأن سماع الشطرين شرط صحة النكاح وبإسماعهم الكتاب أو التعبير عنه منها قد سمعوا الشطرين بخلاف ما إذا انتفيا.** (نجم الفتاویٰ:۱۸۱/۴-۱۸۲)

تار سے خبر دی کہ میرا نکاح فلاں سے کردیجئے:

سوال: ایک شخص نے بذریعہ تار اپنے مرشد کو اطلاع دی کہ میرا نکاح فلاں عورت کے ساتھ پڑھا دیا جائے، اس صورت میں کیا حکم ہے۔

الجواب

مرشد اس حالت میں نکاح پڑھا سکتا ہے اور ایجاب وقبول اس فریق کی طرف سے کرسکتا ہے، جس نے بذریعہ خط، یا تار کے اجازت دی ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۴۰/۷)

بذریعہ تار نکاح منعقد ہوگا، یا نہیں:

سوال: لڑکا دوسرے شہر میں ہے اور وہ ہمارے گاؤں کی ایک لڑکی سے تار کے ذریعہ نکاح کرے تو نکاح صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

تار سے نکاح صحیح نہ ہوگا، غائبانہ نکاح صحیح ہوسکتا ہے اور اس کا طریقہ فتاویٰ رحیمیہ، جلد سوم اردو، ص:۱۳۱، میں شائع ہوچکا ہے، ملاحظہ فرمالیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۵۵/۸)

☆☆☆

اردو کتب فتاویٰ

نمبر شمار	کتب فتاویٰ	مفتیان کرام	مطبع
(۱)	فتاویٰ عزیزی	حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	ایم ایچ سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی
(۲)	فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	محمد اسحاق صدیقی اینڈ سنز، تاجران کتب، وما لکان کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند، سہارنپور، انڈیا
(۳)	تالیفات رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲
(۴)	باقیات فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش گنگوہی	حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ ضلع پربدھ نگر (مظفرنگر) یوپی، انڈیا
(۵)	عزیز الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۶)	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی ابن فضل الرحمٰن عثمانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۷)	امداد الفتاویٰ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۸)	الحیلۃ الناجزۃ	حضرت مولانا محمد اشرف علی بن عبدالحق التھانوی	مکتبہ رضی دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۹)	امداد الاحکام	حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی بن لطیف احمد رمولانا عبدالکریم گمتھلوی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۰)	آلات جدیدہ کے شرعی احکام	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۱)	جواہر الفقہ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانی	مکتبہ تفسیر القرآن، نزد چھتہ مسجد، دیوبند، یوپی
(۱۲)	امداد المفتیین	حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی بن محمد یاسین عثمانیؒ	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۳)	مجموعۂ فتاویٰ عبدالحیٔ	ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	مکتبہ تھانوی، دیوبند، یوپی، انڈیا
(۱۴)	فتاویٰ مظاہر علوم	ابوابراہیم خلیل احمد بن مجید علی انبہٹوی محدث سہارنپوریؒ	شعبۂ نشر واشاعت مظاہر علوم سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۵)	فتاویٰ محمودیہ	حضرت مولانا مفتی محمود حسن بن حامد حسن گنگوہی	مکتبہ شیخ الاسلام دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۱۶)	فتاویٰ امارت شرعیہ	حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد بن مولوی حسین بخش و دیگر مفتیان	شعبۂ نشر واشاعت امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ
(۱۷)	کفایت المفتی	حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی بن شیخ عنایت اللہ	حفیظ الرحمٰن واصف، کوہ نور پریس، دہلی، انڈیا
(۱۸)	فتاویٰ باقیات صالحات	حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری بن عبدالقادر	جامعہ باقیات صالحات، ویلور، بنگلور، انڈیا
(۱۹)	فتاویٰ احیاء العلوم	حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین مبارک پوری بن عبدالسبحان	جامعہ احیاء العلوم، مبارکپور، یوپی، انڈیا
(۲۰)	منتخبات نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۱)	نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشن، جوگابائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۲)	خیر الفتاویٰ	حضرت مولانا خیر محمد جالندھری	مکتبہ الحق ماڈرن ڈیری، جوگیشوری، ممبئی ۱۰۲

(۲۳) فتاویٰ شیخ الاسلام	شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی بن سید حبیب اللہ	مکتبہ شیخ الاسلام، دیوبند، یوپی، انڈیا
(۲۴) فتاویٰ حقانیہ	حضرت مولانا عبدالحق بن حاجی معروف گل پاکستانی	دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز، نزد واٹر ٹینک مغل پورہ، حیدرآباد
(۲۵) احسن الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی رشید احمد بن مولانا محمد سلیم پاکستانی	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، یوپی، انڈیا
(۲٦) فتاویٰ عثمانی	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی بن محمد شفیع دیوبندی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۲۷) فتاویٰ قاضی	قاضی القضاۃ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	ایفا پبلیکیشن، جوگا بائی، نئی دہلی، انڈیا
(۲۸) فتاویٰ رحیمیہ	حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ	مکتبہ رحیمیہ منشی اسٹریٹ راندیر، سورت گجرات
(۲۹) کتاب الفتاویٰ	مولانا مفتی خالد سیف اللہ رحمانی صاحب	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، سہارنپور، یوپی، اندیا
(۳۰) محمود الفتاویٰ	مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب	مکتبہ نور، محمود نگر، متصل جامعہ، ڈابھیل
(۳۱) حبیب الفتاویٰ	مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب	سمیع پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، دریا گنج، نئی دہلی
(۳۲) فتاویٰ فرنگی محل	حضرت مولانا محمد عبدالقادر صاحب فرنگی محلی	مطبع نامی نخاس، لکھنؤ، یوپی، انڈیا
(۳۳) فتاویٰ ندوۃ العلماء	حضرت مولانا مفتی محمد ظہور ندوی صاحب	مجلس صحافت ونشریات، ندوۃ العلماء مارگ، پوسٹ باکس نمبر ۹۳، لکھنؤ، انڈیا
(۳۴) فتاویٰ بینات	مفتیان جامعہ علوم اسلامیہ، بنوری ٹاؤن، پاکستان	مکتبہ بینات، جامعۃ العلوم الاسلامیۃ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان
(۳۵) فتاویٰ فریدیہ	مولانا مفتی محمد فرید صاحب پاکستانی	مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی، پاکستان
(۳٦) فتاویٰ مفتی محمود	مولانا مفتی محمود صاحب پاکستانی	جمعیت پبلیکیشنز وحدت روڈ، لاہور، پاکستان
(۳۷) آپ کے مسائل اوران کا حل	حضرت مولانا محمد یوسف بن چودھری اللہ بخش لدھیانوی	مکتبہ لدھیانوی ایم اے جناح روڈ، کراچی، پاکستان
(۳۸) مرغوب الفتاویٰ	مولانا مفتی مرغوب الرحمٰن صاحب لاجپوری	جامعۃ القرأت کفلیۃ، مولانا عبدالحیٔ نگر، سورت، گجرات
(۳۹) فتاویٰ دارالعلوم زکریا	مولانا مفتی رضاء الحق صاحب، افریقہ	ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی-٦، انڈیا
(۴۰) فتاویٰ شاکر خان	مولانا مفتی محمد شاکر خان صاحب پونہ، انڈیا	مدرسہ بیت العلوم کونڈوا، خرد سروے نمبر ۱۴۲، شوکا میوز کے پیچھے، پونہ ۴۸، انڈیا
(۴۱) فتاویٰ ریاض العلوم	مفتیان کرام مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، گورینی، جونپور	مدرسہ عربیہ ریاض العلوم، چوکیہ گورینی، جونپور (یوپی)
(۴۲) فتاویٰ بسم اللہ	حضرت مولانا اسماعیل بن محمد بسم اللہ	جامعۃ القرءات، مولانا عبدالحیٔ نگر، کفلیۃ، سورت گجرات
(۴۳) فتاویٰ یوسفیہ	مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلوی	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند
(۴۴) کتاب النوازل	مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری	زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارنپور، انڈیا
(۴۵) نجم الفتاویٰ	مفتی سید نجم الحسن امروہوی	شعبہ نشرواشاعت جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن، نارتھ کراچی
(۴٦) فتاویٰ فلاحیہ	حضرت مولانا مفتی احمد ابراہیم بیماتؒ	حافظ اسجد بن مفتی احمد ابراہیم بیمات، کینیڈا
(۴۷) فتاویٰ دینیہ	حضرت مولانا مفتی محمد اسماعیل کچھولویؒ	جامعہ حسینہ راندیر، سورت، گجرات

مصادر ومراجع

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
	﴿قرآن (مع تفاسیر وعلوم قرآن)﴾		
(۱)	القرآن الکریم	کتاب اللہ	وحی الٰہی
(۲)	جامع البیان فی تاویل القرآن	ابوجعفر الطبری، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی	۳۱۰ھ
(۳)	احکام القرآن	ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۴)	التفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب)	أبوعبداللہ، محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی، فخر الدین الرازی	۶۰۶ھ
(۵)	انوار التنزیل واسرار التاویل (تفسیر بیضاوی)	ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی	۶۸۵ھ
(۶)	تفسیر القرآن العظیم	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی	۷۷۴ھ
(۷)	تفسیر الجلالین	جلال الدین محمد بن احمد محلی رجلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان سیوطی	۸۶۴ھ/۹۱۱ھ
(۸)	الإتقان فی علوم القرآن	جلال الدین سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابوبکر	۹۱۱ھ
(۹)	شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی	شیخ زادہ، محی الدین بن مصطفیٰ مصلح الدین القوجوی	۹۵۱ھ
(۱۰)	تفسیر مظہری	قاضی محمد ثناء اللہ مظہری پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۱۱)	فتح القدیر	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
۱۲()	روح المعانی	محمود بن عبداللہ شہاب الدین ابوالثناء الحسینی الآلوسی	۱۲۷۰ھ
(۱۳)	التفسیر المنیر	وھبہ بن مصطفیٰ الزحیلی	۱۴۳۶ھ
	﴿عقائد (مع شروحات)﴾		
(۱۴)	فقہ اکبر	ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	۱۵۰ھ
(۱۵)	العقیدۃ الطحاویۃ	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۶)	الشریعہ	ابوبکر محمد بن الحسین بن عبداللہ الآجری البغدادی المکی	۳۶۰ھ
(۱۷)	أبوالمعین علی ہامش شرح العقائد	ابوالمعین میمون بن محمد بن محمد بن معتمد بن محمد ابن مکحل ۔ الفضل النسفی المکحولی	۵۰۸ھ
(۱۸)	شرح فقہ اکبر	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۹)	منح الروض الأزہر فی شرح فقہ أکبر	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۰)	مبدأ ومعاد	حضرت مجدد الف ثانی احمد فاروقی سرہندی	۱۰۳۴ھ

سن وفات	مصنف، مؤلف	اسمائے کتب	نمبرشمار
	﴿متون واطراف واجزاء حدیث﴾		
۱۵۰ھ	امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بن زوطی بن ہرمز	مسند ابوحنیفہ بروایۃ الحصکفی وابی نعیم	(۲۱)
۱۵۳ھ	ابوعروۃ البصری معمر بن اَبی عمرو راشد الأزدی	جامع معمر بن راشد	(۲۲)
۱۷۹ھ	امام دارالہجرہ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی	موطأ امام مالک	(۲۳)
۱۸۲ھ	ابویوسف القاضی، یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن حبتۃ انصاری	کتاب الآثار بروایۃ اَبی یوسف	(۲۴)
۱۸۱ھ	ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن المبارک بن واضح الحنظلی الترکی ثم المروزی	الزھد والرقائق لابن المبارک	(۲۵)
۱۸۹ھ	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	کتاب الآثار بروایۃ امام محمد	(۲۶)
۱۸۹ھ	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	موطأ امام مالک رموطأ امام محمد	(۲۷)
۱۹۷ھ	ابومحمد عبداللہ بن وھب بن مسلم المصری القرشی	الجامع لابن وھب	(۲۸)
۲۰۴ھ	امام شافعی ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن عبدالمطلب بن	مسند الشافعی بترتیب السندی	(۲۹)
	عبد مناف الشافعی القرشی المکی	السنن الماثورۃ بروایۃ المزنی	(۳۰)
۲۰۴ھ	ابوداؤد سلیمان بن داؤد بن الجارود الطیالسی البصری	مسند ابوداؤد الطیالسی	(۳۱)
۲۱۱ھ	عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی	مصنف عبدالرزاق صنعانی	(۳۲)
۲۱۹ھ	ابوبکر عبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبیداللہ القرشی الأسدی الحمیدی المکی	مسند الحمیدی	(۳۳)
۲۱۹ھ	ابونعیم الفضل بن عمرو بن حماد بن زہیر بن درہم القرشی المروف بابن دکین	الصلوٰۃ	(۳۴)
۲۳۰ھ	علی بن الجعد بن عبید الجوھری البغدادی	مسند ابن الجعد	(۳۵)
۲۳۵ھ	حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان بن خورستی	مصنف ابن ابی شیبہ رمسند ابن ابی شیبہ	(۳۶،۳۷)
۲۳۸ھ	ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم بن محمد بن ابراہیم الحنظلی المروزی، ابن راھویہ	مسند اسحاق بن راھویہ	(۳۸)
۲۴۱ھ	امام احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذھلی	مسند امام احمد	(۳۹)
۲۴۱ھ	امام احمد، ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی الذھلی	فضائل الصحابۃ	(۴۰)
۲۴۹ھ	ابومحمد عبدالحمید بن نصر الکسی	المنتخب من مسند عبد بن حمید	(۴۱)
۲۵۶ھ	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	صحیح البخاری	(۴۲)
۲۵۶ھ	ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری	الادب المفرد	(۴۳)
۲۶۱ھ	ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری بن دردین النیشا فوری	صحیح مسلم	(۴۴)
۲۷۲ھ	ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن العباس المکی الفاکھی	أخبار مکۃ فی قدیم الدھر وحدیثہ	(۴۵)
۲۷۳ھ	حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ الربعی القزوینی، ابن ماجہ	سنن ابن ماجہ	(۴۶)

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۴۷)	سنن ابوداؤد،مراسیل ابوداؤد	ابوداؤد،سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمروالازدی السجستانی	۲۷۵ھ
(۴۸)	سنن الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۴۹)	شمائل الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹ھ
(۵۰)	مسندالحارث	ابومحمد الحارث بن محمد بن داھرالتمیمی البغدادی الخطیب المعروف بابن ابی اسامہ	۲۸۲ھ
(۵۱)	البدع	ابوعبداللہ محمد بن وضاح بن بزیع المروانی القرطبی	۲۸۶ھ
(۵۲)	الآحادوالمثانی	ابوبکر بن أبي عاصم،احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۵۳)	السنۃ	ابوبکر بن أبي عاصم،احمد بن عمرو بن الضحاک بن مخلد الشیبانی	۲۸۷ھ
(۵۴)	البحرالزخارالمعروف بمسند البز ار	ابوبکراحمد بن عمرو بن عبدالخالق بن خلاد بن عبیداللہ العتکی ،البز ار	۲۹۲ھ
(۵۵)	تعظیم قدر الصلاۃ	ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۶)	مختصر قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر	ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج المروزی	۲۹۴ھ
(۵۷)	القدر	ابوبکر جعفر بن محمد بن الحسن بن المستفاض الفریابی	۳۰۱ھ
(۵۸)	سنن النسائی	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۵۹)	عمل الیوم واللیلۃ	احمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائی	۳۰۳ھ
(۶۰)	المسند	حافظ ابویعلی احمد بن علی الموصلی	۳۰۷ھ
(۶۱)	المنتقی	ابن الجارودابومحمد عبداللہ بن علی النیشاپوری	۳۰۷ھ
(۶۲)	مسندالرویانی	ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی	۳۰۷ھ
(۶۳)	الکنی والأسماء	ابوبشر محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم الانصاری الدولابی الرازی	۳۱۰ھ
(۶۴)	صحیح ابن خزیمۃ	محمد بن اسحق بن المغیرۃ بن صالح بن بکرالسلمی النیسافوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۶۵)	التوحید	محمد بن اسحق بن المغیرۃ بن صالح بن بکرالسلمی النیسافوری الشافعی	۳۱۱ھ
(۶۶)	السنۃ لابن ابی بکر بن الخلال	ابوبکراحمد بن محمد بن ہارون بن یزیدالخلال البغدادی الحنبلی	۳۱۱ھ
(۶۷)	مسندالسراج،حدیث السراج	ابوالعباس محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن مہران الخراسانی النیسابوری	۳۱۳ھ
(۶۸)	مستخرج ابوعوانہ	ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم النیسابوری الاسفرائنی	۳۱۶ھ
(۶۹)	شرح معانی الآثار	ابوجعفراحمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۷۰)	شرح مشکل الآثار	ابوجعفراحمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۷۱)	مکارم الأخلاق،مساوی ءالاخلاق	ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سہل بن شاکرالخرائطی السامری	۳۲۷ھ
(۷۲)	مسندالشاشی	ابوسعیدالہیثم بن کلیب بن سریج بن معقل الشاشی البنکثی	۳۳۵ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۷۳)	معجم ابن الأعرابی	ابوسعید بن الأعرابی احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن درھم البصری الصوفی	۳۴۰ھ
(۷۴)	صحیح ابن حبان	ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ التمیمی الدارمی البستی	۳۵۴ھ
(۷۵)	المعجم الأوسط/المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۶)	الدعاء	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۷)	مسند الشامیین	سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطر ابوالقاسم الطبرانی	۳۶۰ھ
(۷۸)	عمل الیوم واللیلۃ	ابن السنی، احمد بن محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن اسباط بن عبداللہ	۳۶۴ھ
(۷۹)	سنن الدارقطنی	ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود البغدادی الدارقطنی	۳۸۵ھ
(۸۰)	الترغیب فی فضائل الاعمال وثواب ذلک	ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ
(۸۱)	شرح مذاھب أھل السنۃ	ابن شاہین، ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد بن محمد بن ایوب بن ازداد البغدادی	۳۸۵ھ
(۸۲)	الإبانۃ الکبریٰ	ابوعبداللہ عبیداللہ بن محمد بن محمد بن حمدان العکبری المعروف بابن بطۃ	۳۸۷ھ
(۸۳)	معالم السنن	ابوسلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم بن الخطاب البستی المعروف بالخطابی	۳۸۸ھ
(۸۴)	المستدرک علی الصحیحین	محمد بن عبداللہ بن حمدویہ الحاکم النیسافوری	۴۰۵ھ
(۸۵)	الإیمان	ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحی بن مندہ العبدی	۳۹۵ھ
(۸۶)	شرح أصول اعتقاد أھل السنۃ والجماعۃ	ابوالقاسم ھبۃ اللہ بن الحسن بن منصور الطبری الرازی اللالکائی	۴۱۸ھ
(۸۷)	حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران أصفہانی	۴۳۰ھ
(۸۸)	المسند المستخرج علی صحیح مسلم	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران أصفہانی	۴۳۰ھ
(۸۹)	امالی	ابوالقاسم عبدالملک بن محمد بن عبداللہ بن بشران بن محمد بن بشران بن مھران البغدادی	۴۳۰ھ
(۹۰)	مسند الشھاب	ابوعبداللہ محمد بن سلامۃ بن جعفر بن علی بن حکمون القضاعی المصری	۴۵۴ھ
(۹۱)	السنن الکبریٰ/السنن الصغیر	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۹۲)	شعب الإیمان	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۹۳)	معرفۃ السنن والآثار	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۹۴)	الدعوات الکبیر	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخراسانی البیہقی	۴۵۸ھ
(۹۵)	جامع بیان العلم وفضلہ	ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم النمری القرطبی	۴۶۳ھ
(۹۶)	تفسیر غریب مافی الصحیحین	محمد بن فتوح بن عبداللہ بن فتوح بن حمید الازدی المیورقی الحمیدی	۴۸۸
(۹۷)	الفردوس بمأثور الخطاب	ابوشجاع، شیرویہ بن شھردار بن شیرویہ بن فناخسرو الدیلمی الھمدانی	۵۰۹ھ
(۹۸)	شرح السنۃ	محی الدین ابومحمد الحسین بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوی الشافعی	۵۱۶ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۹۹)	سنن الدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بہزام التمیمی السمرقندی الدارمی	۵۵۲ھ
(۱۰۰)	المعجم	ابوالقاسم، علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ المعروف بابن عساکر	۵۷۱ھ
(۱۰۱)	کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی	۵۷۹ھ
(۱۰۲)	جامع الأصول فی أحادیث الرسول	مجد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری ابن الاثیر	۶۰۶ھ
(۱۰۳)	مشکوٰۃ المصابیح	ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی	۷۲۰ھ
(۱۰۴)	منہاج السنۃ	تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الجرانی الحنبلی الدمشقی	۷۲۸ھ
(۱۰۵)	الجوھر النقی	علاء الدین علی بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ الماردینی ابن الترکمانی	۷۵۰
(۱۰۶)	جامع المسانید والسنن الھادی لأقوم السنن	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی	۷۷۴ھ
(۱۰۷)	نصب الرایۃ فی تخریج أحادیث الہدایۃ	جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف بن محمد الزیلعی	۷۶۲ھ
(۱۰۸)	البدر المنیر مختصر تلخیص الذھبی	ابن الملقن سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد الشافعی المصری	۸۰۴ھ
(۱۰۹)	تخریج أحادیث إحیاء علوم الدین	عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمٰن الحافظ العراقی	۸۰۶ھ
		تاج الدین ابونصر عبدالوھاب ابن تقی الدین السبکی	۷۷۱ھ
		السید محمد مرتضی الزبیدی	۱۲۰۵ھ
(۱۱۰)	مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	نورالدین محمد بن ابوبکر بن سلیمان الہیثمی	۸۰۷ھ
(۱۱۱)	الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۱۲)	التلخیص الحبیر	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۱۳)	المقاصد الحسنۃ	محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد شمس الدین السخاوی	۹۰۲ھ
(۱۱۴)	الجامع الصغیر رالفتح الکبیر	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۵)	تنویر الحوالک شرح موطأ الامام مالک	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۱۶)	جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد	العلامۃ محمد بن محمد سلیمان المغربی	۱۰۹۴ھ
(۱۱۷)	آثار السنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن النیموی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۱۸)	اعلاء السنن	مولانا ظفر احمد بن محمد لطیف عثمانی تھانوی	۱۳۹۴ھ

﴿شروح وعلل حدیث﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۱۹)	شرح صحیح البخاری	ابن بطال ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک	۴۴۹ھ
(۱۲۰)	النووی شرح مسلم	محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۱۲۱)	احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام	تقی الدین ابوالفتح الشہیر بابن دقیق العید	۷۰۲ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۲۲)	المفاتیح شرح المصابیح	الحسین بن محمد بن الحسن مظہر الدین الزیدانی الکوفی الضریر الشیر ازی الحنفی	۷۲۷ھ
(۱۲۳)	الکاشف عن حقائق السنن شرح الطیبی	شرف الدین حسین بن عبداللہ بن محمد الحسن الطیبی	۷۴۳ھ
(۱۲۴)	فتح الباری	زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب بن الحسن السلامی البغدادی ثم الدمشقی الحنبلی	۷۹۵ھ
(۱۲۵)	المحلی شرح الموطأ	ابوعبداللہ محمد بن سلیمان بن خلیفہ المالکی	
(۱۲۶)	فتح الباری شرح صحیح البخاری	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجرالکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۷)	تقریب التہذیب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجرالکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۸)	تہذیب التہذیب	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجرالکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۲۹)	شرح المصابیح	محمد بن عزالدین عبداللطیف بن عبدالعزیز بن امین الدین بن فرشتا الرومی الکرمانی الحنفی المشہور بابن ملک	۸۵۴ھ
(۱۳۰)	عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۳۱)	شرح سنن أبی داوٗد	بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۱۳۲)	قوت المغتذی شرح جامع الترمذی	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۳)	الآلی المصنوعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۴)	مصباح الزجاجۃ شرح سنن ابن ماجۃ	جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد بن ابوبکر بن عثمان السیوطی	۹۱۱ھ
(۱۳۵)	ارشاد الساری شرح البخاری	احمد بن محمد بن ابوبکر بن عبدالملک القسطلانی المصری	۹۲۳ھ
(۱۳۶)	مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۳۷)	جمع الوسائل فی شرح الشمائل	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۱۳۸)	فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	زین الدین محمد عبدالرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی	۱۰۳۱ھ
(۱۳۹)	کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق	زین الدین محمد عبدالرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین المناوی	۱۰۳۱ھ
(۱۴۰)	اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح	مولانا عبدالحق محدث دہلوی (عبدالحق بن سیف الدین بن سعداللہ البخاری الدہلوی الحنفی)	۱۰۵۲ھ
(۱۴۱)	حاشیۃ السندی علی سنن ابن ماجۃ	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالہادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۴۲)	شرح مسند الشافعی	ابوالحسن نورالدین السندی محمد بن عبدالہادی التتوی	۱۱۳۸ھ
(۱۴۳)	کشف الخفاء	اسماعیل بن محمد بن عبدالہادی بن عبدالغنی العجلونی الدمشقی الشافعی	۱۱۶۲ھ
(۱۴۴)	سبل السلام شرح بلوغ المرام	محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد الحسن امیر یمانی	۱۱۸۲ھ
(۱۴۵)	نیل الأوطار	محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی	۱۲۵۰ھ
(۱۴۶)	مظاہر حق	نواب قطب الدین خاں دہلوی	۱۲۸۹ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۴۷)	بذل المجهود في حل أبي داود	المحدث خلیل احمد السہارنفوری	۱۲۹۷ھ
(۱۴۸)	التعليق الممجد على موطا الإمام محمد	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۴۹)	حاشية السنن لأبي داود	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۵۰)	حاشیہ حصن حصین	ابوالحسنات محمد عبدالحئی بن حافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۱۵۳)	عون الباري لحل أدلة البخاري	نواب صدیق حسن خاں (محمد صدیق بن حسن بن علی بن لطف اللہ حسینی قنوجی)	۱۳۰۷ھ
(۱۵۲)	التعليق الحسن على آثار السنن	محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن النیموی البہاری الحنفی	۱۳۲۲ھ
(۱۵۳)	لامع الدراري على صحيح البخاري	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۵۴)	الكوكب الدري على جامع الترمذي	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۳۲۳ھ
(۱۵۵)	عون المعبود في شرح سنن أبي داود	ابوالطیب محمد شمس الحق بن أمیر علی بن مقصود علی الصدیقی العظیم آبادی	۱۳۲۹ھ
(۱۵۶)	المنهل العذب المورود شرح أبي داود	محمود محمد خطاب السبکی	۱۳۵۲ھ
(۱۵۷)	العرف الشذي شرح سنن الترمذي	علامہ محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۵۸)	فيض الباري شرح البخاري	علامہ محمد انور شاہ بن معظم شاہ حسینی کشمیری	۱۳۵۲ھ
(۱۵۹)	تحفة الأحوذي شرح سنن الترمذي	ابوالعلی عبدالرحمٰن مبارکپوری	۱۳۵۳ھ
(۱۶۰)	فتح الملهم	مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی	۱۳۶۹ھ
(۱۶۱)	التعليق الصبيح على مشكوة المصابيح	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	۱۳۹۴ھ
(۱۶۲)	معارف السنن شرح جامع الترمذي	مولانا محمد یوسف بن سید زکریا حسینی بنوری	۱۳۹۷ھ
(۱۶۳)	أوجز المسالك إلى موطا امام مالك	مولانا محمد زکریا بن محمد یحییٰ کاندھلوی	۱۴۰۲ھ
(۱۶۴)	مرعاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح	ابوالحسن عبیداللہ بن بن محمد عبدالسلام بن خاں محمد بن امان اللہ بن حسام الدین رحمانی مبارکپوری	۱۴۱۴ھ
(۱۶۵)	سلسلة الأحاديث الضعيفة	محمد ناصر الدین الالبانی	۱۴۲۰ھ
(۱۶۶)	منار القاري شرح مختصر صحيح البخاري	حمزہ بن محمد قاسم	۱۴۳۱ھ
(۱۶۷)	منهاج السنن شرح سنن الترمذي	مولانا مفتی محمد فرید زرویوی	۱۴۳۲ھ
(۱۶۸)	البحر المحيط الثجاج في شرح صحيح المسلم	محمد بن علی بن آدم بن موسی الإتیوبی الولوی	--

سیرت وشمائل

(۱۶۹)	زاد المعاد في هدية خير الانام	ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	۶۲۰ھ
(۱۷۰)	لمواهب اللدنية بالمنح المحمدية	ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	۸۵۲ھ
(۱۷۱)	سبل الهدى والرشاد في سيرة خير الانام	محمد بن یوسف الصلاحی الشامی	۹۴۲ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۷۲)	تاریخ الخمیس فی أحوال أنفس النفیس	حسین بن محمد بن الحسن الدیار بکری	۹۶۶ھ
(۱۷۳)	شرح المواھب اللدنیۃ	العلامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی المالکی	۱۱۲۲ھ
(۱۷۴)	اصح السیر	مولانا ابوالبرکات عبدالرؤف دانا پوری	--
(۱۷۵)	سیرۃ المصطفی	محمد ادریس کاندھلوی بن حافظ محمد اسماعیل کاندھلوی	۱۳۹۴ھ

﴿کتب فقہ احناف﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۷۶)	الحجۃ علی اہل المدینۃ	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۷)	کتاب الأصل	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۸)	الجامع الصغیر	ابوعبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی	۱۸۹ھ
(۱۷۹)	مختصر الطحاوی	ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	۳۲۱ھ
(۱۸۰)	شرح مختصر الطحاوی	ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۳۷۰ھ
(۱۸۱)	عیون المسائل	ابواللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۳ھ
(۱۸۲)	مختصر القدوری	محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان القدوری	۴۲۸ھ
(۱۸۳)	النتف فی الفتاوی	ابوالحسن علی بن الحسین بن محمد السغدی الحنفی	۴۶۱ھ
(۱۸۴)	المبسوط	شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۸۵)	شرح السیر الکبیر	شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی	۴۸۳ھ
(۱۸۶)	تحفۃ الفقہاء	علاء الدین محمد بن احمد بن ابواحمد السمرقندی الحنفی	۵۳۹ھ
(۱۸۷)	خلاصۃ الفتاویٰ رمجموع الفتاویٰ	طاہر بن احمد بن عبدالرشید البخاری	۵۴۲ھ
(۱۸۸)	المحیط البرھانی فی الفقہ النعمانی	ابوالمعالی محمود بن احمد بن عبدالعزیز بن مازہ البخاری	۵۷۰ھ
(۱۸۹)	بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع	علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی	۵۸۷ھ
(۱۹۰)	فتاویٰ قاضی خان	محمود اوزجندی قاضی خان حسن بن منصور	۵۹۲ھ
(۱۹۱)	بدایۃ المبتدی وشرحہ الہدایۃ	برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر المرغینانی	۵۹۳ھ
(۱۹۲)	قنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیۃ	ابوالرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ
(۱۹۳)	المجتبی شرح مختصر القدروی	ابوالرجاء مختار بن محمود بن محمد الزاہدی الغزمینی	۶۵۸ھ
(۱۹۴)	تحفۃ الملوک	زین الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الحنفی الرازی	۶۶۶ھ
(۱۹۵)	مجمع البرکات	ابوالبرکات بن حسام الدین بن سلطان بن ھاشم بن رکن الدین بن جمال الدین بن سماء الدین الحنفی الدہلوی	۶۶۷ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۱۹۶)	الوقایۃ (وقایۃ الروایۃ)	صدر الشریعہ محمود بن عبداللہ بن ابراہیم المحبوبی الحنفی	۶۷۳ھ
(۱۹۷)	الاختیار لتعلیل المختار	عبداللہ بن محمود بن مودود بن محمود ابوالفضل مجد الدین الموصلی	۶۸۳ھ
(۱۹۸)	الفتاویٰ الغیاثیۃ	شیخ داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	۶۸۶ھ کے بعد
(۱۹۹)	مجمع البحرین وملتقی النیرین	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب المعروف بابن الساعاتی البعلبکی	۶۹۴ھ
(۲۰۰)	منیۃ المصلی وغنیۃ المبتدی	سدید الدین محمد بن محمد بن الرشید بن علی الکاشغری	۷۰۵ھ
(۲۰۱)	کنز الدقائق	حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی	۷۱۰،۷۰۱ھ
(۲۰۲)	تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق	فخر الدین عثمان بن علی بن محجن الزیلعی	۷۴۳ھ
(۲۰۳)	شرح مختصر الوقایۃ (شرح وقایۃ الروایۃ)	صدر الشریعہ الصغیر، عبید اللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۲۰۴)	النقایۃ مختصر الوقایۃ	صدر الشریعہ الصغیر، عبید اللہ بن مسعود بن محمود بن احمد المحبوبی الحنفی	۷۴۷ھ
(۲۰۵)	الکفایۃ شرح الہدایۃ (متداولہ)	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکرمانی	۷۶۷ھ
(۲۰۶)	النہایۃ شرح الہدایۃ	حسام الدین حسن بن علی بن حجاج السغناقی	۷۷۱ھ
(۲۰۷)	جامع المضمرات شرح مختصر القدوری	یوسف بن عمر بن یوسف الصوفی الکادوری نبیرہ شیخ عمر بزار	۸۳۲ھ
(۲۰۸)	شرح العنایۃ علی الہدایۃ	اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود البابرتی	۷۸۶ھ
(۲۰۹)	الفتاویٰ التاتارخانیۃ	علامہ عالم بن العلاء الأنصاری الدہلوی	۷۸۶ھ
(۲۱۰)	السراج الوہاج فی شرح مختصر القدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۱۱)	الجوہرۃ النیرۃ فی شرح مختصر القدوری	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی	۸۰۰ھ
(۲۱۲)	شرح مجمع البحرین علی ہامش المجمع	ابن الملک، عبداللطیف بن عبدالعزیز	۸۰۱ھ
(۲۱۳)	الفتاویٰ البزازیۃ	محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف الکردری الخوارزمی المعروف بابن بزازی	۸۲۷ھ
(۲۱۴)	معین الحکام	ابوالحسن علاء الدین علی بن خلیل الطرابلسی الحنفی	۸۴۴ھ
(۲۱۵)	البنایۃ شرح الہدایۃ	بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۲۱۶)	منحۃ السلوک فی شرح تحفۃ الملوک	بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی	۸۵۵ھ
(۲۱۷)	فتح القدیر علی الہدایۃ	ابن ہمام کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید الحنفی	۸۶۱ھ
(۲۱۸)	کتاب التصحیح والترجیح علی مختصر القدوری	ابوالعدل زین الدین قاسم بن قطلو بغا الحنفی	۸۷۹ھ
(۲۱۹)	درر الحکام شرح غرر الأحکام	ملا خسرو، محمد بن فرامرز بن علی	۸۸۵ھ
(۲۲۰)	شرح النقایۃ	ابوالمکارم عبدالعلی بن محمد بن حسین البرجندی	۹۳۲ھ
(۲۲۱)	حاشیۃ علی العنایۃ شرح الہدایۃ	سعد اللہ بن عیسیٰ بن امیر خان الرومی الحنفی الشہیر بسعدی چلپی وبسعدی آفندی	۹۴۵ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۲۲۲)	ملتقی الأبحر	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۲۳)	الصغیری/الکبیری شرح منیۃ المصلی	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم چلپی حنفی المعروف بالحلبی الکبیر	۹۵۶ھ
(۲۲۴)	جامع الرموز شرح مختصر الوقایۃ المسمیٰ بالنقایۃ	شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی	۹۶۲ھ
(۲۲۵)	البحر الرائق فی شرح کنز الدقائق	ابن نجیم زین العابدین بن ابراہیم المصری الحنفی	۹۷۰ھ
(۲۲۶)	المسالک فی المناسک	،ابومنصور محمد بن مکرم بن شعبان الکرمانی الحنفی	بعد: ۹۷۵ھ
(۲۲۷)	المنسک المتوسط المسمی لباب المناسک	رحمۃ اللہ بن عبداللہ السندی المکی الحنفی	--
(۲۲۸)	الفتاویٰ الحامدیۃ	حامد بن محمد آفندی القونوی العمادی المفتی بالروم	۹۸۵ھ
(۲۲۹)	تنویر الأبصار وجامع البحار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد بن تمرتاش الغزی الحنفی الخطیب التمرتاشی	۱۰۰۴ھ
(۲۳۰)	النہر الفائق شرح کنز الدقائق	علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم المصری الحنفی	۱۰۰۵ھ
(۲۳۱)	شرح النقایۃ فی مسائل الہدایۃ	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۳۲)	رمز الحقائق شرح کنز الدقائق	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری، ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ
(۲۳۳)	حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق	شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن یونس بن اسماعیل بن یونس الشلبی	۱۰۲۱ھ
(۲۳۴)	سکب الأنہر علی فرائض مجمع الانہر	علاء الدین علی بن محمد الطرابلسی بن ناصر الدین الحنفی	۱۰۳۲ھ
(۲۳۵)	نور الایضاح ونجاۃ الارواح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۶)	امداد الفتاح شرح نور الایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۷)	مراقی الفلاح شرح نور الایضاح	ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹ھ
(۲۳۸)	مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الأبحر	عبدالرحمٰن بن شیخ محمد بن سلیمان الکلیبولی المدعو بشیخی زادہ، المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸ھ
(۲۳۹)	الفتاویٰ الخیریۃ لنفع البریۃ	خیرالدین بن احمد بن نورالدین علی ایوبی علیمی فاروقی الرملی	۱۰۸۱ھ
(۲۴۰)	الدر المختار شرح تنویر الأبصار	محمد بن علی بن محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن حسن الحصنی المعروف بالعلاء الحصکفی	۱۰۸۸ھ
(۲۴۱)	الفتاویٰ الأسعدیۃ	سید اسعد بن ابوبکر المدنی الحسینی	۱۱۱۶ھ
(۲۴۲)	الفتاویٰ الھندیۃ (عالمگیریہ)	شیخ نظام الدین برہان پوری گجراتی (وجماعۃ من اعلام فقہاء الھند)	۱۱۶۱ھ
(۲۴۳)	حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۴۴)	حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار	علامہ السید احمد بن محمد الطحطاوی	۱۲۲۱ھ
(۲۴۵)	اسعاف المولی القدیر شرح زاد الفقیر	احمد بن ابراہیم تونسی دقدوسی مصری	۱۱۲۲ھ کے بعد
(۲۴۶)	مالابد منہ (فارسی)	قاضی ثناء اللہ الاموی العثمانی الہندی پانی پتی	۱۲۲۵ھ
(۲۴۷)	رد المحتار حاشیۃ الدر المختار	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ

نمبرشمار	اسمائے کتب	مصنف،مؤلف	سن وفات
(۲۴۸)	العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ	علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۴۹)	مجموعہ رسائل ابن عابدین	علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۵۰)	منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق	علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۲۵۱)	مأۃ مسائل	ابو سلیمان اسحاق بن محمد افضل بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن منصور بن احمد بن محمد بن قوام الدین العمری الدھلوی (مولانا محمد اسحاق دہلوی)	۱۲۶۲ھ
(۲۵۲)	رسالہ الاربعین	ابو سلیمان اسحاق بن محمد افضل بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن منصور بن احمد بن محمد بن قوام الدین العمری الدھلوی (مولانا محمد اسحاق دہلوی)	۱۲۶۲ھ
(۲۵۲)	غایۃ الاوطار ترجمہ اردو الدر المختار	مترجم اول: مولانا خرم علی ملہوری/مترجم دوم: مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی	۱۲۷۱ھ/--
(۲۵۳)	التحریر المختار حاشیۃ رد المحتار	عبد القادر الرافعی الفاروقی	۱۲۸۳ھ
(۲۵۴)	جواہر الإخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر بن محمد بن الحسین الاخلاطی الحسینی	--
(۲۵۵)	مفتاح الجنۃ	کرامت علی بن ابو ابراہیم شیخ امام بخش بن شیخ جار اللہ جونپوری	۱۲۹۰ھ
(۲۵۶)	اللباب فی شرح الکتاب (القدوری)	عبد الغنی بن طالب بن حمادۃ بن ابراہیم الغنیمی الدمشقی المیدانی الحنفی	۱۲۹۸ھ
(۲۵۷)	النافع الکبیر شرح الجامع الصغیر	ابو الحسنات محمد عبد الحئ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۸)	السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ	ابو الحسنات محمد عبد الحئ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۵۹)	عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ	ابو الحسنات محمد عبد الحئ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۰)	حاشیہ علی الہدایہ	ابو الحسنات محمد عبد الحئ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۱)	نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل	ابو الحسنات محمد عبد الحئ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۲)	مجموعۃ الفتاویٰ	ابو الحسنات محمد عبد الحئ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۳)	مجموعۃ رسائل اللکنوی	ابو الحسنات محمد عبد الحئ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۴)	تحفۃ النبلاء فی جماعۃ النساء	ابو الحسنات محمد عبد الحئ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۵)	تحفۃ الاخیار	ابو الحسنات محمد عبد الحئ بن حافظ محمد عبد الحلیم بن محمد امین لکھنوی	۱۳۰۴ھ
(۲۶۶)	علم الفقہ	عبد الشکور بن ناظر علی فاروقی لکھنوی	--
(۲۶۷)	الفتاویٰ الکاملیۃ فی الحوادث الطرابلسیۃ	محمد کامل بن مصطفیٰ بن محمود الطرابلسی الحنفی	۱۳۱۷ھ
(۲۶۸)	القطوف الدانیۃ فی تحقیق الجماعۃ الثانیۃ	مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد انصاری گنگوہی	۱۳۲۲ھ
(۲۶۹)	رسائل الارکان	عبد العلی محمد بن نظام الدین محمد انصاری لکھنوی	۱۳۳۵ھ
(۲۷۰)	مجلۃ الاحکام العدلیۃ	لجنۃ مکونۃ من عدۃ علماء وفقہاء فی الخلافۃ العثمانیۃ	--

سن وفات	مصنف، مؤلف	اسمائے کتب	نمبر شمار
۱۳۴۰ھ	عبد اللطیف بن حسین الغزی	الآثار الحمیدیۃ شرح مجلۃ الاحکام العدلیۃ	(۲۷۱)
۱۳۶۲ھ	مولانا محمد اشرف علی بن عبد الحق التھانوی	بہشتی گوہر، بہشتی زیور	(۲۷۲)
۱۳۶۲ھ	مولانا محمد اشرف علی بن عبد الحق التھانوی	کشف الدجیٰ عن وجہ الربوا	(۲۷۳)
۱۳۶۲ھ	مولانا محمد اشرف علی بن عبد الحق التھانوی	تصحیح الاغلاط	(۲۷۴)
۱۳۶۶ھ	حسین بن محمد سعید عبد الغنی المکی الحنفی	ارشاد الساری الی مناسک الملا علی قاری	(۲۷۵)
۱۳۹۶ھ	مفتی محمد شفیع دیوبندی	جواہر الفقہ	(۲۷۶)
مدظلہ	مولانا مفتی سلمان منصور پوری	دینی مسائل اور ان کا حل	(۲۷۷)

دیگر مسالک کی کتب فقہ

سن وفات	مصنف، مؤلف	اسمائے کتب	نمبر شمار
۱۷۹ھ	امام دار الہجرہ، مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی	المدونۃ الکبریٰ	(۲۷۸)
۴۷۸ھ	امام الحرمین ابو المعالی عبد الملک بن عبد اللہ بن یوسف بن محمد الجوینی	نھایۃ المطلب فی درایۃ المذہب	(۲۷۹)
۵۰۲ھ	ابو المحاسن عبد الواحد بن اسماعیل الرویانی	بحر المذہب	(۲۸۰)
۵۹۳ھ	احمد بن الحسین بن احمد، أبو شجاع، شھاب الدین أبو الطیب الأصفھانی	متن أبی شجاع المسمی الغایۃ والتقریب	(۲۸۱)
۵۹۵ھ	ابو الولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن احمد بن رشد	بدایۃ المجتھد ونھایۃ المقتصد	(۲۸۲)
۶۲۰ھ	ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ المقدسی	المغنی	(۲۸۳)
۶۷۶ھ	محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	المجموع شرح المھذب	(۲۸۴)
۶۸۲ھ	شمس الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن بن محمد بن احمد بن قدامۃ المقدسی	المقنع رالشرح الکبیر علی المقنع	(۲۸۵)
۷۲۸ھ	تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن تیمیہ الحرانی الحنبلی الدمشقی	الفتاویٰ الکبریٰ	(۲۸۶)
۸۵۲ھ	ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	الفتاویٰ الکبریٰ	(۲۸۷)
۸۸۲ھ	ابو اسحاق، برہان الدین، ابراہیم بن محمد عبد اللہ بن محمد بن مفلح	المبدع شرح المقنع	(۲۸۸)
۹۷۳ھ	ابو المواھب عبد الوھاب بن احمد بن علی بن احمد بن علی بن زوفا بن ابی الشیخ الشعرانی	المیزان الکبریٰ	(۲۸۹)
۱۲۰۱ھ	احمد دردیر، احمد بن احمد بن أبی حامد العدوی المالکی الأزہری الخلوتی	الشرح الکبیر علی مختصر خلیل	(۲۹۰)
۱۲۳۰ھ	محمد بن احمد بن عرفہ الدسوقی المالکی	حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر	(۲۹۱)

فقہ مقارن

سن وفات	مصنف، مؤلف	اسمائے کتب	نمبر شمار
۸۵۲ھ	ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر الکنانی العسقلانی	بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام	(۲۹۲)
۱۳۶۰ھ	عبد الرحمٰن بن محمد عوض الجزیری	الفقہ علی المذاہب الأربعۃ	(۲۹۳)
۲۰۱۵ء	ڈاکٹر وہبہ بن مصطفیٰ زحیلی	الفقہ الاسلامی وادلتہ	(۲۹۴)
--	مرتبہ وزارت اوقاف کویت	الموسوعۃ الفقہیۃ	(۲۹۵)

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات

﴿اصول فقہ﴾

(۲۹۶)	اصول البزدوی	فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی	۴۲۲ھ
(۲۹۷)	اصول السرخسی	محمد بن احمد بن ابو سہل شمس الائمہ السرخسی	۴۸۳ھ
(۲۹۸)	المقدمات الممهدات	ابو الولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن احمد بن رشد	۵۹۵ھ
(۲۹۹)	آداب المفتی	محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی الدمشقی	۶۷۶ھ
(۳۰۰)	المنار	حافظ الدین النسفی	۷۱۰ھ
(۳۰۱)	الکافی شرح البزدوی	الحسین بن علی بن حجاج بن علی حسام الدین السغناقی	۷۱۱ھ
(۳۰۲)	کشف الاسرار شرح اصول البزدوی	عبدالعزیز بن احمد بن محمد علاء الدین البخاری الحنفی	۷۳۰ھ
(۳۰۳)	الأشباه والنظائر	زین الدین بن ابراہیم بن محمد، ابن نجیم المصری	۹۷۰ھ
(۳۰۴)	غمز عیون البصائر فی شرح الاشباه والنظائر	احمد بن محمد المکی ابو العباس شہاب الدین الحسینی الحموی الحنفی	۱۰۹۸ھ
(۳۰۵)	نور الانوار فی شرح المنار	ملاجیون حنفی، احمد بن ابوسعید	۱۱۳۰ھ
(۳۰۶)	شرح عقود رسم المفتی	علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
(۳۰۷)	عمدة الفقه	سید زوار حسین شاہ	۱۴۰۰ھ

﴿تزکیہ واحسان﴾

(۳۰۸)	ادب الدنیا والدین	ابو الحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصری البغدادی الماوردی	۴۵۰ھ
(۳۰۹)	احیاء علوم الدین	ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الطّوسی	۵۰۵ھ
(۳۱۰)	عوارف المعارف	شیخ المشائخ شہاب الدین سہروردی شافعی علیہ الرحمہ	۶۳۲ھ
(۳۱۱)	غنية الطالبين	قطب ربانی محبوب سبحانی عبدالقادر بن أبی صالح الجیلی	۵۶۱ھ
(۳۱۲)	الترغیب والترہیب	ابو محمد زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری الشامی الشافعی	۶۵۶ھ
(۳۱۳)	الکبائر	شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قائماز ذہبی	۷۴۸ھ
(۳۱۴)	الزواجر عن اقتراف الکبائر	شہاب الدین شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیثمی السعدی الانصاری	۹۷۴ھ
(۳۱۵)	تحقیق الحق المبین	حضرت شاہ احمد سعید صاحب نقشبندی مجددی	۱۲۷۷ھ

﴿لغات، معاجم، ادب وتاریخ، طبقات وتراجم﴾

(۳۱۶)	الطبقات الکبریٰ لابن سعد	ابو عبداللہ محمد بن سعد بن منیع الھاشمی البصری البغدادی	۲۳۰ھ

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۱۷)	المتفق والمفترق	ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی	۴۶۳ھ
(۳۱۸)	النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر	مجد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی الجزری	۶۰۶
(۳۱۹)	مجمع البحار فی لغۃ الاحادیث والآثار	علامہ محمد طاہر بن علی صدیقی پٹنی	۹۸۶ھ
(۳۲۰)	کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم	محمد بن علی ابن القاضی محمد حامد بن محمّد صابر الفاروقی الحنفی التہانوی	۱۱۵۸ھ
(۳۲۱)	نوراللغات	مولوی نورالحسن نیر	۱۳۵۵ھ
(۳۲۲)	تاریخ مکۃ المشرفۃ والمسجد الحرام والمدینۃ الشریفۃ والقبر الشریف	محمد بن احمد بن الضیاء محمد القرشی العمری المکی الحنفی	۱۳۸۷ھ
(۳۲۳)	التعریفات الفقهية	محمد عمیم الاحسان المجددی البرکتی	۱۳۹۵ھ
(۳۲۴)	غیاث اللغات	مولوی غیاث الدینؒ	--
(۳۲۵)	فیروزاللغات	الحاج مولوی فیروزالدینؒ	--

﴿متفرقات﴾

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف، مؤلف	سن وفات
(۳۲۶)	منازل الأئمة الأربعة أبي حنيفة ومالك والشافعي وأحمد	ابوزکریا یحی بن ابراہیم بن احمد بن محمد ابوبکر بن ابی طاہر الازدی السلماسی	۵۵۰ھ
(۳۲۷)	ماثبت من السنۃ	شیخ ابوالمجد عبدالحق بن سیف الدین دہلوی بخاری	۱۰۵۲ھ
(۳۲۸)	کتاب آداب الصالحین	شیخ ابوالمجد عبدالحق بن سیف الدین دہلوی بخاری	۱۰۵۲ھ
(۳۲۹)	حجۃ اللہ البالغۃ	شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم ابوعبدالعزیز وابوعبداللہ	۱۱۷۶ھ
(۳۳۰)	تحفۃ الزوجین	مولوی محمد قطب الدین خان	۱۲۸۹ھ
(۳۳۱)	براہین قاطعہ	مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد انصاری گنگوہی	۱۳۲۲ھ
(۳۳۲)	دین کی باتیں	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	۱۳۶۲ھ
(۳۳۳)	انوارساطعہ	علامہ عبدالسمیع بیدل رامپوری	--
(۳۳۴)	فقہ السنۃ	محمد عاصم الحداد	--
(۳۳۵)	نزل الابرار	علامہ وحیدالزماں کیرانوی	
(۳۳۶)	انوارنبوت	مولانا شبیر احمد قاسمی مرادآبادی	مدظلہ

نوٹ: ''فتاویٰ علماء ہند، جلد-۲۷'' کے متن وحاشیہ میں ان کتابوں سے استفادہ ہوا ہے اور متعلقہ جگہ طباعت کی تفصیلات درج ہیں۔ (انیس الرحمٰن قاسمی)